قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ عباد الرحمٰن

جلد چہارم

مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل دامت برکاتہم
رئیس دارالافتاء والتحقیق خطیب ابوبکر صدیق مسجد ڈیفنس

دارالافتاء والتحقیق
ابوبکر صدیق مسجد [illegible] کراچی

قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ عباد الرحمٰن

جلد چہارم

مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل صاحب دامت برکاتہم
رئیس دارالافتاء والتحقیق خطیب ابوبکر صدیق مسجد ڈیفنس

دارُالافتاءِ والتحقیق
ابوبکر صدیق مسجد۔ فیز ۲ ڈی ایچ اے کراچی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر: مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل صاحب رئیس دارالافتاء والتحقیق ابوبکر صدیق مسجد فیز ۲ ڈی ایچ اے
مطبع: ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی فون نمبر: 32630051

مسائل معلوم کرنے کے لئے مفتی صاحب سے مندرجہ ذیل نمبروں پر رابطہ کر سکتے ہیں براہ کرم نماز اور آرام کے اوقات کا خیال رکھیں۔

برائے رابطہ فون نمبر: 02135804388

موبائل: 03132775126 0333-2251145

☆ ملنے کے پتے ☆

ناشر: مفتی عبدالرحمٰن ملاخیل (مندرجہ بالا تینوں نمبرز)

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی فون نمبر: 32638114

دارالاشاعت اردو بازار کراچی فون نمبر: 32631861

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

قرآن محل اردو بازار ڈیرہ اسماعیل خان

مولوی سیف الرحمٰن عبدل خیل ڈیرہ اسماعیل خان فون نمبر: 03139341266

مکتبہ جاوید میانوالی شہر

مکتبہ رشیدیہ ۲ شیش محل روڈ لاہور فون نمبر: 04237364516

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ فون نمبر: 0812662263

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	﴿باب فی مصارف الزکوٰۃ﴾	32
1	﴿زکوٰۃ کے مصارف کا بیان﴾	32
2	﴿حکومتی ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی﴾	32
3	﴿زکوٰۃ کی رقم سے مدرس کی تنخواہ کی ادائیگی کا حکم﴾	33
4	﴿زکوٰۃ کے مصارف اور زکوٰۃ میں تاخیر کے احکام﴾	34
5	﴿عام رفاہی اداروں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا﴾	36
6	﴿سید کی مدد پاک مال سے کریں زکوٰۃ سے نہیں﴾	38
7	﴿سید کا سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	39
8	﴿جسکی صرف ماں سیدہ ہو اسکو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾	40
9	﴿سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾	40
10	﴿بہو کو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾	41
11	﴿زکوٰۃ کی رقم مسجد میں لگانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی﴾	42
12	﴿مستحق کو آٹا، گھی وغیرہ دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی﴾	42
13	﴿ادائیگی زکوٰۃ کی نیت سے مسکینوں کو طعام کھلانا﴾	43
14	﴿جس کی ملکیت میں ٹی وی ہو اس کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	44
15	﴿وکیل بالزکوٰۃ کا خود یا اپنے بیوی بچوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	45
16	﴿مستحق زکوٰۃ کون ہے؟﴾	45
17	﴿پرندوں کو دانا ڈالنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی﴾	46
18	﴿زکوٰۃ کی رقم سے کسی شخص کا قرض ادا کرنا﴾	47

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
48	﴿قرضہ معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی﴾	19
49	﴿وکیل زکوٰۃ کی رقم خود اپنے اوپر خرچ کردے تو موکل کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟﴾	20
50	﴿صاحب نصاب یتیم بچے کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	21
50	﴿غیر مصرف زکوٰۃ کو مصرف سمجھ کر زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	22
51	﴿مسجد کے امام صاحب کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ﴾	23
53	﴿اصول وفروع کو عشر دینا جائز نہیں﴾	24
53	﴿ملازمت پیشہ آدمی اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں﴾	25
54	﴿بیٹی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے﴾	26
55	﴿داماد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾	27
55	﴿داماد اگر مستحق زکوٰۃ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾	28
56	﴿مقروض کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	29
56	﴿بہن کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ﴾	30
57	﴿غیر مسلم محتاجوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی﴾	31
58	﴿مالدار شخص کی اولاد کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	32
58	﴿نابالغ کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾	33
59	﴿زکوٰۃ وعشر اور صدقہ فطر اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں﴾	34
60	﴿باب فی صدقة الفطر﴾	35
60	﴿صدقۃ الفطر کا بیان﴾	35
60	﴿رمضان سے پہلے صدقہ فطر کے ادا کرنے کا حکم﴾	36

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
37	﴿بالغ اولاد اور بیوی کیطرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب نہیں﴾	60
38	﴿دوسرے شہر یا ملک میں رہنے والے کا صدقہ فطر اپنے گاؤں یا شہر میں ادا کرنے کا حکم﴾	61
39	﴿صدقہ فطر دوسرے شہر بھیجنے کا حکم﴾	62
40	﴿بالغ مجنون بیٹے کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم﴾	63
41	﴿ایک آدمی کا صدقہ فطر کئی فقیروں پر تقسیم کرنا﴾	63
42	﴿روزہ نہ رکھنے والے مریض پر بھی صدقہ فطر واجب ہے﴾	64
43	﴿صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری ہے﴾	65
44	﴿صدقۂ فطر تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا﴾	66
45	﴿صدقہ فطر اپنے رشتہ داروں کو دینے کا حکم﴾	66
46	﴿کیا بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟﴾	67
47	**﴿باب الصدقة الفاضلة﴾**	67
47	**﴿نفلی صدقات کے مسائل﴾**	67
48	﴿صدقہ بڑی برکت اور ثواب کا باعث ہے﴾	67
49	﴿نفلی صدقہ میں گوشت افضل ہے یا نقدی؟﴾	68
50	﴿نفلی صدقات کی تفصیل﴾	69
51	﴿صدقات میں محتاجوں کو ترجیح دینا بہتر ہے﴾	70
52	﴿پیشہ ور بھیک مانگنے والوں کو صدقہ دینا کیسا ہے؟﴾	71
53	﴿نفلی صدقات کی تفصیل بمعہ چند احکام﴾	72
54	﴿باپ کی صدقہ کی ہوئی رقم بیٹا واپس نہیں لے سکتا﴾	75

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
55	﴿صدقہ کی رقم غریب اپنی صوابدید پر خرچ کرسکتا ہے﴾	75
56	﴿باب فی العشر﴾	76
56	﴿عشر کے مسائل﴾	76
57	﴿وجوب عشر کیلئے بالغ ہونا شرط نہیں﴾	76
58	﴿سبزی، درختوں اور چارے میں عشر کے متعلق ایک سوال﴾	77
59	﴿پہاڑوں میں لگے ہوئے درختوں کے پھلوں میں عشر کا حکم﴾	78
60	﴿مشین وغیرہ کے ذریعہ جو کھیت سیراب ہوتے ہیں اسمیں نصف عشر ہے﴾	79
61	﴿کھاد اور اس جیسے دوسرے خرچوں کی وجہ سے عشر میں کمی کرنا جائز نہیں﴾	80
62	﴿فصل تیار ہونے سے قبل فروخت کرنے پر عشر کا حکم﴾	81
63	﴿فصل تیار ہونے کے بعد خرچے نکال کر عشر ادا کیا جائیگا﴾	81
64	﴿سبزیوں میں عشر کا حکم﴾	86
65	﴿خودرو گھاس میں عشر کا حکم﴾	87
66	﴿نہری زمین میں نصف عشر کا مسئلہ﴾	88
67	﴿فارمی مکھیوں پر زکوۃ کا حکم﴾	88
68	﴿گھر میں پھل دار درخت اور نابالغ کی زمین میں سے عشر کا حکم﴾	89
69	﴿اجارہ پر دی گئی زمین کا عشر مستأجر کے ذمہ ہے﴾	90
70	﴿گھر کے پھلدار درختوں اور سبزیوں میں عشر کا مسئلہ﴾	90
71	﴿بھوسہ میں عشر کا حکم﴾	91
72	﴿نہری زمین پر عشر کا حکم﴾	91

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
73	﴿عشر کی ادائیگی سے پہلے اخراجات نکالنے کا حکم﴾	92
74	﴿جو درخت با قاعدہ کاشت کئے جاتے ہیں انمیں عشر ہے یا نصف عشر؟﴾	92
75	﴿مقروض آدمی کی زمین کے عشر کا حکم﴾	93
76	﴿عشر اور نصف عشر کا معیار﴾	94
77	﴿رہائشی مکان کے پودوں اور درختوں میں عشر واجب نہیں﴾	94
78	﴿فارمی مکھیوں کے شہد میں عشر واجب ہے﴾	95
79	﴿فروخت شدہ گنے میں عشر کا حکم﴾	96
80	﴿پھلوں کے درخت پر عشر کا حکم﴾	97
81	﴿عشر پوری فصل میں واجب ہے﴾	97
82	﴿موقوفہ زمین میں عشر کا حکم﴾	99
83	﴿اجارے اور مزارعت کی صورت میں عشر کی تفصیل﴾	99
84	﴿مالک زمین سے متعلق عشر کی دو صورتوں کا حکم﴾	100
85	﴿عشر کا حکم﴾	101
86	﴿عشر مالک زمین پر ہے یا مزارع پر؟﴾	102
87	﴿زمین کی پیداوار سے عشر ادا کرنا مقروض کے ذمہ بھی واجب ہے﴾	103
88	﴿فروخت کرنے کی نیت سے اگائے ہوئے بیج (پنیری) پر عشر کا حکم﴾	103
89	﴿فصل جس کی ملکیت ہو عشر بھی اس کے ذمہ واجب ہے﴾	104
90	﴿کتاب الصوم وما یتعلق بہ﴾	106
90	﴿روزہ اور اس سے متعلقہ احکام کا بیان﴾	106
91	﴿"اگر کل گرمی نہیں ہوئی تو روزہ رکھوں گا" یہ کوئی نیت نہیں ہے﴾	106

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
107	﴿ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اعلان نشر ہونے پر روزہ رکھنے کا حکم﴾	92
108	﴿صوم رمضان اور ادا حج کیلئے حیض روکنے والی گولیوں کا حکم﴾	93
109	﴿اگر عذر نہ ہو تو مسافر کے لئے روزہ رکھنا افضل ہے﴾	94
110	﴿وقت الافطار بعد غروب الشمس﴾	95
110	﴿ہوائی جہاز میں وقت افطار کا مسئلہ﴾	95
110	﴿کتنی عمر کے بچوں سے روزہ رکھوانا چاہیے؟﴾	96
111	﴿باب ما یفسد الصوم وما یکرہ فیہ﴾	97
111	﴿روزے کے مفسدات اور مکروہات کا بیان﴾	97
111	﴿کیا ڈرپ اور انجکشن سے روزہ فاسد ہوتا ہے؟﴾	98
112	﴿روزے کی حالت میں انسولین کا ٹیکہ لگانا﴾	99
113	﴿بعض ٹیسٹ کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴾	100
114	﴿سحری کے بعد جماع کرنے کا حکم﴾	101
114	﴿جانور کی مخصوص جگہ کے چھونے یا ہاتھ داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾	102
115	﴿روزہ دار کیلئے غسل کرنا، کلی کرنا بلا کراہت جائز ہے﴾	103
116	﴿بغیر بوس و کنار کے شوہر کو انزال ہو جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا﴾	104
116	﴿احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾	105
117	﴿روزے میں استمناء بالید کرنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے﴾	106
118	﴿غروب آفتاب سے پہلے افطاری کا حکم﴾	107
118	﴿سونے کی حالت میں کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴾	108

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
109	﴿عورت کو ہاتھ لگانے سے انزال ہو جائے تو روزے کا حکم﴾	119
110	﴿روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے تو کیا حکم ہے؟﴾	120
111	﴿روزہ دار کیلئے دوسری چیز کے ذائقہ والی مسواک کا استعمال﴾	120
112	﴿صبح صادق کے بعد پان کی سرخی کو تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزے کا حکم﴾	121
113	﴿غیر اختیاری طور پر دھواں یا مکھی حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾	122
114	﴿سحری کے بعد منہ میں کھانے کے باقی ذرات کا حکم﴾	122
115	﴿روزہ دار کے لئے استنجاء میں احتیاط کا حکم﴾	123
116	﴿بطور غذا استعمال نہ ہونے والی اشیاء کے نگلنے سے صرف قضا لازم ہوتی ہے﴾	124
117	﴿سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾	124
118	﴿روزہ دار کے آنکھ، ناک، کان میں دوائی ڈالنے کا حکم﴾	125
119	﴿رمضان المبارک میں بغیر شہوت منی نکلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا﴾	126
120	﴿داڑھی کا بال منہ میں لینے کے بعد دوبارہ لعاب نگلنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے﴾	127
121	﴿رمضان کے روزہ میں بیوی کے ساتھ کپڑے سمیت جماع کرنے کا حکم﴾	127
122	﴿دانت نکالتے وقت نکلنے والے خون کے روزہ پر اثرات﴾	128
123	﴿پیٹ میں بندوق کی گولی لگنے سے روزے کا حکم﴾	129
124	**﴿فصل فی صوم النفل والنذر﴾**	130
124	﴿نفلی اور نذر کے روزوں کا بیان﴾	130
125	﴿نذر کے روزوں سے عاجز آنا﴾	130
126	﴿شوال کے چھ روزوں کا حکم﴾	131

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
127	﴿نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے﴾	131
128	﴿یوم عاشوراء کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھنا مستحب ہے﴾	133
129	**﴿فصل فی قضاء الصوم و کفارته﴾**	133
129	**﴿روزے کی قضا اور کفارے کا بیان﴾**	133
130	﴿بیماری کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو کفارہ واجب نہیں﴾	133
131	﴿ایام نفاس میں خون بند ہونے کی وجہ سے روزوں کا حکم﴾	134
132	﴿غیر فطری راستے سے جماع کرنے میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہیں﴾	135
133	﴿کفارے کے روزوں میں تسلسل شرط ہے﴾	136
134	﴿غلطی سے روزہ توڑنے پر صرف قضا لازم ہوتی ہے﴾	137
135	﴿متعدد ایام رمضان میں بیوی سے جماع کرنے پر ایک کفارہ کافی ہے﴾	138
136	﴿مریض کو قضا کا موقع نہ ملے تو اسکی طرف سے فدیہ دینا ضروری نہیں﴾	139
137	﴿لا قضاء علی من افسد صوم یوم النحر﴾	139
137	﴿عید الاضحیٰ کا روزہ توڑنے والے پر قضا نہیں ہے﴾	139
138	﴿روزوں کی قضاء اور فدیہ کے لزوم کیلئے وقت ملنا شرط ہے﴾	140
139	﴿حالت صوم میں استمناء بالید سے قضا لازم ہے﴾	141
140	﴿رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے سے صرف قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں﴾	142
141	﴿حواس باختہ قصداً روزہ توڑے تو صرف قضا لازم آئیگی﴾	142
142	﴿شدت مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ ادا کرے﴾	144
143	﴿رمضان المبارک میں سحری کر کے روزہ نہ رکھنے کی نیت کرنا﴾	145

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
144	﴿کفارہ رمضان کے روزوں کے ساتھ خاص ہے﴾	145
145	﴿غیر اختیاری طور پر قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾	146
146	﴿قے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟﴾	147
147	﴿روزہ میں از خود قئے کرنے سے صرف قضا لازم آتی ہے کفارہ نہیں﴾	148
148	﴿تردد نیت میں روزہ توڑنے سے صرف قضا لازم ہوتی ہے﴾	148
149	﴿رمضان میں بیوی کو جماع پر مجبور کیا تو بیوی پر قضا لازم ہے﴾	149
150	﴿بوسہ لینے سے اگر انزال ہو جائے تو روزے کی صرف قضا لازم ہے﴾	150
151	﴿قضا روزوں کے کفارہ کا حکم﴾	150
152	﴿کفارے کی نیت سے رکھے ہوئے روزے قضاء کے شمار نہیں ہوں گے﴾	151
153	﴿رمضان کا روزہ توڑنے کے بعد حیض آنے کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا﴾	152
154	﴿روزے کے فدیے کا حکم﴾	153
155	﴿بھول کر روزہ توڑنے کا حکم﴾	154
156	﴿قضا روزہ توڑنے پر قضا ہی لازم ہے﴾	154
157	﴿رمضان میں دن کو قصداً جماع کرنے سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں﴾	155
158	﴿نفلی روزے کے توڑنے پر قضا کا حکم﴾	156
159	﴿کسی حرکت کے بغیر روزہ دار کے انزال کا حکم﴾	156
160	﴿فصل فی اعذار المبیحة للافطار﴾	157
160	﴿ان اعذار کا بیان جن کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہے﴾	157
161	﴿بھوک یا پیاس کی شدت سے جان کو خطرہ ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے﴾	157

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
162	﴿مرض کے دوبارہ لوٹنے کا خوف ہو تو روزہ چھوڑنا جائز ہے﴾	158
163	﴿بیمار آدمی کا روزے کی نیت کرنے کے باوجود افطار کرنا﴾	158
164	﴿انہیلر پمپ کے استعمال کا حکم﴾	159
165	﴿مرض بڑھنے کی صورت میں کیا مریض فرض روزہ چھوڑ سکتا ہے؟﴾	160
166	﴿صبح صادق کے بعد سفر پر جانے سے رخصت افطار پر عمل کرنا جائز نہیں ہے﴾	160
167	﴿محنت مزدوری کی خاطر روزہ چھوڑنے کا حکم﴾	162
168	﴿روزوں سے متعلق متفرق مسائل﴾	163
169	﴿ماہِ رمضان المبارک میں ہوٹل کھولنا اور روزے نہ رکھنا﴾	163
170	﴿تنہا چاند دیکھنے کا حکم﴾	165
171	﴿روزہ دار کو کھاتا ہوا دیکھ کر کیا روزہ یاد دلانا چاہیے؟﴾	165
172	﴿عرب ممالک سے آنے والے پر تیس سے زائد روزے رکھنے کا حکم﴾	166
173	﴿سحری کے وقت ماہواری بند ہونے کی صورت میں روزے کا حکم﴾	167
174	﴿حائضہ عورت کے لئے روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری نہیں﴾	168
175	﴿عیدین کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہے﴾	169
176	﴿یوم الشک کے روزے کا حکم﴾	169
177	﴿میت کی طرف سے صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ادا کرنا﴾	170
178	﴿چاند کی طرف اشارہ کرنے کا حکم﴾	173
179	﴿رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد روزہ افطار کرنا﴾	173
180	﴿اعتکاف کا بیان﴾	174
181	﴿محراب مسجد کا حصہ ہوتا ہے﴾	174

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
182	مساجد میں معتکف کیلئے پردے لٹکانا جائز ہے	175
183	کیا اعتکاف دس روز سے کم ہو سکتا ہے	175
184	مسنون اعتکاف سے کن کن اعمال کو مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے	176
185	معتکف کا نماز جنازہ میں شرکت کرنا	177
186	حالت اعتکاف میں کسی رشتہ دار میت کے دیدار کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے	178
187	معتکف کا دوسری مسجد میں قرآن سنانا	179
188	واجب اعتکاف میں عیادت مریض اور نماز جنازہ وغیرہ کیلئے جانے کا حکم	179
189	اعتکاف کی قضا کا حکم	180
190	اعتکاف کیلئے قرعہ اندازی کا حکم	181
191	عورت کیلئے اعتکاف سے قبل شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے	182
192	معتکف عورت کو گھریلو کام کاج سے احتراز کرنا چاہیے	182
193	عورتوں کا اعتکاف میں بیٹھنا جائز ہے	183
194	معتکف فرض غسل کے علاوہ غسل کیلئے مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا	184
195	کتاب الحج	185
195	حج کے مسائل کا بیان	185
196	حج کی فضیلت کے متعلق ایک سوال	185
197	احادیث کی روشنی میں فریضہ حج کے فضائل	187
198	حج مبرور کی علامت کیا ہے؟	189
199	ایام حج کتنے ہیں؟	190

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
192	﴿فرض حج کی ادائیگی میں تاخیر﴾	200
193	﴿حج کیلئے جاتے وقت معافی مانگنے کا حکم﴾	201
195	﴿ضرورت سے زائد جائیداد ہو اگرچہ نقد رقم نہ ہو تو حج فرض ہے﴾	202
195	﴿حج کے لئے کاشت کی زمین بیچنا ضروری نہیں﴾	203
197	﴿مال حرام سے حج کرنے کا حکم﴾	204
199	﴿سودی رقم سے حج کرنا﴾	205
200	﴿زیور گروی رکھ کر حج کرنا درست ہے﴾	206
200	﴿ایامِ نحر میں کوئی بھی طواف نہیں کیا تو بیوی حرام رہے گی﴾	207
201	﴿پانچ تولہ سونا ملکیت میں آنے سے حج فرض نہیں ہوتا﴾	208
203	﴿حج کی درخواستوں پر قرعہ اندازی جوے کے حکم میں داخل نہیں﴾	209
204	﴿حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کا حکم﴾	210
205	﴿طواف صدر کو ترک کرنے کا حکم﴾	211
206	﴿کیا نابینا پر حج فرض ہے؟﴾	212
206	﴿اولاد کی شادی کے لئے ادئیگی حج میں تاخیر جائز نہیں﴾	213
207	﴿ساس کی سگی بہن غیر محرم ہے﴾	214
208	﴿سفر حج میں تجارت کی نیت کرنے کا حکم﴾	215
208	﴿آفاقی کسی بھی غرض سے مکہ مکرمہ جائے تو عمرہ یا حج لازم ہے﴾	216
210	﴿رمی جمار میں نائب بنانے کا مسئلہ﴾	217
211	﴿حکومت کے خرچہ سے حج کرنے سے فریضہ حج ادا ہو جاتا ہے﴾	218

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
219	﴿مقروض آدمی فریضہ حج ادا کرسکتا ہے﴾	212
220	﴿عورت منہ بولے بیٹے کے ساتھ سفر حج پر نہیں جاسکتی﴾	213
221	﴿عمر رسیدہ کیلئے بھی محرم کا ہونا شرط ہے﴾	213
222	﴿تاخیر حج کا حکم﴾	214
223	﴿بیٹے کی ملازمت کی خاطر فرض حج کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے﴾	214
224	﴿بیٹی کی شادی کیوجہ سے حج فرض کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے﴾	215
225	﴿خوشدامن اپنے داماد کے ساتھ حج کرسکتی ہے﴾	216
226	﴿عورت پر حج کب فرض ہوتا ہے؟﴾	217
227	﴿حج فرض ہونے کے بعد محرم نہ ملے تو حج بدل یا وصیت ضروری ہے﴾	218
228	﴿حکم تاخیر الحج﴾	219
228	﴿حج فرض میں بلا عذر تاخیر جائز نہیں ہے﴾	219
229	﴿تلبیہ کے فضائل﴾	219
230	﴿عورت پر حج فرض ہو تو خاوند کی اجازت ضروری نہیں﴾	220
231	﴿فقط عمرہ کرنے کی حیثیت اور اسکا افضل وقت﴾	221
232	﴿عورت پر محرم کے بغیر حج فرض نہیں ہے﴾	222
233	﴿حج سے متعلق ایک مسئلہ کی وضاحت﴾	223
234	﴿حج المراة حجة الاسلام بلا اذن زوجها﴾	224
234	﴿بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر محرم کے ساتھ حج فرض ادا کرسکتی ہے﴾	224
235	﴿مکان کی تعمیر سے پہلے حج کرنا ضروری ہے﴾	224

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
236	﴿قرضہ لے کر حج کرنے کا حکم﴾	225
237	﴿طواف کے فضائل﴾	226
238	﴿وقوف عرفہ کی حیثیت اور فضائل﴾	228
239	﴿فضائل عرفات﴾	228
240	﴿باب الاحرام وارکان الحج﴾	231
240	﴿احرام اور ارکان حج کا بیان﴾	231
241	﴿احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے﴾	231
242	﴿پاکستانی آدمی جدہ ایئرپورٹ سے احرام باندھ سکتا ہے؟﴾	232
243	﴿اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے کو حلق کرنے کا حکم﴾	233
244	﴿حج تمتع میں قربانی نہ کر سکے تو بطور دم حدود حرم میں ذبح ضروری ہے﴾	233
245	﴿گیارہویں کو زوال سے پہلے رمی کافی نہیں ہے﴾	234
246	﴿حج قران میں رمی، ذبح، حلق بغیر ترتیب ادا کرنے سے دم واجب ہو جاتا ہے﴾	235
247	﴿یوم النحر کے دن جمرۃ العقبۃ کی رمی کا حکم﴾	235
248	﴿اگر طواف کے دوران جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا حکم ہے؟﴾	236
249	﴿اگر طواف کے چکر سات سے زیادہ لگا دیئے تو کیا حکم ہے؟﴾	237
250	﴿اگر طواف کے چکروں میں شک پڑ جائے تو کیا حکم ہے؟﴾	238
251	﴿اگر کوئی طواف میں حطیم کو شامل نہ کرے تو کیا حکم ہے؟﴾	238
252	﴿سیدھے ہاتھ سے طواف کرنے کا حکم﴾	239
253	﴿حالت حیض میں طواف وداع کا حکم﴾	240

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
254	﴿احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا قصر ضروری ہے﴾	241
255	﴿احرام کی حالت میں کسی کے حلق کرنے کا حکم﴾	242
256	﴿طواف قدوم آفاقی کے حق میں سنت ہے﴾	243
257	﴿یوم النحر میں طواف صدر، طواف زیارت کا قائم مقام ہوسکتا ہے﴾	243
258	﴿نماز عصر ادا کرنے کے بعد طواف کے نوافل پڑھنا مکروہ ہے﴾	244
259	﴿مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد بغیر طواف کئے نکلنا مناسب نہیں ہے﴾	246
260	﴿عورت دوران حیض مجبوری کیوجہ سے طواف کرسکتی ہے یا نہیں؟﴾	246
261	﴿حج کے فرائض وواجبات وسنن کا بیان﴾	247
262	﴿سر پر بال نہ ہونے کی صورت میں احرام سے حلال ہونے کا طریقہ﴾	249
263	﴿حالت احرام میں تولیہ سے چہرہ پونچھنے کا حکم﴾	250
264	﴿ملازمت کیلئے مکہ مکرمہ جانے والے پر میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے﴾	250
265	﴿حالت احرام میں درد کیلئے پیڈ کا استعمال جائز ہے﴾	251
266	﴿احرام سے پہلے یا بعد میں عطر لگانا﴾	252
267	﴿ایام تشریق میں عمرہ کرنے کا حکم﴾	252
268	﴿باب الحج عن الغیر﴾	253
268	﴿دوسرے کی طرف سے حج ادا کرنے کا بیان﴾	253
269	﴿حج بدل دو طرح کا ہوتا ہے﴾	253
270	﴿حج بدل کر لینے سے اپنے ذمہ سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا﴾	255
271	﴿میت کی طرف سے حج ادا کیا جائے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہوجائیگا﴾	256

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
272	﴿بغیر وصیت کے حج بدل کرنے کی گنجائش ہے﴾	257
273	﴿جسکی طرف سے حج کیا جارہا ہو مال اس کی طرف سے ہونا ضروری ہے﴾	258
274	﴿حج بدل کرانے کے بعد عذر زائل ہوگیا﴾	258
275	﴿محرم کا خرچہ نہ ہو تو عورت پر حج بدل کروانا لازم نہیں﴾	259
276	﴿عذر کی وجہ سے حج بدل کرانا درست ہے﴾	260
277	﴿حج بدل کا حکم﴾	261
278	﴿والدین کی طرف سے حج کرنے میں زیادہ ثواب ہے﴾	262
279	﴿بیوی کا شوہر کی جانب سے حج کروانا﴾	263
280	﴿کسی دوسرے آدمی کی طرف سے عمرہ کرنا کیسا ہے؟﴾	264
281	﴿متفرقات مسائل حج﴾	264
282	﴿نفلی حج اور صدقہ میں کون سا عمل افضل ہے؟﴾	264
283	﴿بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنے کا حکم﴾	266
284	﴿دوران حج تجارت کرنے کا حکم﴾	267
285	﴿طواف میں رمل کرنا فقط پہلے تین چکروں میں سنت ہے﴾	268
286	﴿طواف کرنے میں خنثیٰ مشکل عورت کے حکم میں ہے﴾	269
287	﴿روضہ اقدس کی زیارت افضل مستحبات میں سے ہے﴾	269
288	﴿موبائل کے ذریعے روضہ رسول ﷺ پر سلام پڑھنا﴾	270
289	﴿روضہ رسول کی زیارت کرنے والوں کو سلام کہنا﴾	272
290	﴿نفلی حج کیلئے والدین کی اجازت ضروری ہے﴾	273

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

291 ﴿بغیر عذر کے سواری پر سعی کرنے کا حکم﴾.......................273
292 ﴿ہوائی جہاز میں عورت بغیر محرم کے حج کے لئے چند گھنٹوں کا سفر کر سکتی ہے؟﴾.274
293 ﴿دوران حج خاوند مر جائے تو بیوی کیلئے شریعت کا حکم﴾.....................275
294 ﴿حاجی کیلئے آبِ زمزم ساتھ لے جانا مستحب ہے﴾.......................276
295 ﴿عورت ایک سفر میں ایک ہی عمرہ کرے تاکہ زیادہ بال کاٹنے کی نوبت نہ آئے﴾.276
296 ﴿ایک عمرہ میں حلق کے بعد دوبارہ احرام سے نکلنے کیلئے استرہ پھرانا ضروری ہے﴾277
297 ﴿حرمین شریفین میں عورت کی نماز کا حکم﴾.............................278
298 ﴿تلبیۂ حج میں کمی کرنا مکروہ ہے﴾..................................279
299 ﴿مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھنا ضروری ہے﴾.........................279
300 ﴿طواف وسعی میں کسی وجہ سے وقفہ کرنے سے کوئی اثر نہیں پڑتا﴾.............280
301 ﴿میدان عرفات میں ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟﴾.......281
302 ﴿عرفات ومزدلفہ میں جمع بین الصلاتین اور تقدیم وتاخیر﴾......................283
303 ﴿فضائل مدینہ منورہ وروضہ مبارکہ ومسجد نبوی﴾.........................288
304 ﴿کتاب النکاح﴾ 291
304 ﴿نکاح کے مسائل کا بیان﴾ 291
305 ﴿منگنی صرف وعدہ نکاح ہے، نکاح نہیں﴾................................291
306 ﴿نکاح میں خطبہ کی حیثیت﴾...291
307 ﴿اپنی لڑکی فلاں کو دیدی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾.........................292
308 ﴿وٹہ سٹہ میں ایک عورت کے مقابلے میں دو لینا﴾...........................293
309 ﴿نکاح میں گواہوں کا حکم﴾...293

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
310	﴿حال یا استقبال کے صیغوں سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾	294
311	﴿خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے ہونا چاہیے﴾	295
312	﴿فارم نکاح پر نکاح خواں کے علاوہ کسی اور کے دستخط کرنے کا حکم﴾	296
313	﴿نکاح خوانی کی اجرت لینا جائز ہے﴾	297
314	﴿نومسلمہ کا نکاح﴾	297
315	﴿ناجائز تعلقات والی سے شادی کرنا جائز ہے﴾	298
316	﴿اپنی مزنیہ سے نکاح اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم﴾	299
317	﴿انسان کے لئے جنیہ سے شادی کرنا جائز نہیں﴾	300
318	﴿ختنہ کے بغیر نکاح کا حکم﴾	301
319	﴿رخصتی کے بعد نکاح سے پہلے لڑکی سے تعلق کا مسئلہ﴾	302
320	﴿بیرون ممالک میں نکاح کرنے کی ایک صورت﴾	303
321	﴿نکاح میں تعلیق کی ایک صورت کا حکم﴾	304
322	﴿تحریری صورت میں نکاح کا حکم﴾	305
323	﴿نکاح کے وقت تین مرتبہ ایجاب وقبول کا شرعی حکم﴾	306
324	﴿ایجاب اور قبول کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾	306
325	﴿مذاق میں کیا گیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے﴾	307
326	﴿نکاح کے فارم پر دستخط رضامندی کی دلیل ہے﴾	308
327	﴿نکاح متعہ کی شرعی حیثیت﴾	309
328	﴿مسیج سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے﴾	310

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
329	﴿بوقت رخصتی دو بھائیوں کی بیویوں کا غلطی سے تبادلہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟﴾	311
330	﴿نکاح اور دعوت ولیمہ کی شرعی حیثیت﴾	312
331	﴿دعوت ولیمہ سنت سے ثابت ہے﴾	313
332	﴿موبائل فون کے ذریعہ نکاح کیلئے گواہ بنانا﴾	314
333	﴿رخصتی اور ولیمہ میں بدعات وغیرہ سے بچنا ضروری ہے﴾	315
334	﴿کسی مہینے میں شادی کرنا منحوس نہیں﴾	316
335	﴿شوال اور ذیقعدہ میں نکاح کرنے کا حکم﴾	318
336	﴿عقد نکاح مسجد میں منعقد کرنا مستحب ہے﴾	318
337	﴿نکاح کس جگہ بہتر ہے؟﴾	319
338	﴿صرف اس طرح کہنا کہ "بیٹی دے دی" اس سے نکاح نہیں ہوتا﴾	320
339	﴿نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ جماع نہیں زنا شمار ہوگا﴾	321
340	نکاح کی وکالت پر گواہ بنانے کا حکم اور گواہ بننے کی شرائط﴾	322
341	﴿نکاح کے لئے عورت کا وکیل بنانا گواہوں کی موجودگی میں زیادہ بہتر ہے﴾	323
342	﴿اگر بیوی کہے کہ فلاں عورت سے شادی نہ کرنا تو اس کا حکم ہے﴾	324
343	﴿والد کا بالغ اولاد کی شادی میں تاخیر کرنے کا حکم﴾	325
344	﴿کس عمر میں نکاح کرنا چاہیے؟﴾	326
345	﴿چودہ سال کی عمر میں لڑکی کی رخصتی جائز ہے﴾	327
346	﴿نابالغہ منکوحہ سے جماع کا حکم﴾	328
347	﴿ازدواجی حقوق ادا نہ کر سکنے والے کیلئے نکاح کرنا جائز نہیں﴾	328

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
348	﴿رخصتی کے بعد تجدیدِ نکاح اور رسم "نکاح بھائی" کا حکم﴾	329
349	﴿ولیمے کا سنت طریقہ اور برادری کی عورتوں کو آپس میں دعوت دینے کا حکم﴾	330
350	﴿ٹیلیفون یا موبائل فون کے ذریعے سے نکاح کا حکم﴾	332
351	﴿گواہوں کی غیر موجودگی میں والد کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾	332
352	﴿ولد الزنا کا نکاح کرتے وقت باپ کے نام کی جگہ کس کا نام لیا جائے؟﴾	334
353	﴿نکاح کے معاملے میں نابالغہ لڑکی کی اجازت کا حکم﴾	334
354	﴿لڑکی کا نکاح والدین کی اجازت کے بغیر اگرچہ صحیح ہے مگر گناہ ضرور ہے﴾	336
355	﴿مخطوبہ کو براہ راست دیکھنا مستحب ہے﴾	337
356	﴿ایجاب وقبول میں گونگے کا مخصوص اشارہ کافی ہے﴾	338
357	﴿صرف نکاح نامے پر دستخط کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾	339
358	﴿بالغ لڑکی کے نکاح کا حکم﴾	339
359	﴿نکاح میں جس لڑکی کا نام لیا اسی کا نکاح ہوگا﴾	341
360	﴿ایجاب وقبول میں نکاح کی نسبت جسکی طرف ہو نکاح بھی اسی کا ہوگا﴾	342
361	﴿ولیمہ کب تک کرنے سے سنت ادا ہو جائیگی؟﴾	343
362	﴿فصل فی الانکحۃ الصحیحۃ والفاسدۃ﴾	344
362	﴿نکاح صحیح اور فاسد کا بیان﴾	344
363	﴿غیر کی منکوحہ سے نکاح شرعاً باطل اور کالعدم ہے﴾	344
364	﴿رضاعی بیٹے کی حقیقی بہنوں کا نکاح رضاعی باپ کی اولاد کیساتھ درست ہے﴾	345
365	﴿فضولی بالغ لڑکے کا نکاح کرادیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو﴾	346

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
366	﴿دو حقیقی بہنوں سے نکاح کا حکم﴾	347
367	﴿فصل فی المهر والجهاز﴾	348
367	﴿جہیز اور مہر کے مسائل﴾	348
368	﴿مہر لڑکی کا ذاتی حق ہے﴾	348
369	﴿نکاح سے قبل مخطوبہ کو کچھ دیا تو مہر میں شمار ہوگا یا نہیں؟﴾	350
370	﴿مال کوئی بھی ہو حق مہر میں مقرر کرنا جائز ہے﴾	352
371	﴿مہر بیٹی کا حق ہے باپ استعمال نہیں کرسکتا﴾	352
372	﴿نفس عقدِ نکاح سے مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوجاتا ہے﴾	353
373	﴿مشروط معافی سے مہر معاف نہیں ہوتا﴾	354
374	﴿اپنی بیوی سے مہر جبراً واپس لینا حرام ہے﴾	355
375	﴿مہر میں سونا لازم ہونے کی ایک مخصوص صورت﴾	356
376	﴿مہر معاف کرا کر عوض ادا نہ کرنے کی صورت میں مہر کا حکم﴾	357
377	﴿عورت کے مطالبہ پر طلاق دینے سے مہر ساقط نہیں ہوتا﴾	358
378	﴿خودکشی سے مہر ساقط نہیں ہوتا﴾	359
379	﴿مہر فاطمی کی اتباع میں مہر مثل سے کم مہر پر اپنی بیٹی کا نکاح کرنا﴾	360
380	﴿رخصتی کو حق مہر کے علاوہ پیسوں پر معلق کرنا جائز نہیں﴾	363
381	﴿حق مہر میں اضافہ کا حکم﴾	363
382	﴿عقد نکاح کے وقت متعین ہونے والا مہر دینا لازمی ہوتا ہے﴾	364
383	﴿والد کا جہیز واپس لینا﴾	365

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
384	﴿رخصتی سے پہلے طلاق کی صورت میں نصف مہر ادا کرنا ضروری ہے﴾	366
385	﴿وٹہ سٹہ میں ہر ایک عورت کا مہر الگ الگ مقرر ہو تو شغار نہیں کہلاتا﴾	367
386	﴿خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی تو مہر نصف ہوگا﴾	368
387	﴿متعلقاتِ نکاح﴾	369
388	﴿فصل فی الاولیاء والاکفاء﴾	371
388	﴿ولی اور کفو کا بیان﴾	371
389	﴿سیدہ غیر سید کا ہم کفو نہیں﴾	371
390	﴿سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ اجازت ولی سے ہو تو جائز ہے﴾	371
391	﴿بچپن میں کرائے ہوئے نکاح کا حکم﴾	373
392	﴿چچا کی ولایت کا حکم﴾	373
393	﴿والد اپنی چھوٹی بچی کا نکاح اسکی مصلحت کے خلاف کرائے تو منعقد نہیں ہوتا﴾	375
394	﴿تایا کی اجازت کے بغیر نابالغ لڑکی کا نکاح ماں کرالے اس کا اعتبار نہیں﴾	376
395	﴿عاقلہ بالغہ کا نکاح جبراً درست نہیں﴾	377
396	﴿کیا لڑکی بالغ ہونے کے بعد والد کے وکیل کا نکاح فسخ کرا سکتی ہے؟﴾	379
397	﴿نکاح میں کفو کا اعتبار﴾	380
398	﴿نکاح کیلئے ولی کون بن سکتے ہیں؟﴾	382
399	﴿وٹہ سٹہ میں نابالغ اولاد کے نکاح کا حکم﴾	382
400	﴿بالغہ کو نکاح کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا﴾	385
401	﴿بہن کے نکاح کے بعد بھائیوں کا ساتھ دے یا ماں کا؟﴾	386

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
402	﴿باپ، دادا کا کیا ہوا نکاح ایک صورت میں فسخ ہوسکتا ہے﴾	387
403	﴿فصل فی المحرمات واللاتی یحل نکاحھن﴾	389
404	﴿سوتیلی ماں کی اولاد سے نکاح جائز ہے﴾	389
405	﴿صرف نکاح سے ہی بیٹے کی بیوی باپ پر حرام ہوجاتی ہے﴾	389
406	﴿کتابیہ لڑکی سے نکاح کا حکم﴾	390
407	﴿جس عورت سے ناجائز تعلقات ہوں اسکی بیٹی سے نکاح جائز نہیں ہے﴾	391
408	﴿زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی بیٹی کے ساتھ جائز ہے﴾	391
409	﴿سودی کمرشل بینک کی ملازمہ عورت سے شادی کرنے کا حکم﴾	393
410	﴿منکوحہ خاتون کا کسی غیر کے ساتھ چلی جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا﴾	394
411	﴿بیٹے کی ساس سے نکاح جائز ہے﴾	396
412	﴿سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے﴾	397
413	﴿سوتیلی ماں کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو کیساتھ نکاح جائز ہے﴾	397
414	﴿مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم سے جائز نہیں﴾	398
415	﴿مرتد عورت کے نکاح کا حکم﴾	399
416	﴿حکم النکاح مع الشیعة﴾	400
416	﴿شیعہ عورت سے نکاح کا حکم﴾	400
417	﴿حکم النکاح مع الکتابیة﴾	401
417	﴿اہل کتاب سے نکاح کا حکم﴾	401
418	﴿زنا سے حاملہ عورت کے لئے نفس نکاح کرنا جائز ہے﴾	402

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
419	﴿مسلمان مرد کا آغا خانی عورت سے نکاح﴾	402
420	﴿عدت میں بیوی کی بہن سے نکاح جائز نہیں﴾	403
421	﴿اپنی بیوہ ساس کے ساتھ نکاح کا حکم﴾	404
422	﴿داماد ساس کیلئے محرم ہے﴾	405
423	﴿مفقود شوہر کی بیوی کے نکاح کا حکم﴾	405
424	﴿عیسائی عورت سے نکاح کا حکم﴾	407
425	﴿نکاح پر نکاح کا حکم﴾	408
426	﴿سوتیلی ماں کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے﴾	409
427	﴿اپنے باپ کی منگیتر سے نکاح کا حکم﴾	409
428	﴿رضاعی ماموں کے ساتھ نکاح جائز نہیں﴾	410
429	﴿بھتیجی اور بھانجی کی بیٹیاں محرم ہیں﴾	411
430	**﴿فصل فی حقوق الزوجة والنفقة﴾**	412
430	﴿بیوی کے حقوق اور خرچہ کا بیان﴾	412
431	﴿حالت حیض میں بیوی کیلئے حق بیتوتت ثابت ہے﴾	412
432	﴿حلالہ کیلئے انزال ہونا ضروری نہیں﴾	413
433	﴿بیوی کے مہر، علاج اور بچے کی رضاعت کا حکم﴾	413
434	﴿نافرمان بیوی اگر نرمی سے نہیں رکتی تو سختی کرنے کی بھی گنجائش ہے﴾	415
435	﴿بیوی کا زیادہ عرصہ جدا رہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا﴾	417
436	﴿بیویوں کے درمیان مساوات کا حکم﴾	417

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
437	﴿خاوند کتنا عرصہ بیوی سے جدا رہ سکتا ہے؟﴾	418
438	﴿بیوی کے لئے بلا عذر شوہر کو حق زوجیت سے انکار جائز نہیں﴾	419
439	﴿بیوی کو والدین کی زیارت کیلئے کتنے عرصے بعد اجازت دینا ضروری ہے﴾	420
440	﴿دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں﴾	422
441	﴿العدل بین النساء واجب﴾	423
441	﴿بیویوں کے درمیان مساوات ضروری ہے﴾	423
442	﴿حلالہ کی شرط یا نیت کیساتھ نکاح کرنے کا حکم﴾	423
443	﴿فصل فی حرمة المصاهرة﴾	425
443	﴿حرمت مصاہرت کا بیان﴾	425
444	﴿جن امور سے بیوی شوہر پر حرام ہو جاتی ہے﴾	425
445	﴿حرمت مصاہرت کا حکم﴾	426
446	﴿کسی عورت کو شہوت کیساتھ بلا حائل چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے﴾	427
447	﴿غفلت اور لاپرواہی کے ایسے مقامات جہاں آدمی پر اپنی بیوی حرام ہو جاتی ہے﴾	428
448	﴿اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو محرمات سے معانقہ ممنوع ہے﴾	430
449	﴿اغلام بازی سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی﴾	431
450	﴿حرمت مصاہرت کا تعلق اصول وفروع کے ساتھ ہوتا ہے﴾	432
451	﴿بیوی کی خالہ کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہ ہوگی﴾	433
452	﴿اپنی بیوی کو خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی﴾	434
453	﴿ایک ہی طرف سے شہوت حرمت مصاہرت کیلئے کافی ہے﴾	435

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
454	﴿سالی سے زنا کرنے کی صورت میں بیوی سے نکاح نہیں ٹوٹتا﴾	435
455	﴿صرف دیکھنے یا بات کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی﴾	436
456	﴿جس عورت سے زنا کیا ہو اسکی بیٹیاں زانی پر ہمیشہ کیلئے حرام ہیں﴾	436
457	﴿بیوی کی بیٹی سے زنا کیا تو بیوی ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائیگی﴾	437
458	﴿حرمت مصاہرت کی ایک مخصوص صورت﴾	438
459	﴿عورت کے ساتھ ناجائز تعلق سے بھی اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں﴾	439
460	﴿سسر اور بہو کے درمیان آزادانہ فحش گوئی جائز نہیں﴾	440
461	﴿اپنی سالی سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾	441
462	﴿بوسہ اور معانقہ سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾	441
463	﴿جوان بہو کا بوسہ لینے سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾	443
464	﴿بیٹی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے﴾	444
465	﴿عورت کو چھونے سے انزال ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی﴾	445
466	﴿زانی کی اولاد کا مزنیہ کی اولاد کیساتھ نکاح کا حکم﴾	445
467	﴿داماد کے سر کے بالوں پر بالشہوت بوسے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے﴾	446
468	﴿بیٹی کو غلطی سے ہاتھ لگانے سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾	447
469	﴿نوجوان لڑکی کا اپنے والد کی خدمت کرنا﴾	448
470	﴿فصل فی احکام الرضاعۃ﴾	449
470	﴿رضاعت کے متعلق احکام کا بیان﴾	449
471	﴿رضاعی خالہ سے نکاح جائز نہیں ہے﴾	449

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
472	﴿رضاعی بہن کیساتھ بھتیجے کے نکاح کا حکم﴾	450
473	﴿رضاعی بھائی، بہن کے درمیان نکاح کرنا حرام ہے﴾	451
474	﴿مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے کا حکم﴾	452
475	﴿رضاعی خالہ سے نہیں البتہ اسکی بہن سے نکاح ہوسکتا ہے﴾	452
476	﴿رضاعی بھتیجے سے نکاح جائز نہیں﴾	453
477	﴿ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی﴾	454
478	﴿دو عورتوں کا ایک دوسرے کے بچوں کو دودھ پلانے کا حکم﴾	455
479	﴿سگی بہن کی رضاعی بہن کیساتھ نکاح جائز ہے﴾	456
480	﴿رضاعی بہن بھائی کا نکاح نہیں ہوسکتا﴾	457
481	﴿رضاعی بھانجی، بھتیجی سے نکاح درست نہیں﴾	459
482	﴿رضاعی خالہ کے ساتھ نکاح درست نہیں﴾	459
483	﴿سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے﴾	460
484	﴿رضاعت کے مسئلہ میں شہادت کا نصاب﴾	460
485	﴿صرف پستان چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی﴾	461
486	﴿اپنی لڑکی کے رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح کا حکم﴾	462
487	﴿اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم﴾	463
488	﴿رضاعی چچا سے بھتیجی کے نکاح کا حکم﴾	463
489	﴿سوتیلی دادی سے رضاعت کا حکم﴾	464
490	﴿رضاعت سے متعلق مسئلہ﴾	465

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
491	﴿لاعلمی کی صورت میں رضاعی بہن بھائی کے نکاح اوران کی اولاد کا حکم﴾	465
492	﴿حرمت رضاعت کے ثبوت کی ایک صورت﴾	466
493	﴿نانی کا دودھ پینے کیوجہ سے خالہ زاد سے نکاح درست نہیں﴾	467
494	﴿رضاعی ماں کی سوتیلی بہن سے نکاح کا حکم﴾	468
495	﴿بیوی کا دودھ اگر منہ میں چلا جائے تو نکاح متاثر نہیں ہوتا﴾	469
496	﴿رضاعی بہن سے نکاح کرنے کا حکم﴾	469
497	﴿بچی کی ناک میں دودھ ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت ہوسکتی ہے﴾	470
498	﴿رضاعی بہن کیساتھ خلوت میں بیٹھنا یا سفر کرنا جائز ہے﴾	471
499	﴿رضاعی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے﴾	471
500	﴿دودھ پیتے بچے کے جھوٹے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی﴾	472
501	﴿دو بچوں نے ایک دوسرے کی ماں کا دودھ پیا تو رضاعت ثابت ہوگی﴾	472
502	﴿ایک عورت کا دودھ پینے سے لڑکا لڑکی رضاعی بہن بھائی ہوگئے ہیں﴾	473
503	﴿حرمت رضاعت کی ایک صورت﴾	474
504	﴿لے پالک کا مسئلہ﴾	475
505	﴿رضاعی ماموں سے نکاح حرام ہے﴾	476
506	﴿رضاعی بھائی کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے﴾	477
507	﴿کتاب الطلاق﴾	478
507	﴿طلاق دینے کا بیان﴾	478
508	﴿طلاق کے مسئلے میں شوہر کا قول دیانۃً معتبر ہوگا قضاءً نہیں﴾	478

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
509	﴿طلاق کے معاملے میں عورت قاضی کے حکم میں ہے﴾	479
510	﴿کیا حرام کو حلال سمجھنے والے کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی؟﴾	480
511	﴿صرف طا، لام یعنی طل سے طلاق واقع نہیں ہوتی﴾	481
512	﴿''میں نے تجھے تلاق دی'' سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾	482
513	﴿لغو الفاظ سے وقوع طلاق کا حکم﴾	483
514	﴿کسی کے غلط مسئلہ بتانے پر اقرار طلاق کا حکم﴾	484
515	﴿نافرمان بیوی کو طلاق دینے کا حکم﴾	485
516	﴿والدین کے حکم سے بیوی کو طلاق دینے کا حکم﴾	487
517	﴿مرتد ہونے سے طلاق مغلظہ کا اثر ختم نہیں ہوتا﴾	489
518	﴿مرتد ہونے سے عورت نکاح سے نہیں نکل سکتی﴾	489
519	﴿حلالہ کا شرعی طریقہ﴾	492
520	﴿حلالہ ضروری ہو تو صرف توبہ استغفار سے بیوی حلال نہیں ہوگی﴾	493
521	﴿دو بیویوں کو بلا تعیین طلاق دینے کا حکم﴾	494
522	﴿عام حالات میں بلا وجہ طلاق دینا شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے﴾	495
523	﴿طلاق دینے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟﴾	497
524	﴿بیوی کے علاقے کی تمام عورتوں کو طلاق دینے سے بیوی کا مطلقہ ہونا﴾	497
525	﴿طلاق کے بارے میں میاں بیوی کے بیان میں اختلاف﴾	498
526	﴿شک کی صورت میں کتنی طلاق واقع ہوں گی؟﴾	499
527	﴿طلاق بشکل خلع کی ایک صورت﴾	500

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
528	﴿کیا طلاق دینے کے لئے طلاق ہی کا لفظ کہنا ضروری ہے؟﴾	501
529	﴿غصہ کی وجہ سے بیوی کے پاس نہ جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی﴾	502
530	﴿فون پر طلاق دینے کا حکم﴾	503
531	﴿مہر فاطمی کی مقدار اور تین طلاقوں کا ایک مسئلہ﴾	504
532	﴿کیا تین طلاقیں تین ہیں یا ایک؟﴾	506
533	﴿اہل سنت والجماعت اور فرقہ اہل حدیث کا نقطہ نظر دلائل کے آئینہ میں﴾	506
534	﴿اہل سنت والجماعت کا مذہب﴾	507
535	﴿اہل سنت والجماعت کے دلائل﴾	507
536	﴿فریق مخالف کا استدلال اور اسکے جوابات﴾	511
537	﴿رخصتی سے قبل طلاق دینے کا شرعی طریقہ﴾	515
538	﴿رخصتی سے قبل طلاق کا حکم﴾	516
539	﴿محض پتھر پھینکنے سے طلاق کا حکم﴾	517
540	﴿مرض موت میں طلاق اور اقرار کا حکم﴾	518
541	﴿حمل کے دوران بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾	518
542	﴿ایک مجلس میں تین طلاقوں کا حکم﴾	519
543	﴿وقوع طلاق کیلئے نکاح یا اسکی طرف مشروط نسبت کرنا﴾	520
544	﴿طلاق میں اضافت صریحہ کا ہونا ضروری نہیں﴾	521
545	﴿بیوی کے اصل نام کے بجائے دوسرا نام لیکر طلاق دینے کا حکم﴾	522
546	﴿مختلف مواقع پر متعدد طلاقیں دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾	523

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
547	﴿فی الحال تم گھر جاؤ میں تم کو طلاق نامہ بھیج دوں گا﴾	524
548	﴿دو بیویوں والے کا اندھیرے میں کسی ایک کو طلاق دینے کا حکم﴾	525
549	﴿کب تک رجعت کا حکم رہتا ہے؟﴾	526
550	﴿ایک طلاق رجعی کے بعد شوہر کے پاس دو طلاقوں کا اختیار ہے﴾	528
551	﴿صرف پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی﴾	529
552	﴿صرف سوچ وفکر میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی﴾	529
553	﴿مطلقہ کے ساتھ دوبارہ شادی کرنے کی صورت میں کتنی طلاقوں کا اختیار ہوگا؟﴾	530
554	﴿غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینے کا حکم﴾	531
555	﴿طلاق بالکتابۃ﴾	532
555	﴿تحریری طلاق کا بیان﴾	532
556	﴿کاغذ پر طلاق لکھنے کا حکم﴾	532
557	﴿میں اپنی بیوی کو زوجیت سے علیحدہ کرنے کا اعلان کرتا ہوں﴾	532
558	﴿خط اور ٹیلیفون کے ذریعے طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾	533
559	﴿خلوت صحیحہ کے بعد میسج پر تین طلاق کا حکم﴾	534
560	﴿صرف لکھنے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾	535
561	﴿طلاق کے الفاظ کہے بغیر جبراً طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم﴾	536
562	﴿میسج کے ذریعے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾	536
563	﴿خط کے ذریعے تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں﴾	537
564	﴿نیت ایک طلاق کی ہو اور دستخط تین طلاق کی تحریر پر کردے؟﴾	539
565	﴿شوہر نے خلع نامہ لکھنے کا کہا وثیقہ نویس نے طلاق نامہ لکھ دیا﴾	541
566	﴿پہلے فون پر طلاق دی تو عدت اسی وقت سے شمار ہوگی تحریری طلاق سے نہیں﴾	543

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿باب فى مصارف الزكوٰة﴾

﴿زکوٰۃ کے مصارف کا بیان﴾

﴿حکومتی ٹیکس ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل حکومت جو مختلف طریقوں سے کاروباری افراد اور تاجروں سے ٹیکس وصول کرتی ہے، کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ ہمارے ایک رشتہ دار سے میں نے زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے عرض کی تو انہوں نے کہا کہ جو ٹیکس ہم ادا کرتے ہیں یہی زکوٰۃ شمار ہوتی ہے، کیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟

﴿جواب﴾ آپ کے رشتہ دار کا کہنا ''کہ ٹیکس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے'' بالکل غلط ہے! زکوٰۃ اور ٹیکس میں بڑا فرق ہے، زکوٰۃ فرض عبادت ہے، نص قطعی سے ثابت ہے جسکا مطالبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے کہ مالدار لوگ نادار مستحق مسلمان کو باقاعدہ مالک و قابض بنا کر دیں، جبکہ ٹیکس کا مطالبہ حکومت کی طرف سے ہوتا ہے، حکومت ہی اسکی شرح مقرر کرتی ہے، شرعاً کبھی جائز اور کبھی ناجائز! اور زکوٰۃ تو محض عبادت ہے، شریعت نے اسکی شرح مقرر کی ہے، بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی، اور اسکا مصرف بھی شریعت نے متعین کیا ہے، غیر مستحق کو زکوٰۃ دیدی تب بھی ادا نہیں ہوگی، لہٰذا ٹیکس اور زکوٰۃ کو ایک شمار کرنا جہالت پر مبنی ہے۔

لما فى الشامية(مطلب لاتسقط الزكاة بالدفع الى العاشر فى زماننا ٢/ ٣١٠،طبع :سعيد)

ثم قال :واعلم ان بعض فسقة التجار يظن ان مايؤخذمن المكس يحسب عنه اذا نوى به الزكاة وهذاظن باطل لامستند له فى مذهب الشافعى" لأن الامام لاينصب المكاسين لقبض الزكاة بل لأخذعشورات مال وجدوه قلّ أو كثروجبت فيه الزكاة أم لا ـــ! قلت :على أنه اليوم صار المكاس بقاطع الامام بشىء يدفعه اليه ويصير ياخذمايأخذلنفسه ظلماً وعدواناًوياخذذلك ولو مرّالعام الواحد مرارامتعددة ولوكان لاتجب عليه الزكاة فعلم ايضاًأنه لايحسب من الزكاة عندنالأنه ليس هو العاشر الذى ينصبه الامام على الطريق لياخذالصدقات من المارّين ومرّايضاانه لابد من شرطان يأمن التجار من اللصوص ويحميهم منهم وهذايعد على أبواب البلد ويؤذى التجار أكثر من اللصوص وقطاع الطريق ويأخذ منهم قهرا

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: سیف اللہ

١٥رجب المرجب ١٤٣٣ھ
فتویٰ نمبر:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿زکوٰۃ کی رقم سے مدرس کی تنخواہ کی ادائیگی کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد کے امام صاحب جو کہ اسی مسجد میں قائم حفظ کے مدرسہ کے مدرس بھی ہیں ان کو بذریعہ حیلہ زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ ادا کی جاتی ہے جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ زکوٰۃ کی رقم مسجد کے متولی کو جمع کرا دیتے ہیں پھر متولی کسی فقیر غریب کو وہ رقم زکوٰۃ کے طور پر دے دیتا ہے جس کے بعد وہ فقیر یہ رقم متولی کو مسجد ومدرسہ کے امور اور امام ومدرس کی تنخواہ پر خرچ کرنے کی اجازت دے کر ہبہ کر دیتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے بذریعہ حیلہ مدرس کی تنخواہ ادا کی جاسکتی ہے۔؟

﴿جواب﴾ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے فقیر کو باقاعدہ قابض ومالک بنانا ضروری ہے مذکورہ صورت میں فقیر کو واقعی مالک وقابض بنا کر زکوٰۃ کی رقم اگر دی ہے اور اس نے طیب خاطر سے متولی کو ہبہ کر کے واپس دے دی ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی ہے، اب متولی تنخواہ میں خرچ کرے یا کسی اور مد میں تو اس کی گنجائش ہے لیکن اس علاقہ میں چونکہ یہ طریقہ باقاعدہ رائج ہے دینے والا اور لینے والا دونوں خوب جانتے ہیں کہ یہ صرف زبانی جمع خرچ ہے اور حیلہ ہے، اس لئے اس طریقہ کو باقاعدہ اور مستقل طور پر اختیار کرنا جائز نہیں ہے یہ طریقہ مزاج شریعت کے خلاف ہے بلکہ فطرت سلیمہ بھی اس کی اجازت نہیں دیتی۔

البتہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مستحق طلباء مہتمم، متولی یا دوسرے کسی ذمہ دار کو باقاعدہ زکوٰۃ وصول کرنے کا وکیل بنائیں اور تعلیمی اخراجات میں اس کو خرچ کرنے کی بھی اجازت دیدیں تو اس صورت میں زکوٰۃ بھی ادا ہوگی اور ضرورت بھی پوری ہو جائے گی اور لینا دینا بھی نیت کے مطابق صحیح ہوگا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۱۷۱ ،طبع امدادیہ)

(هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر)فلو اطعم یتیما ناویا الزکاة لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم ــ الخ.

ولما فی صحیح البخاری:(۲/۱۰۲۷ ،باب فی ترک الحیل طبع رحمانیه)

وان لکل امرء ما نوی ــ حدثنا ابو النعمان ــ سمعت عمر بن الخطابؓ یخطب قال سمعت النبی ﷺ یقول: یا ایها الناس انما الاعمال بالنیة وانما لأمرء ما نوی.

قال الشیخ احمد علی السهارنفوری فی حاشیته ــ احتج بهذا الحدیث من قال بابطال

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الحيل ومن قال باعمالها،لان مرجع كل من الفريقين الى نية العامل،وفي المحيط كتاب الحيل ومشروعيته بقوله تعالى في قصة ايوبؑ..فخذبيدك ضغثافاضرب به ولا تحنث،وهي الفراروالهروب عن المكروه،والاحتيال للهروب عن الحرام و التباعدعن الوقع في الآثام لا بأس به بل هو مندوب اليه......واماالاحتيال لابطال حق المسلم فاثم وعدوان.وقال النسفي في الكافي عن محمد بن الحسن قال ليس من اخلاق المومنين الفرارعن احكام الله تعالى باالحيل الموصلة الى ابطال الحق.

ولمافي المبسوط للسرخسي:(۲۱۰/۳۰،طبع دارالمعرفةبيروت)

فالحاصل ان ما يتخلص به الرجل من الحرام اويتوصل به الى الحلال من الحيل فهوحسن—وانما يكره ذالک ان يحتال في حق لرجل حتى يبطله اوفي باطل حتى يموهه او في حق حتى يدخل فيه شبهة،فما كان على هذاالسبيل فهو مكروه،وما كان على السبيل الذى قلناأولافلابأس به لان الله تعالى قال وتعاونواعلى البروالتقوى ولاتعاونواعلى الاثم والعدوان.

ولمافي الشامي:(۲۵۷/۱۱،طبع امداديه)

كتاب الوكالة.....والحاصل أنهافي اللغة بمعنى التوكيل وهوتفويض الأمرالى الغيرو معناهااصطلاحا،فهي اقامةالانسان غيره مقام نفسه فيتصرف معلوم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: عزل شاہ کلی مروت

۲۶صفر ۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر: ۱۹۳۴

﴿زکوٰۃ کے مصارف اورزکوٰۃ میں تاخیر کے احکام﴾

﴿سوال﴾ ہماری ایک انجمن جسکا نام چنیوٹ انجمن اسلامیہ ہے،اسمیں ہسپتال،میٹرنٹی ہوم اور کارخیر کے کام ہوتے ہیں،ہمیں مختلف ذرائع سے چندہ آتا ہے جو کہ بمد زکوٰۃ اور بمد خیرات کے آتا ہے زیادہ تر ہمارے ٹرسٹی حضرات اور ہمارے نزدیکی خیر خواہ اسمیں بھر پور حصہ لیتے ہیں،زکوٰۃ کے مصرف کیلئے ہسپتال میں اور مختلف جگہوں پر زکوٰۃ دی جاتی ہے،علاج مفت بمد زکوٰۃ بھی ہوتا ہے اور بمد خیرات ۵۰ فیصد تک کی رعایت کی جاتی ہے اسکے علاوہ ہسپتال کے چارجز بھی کافی حد تک کم ہیں۔

اب ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے،وہ یہ کہ ہم ہسپتال میں مزید تعمیر کر رہے ہیں اوراس کیلئے اگر چہ زکوٰۃ فنڈز نہیں جس سے ابھی تک ہم خرچہ کر رہے ہیں لیکن ہمیں چونکہ تعمیر کیلئے فی الحال اتنے فنڈز نہیں ملے تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ کی مد میں جو ہمارے پاس فنڈز پڑے ہیں اس سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ادھار لے لیا جائے اور تعمیر کے کاموں پر لگا دیا جائے ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر پورا بھروسہ ہے کہ ان شاء اللہ ہمیں تعمیر والے فنڈز جلد مل جائینگے وہ پھر ہم اپنے زکوٰۃ فنڈ کو واپس کر دینگے۔

آپ سے درخواست ہے کہ کیا ہم ایسا کر سکتے ہیں؟ کوئی اشکال تو نہیں ہے؟ مزید یہ کہ کیا زکوٰۃ کی رقم اگر سال میں خرچ نہ ہو تو کیا کیا جائے؟ کیا کسی دوسرے ادارہ وغیرہ میں دے سکتے ہیں یا اسی ادارہ کے ضوابط کے مطابق خرچ کرنا ضروری ہے؟ کیا یہ رقم مضاربہ پر میزان بنک میں رکھ سکتے ہیں؟ مستفتی: ایک نمازی مسجد ابوبکر صدیق فیز۲

﴿جواب﴾ انجمن کی حیثیت زکوٰۃ دہندگان کے وکیل اور نمائندے کی ہے، لہٰذا یہ انجمن اس زکوٰۃ کی رقم میں مالکانہ تصرف کرنے کی مجاز نہیں بلکہ صرف فقراء اور محتاجوں کو بانٹنے اور جائز مصرف میں خرچ کرنے کی مجاز ہے اس لئے اس رقم کو بطور قرض اٹھانے کی بھی مجاز نہیں، البتہ اگر زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے صراحتاً اجازت ہو تو درست ہے۔

لمافی الشامی:(۵/۵۱۰،طبع سعید)

وهل لـه الاقراض والهبة....وينبغي أن لا يملكها الوكيل بالتوكيل العام لأنه لا يملكها الا من يملك التبرعات.

(۲) جہاں تک سال ختم ہونے سے پہلے زکوٰۃ کی رقم خرچ نہ ہونیکا سوال ہے تو یہ اصول ذہن میں رہنا چاہیے کہ جب تک انجمن اس رقم کو مستحقین کو نہیں دے گی تب تک دہندگان حضرات کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے جہاں تک ممکن ہو اس رقم کو جلد اپنے مصرف میں خرچ کر دینا چاہیے کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں ایک سال تک تاخیر کرنا مکروہ ہے اور آدمی گنہگار ہوتا ہے۔

لمافی فتح القدیر:(۲/۱۱۴،طبع رشیدیه)

فتكون الزكوٰة فريضة وفوريتها واجبة فيلزم بتأخيره من غير ضرورة الاثم كما صرح به الكرخي والحاكم الشهيد في المنتقى وهو عين ماذكر الفقيه أبوجعفر عن أبي حنيفة أنه يكره أن يؤخرها من غير عذر.

ولمافي ردالمحتار:(۲/۲۷۲،طبع سعید)

(فيأثم بتأخيرها) ظاهره الاثم بالتأخير ولو قل كيوم او يومين،لأنهم فسروا الفور باول اوقات الامكان وقد يقال المراد أن لا يؤخر الى العام القابل لما في البدائع عن المنتقى بالنون اذالم يؤد حتى مضى حولان فقد أساء وأثم فتأمل.

اگر سال بھر میں یہ رقم خرچ نہیں ہوئی تو اس رقم کو کسی دوسرے مصرف میں مثلاً دینی ادارے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جو دین کی اشاعت کا کام کرتے ہیں اور زکوٰۃ کی رقم کا بہترین مصرف ہیں ان میں خرچ کر دینا چاہیے موجودہ دور میں دین کی اشاعت کی سخت ضرورت ہے اور عموماً زکوٰۃ کی رقم سے کسی درجہ میں یہ ضرورت پوری ہو رہی ہے ایسے اداروں میں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے ثواب کے علاوہ دینی اشاعت میں تعاون کرنے کا بھی ثواب الگ ملے گا۔

(۳) زکوٰۃ کی رقم مضاربت پر میزان بنک میں رکھنا جائز نہیں کیونکہ مضاربت میں صرف نفع پر شرکت ہوتی ہے اور نقصان کی صورت میں صرف رأس المال سے نقصان پورا کیا جاتا ہے دوسرا یہ کہ جب تک رقم مستحقین تک نہیں پہنچتی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی خدانخواستہ اگر صاحب زکوٰۃ کی موت واقع ہو جائے تو رقم ورثاء کی میراث میں شامل ہو جائیگی اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، لہٰذا تاخیر کرنا مناسب نہیں۔

لما فی الشامی:(۲/۲۷۰،طبع سعید)وفتاویٰ دار العلوم:(۶/۱۹۹)مسائل زکوٰۃ:(ص۴۷)
بحواله احسن الفتاوی:(۲/۲۶۵،طبع سعید)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۱۷۳

﴿عام رفاہی اداروں میں زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے ایک رفاہی ادارہ بنایا ہے جس کے ذریعے سے وہ غریب و نادار بچوں کی عصری تعلیم کا بندوبست کرتا ہے (یعنی کتابیں، یونیفارم اور فیس وغیرہ بچوں کو دیتا ہے) اور اسی طرح اگر کسی غریب کا انتقال ہو جائے تو ان کے ورثاء کو کفن وغیرہ فراہم کرتا ہے۔ زید اس رفاہی ادارے کو چلانے کے لئے لوگوں سے زکوٰۃ، فطرہ اور قربانی کی کھالیں وغیرہ وصول کرتا ہے۔

غرض مسئلہ یہ ہے کہ کیا زید رفاہی ادارے کے لئے زکوٰۃ وغیرہ دینے سے زکوٰۃ وغیرہ ادا ہو جائیں گی؟

﴿جواب﴾ زید اگر عالم دین نہیں ہے اور اپنا رفاہی ادارہ علماء کرام کی نگرانی میں نہیں چلاتا تو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ زید کو نہیں دینا چاہیے اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اس لئے کہ زکوٰۃ کے مشکل مسائل ہیں ہر کوئی زکوٰۃ کے احکامات کا پوری طرح خیال نہیں رکھ سکتا زکوٰۃ کا معاملہ چونکہ نازک ہے فرض حکم ہے اس لئے احتیاط زیادہ ہونا چاہیئے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دراصل رفاہی اداروں کے ذمہ دار لوگ زکوۃ ادا کرنے کے لئے وکیل کی حیثیت رکھتے ہیں زکوۃ محض ان کے حوالہ کرنے سے ادا نہیں ہوتی۔

لہذا زید نے زکوۃ کی رقم اگر وصول کی ہے تو اس پر لازم ہے کہ مستحقین بچوں کو باقاعدہ مالک وقابض بنا کر دیدے، ورنہ زکوۃ ادا نہیں ہوگی اس لئے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے باقاعدہ غریب ونادار کا مالک بننا شرط ہے جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مستحقین بچوں میں وہ کتابیں، یونیفارم اور فیس وغیرہ بطور تملیک دیدے اسی طرح میت کے کفن دفن کے لئے جو سامان لائے اس کا مالک پہلے کسی مستحق وارث کو بنادے تو اب زکوۃ دینے والوں کی زکوۃ وغیرہ ادا ہو جائیگی۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ رفاہی اداروں کے ملازمین کو اگر زکوۃ کی مد سے تنخواہ دی جاتی ہے تو اس سے بھی زکوۃ ادا نہ ہوگی، تنخواہیں بھی زکوۃ اور دیگر صدقات واجبہ کے علاوہ سے دینا ضروری ہے۔

لما فی الهندیه:(۱/۱۹۰،طبع رشیدیه کوئٹه)

اذا دفع الزکوة الی الفقیر لایتم الدفع مالم یقبضها او یقبضها للفقیر من له ولایة علیه نحو الاب والوصی ـــ ولو قبض الصغیر وهو مراهق جاز وکذا لو کان یعقل القبض بان کان لایرمی ولا یخدع عنه ولو دفع الی فقیر معتوه جاز کذا فی فتاوی قاضی خان.

ولما فی العالمگیریه ۱/۱۷۰، طبع رشیدیه کوئٹه)

اما تفسیرها فهی تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی هذا فی الشرع کذا فی التبیین.

ولما فی تنویر الابصار مع الدر المختار ۲/۲۵٦،طبع سعید کراچی)

شرعا(تملیک)خرج الاباحة فلو اطعم یتیما ناویا الزکاة لایجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لو کساه بشرط ان یعقل القبض الا اذا حکم علیه بنفقتهم (جزء مال) خرج المنفعة .فلو اسکن فقیرا داره سنة ناویا لایجزیه (عینه الشارع) وهو ربع عشر نصاب حولی خرج النافلة والفطرة (من مسلم فقیر)ولو معتوها (غیر هاشمی ولامولاه)ای معتقه وهذا معنی قول الکنز تملیک المال ای المعهود اخراجه شرعا(مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه)فلا یدفع لاصلیه وفرعه(لله تعالی)بیان لاشتراط النیة.

ولما فی فتاوی عالمگیریه ۱/۱۹۰ طبع رشیدیه کوئٹه)

ولو نوی الزکوة بما یدفع المعلم الی الخلیفة ولم یستاجره ان کان الخلیفة بحال لو لم یدفعه یعلم الصبیان ایضا اجزأه والا فلا وکذا ما یدفعه الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرها بنیة الزکاة کذا فی معراج الدرایة.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد اویس غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ | فتوی نمبر: ۳۶۲۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سید کی مدد پاک مال سے کریں زکوۃ سے نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں دس بارہ خاندان پر مشتمل سادات خاندان کی برادری ہے لیکن کثرت عیال کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہے جبکہ ملازمت کی آمدنی سے ان کا گزارہ نہیں ہوتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا سادات حضرات کو زکوۃ کی رقم دینا جائز ہے کہ نہیں اگر کوئی شخص کسی سید کی مجبوری کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو زکوۃ کی رقم دیدے تو کیا اس شخص کی زکوۃ ادا ہو جائیگی کہ نہیں براہ کرم وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ مفتی بہ اور راجح مذہب یہی ہے کہ جس طرح دور نبوی علیہ الصلوۃ والسلام میں سادات حضرات کو زکوۃ دینا جائز نہیں تھا اس زمانہ میں بھی سادات حضرات کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے لہذا اگر کسی شخص نے کسی مجبور سید کو زکوۃ کی رقم ادا کردی تو زکوۃ ادا نہ ہوگی دوبارہ ادا کرنی ہوگی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال زکوۃ کو (أوساخ الناس) یعنی لوگوں کا میل کچیل قرار دیا ہے لہذا اصحاب حیثیت اور اہل خیر حضرات کو چاہیے کہ پاک مال سے سادات حضرات کی امداد کریں۔

لما في الدر مع رد: ۳۵۰/۲ طبع: سعيد)

(و) لا الى (بني هاشم) ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع

لما في البدائع: ۸۰/۲ طبع دار الكتب العلميه بيروت)

ومنها ألا يكون من بني هاشم لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال "يامعشر بني هاشم ان الله كره لكم غسالة الناس وعوضكم منها بخمس الخمس من الغنيمة".

ولما في أعلاء السنن: ۸۳/۸ طبع دار الكتب العلميه بيروت)

عن المطلب بن ربيعة بن حارث بن عبدالمطلب أنه والفضل بن عباس انطلقا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ثم تكلم أحدنا فقال يارسول الله جئناك لتؤمرنا على هذه الصدقات فنصيب مايصيب الناس من المنفعة وتؤدي مايؤدي الناس فقال ان الصدقة لاتنبغي لمحمد ولالآل محمد انما هي أوساخ الناس

ولما في الهداية: ۲۲۳/۱ طبع رحمانيه)

ولاتدفع الى بني هاشم وهم آل على وآل عباس وآل جعفر وآل عقيل وآل حارث بن عبدالمطلب ومواليهم

ولما في الأشباه: (۱۶۹ طبع قديمي) كل الصدقات حرام على بني هاشم

ولما في قاضي خان: ۲۳۲/۱ قديمي)

وبنو هاشم الذين لاتحل لهم الصدقة آل عباس آل على وآل جعفر وآل عقيل وولد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم

الجواب صحیح مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب فضل حق زیزاروی

٢٣ صفر الخیر ١٤٢٥ھ

فتویٰ نمبر ٣٦٩٩

﴿سید کا سید کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے سے متعلق (١) کہ سید صاحب نصاب کا سید غیر صاحب نصاب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں۔(٢) سید کی بیوی غیر سیدہ ہو اور مستحق زکوٰۃ ہو تو اسے زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مستفتی: سید عاصم شاہ کوہاٹی

﴿جواب﴾ سید کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے چاہے زکوٰۃ دینے والا سید ہو یا غیر سید اگر وہ ضرورت مند ہے تو نفلی صدقات سے ان کی مدد کی جائے (٢) سید کی بیوی غیر سیدہ ہو اور واقعتاً مستحق زکوٰۃ ہو تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

لما فی الشامی:(٢/ ٣٥٠طبع سعید)

و(لا)الی (بنی هاشم)الا من ابطل النص قرابته وعم بنو لهب فتحل لمن اسلم منهم کما تحل لبنی المطلب.ثم ظاہر المذهب اطلاق المنع .وقول العینی والهاشمی یجوز له دفع الزکوٰۃ لمثله صوابه لا یجوز نہر وقال فی النهر: وجوز ابو یوسفؒ دفع بعضهم الی بعض وهو روایة عن الامام. وقول العینی والهاشمی یجوزله ان یدفع زکاته الی هاشمی مثله عند ابی حنیفةؒ خلافا لابی یوسفؒ صوابه لا یجزی ولا یصح حمله علی اختیا الروایة السابقة عن الامام لمن تأمل.

ولما فی الهندیه:(١/ ١٨٩، طبع رشیدیه)

ولا یدفع الی بنی هاشم وہم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل وآل حارث بن عبد المطلب کذا فی الهدایه .... هذا فی الواجبات کالزکاۃ والنذر والعشر والکفارۃ فاما التطوع فیجوز الصرف الیهم کذفی الکافی.

ولما فی جامع الرموز:(١/ ٣٢١طبع سعید)

والا اولاد عباس وحارث واولاد ابی طالب من علی وجعفر وعقیلؓ فانه لا یصرف الیهم وسوقه مشیر الی جواز صرف التطوع الیهم وذہب بعضهم الی بعضهم عنده خلافا لابی یوسفؒ کما فی المضمرات وشرح الآثار لا یصرف التطوع الیهم عند هما وعن ابی حنیفةؒ روایتان وبالجواز نا خذ لان الحرمة مخصوصة بزمانه النبی ﷺ

ولما فی حاشیة الطحطاوی:(٤٢٠،طبع قدیمی)

(ولا یصح دفعها لکافر وبنی هاشم)اطلق المنع فعم کل زمان وسوی فی ذلک دفع بعضهم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لبعضہم ودفع غیرھم لہم وجوز ابو یوسف دفع بعضہم لبعض وھو روایۃ عن الامام بنہر

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوھاٹی

۷ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ   فتویٰ نمبر: ۳۳۲۴

﴿جس کی صرف ماں سیّدہ ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی صرف ماں سیدہ ہو تو اسکو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔   مستفتی: محمد مبشر

﴿جواب﴾ جسکی صرف ماں سیدہ ہو اور باپ غیر سیّد ہو تو اسکو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اسلئے کہ نسب باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ کہ ماں کیطرف، لہٰذا وہ شخص اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

لما فی الشامی: (۸۷/۲، طبع سعید)

من كانت أمها علوية مثلا وابوها عجمي يكون العجمي كفوء الها وان كان لها شرف ما لأن النسب للأباء، ولهذا اجاز دفع الزكوة اليها فلا يعتبر التفاوت بينهما من جهة شرف الأم.

ولما فی البدائع: (۳۲۰/۲، طبع سعید)

فالكفاءة تعتبر للنساء لاللرجال على معنى انه تعتبر الكفاءة فى جانب الرجال للنساء ولا تعتبر فى جانب النساء للرجال لأن النصوص وردت بالاعتبار فى جانب الرجال خاصة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد کشمیری

۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ   فتویٰ نمبر: ۱۹۶۵

﴿سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی سوتیلی ماں مستحق زکوٰۃ ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا زید اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ اصول اور فروع کو دینا جائز نہیں، یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، اولاد اسطرح اولاد کی اولاد، سوتیلی ماں چونکہ اصول اور فروع میں سے نہیں ہے لہٰذا سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کی مستحق ہو۔

لما فی الشامی: (۳۴۶/۲، طبع سعید)

ويبدء فى الصدقات بأقارب ثم الموالى ثم الجيران ولو دفع زكاته الى من نفقته واجبة عليه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

من الاقارب جاز اذا لم یحسبها من النفقة ویجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه تاتر خانیة

وایضا فی التاتارخانیة:(۲/۲۰۶،طبع قدیمی)

وفی تجنیس خواہر ذادہ "ویجوز أن یعطی امرءة ابیه وابنه وزوج ابنته

ولما فی البحر الرائق:(۲/۲۲۳،طبع سعید)

(واصله اون علا وفرعه وان سفل)......ای لایجوز الدفع الی ابیه وجده وان علا ولا الی ولده وولد ولده وان سفل لان المنفعة لم تنقطع عن المملک من کل وجه ....وفیه اشارة الی هذاالحکم لایخص الزکاة بل کل صدقة واجبة لا یجوز دفعها لهم کا حد الزوجین کا لکفارات وصدقة الفطر والنذر الخ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن دیروی

یکم رجب المرجب ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:

﴿بہو کو زکوۃ دینا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں، علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بیٹا مجھ سے الگ ہے، اوراس کی بیوی مستحق زکوۃ ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا میں اپنی بہو کو زکوۃ دے سکتا ہوں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوۃ اور صدقات واجبہ اصول اور فروع کو دینا جائز نہیں، یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، اولاد اسطرح اولاد کی اولاد، بہو چونکہ اصول اور فروع میں سے نہیں ہے لہذا بہو کو زکوۃ دے سکتے ہیں، بشرطیکہ وہ زکوۃ کی مستحق ہو۔

لما فی تنویر الابصار مع الدر المختار:(۲/۳۴۶،طبع: سعید)

(و)لا(من بینهما ولاد) ولو مملوکا کالفقیر (أو)بینهما(زوجیة)

وفی الشامیة قوله (من بینهما ولاد)ای بینه وبین المدفوع الیه لأن منافع الاملاک بینهما متصلة فلایتحقق التملیک علی الکمال ....وکذاکل صدقة واجبة کالفطرة والنذر والکفارات اماالتطوع فیجوز بل هو اولیٰ.........یجوز دفعها لزوجة أبیه و ابنه وزوج ابنته.

وایضا فی التاتارخانیة:(۲/۲۰۶،طبع: قدیمی)

وفی "الحجة" ولایحل لولد الغنی یاخذ زکوة مال ابیه ....وفی "تجنیس خواہر زادہ" ویجوز ان یعطی أمرءة ابیه وابنه وزوج ابنته

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن دیروی

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿زکوٰۃ کی رقم مسجد میں لگانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ زکوٰۃ کی رقم کو مسجد وغیرہ میں یا کسی ایسے کام میں صرف کرنا جس سے اکثر لوگوں کو نفع پہنچتا ہو جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس رقم کو اگر کسی ایک شخص پر صرف کیا جائے تو اس کا فائدہ بمقابلہ اس چیز پر صرف کرنے کے جس سے عام لوگوں کا نفع وابستہ ہو کم ہوگا۔ براہ کرم رہنمائی فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں۔

﴿جواب﴾ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم وغیرہ کسی مستحق زکوٰۃ کو باقاعدہ مالک و قابض بنا کر دی جائے، اس کے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، مسجد تو اللہ کا گھر ہے، اسی طرح دیگر رفاہی کاموں میں پیسہ لگانے کا اگرچہ بظاہر فائدہ زیادہ نظر آرہا ہے لیکن اس شرط کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳۴۴/۲ طبع سعید)

(ویصرف الی کلهم اوالی بعضهم تمليكا) لا اباحة كما مر (لا) يصرف (الی بناء) نحو مسجد ولا الی (كفن ميت وقضاء دينه)

وفی الشامیة:(قوله نحو مسجد) كبناء القناطير والسقايات واصلاح الطرقات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه.

ولما فی الهندية:(۱۸۸/۱ طبع رشيديه)

ولا يجوز ان يبنى بالزكوة المسجد وكذا القناطير والسقايات واصلاح الطرقات..... وكل مالا تمليك فيه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۶۱۲

﴿مستحق کو آٹا، گھی وغیرہ دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک جنرل اسٹور ہے مجھ پر سالانہ جتنی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو وہ میں اس طور پر ادا کرتا ہوں کہ میرے پاس جو غریب گاہک آتے ہیں (جو مستحق زکوٰۃ ہوتے ہیں) ان کو چاول، آٹا، گھی، چینی، وغیرہ زکوٰۃ کی مد میں دیتا ہوں تو کیا اس طور پر دینے سے میری زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے کسی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنانا ضروری ہے، اشیاء کی شکل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں زکوٰۃ دینا بھی جائز ہے مثلاً چاول، آٹا، گھی وغیرہ کی شکل میں زکوٰۃ اگر کوئی ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے، البتہ نقد رقم کی صورت میں دینا زیادہ بہتر ہے تاکہ مستحق اپنی ضرورت کی چیزیں حسب ضرورت اس سے خرید سکے، لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ زکوٰۃ کی نیت سے یہ چیزیں جن کو دے رہے ہیں وہ اگر واقعی زکوٰۃ کے مستحق ہیں تو اس طور پر دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔

لما فی البدائع الصنائع:(۴۱/۲،طبع سعید)

واما الذی یرجع الی المؤدی فمنها ان یکون مالا متقوماً علی الاطلاق سواء کان منصوصاً علیه اولا من جنس المال وجبت فیه الزکوة اومن غیر جنسه والاصل ان کل مال یجوز التصدق به تطوعاً یجوز اداء الزکوة منه وما لا فلا.

ولما فی الدر المختار مع الشامی:(۲۵۶/۲،۲۵۷، کتاب الزکوة،طبع سعید)

وشرعاً(تملیک) خرج الاباحة ،فلو أطعم یتیما ناویا الزکوة لا یجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم کما لو کساه بشرط أن یعقل القبض ، وفی الشامیة(قوله کما لو کساه) أی کما یجزئه لو کساه ......اذا کان یعول یتیما ویجعل مایکسوه ویطعمه من زکاة ماله ففی الکسوة لا شک فی الجواز لوجود الرکن وهو التملیک ،واما الطعام فما یدفعه الیه بیده یجوز أیضاً۔ بخلاف ما یأکله بلا دفع الیه.

ولما فی البحر الرائق :(۲۰۱/۲، کتاب الزکوة، طبع سعید)

لو عال یتیماً فجعل یکسوه ویطعمه وجعله من زکاة ماله فالکسوة تجوز لوجود رکنه وهو التملیک ،واما الاطعام ان دفع الطعام الیه بیده یجوز ایضا لهذه العلة وان کان یدفع الی ویأکل لم یجزلانعدام الرکن وهو التملیک.

ولما فی الهندیه:(۱۹۲/۱،طبع سعید)

ان اداء القیمة أفضل من عین المنصوص علیه وعلیه الفتوی کذا فی الجوهرة النیرة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۷۲۲

﴿ادائیگی زکوٰۃ کی نیت سے مسکینوں کو طعام کھلانا﴾

﴿سوال﴾ کیا زکوٰۃ کی رقم سے دعوت کر کے مسکینوں کو کھلا دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟

﴿جواب﴾ مسکینوں کو دعوت کے طور پر کھانا کھلانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، البتہ اگر بطور ملک اُنہیں کھانا دیا جائے تو اس کھانے کی قیمت کی بقدر زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الدر المختار:(۱۷۱/۲،طبع امدادیہ)

وشرعا(تملیک)خرج الاباحة،فلو أطعم يتيما ناويا الزكاة لا يجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم كذا في البحر والولوالجية.

الجواب صحیح:عبد الرحمن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:صلاح الدین ڈیروی

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۲۶

﴿جس کی ملکیت میں ٹی وی ہو اس کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾(۱)اگر کسی عورت کے گھر میں ٹی وی ہے لیکن وہ بہت غریب ہے خاوند کام نہیں کرتا تو اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ جب کہ وہ صاحب نصاب بھی نہ ہو۔

(۲)اگر کوئی عورت کہہ رہی ہے کہ وہ زکوٰۃ کی مستحق ہے لیکن ہم اس کی اشیاء ضرورت وغیرہ سے ناواقف ہیں وہ دوسرے شہر میں رہتی ہے ہم جا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾(۱)چونکہ ٹی وی کی قیمت عموماً ساڑھے باون تولے چاندی سے کم نہیں ہوتی یا دیگر غیر ضروری اشیاء اس کے ساتھ مل کر تمام کی مالیت اتنی ہو جاتی ہے، اس لئے ایسے شخص کو زکوٰۃ نہ دے۔

لما فی الدر المختار:(۳۳۹/۲،طبع سعید)

ای مصرف الزكوة والعشر ـــ وهو فقير وهو من له ادنى شئ أى دون نصاب اوقدر نصاب غيرنام مستغرق فى الحاجة.

ولما فی الشامی:(۳۴۷/۲،طبع سعید)

قال فى البدائع:قدر الحاجة هو ما ذكره الكرخي فى مختصره فقال:لا بأس ان يعطى من الزكوة من له مسكن وما يتأثث به فى منزله وخادم ـــ فان كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتى درهم حرم عليه اخذ الصدقة.

(۲)اس عورت کے کہنے پر اگر آپ کو اطمینان ہے کہ یہ سچ کہہ رہی ہے تو آپ اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں گھر جا کر تحقیق کا حکم نہیں ہے مسلمان ظاہر کا مکلف ہے، البتہ آپ کو اعتماد ہونا ضروری ہے۔

لما فی رد المحتار:(۳۵۲/۲،طبع سعید)

(قوله دفع بتحر)اى اجتهاد وهو لغة الطلب والابتغاء..... وعرفا طلب الشئ بغالب الظن عند عدم الوقوف على حقيقته..... واعلم ان المدفوع اليه لوكان جالسا فى صف الفقراء يصنع صنعهم لوكان عليه زيهم اوسأله فاعطاه كانت هذه الاسباب بمنزلة التحرى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

كذا في المبسوط حتى لو ضيع غناه لم يعد.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۱۸ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ　　　فتوی نمبر: ۱۰۰۰

﴿وکیل بالزکوٰۃ کا خود یا اپنے بیوی بچوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کسی کو اگر زکوٰۃ دینے کا وکیل بنایا جائے تو وہ اپنے بیوی بچوں کو جو مستحق زکوٰۃ ہوں زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ نیز اگر وکیل فقیر ہو تو خود استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟　　　مستفتی بلال امجد

﴿جواب﴾ اگر کسی خاص شخص کو زکوٰۃ دینے کا نہیں کہا ہے تو وکیل اپنی اولاد اور بیوی کو بھی زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے بشرطیکہ بیوی اور اولاد مستحق ہوں۔

وکیل زکوٰۃ کی رقم خود استعمال نہیں کر سکتا اگرچہ فقیر ہو صرف ایک صورت میں اجازت ہے کہ جب مؤکل نے کہا ہو "جہاں چاہو صرف کرو" تو ایسی صورت میں اگر وکیل محتاج ہو تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے۔

لما في خلاصة الفتاوى: (۱/۲۲۲، طبع رشيديه)

والوكيل اذا اعطى ولده الكبير او الصغير او امرأته وهم محاويج جاز ولا يمسك لنفسه شيئا وهكذا في الهندية: (۱/۱۸۹، طبع رشيديه)

ولما في الدر المختار: (۲/۲۶۹، طبع سعيد)

وللوكيل أن يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه الا اذا قال ربها ضعها حيث شئت.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۱۳ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ　　　فتوی نمبر: ۸۸۸

﴿مستحق زکوٰۃ کون ہے؟﴾

﴿سوال﴾ میرا ایک مسئلہ ہے کہ میرے شوہر کی تنخواہ 2500 مہینہ اور بیٹے کی 5000 مہینہ ہے میری دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے بیٹی کی شادی کر چکی ہوں بیٹے کی منگنی ایک سال پہلے کی ہے میری چھوٹی بیٹی ذہنی معذور ہے اور میں بھی ہر وقت بیمار رہتی ہوں، میری مالی حالات کو دیکھتے ہوئے کسی نے مجھے زکوٰۃ میں سے اوپر نیچے کا گھر رہنے کو دیا ہے جسمیں اوپر میں رہتی ہوں اور نیچے کا 3000 کرایہ پر دیا ہے، میرے پاس کوئی زیور نہیں ہے، میرا سب کچھ چوری ہو چکا ہے،

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اس مکان میں رہتے ہوئے تین سال ہو گئے ہیں لیکن اسکو اب تک اپنے نام نہیں کرایا ہے کیونکہ میرے حالات اتنی اجازت نہیں دیتے، اب آپ مجھے بتائیں کیا میں اپنے ان مسائل کو حل کرنے کیلئے زکوۃ کا پیسہ استعمال کرسکتی ہوں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوۃ کی ادائیگی کیلئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جسکو دیجائے وہ زکوۃ کا مستحق بھی ہو یعنی سید، سیدہ نہ ہو اور بقدر نصاب مال بھی اسکے پاس نہ ہو خواہ وہ ضرورت سے زائد سامان وغیرہ کی صورت میں ہو (جس میں ٹی وی بھی داخل ہے) یا نقد روپے، سامان تجارت، سونا، چاندی، کی صورت میں ہو، ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت نصاب کہلاتی ہے جسکے پاس اتنا مال یا ضرورت سے زیادہ سامان موجود ہو مثلاً (ٹی وی وغیرہ) اس کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی اور جس کے پاس اتنا مال نہ ہو اور سید، سیدہ، بھی نہ ہو تو اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

لہٰذا مذکورہ وضاحت کے مطابق آپ اگر زکوۃ کی مستحق ہیں تو زکوۃ لے سکتی ہیں یہ مکان اگر زکوۃ کے پیسہ سے دیا گیا ہے اور جس وقت آپکو ملا ہے اس وقت آپ زکوۃ کی مستحق تھیں تو اب اسکو اپنے نام بھی کراسکتی ہیں اور اس سے حاصل شدہ کرایہ وغیرہ بھی اپنی ضروریات میں خرچ کرسکتی ہیں۔

لما فی الهندية:(١/١٧٠ طبع رشيديه)

فهي تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن الملك من كل وجه لله تعالى هذا في الشرع كذا في التبيين.

ولما في الشامي:(٢/٣٣٩ طبع سعيد)

(هو من فقير وهو من له ادنى شئ)أي دون نصاب اوقدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۲۵

﴿پرندوں کو دانہ ڈالنے سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کراچی کا باشندہ ہوں کراچی میں متعدد چوراہوں پر کبوتر ہوتے ہیں لوگ ثواب کی نیت سے دانے خرید کر کبوتروں کو ڈالتے ہیں، اگر کوئی زکوۃ کی نیت سے دانے ڈال دے تو زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح دیگر کیڑے مکوڑے کو دانے ڈالنے سے زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ براہ کرم راہنمائی فرمائیں۔

﴿جواب﴾ کبوتر اور دیگر جاندار مخلوق کو دانے وغیرہ کھلانا اگرچہ ثواب کا کام ہے لیکن اس سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زکوۃ ادا نہیں ہوتی، زکوۃ کے ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ کسی مسلمان کو باقاعدہ مالک وقابض بنا کر دی جائے جو کہ سید، سیدہ نہ ہو اور صاحب نصاب بھی نہ ہو یعنی شریعت کے نظر میں فقیر ہو۔

لما فی الهندیة:(۱۷۰/۱ طبع رشیدیه)

فهی تملیک المال من فقیر مسلم غیر هاشمی ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالی هذا فی الشرع کذا فی التبیین.

ولما فی التنویر الابصار:(۲۵۶/۲_۲۵۸ طبع سعید)

هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر غیر هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نصرت اللہ بنوی غفرلہ ولوالدیہ

۸ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۳۵۳۵

﴿زکوۃ کی رقم سے کسی شخص کا قرض ادا کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا کسی پر قرض ہو تو وہ اپنا قرضہ اس آدمی کو زکوۃ میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی تیسرا شخص زکوۃ کی رقم سے اس قرض دار کا قرضہ ادا کرے تو اس تیسرے شخص کی زکوۃ ادا ہو جائیگی؟

﴿جواب﴾ مذکورہ مسئلہ میں دو صورتیں ہیں: پہلی صورت یہ ہے کہ قرض خواہ، قرض دار کو اپنا قرض معاف کرے اور اس میں زکوۃ کی نیت کرے تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ زکوۃ ادا ہونے کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ پہلے اس کو زکوۃ کی رقم دیکر باقاعدہ مالک وقابض بنادے پھر اسی رقم کو اپنے قرضے میں وصول کرے تو اس سے زکوۃ ادا ہو جائیگی بشرطیکہ وہ زکوۃ کا مستحق ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کا دوسرے آدمی پر قرض ہے ایک تیسرے شخص نے چاہا کہ زکوۃ کی رقم سے اس قرض دار کا قرضہ ادا کرے تو ایسی صورت میں اگر قرض خواہ، قرض دار کی اجازت سے زکوۃ کی رقم وصول کرے تو اس آدمی کی زکوۃ ادا ہو جائیگی، اسلئے کہ قرض خواہ قرض دار کا نائب ہو کر زکوۃ کی رقم وصول کر رہا ہے گویا قرض دار خود (جو کہ مستحق ہے) زکوۃ کا مال قبض کر رہا ہے اور یہ بات زکوۃ کی ادائیگی کیلئے شرط ہے۔

لما فی الدر المختار:(۱۹۰/۲ طبع امدادیه)

واعلم اداء الدین عن العین ...... وعن دین سیقبض لا یجوز وحیلة الجواز ان یعطی مدیونه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الفقیر زکاته ثم یاخذها عن دینه.

ولمافی التاتارخانیة:(۲/۲۴۰طبع قدیمی)

بشرعن ابی یوسف: رجل له علی رجل الف درهم دین حال علیه الحول ثم ان رب الدین وهب ذلک الدین من الذی علیه الدین ینوی زکاة الدین اوزکاة مال عنده سواه والذی علیه محتاج فان اباحنیفةؒ قال لایجزیه ذلک من زکاة الدین ولامن زکاة العین وهوقول ابی یوسفؒ.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۷۱،طبع رشیدیه)

ولووهب دینه من فقیروینوی زکاة دین آخرله علی رجل آخراوزکاة عین له لم یجز.

ولمافی الدرالمختاروشرحه:(۲/۲۹۲-۲۹۳،طبع امدادیه)

(امادین الحی الفقیرفیجوزلوبامره)ای یجوزعن الزکوٰة علی انه تملیک منه والدائن یقبضه لحکم النیابة عنه ثم یصیرقابضالنفسه.

ولمافی فتح القدیر:(۲/۲۰۸،طبع رشیدیه)

اما اذاکان باذنه وهوفقیرفیجوزعن الزکوٰة علی انه تملیک منه والدائن یقبضه بحکم النیابة عنه ثم یصیرقابضالنفسه.

ولمافی شرح الوقایة:(۱/۲۹۸،طبع امدادیه)واماقضاء دین الحی فیجوزان کان بامره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی

۲ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۶۰۷

﴿قرضہ معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی پر میرا دو لاکھ روپے کا قرضہ ہے اور اس کے حالات کافی خراب ہیں تو کیا میں زکوٰۃ کی مد میں یہ قرضہ اس کو معاف کرسکتا ہوں یا اس کو دو لاکھ روپے دینا ضروری ہے؟ اور کیا اس کو یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ (دو لاکھ) زکوٰۃ کے پیسے ہے؟ مستفتی: قذافی صراف ٹوبہ ٹیک سنگھ پنجاب

﴿جواب﴾ قرضہ معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی کیونکہ زکوٰۃ میں مستحق کو باقاعدہ مالک وقابض بنا کر مال دینا شرط ہے البتہ آپ اپنے بھائی کو زکوٰۃ کی رقم دیکر باقاعدہ اس کو اس کا مالک بنادیں اور پھر وہی مال اپنے قرضہ میں دوبارہ اس سے وصول کرلیں تو آپ کی زکوٰۃ اداء ہوجائیگی اور آپ کے بھائی کو قرضہ سے خلاصی بھی مل جائیگی، اور زکوٰۃ دینے والے کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ میں یہ زکوٰۃ کی رقم آپ کو دے رہا ہوں بغیر بتائے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہاں دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت ضروری ہے۔

لما فی الدر المختار مع الرد المختار :(۲/ ۲۷۰،۲۷۱،طبع سعید)

واعلم ان اداء الدین عن الدین والعین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز ،وحیلة الجواز ان یعطی مدیونه الفقیر زکاته ثم یاخذها عن دینه.

ولما فی الهدایه:(۱/ ۱۸۸،طبع رحمانیه)

ولا یجوز اداء الزکوة الا بنیة مقارنه للاداء او مقارنة لعزل مقدار الواجب لان زکوة عبادة فکان من شرائطها النیة.

ولما فی البزازیه علی هامش الهندیه:(۴/ ۸۶،طبع رشیدیه)

ولو نوی الزکاة فیما یدفعه الی صبیان اقاربه عیدیا او لمن یهدی الیه الباکورة او یبشر بقدوم فلان صدیقه یجوز .

ولما فی التنویر الابصار:(۲/ ۲۵۶،طبع سعید)

وهی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر غیر هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۲۳ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۱۵

﴿وکیل زکوٰۃ کی رقم خود اپنے اوپر خرچ کردے تو موکل کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میں نے ایک شخص کو زکوٰۃ کے پیسے دیدئے کہ یہ فلاں مدرسہ میں دیدو لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ رقم خود اس نے اپنے اوپر خرچ کرلی اور وہ خود مستحق زکوٰۃ بھی ہے،سوال یہ ہے کہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر موکل وکیل کو کسی متعین شخص یا مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم دینے کیلئے کہے اور وہ انہیں نہ دے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی،وکیل ضامن ہوگا اور اگر موکل اسکو مطلقاً اختیار دے کہ جہاں چاہے خرچ کردے کسی غیر کو زکوٰۃ دینے کا نہ کہے تو اس صورت میں اگر وہ مستحق ہو اور اپنے اوپر خرچ کیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ورنہ نہیں،سوال مذکور کے مطابق چونکہ موکل نے متعین مدرسہ میں دینے کو کہا تھا اور اس نے نہیں دیا،لہٰذا زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/ ۲۶۹،طبع سعید)

وللوکیل ان یدفع لولده الفقیر وزوجته لا لنفسه الا اذا قال ربها ضعها حیث شئت... الخ.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفی الشامیۃ: وھنا الوکیل انما یستفید التصرف من الموکل وقد أمرہ بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیرہ کما لو اوصی لزید بکذا لیس للوصی الدفع الی غیرہ.

ولمافی الفقہ الاسلامی وادلتہ:(۱۹٤٦/۳ طبع رشیدیہ)

وللوکیل ان یدفع الزکوۃ لولدہ الفقیر أو زوجتہ الفقیرۃ اذالم یأمرہ بالدفع الی شخص معین ولایجوز لہ ان یأخذ الزکوۃ لنفسہ اذا قال لہ الموکل ضعھا حیث شئت وان أمرہ بالدفع الی شخص معین فدفعھا الوکیل لغیرہ ففیہ قولان عندالحنفیۃ قول بانہ لا یضمن..... وقول رجحہ ابن عابدین یضمن لان الوکیل یستمد سلطتہ بالتصرف من الموکل وقد امرہ بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیرہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد حسن پورلوی غفرلہ

۲۳ر جب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۷۳۰

﴿صاحب نصاب یتیم بچے کوزکوۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحب نصاب یتیم بچے کوزکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یتیم بچہ اگر خود مالدار ہے تو اسکوزکوۃ دینا جائز نہیں ہے، زکوۃ صرف فقراء ومساکین کا حق ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲۸۳/۲ طبع امدادیہ)

(ھو فقیر وھو من لہ ادنی شئ)ای دون نصاب اوقدرنصاب غیرتام مستغرق فی الحاجۃ)

وفی الشامیۃ: قولہ(ھو فقیر)..... ولان الفقرشرط فی جمیع الاصناف الاالعامل والمکاتب وابن السبیل.

ولمافی البدائع:(٤٧/۲ طبع سعید)

وکمالایجوز صرف الزکوۃ الی الغنی لایجوز صرف جمیع الصدقات المفروضۃ والواجبۃالیہ — لعموم قولہ تعالی انماالصدقات للفقراء..... ولا یجوزالا نتفاع بالخبیث.

وھکذافی فقہی مقالات للشیخ مفتی محمد تقی العثمانی دام اقبالہ:(۱۵۹/۳ طبع اسلامک پبلشر)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیزالرحمٰن چارسدوی

۲٦ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۹۵

﴿غیر مصرف زکوۃ کومصرف سمجھ کرزکوۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مرتبہ بندہ نے ایک آدمی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کی ظاہری شکل وصورت کو دیکھ کر فقیر محتاج سمجھ کر زکوۃ دیدی اسکے بعد معلوم ہوا کہ وہ آدمی صاحب نصاب اور مالدار ہے، پوچھنا یہ ہے کہ میری زکوۃ ادا ہوگئی یا دوبارہ ادا کرنا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ زکوۃ مساکین وفقراء کا حق ہے، اس میں انتہائی احتیاط کرنا ضروری ہے اگر لاپرواہی کیساتھ غیر مستحق کو دیدی تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ کوشش کے باوجود کسی کی ظاہری وضع وقطع سے آپ نے مستحق سمجھ کر دیدی تو دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ دوبارہ ادا کردیں تو بہتر ہے۔

لمافی الشامی:(۳۰۲/۲، طبع امدادیہ)

واعلم ان المدفوع الیہ لوکان جالساً فی صف الفقراء یصنع صنعھم او کان علیہ زیھم الی قولہ..... حتی لو ظھر غناہ لم یعد.

ولمافی المبسوط:(۱۲/۲، طبع دار المعرفۃ بیروت)

فان اعطاہ غنیا وھو لایعلم بحالہ فانہ یجزی ان وقع عندہ انہ فقیر الی قولہ..... ولم یجز عند ابی یوسف وھو قول الشافعیؒ وفی النھر الفائق:(۴۶۷/۱، طبع قدیمی)

الجواب صحیح: عبد الرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمن چارسدوی

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۲۷

﴿مسجد کے امام صاحب کو زکوۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میں گاؤں میں ایک مسجد کا پیش امام ہوں اہل محلہ والے مجھے زکوۃ میں گندم اور جو کی دانیں دیتے ہیں جبکہ میں نے پچاس ہزار کے قریب روپیہ لوگوں کو بطور قرضہ بھی دیا ہے، جس میں اکثر لوگ غریب ہیں اور فی الحال میرے پاس پندرہ بیس ہزار روپیہ موجود ہیں اس کے علاوہ کوئی نقدی سامان وغیرہ ضرورت سے زائد میرے پاس نہیں ہے جبکہ میں بہت ضرورت مند بھی ہوں۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ میرے لئے اہل محلہ والوں سے زکوۃ میں گندم اور جو کی دانیں وصدقۃ الفطر وغیرہ لینا جائز ہے کہ نہیں، براہ کرم وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: مولانا حفیظ الحق صاحب

﴿جواب﴾ آپ کو مقتدی لوگ معاوضہ کے طور پر زکوۃ عشر وغیرہ اگر دیتے ہیں تو اس سے ان کی زکوۃ ادا نہ ہوگی اگرچہ آپ زکوۃ کے مستحق ہوں اس لئے کہ بطور اجرت زکوۃ لینا دینا ہرگز جائز نہیں ہے اور آپ کو چونکہ معلوم ہے کہ مقتدی حضرات مجھے تنخواہ کے عوض زکوۃ دیتے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہیں اس لئے منع کرنا ضروری ہے، البتہ اگر آپ کی تنخواہ مقرر ہے اور مقتدی حضرات آپ کے ساتھ زکوۃ عشر وغیرہ کے ذریعہ بھی تعاون کرنا چاہتے ہیں تو اس صورت میں لینا دینا جائز ہے، بشرطیکہ آپ کے پاس بقدر نصاب نقد روپے سامان تجارت اور ضرورت سے زائد گھریلوں اشیاء نہ ہوں اور موصول ہونے والا قرضہ بھی بقدر نصاب نہ ہو لہذا جن لوگوں پر آپ کا قرضہ ہے اور وہ لوگ آپ کا قرضہ ادا کرنے سے قاصر ہیں تو سر دست یہ موصول ہونے والا قرضہ چونکہ نہیں ہے اس لئے آپ زکوۃ لے سکتے ہیں۔

لما فی الهندیة: ۱۲۷/۱ (رشیدیه)

ولاتحسب أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ .

(منها الفقير) وهو من له ادنى شئى وهو مادون النصاب أوقدر نصاب غير نام وهو مستغرق فى الحاجة فلايخرج عن الفقر ملك نصب كثيرة غير نامية اذا كان مستغرقا بالحاجة كذافى فتح القدير .

ولما فى التنوير مع الدر: ۳۴۲/۲ (سعيد)

ومنه مالو كان ماله مؤجلا أوعلى غائب أومعسرا أوجاحدولوله بينه فى الاصح يصرف المزكى الى كلهم أوالى بعضهم بوفى الشامية (قوله مالو كان ماله مؤجلا) اذاحتاج الى النفقة يجوز له أخذ الزكوة قدركفايته الى حلول الأجل (قوله أوعلى غائب) أى لو كان حالا لعدم تمكنه من أخذه (قوله أومعسرا) فيجوزله الأخذفى أصح الأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبيل ولوكام موسر امعترفالايجوز.

ولمافى البحر: ۲۴۵/۲ (سعيد)

والذى له دين مؤجل على انسان اذاحتيج الى النفقة يجوز له أن يأخذمن الزكوة قدر كفايته الى حلول الأجل وان كان الدين غير مؤجل ،فان كان من عليه الدين معسرا يجوزله أخذالزكوة فى أصح لأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبيل وان كان المديون موسر معترفالايحل له أخذالزكوة.

ولمافى الهنديةج ۱۹۰/۱ (رشيديه)

والذى له دين مؤجل على انسان اذااحتاج الى النفقة يجوله أن يأخذالزكوة قدر كفايته الى حلول الأجل وان كان الدين غير مؤجل ،فان كان من عليه الدين معسرا يجوزله أخذالزكوة فى أصح الأقاويل لأنه بمنزلة ابن السبيل كذافى قاضى خان.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فضل حق زیزاروی

۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۹۷۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اصول وفروع کو عشر دینا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کی تقریباً ۱۰۰ کنال زمین ہے، ہر سال اس سے گندم اور چنا کی فصل حاصل کی جاتی ہے، میرے والد صاحب اس کا عشر اپنی تین پوتیوں (جو انتہائی غریب اور شادی شدہ ہیں) کو دیتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کیا اس سے اس کا عشر ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: پولیس کانسٹیبل

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں آپ کے والد صاحب کا اپنی پوتیوں کو عشر دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ عشر اصول وفروع کو یعنی آباء واجداد اور اولاد کو نہیں دیا جا سکتا لہٰذا آپ کے والد نے واقعی اپنی پوتیوں کو عشر اگر دیا ہے، تو اس سے ان کا عشر ادا نہیں ہوا، دوبارہ کسی مستحق کو دینا ضروری ہے۔ البتہ اپنی پوتیوں کے بجائے ان کے شوہروں کو عشر اگر دیا ہے، اور وہ مستحق بھی تھے، تو عشر ادا ہو گیا ہے، دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی التنویر مع الرد: (۳۴۹/۲، طبع: سعید):(ولا) الی (من بینهما ولاد)

ولما فی البحر الرائق: (۲۴۳/۲، طبع: سعید)

لا یجوز الدفع الی ابیه وجده وان علا ولا الی ولده و ولدولده وان سفل ۔۔۔وفیه اشارة الی ان هذا الحکم لا یخص الزکوة بل کل صدقة واجبة لا یجوز دفعها لهم ۔۔۔وقید باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة یجوز الدفع لهم وهو اولی لما فیه من الصلة مع الصدقة

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۸ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

فتویٰ نمبر: ۳۲۹۱

﴿ملازمت پیشہ آدمی اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ ایک آدمی کی ماہانہ تنخواہ اتنی مقدار میں ہے کہ گزارا چل جاتا ہے لیکن یہ آدمی صاحب نصاب نہیں ہے تو کیا اسے زکوۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زکوۃ کے استحقاق کا تعلق تنخواہ سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے ایک معیار ہے، وہ یہ کہ جس کو زکوۃ دی جا رہی ہے وہ سید نہ ہو، دینے والے کے اصول وفروع نہ ہو اور اس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت کے برابر نقد روپے، سونا چاندی، سامان تجارت اور غیر ضروری قابل فروخت اشیاء بھی نہ ہوں جن میں آلات لہو ولعب مثلاً ٹی وی اور اس طرح کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دیگر فضولیات والی اشیاء نہ ہوں تو زکوٰۃ دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔

لما فی التنویر والدر:(۳۳۹/۲،طبع سعید)

(هو فقیر وهو من له ادنی شیء)ای دون نصاب او قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة.

ولما فی الهندیة:(۱۸۹/۱،طبع رشیدیة

ویجوز دفعها الی من یملک اقل من نصاب وان کان صحیحاً مکتسباً کذا فی الزاهدی.

ولما فی الفتاوی التاتارخانیة:(۲۰۱/۲،طبع قدیمی کتب خانه)

وفی "الفتاوی العتابیة" الفقیر من له قوت یومه وعیاله او یقدر علی کسب ما ینفق علی نفسه وعیاله تحل له الزکوة ولا یحل له السوال.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اٰکی

۶ رجب ۱۴۳۳ھ　　فتویٰ نمبر:

﴿بیٹی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیٹی شادی شدہ ہے، بچوں کی ماں بھی ہے مگر غریب ہے اور اسکا شوہر مر گیا ہے اور بچوں کا خرچہ انکے چچا وغیرہ برداشت کرتے ہیں، پاک مال کے علاوہ والدین اگر اپنی بیٹی یا نواسوں کو زکوٰۃ کی رقم دیں تو جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ماں باپ اولاد کو اور اولاد اپنے ماں باپ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتیں، اسی طرح شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے، اسکے علاوہ بھائی، بہن، پھوپھی وغیرہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، یاد رہے بیٹی کی اولاد بھی اولاد شمار ہوتی ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳۴۶/۲،طبع سعید)

(ولا)الی (من بینهما ولاد)ولو مملوکا لفقیر(أو)بینهما زوجیة ولو مبانة.

ولما فی الخلاصة:(۲۴۲/۱،طبع رشیدیه)

واصل هذا انه لا یجوز دفع الزکوة الی اولاده واولاد اولاده من قبل الذکور والاناث وان سفلوا ولا الی والدیه واجداده وجداته وان علو من قبل الاباء والامهات ویجوز الی سائر قرابته نحو الاخوة والاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات.

ولما فی الهندیة:(۱۸۸/۱،طبع رشیدیه)

ولا یدفع الی اصله وان علا وفرعه وان سفل کذا فی الکافی.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۱۲۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿داماد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ میرے داماد کافی غریب اور مستحق زکوٰۃ ہے اور میں صاحب نصاب ہوں، سوال یہ ہے کہ کیا اپنے داماد کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ برائے مہربانی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں وضاحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

﴿جواب﴾ داماد اگر سید نہیں ہے اور زکوٰۃ کا واقعی مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

لما فی الشامی:(۲/۲۹۳،طبع امدادیه)

ویجوز دفعها لزوجة ابیه وابنه وزوج ابنته.

ولما فی بدائع الصنائع:(۲/۵۰،طبع سعید)

ویجوز دفع الزکوٰة الی من سوی الوالدین والمولودین من الاقارب ومن الاخوة وغیرهم لانقطاع منافع الاملاک بینهم

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:عبدالرزاق غفرلہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۳۲۸

﴿داماد اگر مستحق زکوۃ ہو تو اس کو زکوۃ دینا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرے گھر کے معاشی حالات کافی کمزور ہیں میرے والد صاحب ہر سال زکوۃ نکالتے ہیں تو کیا میں یا میری بیٹی ان سے زکوۃ لے سکتے ہیں جبکہ ہمارے حالات بہت کمزور ہیں، اگر نہیں تو پھر شریعت اسلامیہ کی روشنی میں راہنمائی فرما کر اس مسئلہ کے متعلق کوئی بہترین متبادل صورت تجویز فرمادیں۔

﴿جواب﴾ والد صاحب اپنے مال کی زکوۃ اولاد کو نہیں دے سکتے، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی آپ اور آپ کی اولاد بھی آپ کے والد صاحب کی اولاد ہیں، البتہ آپ کے شوہر اگر زکوۃ کے مستحق ہیں یعنی صاحب نصاب نہیں ہیں تو سسر اپنے داماد کو زکوۃ دے سکتا ہے پھر وہی پیسہ گھریلو ضروریات میں شوہر کی اجازت سے آپ خود بھی استعمال کرسکتی ہیں۔

لما فی ردالمحتار:(۲/۳۴۶،طبع سعید)

(قوله والی من بینهما ولاد)ای بینه وبین المدفوع الیه لان منافع الاملاک بینهم متصلة فلا یتحقق التملیک علی الکمال ـــ ای صلة وان علا کابویه واجداده وجداته من قبلهما وفرعه وان سفل.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الهدایة :(۱/۲۲۳ طبع رحمانیه)

ولا یدفع المزکی زکوة ماله الی ابیه وجده وان علاوالی ولده وولد ولده وان سفل لان منافع الاملاک بینهم متصلة فلا یتحقق التملیک علی الکمال۔

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین بھکر

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر: ۳۸۱۷

﴿مقروض کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص صاحب نصاب ہے جبکہ وہ اس سے کئی گناہ زیادہ کا مقروض بھی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اسکو قرض کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ جو شخص سید نہ ہو اور نصاب کے بقدر سونا، چاندی، نقد روپیہ یا سامان تجارت اسکے پاس موجود نہ ہو یا اتنا مقروض ہو کہ قرضہ اتارنے کی صورت میں وہ صاحب نصاب نہیں رہتا تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

لما فی الهندیة:(۱/۱۸۸ طبع رشیدیه)

(ومنها الغارم) وهو من لزمه دین ولا یملک نصابا فاضلا عن دینه او کان له مال علی الناس لا یمکنه اخذه.

ولما فی فقه الاسلامی:(۲/۲۰۱ طبع دار الفکر بیروت)

وقال الحنفیة: الغارم من لزمه دین ،ولا یملک نصابا فاضلا عن دینه.

ولما فی التنویر مع الدر:(۲/۲۸۹ طبع امدادیه)

(ومدیون لا یملک نصابا فاضلا عن دینه) وفی الظهیریة: الدفع للمدیون اولی منه للفقیر.

وفی الشامیة: ای اولی من الدفع للفقیر الغیر المدیون لزیادة احتیاجه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عبد الحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۲ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۴۲۱

﴿بہن کو زکوٰۃ دینے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: علی خان

﴿جواب﴾ جی ہاں، بہن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کی مستحق ہو۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی البحر الرائق:(۲/۲۲۳،طبع سعید)

لان من سواهم من القرابة يجوز الدفع لهم وهو اولى لمافيه من الصلة مع الصدقة كالاخوة والاخوات الاعمام و العمات الاخوال والخالات الفقراء.

ولمافی الشامی:(۲/۳۴۶،طبع سعید)

لجوازه بقية الاقارب كلاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولى لانه صلة وصدقة.

ولمافی الهندیة:(۱/۱۹۰،طبع رشیدیه)

والافضل فى الزكوة والفطر والنذور الصرف اولا الى الاخوة والاخوات ثم الى اولادهم ثم الى الاعمام والعمات ثم الى اولادهم ثم الى الاخوال والخالات ثم الى اولادهم ثم الى ذوى الارحام ثم الى الجيران ثم الى اهل حرفته ثم الى اهل مصره اوقريته.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر: ۱۴۲۸

﴿غیر مسلم محتاجوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مال زکوٰۃ سے غیر مسلم محتاجوں بیواؤں اور یتیموں کا امداد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: حاجی حیات اللہ چمن

﴿جواب﴾ زکوٰۃ کا مال صرف مستحق مسلمان کو دینا ضروری ہے، البتہ غیر مسلم بیواؤں اور یتیموں کیساتھ زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے علاوہ مد میں تعاون کرنا چاہئے، اور دین اسلام کیطرف راغب کرنے کی نیت سے تعاون کریں تو زیادہ اجر وثواب ہوگا۔

لمافی الهدایة: (۱/۲۲۲تا۲۲۴،طبع رحمانیه)

لايجوز ان يدفع الزكوة الى ذمى لقوله عليه السلام لمعاذؓ خذها من اغنيائهم وردها فى فقرائهم ويدفع اليه ماسوى ذلك من الصدقة۔قال ابو حنيفةؒ ومحمدؒ اذادفع الزكوة الى رجل يظنه فقيرا ثم بان انه غنى او هاشمى او كافر او دفع فى ظلمة فبان انه ابوه او ابنه فلا اعادة عليه

ولما فى خلاصة الفتاوى :(۱/۲۴۲،طبع رشیدیه)

فان دفع الى شخص ظن انه فقير فظهر انه كان غنيا يجوز عند ابى حنيفةؒ ومحمدؒ ولو دفع الى فقير فظهر انه دفع الى ابيه او ابنه جاز عند ابى حنيفةؒ ومحمدؒ فى رواية الاصل ولا يجوز الصرف الى كافر حربيا كان او ذميا فان ظن انه مسلم فدفع فاذا هو كافر جاز

ولما فى الهندية :(۱/۱۸۶،طبع رشیدیه)

وأما أهل الذمة فلا يجوز صرف الزكاة اليهم بالاتفاق ويجوز صرف صدقة التطوع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فیہم بالاتفاق واختلفوا فی صدقۃ الفطر والنذر والکفارات قال ابو حنیفۃ ومحمد یجوز الا أن فقیر اہل الاسلام احب الینا، وأما حربی المستامن فلا یجوز دفع الزکاۃ وصدقۃ الواجبۃ الیہ بالاجماع ویجوز صرف التطوع الیہ کذافی السراج الوہاج

واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر:

۶ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

﴿مالدار شخص کی اولاد کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مالدار ہے اس کے بالغ بیٹے بھی ہیں جو خود مالدار نہیں ہیں، اس لئے کہ انکی ذاتی ملکیت میں کچھ نہیں ہے والد انکا خرچہ برداشت کرتا ہے، کیا ایسے لڑکوں کو زکوٰۃ دیجاسکتی ہے۔

مستفتی: شاہ گل وادی سواتی

﴿جواب﴾ بالغ لڑکوں کا خرچہ والد کے ذمہ واجب نہیں ہے، یہ محض اسکا احسان ہے، لہٰذا نادار بالغ لڑکوں کا والد اگر چہ مالدار ہے انکو زکوٰۃ دیجاسکتی ہے۔

لمافی الهندية:(۱/۱۸۹ طبع رشيديه)

ولا يجوز دفعها الى ولد الغنى الصغير كذافى التبيين ولو كان كبيرا فقيرا اجاز.

ولمافی الهداية:(۱/۲۲۳ طبع رحمانيه)

بخلاف ما اذا كان كبيرا فقيرا لانه لايعد غنيا بيسار ابيه وانكانت نفقته عليه.

ولمافی البحر:(۲/۲۴۶ طبع سعيد) لان الدفع لولد الغنى اذا كان كبيرا جائز.

ولمافی الشامی:(۲/۳۵۰ طبع سعيد)

(و) لا الى (طفله) بخلاف ولده الكبير أن الطفل يعد غنيا بغنى أبيه بخلاف الكبير فانه لايعد غنيا بغنى أبيه.

واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۱۴۷۳

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

﴿نابالغ کو زکوٰۃ دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

مستفتی: ضیاء اللہ سنگل باڑی

﴿جواب﴾ نابالغ بچہ اگر زکوٰۃ کا مستحق ہے تو اس کے ولی یعنی باپ وغیرہ کو زکوٰۃ دینی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

چاہیے تاکہ وہ بچے کیلئے اس پر قبضہ کریں اور اسی پر خرچ کریں، براہ راست اگر بچے کو دینا چاہے تو بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی بشرطیکہ بچہ سمجھدار ہو، پیسہ کو سمجھتا ہو اور فضول ضائع کرنے والا نہ ہو۔

لمافی الهندية:(١/١٩٠ طبع رشيديه)

ولودفع الزكوٰة الى مجنون أو صغير لا يعقل فدفع الى ابويه أو وصيه قالوا لايجوز كما لو وضع على دكان ثم قبضها فقير لايجوز ولو قبض الصغير وهو مراهق جاز وكذا لو كان يعقل القبض بان كان لا يرمي ولا يخدع عنه ولودفع الى فقير معتوه جاز.

ولمافي الدرمع الرد:(٢/٣٥٦،طبع سعيد)

دفع الزكوة الى صبيان اقاربه برسم عيد اوالى مبشراومهدى الباكورة جاز(قوله الى صبيان اقاربه) اى العقلاء والافلايصح الابالدفع الى ولى الصغير.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۷۵

﴿زکوٰۃ وعشر اور صدقۂ فطر اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ بعض علاقوں میں امام مسجد کی مستقل تنخواہ نہیں ہوتی، اہل محلہ اپنی زکوٰۃ وعشر اور صدقۂ فطر امام کو دیتے ہیں، سوال یہ ہے کہ امام صاحب کے لئے بطور اجرت ان چیزوں کو لینا شرعاً درست ہے؟ نیز اگر امام غریب ہو تو اس کو زکوٰۃ وغیرہ دیجا سکتی ہے؟

﴿جواب﴾ امام مسجد مالدار ہو یا غریب، اُجرت کے طور پر انکو زکوٰۃ، عشر اور صدقۂ فطر دینا جائز نہیں ہے، لہٰذا مقامی لوگوں کو چاہیئے کہ امام کی مستقل تنخواہ مقرر کردیں ورنہ انکی زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں ہوگی، البتہ امام اگر غریب ہے اور امامت کی اجرت کے طور پر نہیں ویسے ہی ہمدردی اور احسان کے طور پر اس کو زکوٰۃ وغیرہ دیجائے تو بلاشبہ جائز ہے۔

لمافی الهندية:(١/١٨٩-١٩٠ طبع رشيديه)

ولايجوز دفع الزكوة الى من يملك نصابا أى مال كان دنانير أو دراهم أو سوائم أو عروضا للتجارة أو لغير التجارة فاضلا عن حاجته فى جميع السنة...... ولونوى الزكوٰة بما يدفع المعلّم الى الخليفة ولم يستاجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلّم الصبيان أيضا أجزأه والا فلا.

ولمافي الاشباه والنظائر:(ص ١٦٩ طبع قديمى)

وفى الملتقط من الاجارة: المعلّم اذا أعطى خليفته شيئا ناوينا الزكاة فان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه يصح عنها والا فلا.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الھندیۃ:(۱۹۲/۱،طبع رشیدیه)

ومصرف ھذہ الصدقة ماھو مصرف الزکوٰۃ کذا فی الخلاصة.

ولما فی البحر الرائق:(۲۵۶/۲،طبع سعید)وصدقة الفطر کالزکوٰۃ فی المصارف.

واللہ اعلم: محمد اسلم چترالی غفرلہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر:۱۶۲۹

۹رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

باب فی صدقة الفطر

صدقۂ فطر کا بیان

رمضان سے پہلے صدقۂ فطر کے ادا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرلے تو ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

مستفتی: ابوحیات سٹل باڑی

جواب: رمضان سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنے کی گنجائش ہے، لہٰذا اگر کسی نے رمضان سے پہلے صدقۂ فطر ادا کردیا تو ادا ہو جائے گا، رمضان میں دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔

لما فی خلاصة الفتاوی:(۲۶۵/۱،طبع رشیدیه)

قال والصحیح انه یجوز لسنة اولسنتین وھورواية الحسن عن ابی حنیفةؒ وذکر السنة والسنتین وقع اتفاقا بل یجوز مطلقالو ادی عن عشر سنین اواکثر.

ولما فی البحر الرائق:(۲۵۵/۲،طبع سعید)

(قوله وصح لو قدم اواخر) ..... واطلق فی التقدیم فشمل مااذادخل رمضان وقبله وصححه المصنف فی الکافی وفی الھدایه والتبیین وشروح الھدایة

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۳جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

فتوی نمبر:۳-۱۵

بالغ اولاد اور بیوی کیطرف سے صدقۂ فطر کی ادئیگی واجب نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص پر صدقۂ فطر واجب ہو تو اسکے لئے اپنی طرف سے ادائیگی کے ساتھ ساتھ اولاد اور بیوی کیطرف سے بھی ادائیگی ضروری ہے یا نہیں؟

مستفتی: فاروق شاہ مینگورہ

جواب: بیوی اور بالغ اولاد کیطرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا ضروری نہیں ہے، وہ خود

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مالدار ہوں تو ان کے ذمہ واجب ہے، البتہ اپنی طرف سے ان کا بھی ادا کر دے تو ادا ہو جائیگا۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۳۶۲،طبع سعید)

ولا عن زوجته وولده الكبير العاقل ولو ادى عنهما بلا اذن اجزأ استحسانا للاذن عادة اى لو في عياله.

ولمافی مختصر القدوری:(ص۶۸،طبع قدیمی)

ولا يؤدى عن زوجته ولا عن اولاد الكبار وان كانوا في عياله.

ولمافی مراقی الفلاح:(ص۲۶۳،طبع قدیمی) وعن ولده الكبير وزوجته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر ۱۱۳۴

﴿دوسرے شہر یا ملک میں رہنے والے کا صدقہ فطر اپنے گاؤں یا شہر میں اداء کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں کا کوئی رشتہ دار کسی دوسرے شہر یا کسی دوسرے ملک میں ہوتا ہے وہ گھر والوں کو کہہ دیتا ہے کہ میرا صدقہ فطر ادا کریں، پوچھنا یہ ہے کہ اس صورت میں کہاں کی قیمت کا اعتبار ہوگا، گاؤں کی یا دوسرے شہر یا ملک کی؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔ مستفتی: عتیق الرحمٰن کوہاٹی

﴿جواب﴾ صدقہ فطر کی واجب مقدار پونے دوکلو گندم یا ساڑھے تین کلو کشمش، کھجور وغیرہ یا اس مقدار کی قیمت جو بھی بنتی ہے، لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر وہ خود صدقہ فطر ادا کر رہا ہے تو وہاں پونے دوکلو گندم وغیرہ یا اسکی قیمت جو وہاں بنتی ہو ادا کرے گا، البتہ اگر ان کے والدین وغیرہ اپنے ہی ملک و شہر میں انکی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہیں تو پونے دوکلو گندم وغیرہ یا اسکی قیمت جو یہاں پر بنتی ہے ادا کریں گے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۳۶۴،طبع سعید)

(نصف صاع) فاعل يجب (من بر او دقيقه او سويقه او زبيب) وجعلاه كالتمر وهو رواية عن الامام وصححه البهنسى وغيره وفى الحقائق والشرنبلالية عن البرهان وبه يفتى (او صاع تمر او شعير) ولو رديئا وما لم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة (وهو) اى الصاع المعتبر.

ولمافی حاشية الطحطاوی:(ص۳۹۴،طبع قدیمی)

انما وجبت لقوله صلى الله عليه وسلم فى خطبته أدوا عن كل حر وعبد صغير او كبير نصف صاع من بر او صاعا من شعير او صاعا من تمر.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی البحر الرائق:(۲/۲۷۳،طبع سعید)

(قوله نصف صاع من بر او دقیقه او سویقه او زبیب او صاع تمر او شعیر وهو ثمانیة ارطال)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی

۱۵جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر:۲۱۶۸

﴿صدقہ فطر دوسرے شہر بھیجنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ میں سعودی عرب (ریاض) میں کام کرتا ہوں میرا گھر پاکستان میں ہے میں نے اس سال صدقہ فطر یہاں (ریاض) سے اپنے گاؤں کے مستحق بیمار شخص کیلئے بھیجا ہے ایک صاحب نے مجھ سے کہا آپ کا صدقہ فطر بھیجنا صحیح نہیں ہے تو کیا میرا صدقہ فطر ادا ہو گیا یا نہیں؟ دوسری جگہ بھیجنے میں کوئی کراہت تو نہیں ہے؟

(۲) صدقہ فطر دینے میں کونسی جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا؟ مستفتی: عزیز الرحمٰن دیروی

﴿جواب﴾ (۱) صدقہ فطر سے متعلق اصل حکم تو یہی ہے کہ جس آبادی میں آپ ہیں اسی آبادی کے مستحقین میں کسی کو دیں بلاوجہ کسی دوسری آبادی میں بھیجنا مکروہ ہے البتہ دوسری آبادی میں کوئی زیادہ مستحق اور محتاج ہو یا وہاں اپنے عزیز واقارب میں سے کوئی مستحق ہو تو ایسی صورت میں دوسری آبادی میں بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔

(۲) صدقہ فطر اگر منصوصات (پونے دو کلو گندم ساڑھے تین کلو کشمش کھجور وغیرہ) سے دینا چاہیے تو کوئی فرق نہیں اور اگر اس کے قیمت ادا کرنے چاہے تو جس علاقے میں ادا کرتا ہے اسی علاقے میں ان چیزوں کی جو بھی قیمت بنتی ہے اسکا ادا کرنا ضروری ہے۔

لما فی التاتارخانیة:(۲/۲۲۱،طبع قدیمی)

ویکره صدقة الفطر ان یبعث الی موضع آخر الا لذی قرابة من ذوالحاجة

ولما فی مبسوط السرخسی:(۳/۱۰۶،طبع بیروت)

ویؤدی صدقة الفطر عن نفسه حیث هو ویکره ان یبعث بصدقته الی موضع آخر الخ...

ولما فی الدر المختار:(۲/۵۵،طبع سعید)

وفی الفطرة مکان المؤدی عند محمد وهو الاصح وفی الشامیة قوله(مکان المؤدی)لا مکان الرأس الذی یؤدی عنه قوله(هو الاصح) بل صرح فی النهایة والعنایة بانه ظاهر الروایة

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن دیروی

۳محرم الحرام ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر:۳۳۳۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بالغ مجنون بیٹے کی طرف سے صدقہ فطرادا کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صاحب نصاب شخص پر اپنے بالغ بیٹے کی طرف سے جو مجنون بھی ہو صدقہ فطرادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اگر بالغ بیٹا مجنون ہونے کے ساتھ ساتھ فقیر بھی ہو تو مالدار باپ پر اسکی طرف سے بھی صدقہ فطرادا کرنا ضروری ہوگا، البتہ اگر بیٹا خود صاحب نصاب ہو تو اسی کے مال سے صدقہ فطرادا کیا جائے گا۔

لما فی البحر الرائق:(۲/۲۵۲ طبع سعید)

ولذا لم يشترط لها كما ل الا هلية فوجبت في مال الصبي والمجنون۔۔۔كذا في البزازية الا اذا كان الاب مجنونا فقيرا فان صدقة فطره واجبة على ابنه كذا في الاختيار وكذا الولد الكبير اذا كان مجنونا فان صدقة فطره على ابيه سواء بلغ مجنونا او جن بعد بلوغه.

ولما في بدائع الصنائع:(۲/۶۹ طبع سعید)

تجب صدقة الفطر على الصبي والمجنون اذا كان لهما مال يخرجها الولي من مالهما.

ولما في التاتارخانية:(۲/۲۲۱ طبع قديمي)

والمعتوه والمجنون بمنزلة الصغير سواء كان المجنون اصليا بان بلغ مجنونا او عارضيا وهو ظاهر من المذهب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر: ۱۴۳۶

﴿ایک آدمی کا صدقہ فطر کئی فقیروں پر تقسیم کرنا﴾

﴿سوال﴾ آدمی اپنا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدے یا دو تین فقیروں پر بھی تقسیم کرسکتا ہے؟

﴿جواب﴾ جس طرح ایک آدمی کو کئی صدقات فطر دیئے جاسکتے ہیں اسی طرح ایک صدقہ فطر کئی آدمیوں پر بھی تقسیم کرسکتے ہیں۔

لما في البدائع:(۲/۷۵ طبع سعید)

ويجوزان يعطى ما يجب في صدقة الفطر عن انسان واحد جماعة مساكين ويعطى ما يجب عن جماعة مسكينا واحدا.

ولما في الهندية:(۱/۲۳۱ طبع رشيديه)

ويجوز أن يعطى الواجب عن واحد جماعة او على العكس.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی التنویرمع الدر:(۲/۲۲۳،طبع امدادیہ)

(وجاز دفع کل شخص فطرته الی)مسکین او(مساکین علی)ماعلیه الأکثروبه جزم فی الولوالجیة والخانیة والبدائع والمحیط وتبعهم الزیلعی فی الظهار من غیرذکر خلاف وصححه فی البرهان فکان هو(المذهب)کتفریق الزکاة والامرفی حدیث "اغنوهم" للندب فیفیدالاولویة.

واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۷۸۷

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

﴿روزہ نہ رکھنے والے مریض پر بھی صدقہ فطر واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرے دادا جو کہ سالہا سال سے بیمار ہیں اور روزے نہیں رکھ سکتے تو کیا روزے کے فدیہ کے علاوہ ان پر صدقہ فطر بھی واجب ہے؟ تقریبا سات سال سے ہم ان کا صدقہ فطر اسلئے ادا نہیں کر رہے کہ روزے نہ رکھ سکنے کی وجہ سے ان کی تو عید ہوتی نہیں، لہٰذا ان پر صدقہ فطر بھی واجب نہ ہوگا، شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ سے آگاہ فرمائیں اور موجودہ زمانہ میں صدقہ فطر کی صحیح قیمت کیا بنتی ہے؟

﴿جواب﴾ روزہ، صدقہ فطر اور نماز عید الگ الگ مستقل احکام ہیں کسی عذر کی وجہ سے کوئی شخص روزہ نہ رکھ سکے تو اسکی وجہ سے صدقہ فطر یا نماز عید اس سے ساقط نہیں ہوتی، البتہ ایسی بیماری یا ایسا کوئی عذر ہو کہ نماز عید پڑھنے نہیں جا سکتا تو یہ الگ بات ہے۔

اسی طرح یہ شخص عید الفطر سے پہلے اگر صاحب نصاب ہے یعنی سونا، چاندی، نقد روپیہ یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان وغیرہ اتنا اس کے پاس ذاتی ملکیت میں موجود ہے جو کہ کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہے تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب ہے جسکی مقدار نصف صاع (تقریبا پونے دو کلو) گندم یا اسکی قیمت ہے جو کسی مستحق کو دینا ضروری ہے۔

لمافی التنویرمع الدر:(۲/۳۵۸-۳۶۲،طبع سعید)

(تجب علی کل مسلم)ولوصغیرامجنونا(ذی نصاب فاضل عن حاجته الأصلیة عن نفسه وطفله الفقیر)والکبیرالمجنون،۔۔۔وعبده لخدمته۔۔۔ولوکان عبد(کافرالاعن زوجته)وولده الکبیرالعاقل(نصف صاع من براودقیقه اوسویقه اوزبیب أو صاع تمرأوشعیر)

ولمافی ردالمحتار:(۲/۳۶۱،طبع سعید)

ثم رأیت فی البدائع ما یشعر بذالک حیث قال:وکذا وجود الصوم فی شهر رمضان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ليس بشرط لوجوب الفطرة حتى ان من أفطر لكبر أو مرض أو سفر يلزمه صدقة الفطر لان الأمر بأدائها مطلق عن هذا الشرط اه.

الجواب صحيح: عبدالرحمٰن عفا الله عنه — والله اعلم بالصواب: مزمل شاه خیل

ا ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۵۳

﴿صدقۂ فطر کے وجوب کے لئے صاحب نصاب ہونا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقہ میں یہ رواج چلا آرہا ہے کہ ہر شخص صدقۂ فطر ادا کرتا ہے خواہ غریب ہو یا امیر، سوال یہ ہے کہ صدقۃ الفطر کے وجوب کے لئے بھی صاحب نصاب ہونا ضروری ہے، یا ہر ایک کے ذمہ اسکی ادائیگی ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے صدقۂ فطر عید کے دن ادا نہ کیا تو پھر بعد میں بھی اس کے ذمہ قضاء باقی رہے گی، یا یہ صرف وقت کے ساتھ خاص ہے بعد میں اسکے ذمہ قضا نہیں؟

﴿جواب﴾ صدقۂ فطر شریعت میں ہر ایسے مسلمان کے ذمہ واجب ہے، جو صاحب نصاب ہو اور حاجت اصلیہ سے زائد مال بقدر نصاب اسکی ملکیت میں ہو اگرچہ اس مال پر سال نہ گزرا ہو تب بھی صدقۃ الفطر واجب ہے، اگر کوئی شخص غریب ہے اور صاحب نصاب نہیں تو اسکے ذمہ صدقۃ الفطر نہیں ہے، اسکے باوجود کوئی ادا کرے تو اسکو ثواب ملیگا کوئی گناہ نہیں ہے بشرطیکہ ثواب کا کام سمجھ کر اس جذبہ سے صدقۃ الفطر ادا کرے رواج کیوجہ سے فقیر پر بھی اسکو لازم سمجھنا جہالت ہے اور غلط سوچ ہے۔

(۲) دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ صدقۃ الفطر عید کے دن صبح صادق کے بعد واجب ہو جاتا ہے اور عیدگاہ جانے سے پہلے ادا کرنا چاہیے اور اگر کسی نے عید کے دن سے بھی پہلے ادا کیا تب بھی جائز ہے اور اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر ادا نہیں کیا تو وہ اسکے ذمہ باقی رہتا ہے وقت کے گزرنے سے وہ ساقط نہیں ہوتا اور صدقۂ فطر کا ادا کرنا اسکے ذمہ ہے اگرچہ لمبا عرصہ گزر جائے۔

لما فی فقه الحنفی:(۲۷۵/۱ طبع دار الکلم الطیب)

صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذا كان مالكاً لمقدار النصاب فاضلاً عن حوائجه الاصلية.

ولما فی فقه الحنفی:(۲۷۸/۱ طبع دار الکلم الطیب)

تجب صدقة الفطر بطلوع فجر يوم الفطر وبعد طلوعه فان قدموها على يوم الفطر جاز قال انا لخرت صدقة الفطر عن يوم الفطر لم تسقط وكان عليهم اخراجها وان طالت المدة وتباعدت.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی التنویر مع الدر:(۲/۳۵۸-۳۶۰،طبع سعید)
تنویر الابصار:(علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیۃ) کدینه وحوائج عیاله(وان لم یحل) (تجب - وقیل مضیقا فی یوم الفطر عینا) فبعده یکون قضاء واختار الکمال فی تحریره وجعه فی

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زکی

۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۷۰

﴿صدقۂ فطر تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر کوئی آدمی صدقۂ فطر عید الفطر تک ادا نہیں کر سکا تو کیا اس پر عید الفطر کے بعد صدقۂ فطر ادا کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟ اور کسی نے اگر بہت سے سالوں کے صدقۂ فطر ادا نہ کیے ہوں تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟

مستفتی: راشد محمود کراچی

﴿جواب﴾ صدقۂ فطر عید الفطر کی نماز سے پہلے ادا کرنا چاہیے تاکہ غریب لوگ بھی عید کی خوشیوں میں سب کے ساتھ شریک ہو سکیں تاہم اگر کسی عذر کی بناء پر صدقۂ فطر ادا نہیں کر سکا تو وہ ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا ادا کرنا اب بھی ضروری ہے اور گزشتہ سالوں کا بھی جو صدقۂ فطر رہ گیا ہے اسے بھی ادا کرنا ضروری ہے۔

لما فی الهندیۃ:(۱/۱۹۲،طبع رشیدیه)
وان قدموها علی یوم الفطر جاز ولا تفصیل بین مدۃ ومدۃ هو الصحیح وان أخروها عن یوم الفطر لم تسقط وکان علیهم اخراجها کذا فی الهدایۃ وقال ایضا: وأما وقت ادائها فجمیع العمر عند عامۃ مشایخنا.

ولما فی الهدایۃ:(۱/۲۲۹،طبع رحمانیه)
وان أخروها عن یوم الفطر لم تسقط وکان علیهم اخراجها لأن وجه القربۃ فیها معقول فلا یتقدر وقت الاداء فیها بخلاف الاضحیۃ.

ولما فی الکفایۃ:(۲/۸۱،طبع رشیدیه)قلنا انها قربۃ مالیۃ لا تسقط بعد الوجوب الا بالاداء کالزکوۃ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عباداللہ صوابی

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۹۴

﴿صدقۂ فطر اپنے رشتہ داروں کو دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے بہن، بھائیوں کو صدقۂ فطر دینا کیسا ہے؟ جبکہ وہ محتاج ہوں۔

مستفتی: حاجی شیر افضل

﴿جواب﴾ اپنے بہن، بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کو زکوۃ اور صدقۂ فطر دینا جائز ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بلکہ افضل ہے جبکہ وہ محتاج ہوں اور حساب کتاب الگ ہو۔

لما فی الهندية:(١/١٩٠،طبع رشيديه)

والافضل فی الزكاة والفطر والنذور الصرف اوّلا الی الاخوة والاخوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی أولادهم ثم الی الاخوال و الخالات.....الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی غفرلہ ولوالدیہ

اجمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۳۵۹

﴿کیا بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی کا فطرانہ شوہر کے ذمہ واجب ہے یا بیوی خود ادا کرے گی؟ مستفتی:نورالدین

﴿جواب﴾ عورت خود اگر صاحب نصاب ہے تو صدقۃ الفطر ادا کرنے کی بھی ذمہ دار ہے شوہر کے ذمہ اس کا فطرانہ ادا کرنا واجب نہیں تاہم اگر شوہر نے اس کی طرف سے فطرانہ ادا کر دیا تو ادا ہو جائے گا، صاحب نصاب نہیں ہے تو کسی کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

لما فی الهداية:(١/٢٢٥طبع رحمانيه)

ولا يؤدى عن زوجته لقصور الولاية والمؤنة فانه لايليها فی غير حقوق النكاح ولا يمونها فی غير الرواتب كالمداواة.

ولما فی الهندية:(١/١٩٣طبع رشيديه)

ولا يؤدى عن زوجته ولا عن اولاده الكبار وان كانوا فی عياله ولو أدى عنهم أو عن زوجته بغير أمرهم أجزاهم استحسانا كذا فی الهداية وعليه الفتوى

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۴۴۰

﴿باب الصدقة الفاضلة﴾

﴿نفلی صدقات کے مسائل﴾

﴿صدقہ بڑی برکت اور ثواب کا باعث ہے﴾

﴿سوال﴾ صدقہ میں جتنی زیادہ رقم لگائی جائے کیا اتنا ہی ثواب بھی زیادہ ملے گا؟ کھانے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں کوئی اچھی چیز مثلاً گوشت، مرغی پکا کر گھر والوں (اپنے بچوں وغیرہ) کو کھلانا بھی صدقہ ہے؟

﴿جواب﴾ ظاہر ہے کہ جتنی زیادہ رقم (یا کوئی اور قیمتی چیز) صدقہ کردیں گے اتنی ہی برکت ثواب میں بھی زیادتی ہوگی تاہم اخلاص ضروری ہے، چنانچہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ کوئی چھوٹی چیز بھی صدقہ کردے اخلاص کے ساتھ، تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر پہاڑوں سے بھی بڑھا کر اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیتے ہیں اور اگر خدانخواستہ اخلاص نہ ہو رہا ہو تو بڑی سے بڑی چیز بھی صدقہ کرنے کے باوجود کوئی ثواب نہیں ملے گا بلکہ مؤاخذہ ہوگا اپنے بال بچوں کو اچھی چیزیں کھلانا بھی صدقہ ہے۔

لمافی مشکوٰۃ المصابیح:(ص ۱۷۰ طبع سعید)

عن أبی مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفق المسلم نفقۃ علیٰ أھلہ وھو یحتسبھا کانت لہ صدقۃ متفق علیہ.

وعن ام سلمۃ قالت قلت یارسول اللہ ألیٰ أجران أنفق علی بنی ابی سلمۃ انما ہم بنیّ فقال انفقی علیہم فلک أجرماانفقت علیہم متفق علیہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿نفلی صدقہ میں گوشت افضل ہے یا نقدی؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نفلی صدقہ میں بکرا وغیرہ ذبح کر کے اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کرنا افضل ہے یا نقد رقم مستحقین کو دینا؟

﴿جواب﴾ صدقہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کیلئے خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنا، بکرا وغیرہ ذبح کرنا اور گوشت تقسیم کرنا بھی ٹھیک ہے، البتہ نقد رقم کسی محتاج کو دینا زیادہ افضل ہے، اس لئے کہ اس سے غریب کی صحیح ضرورت پوری ہوتی ہے مثلاً اگر غریب کو کپڑوں کی ضرورت ہے تو وہ ضرورت گوشت سے پوری نہیں ہوگی، اسی طرح گندم اور آٹے کی ضرورت بھی پوری نہ ہوگی، البتہ پیسوں سے اکثر ضرورتیں پوری ہوجاتی ہیں۔

لمافی الشامی :(۲/۲۶۶ طبع سعید)

(قولہ ای الدراھم) ربما یشعر انہا المرادۃ بالقیمۃ مع ان القیمۃ تکون ایضا من الفلوس والعروض کما فی البدائع والجوھرۃ، ولعلہ اقتصر علی الدراھم تبعا للزیلعی لبیان

انها الافضل عند ارادة دفع القيمة لان العلة في افضلية القيمة كونها اعون على دفع حاجة الفقير لاحتمال انه يحتاج غير الحنطة مثلا من ثياب ونحوها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عبدالستار

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۸۸۶

﴿نفلی صدقات کی تفصیل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ نیز کونسے صدقہ سے صدقہ کرنے والا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ اور جو بکرا یا کوئی اور جانور گھر میں لایا جائے اور بچوں سے اس پر ہاتھ پھرایا جائے تو کیا وہ صدقہ کیلئے متعین ہو جاتا ہے اور اس بکرے سے گھر والے بھی کھا سکتے ہیں؟ یا پورے بکرے کا گوشت غرباء اور مساکین کو دینا لازم ہے۔　　　مستفتی حاجی طارق علیم ڈیفنس فیز ۲

﴿جواب﴾ (۱) صدقہ کا لغوی معنی خیرات ہے (بحوالہ مصباح اللغات، المنجد، فیروز اللغات) اصطلاح فقہ میں وہ مال جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیا جائے۔

لما في قواعد الفقه: (ص ۳۴۸، طبع میر محمد)

الصدقة☆محركة هي العطية التي تبتغى بها المثوبة من الله تعالى.

جبکہ حدیث شریف میں مال خرچ کرنے کے علاوہ ہر کار خیر پر صدقہ کا اطلاق ہوا ہے:

لما في صحيح البخاري: (۲/۲۱۵، طبع رحمانيه)

عن جابر بن عبدالله عن النبي ﷺ قال رسول الله ﷺ كل معروف صدقة.

(۲) صدقہ تین قسم پر ہے، فرض جیسے زکوۃ واجب جیسے صدقۂ فطر، کفارات ونذر وغیرہ صدقات نفلیہ، جیسے عام حالات کی خیرات وغیرہ یہاں تک کہ اپنے اہل وعیال پر حلال کمائی سے خرچ کرنا بھی صدقہ میں داخل ہے۔

لما في مرقاة المفاتيح: (۲/۲۶۷، طبع رشيديه)

قال رسول الله ﷺ "اذا انفق المسلم نفقة على اهله، وهو يحتسبها كانت له صدقة".

(۳) فرض وواجب صدقات کا حکم یہ ہے کہ وہ غریب ونادار مسلمان کا حق ہے خود صدقہ دینے والا اسے استعمال نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کے اصول وفروع یعنی اہل وعیال اور باپ دادا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وغیرہ استعمال کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی امیر کو دیا جا سکتا ہے۔

لما فی الهداية:(۲۲۳/۱،طبع رحمانيه)

ولا يدفع المزكي زكوة ماله الى ابيه وجده وان علا ولا الى ولده وولد ولده وان سفل لان منافع الاملاك بينهم متصلة فلا يتحقق التمليك على الكمال ولا الى امراته للاشتراك في المنافع عادة.

(۴) صدقات نفلیہ کو خود استعمال کر سکتے ہیں غریب کے علاوہ امیر کو بھی دے سکتے ہیں اور صدقہ دینے والے کے اصول وفروع بھی استعمال میں لا سکتے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ اپنے آپ پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا بہترین صدقہ ہے، واضح رہے کہ بچوں کے ہاتھ پھرانے سے کوئی چیز صدقہ کیلئے متعین نہیں ہو جاتی۔

لما في مرقاة المفاتيح:(۲۶۷/۴،طبع رشيديه)

عن ابي هريرة وحكيم بن حزام قالا: قال رسول الله ﷺ: "خير الصدقة ما كان عن ظهر غني، وابدأ بمن تعول".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۴ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۷۳۲

﴿صدقات میں محتاجوں کو ترجیح دینا بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی میت مثلاً والدین کے ایصال ثواب کے لیے خیرات کرنا یا کپڑے وغیرہ غریبوں اور محتاجوں کو دینے سے ثواب ملتا ہے یا امیر لوگوں یا برادری کے لوگوں یا محلے والوں کو دینے سے بھی ثواب ملتا ہے؟

﴿جواب﴾ ایصال ثواب کرنا نفلی صدقات کے حکم میں ہے لہٰذا اخلاص کے ساتھ خیرات کرنا اور کپڑے وغیرہ غریبوں، محتاجوں کو دینا بلا شبہ مرحوم کے لیے رفع درجات ومغفرت کا باعث ہے۔ اور امیر وغنی کے بجائے غریب وحاجت مند کو دینا زیادہ ثواب کا باعث ہے اگرچہ غنی کو دینے سے بھی صدقہ کا ثواب مرحوم اور صدقہ کرنے والے کو بھی مل جاتا ہے۔

لما في الشامي:۲۴۳/۲، مطلب في القراءة للميت واهداء ثوابها له، طبع سعيد)

صرح علماؤنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة او صوما او صدقة او غيرها كذا في الهداية بل في الذكاة التتارخانيه عن المحيط :الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ینتقص من اجره شیء هو مذهب اهل السنة الجماعة.

ولما فی فقه الاسلامی ۲/۲۰۵۱، ۲۰۵۶، ۲۰۵۷، طبع رشیدیه

الکلام عن احکام صدقة التطوع :یشمل استحبابها ،الاسرار بها ،التصدق بجمیع المال ،الاولیٰ فی الصدقة ،المتصدق علیه (الغنی ،الکافر القریب ،صاحب الحاجة الشدید ،الصدقة علی المیت)

المتصدق علیه :ا.الاقارب :الافضل ان یخص با لصدقة الاقرب ثم الجیران ،فهم اولی من الاجانب ...... لقوله ﷺ لزینب امراة عبد الله ابن مسعودؓ "زوجک وولدک احق من تصدقت علیهم "ولقوله ﷺ فی حدیث احمد "الصدقة علی المسکین صدقة وهی علی ذی الرحم اثنتان:صدقة وصلة" ولخبر البخاری" عن عائشةؓ ان لی جارتین فالی ایهما اهدی؟فقال الی اقربهما منک بابا" ......یستحب فیها تقدیم الاقارب اذا کانوا مستحقین.

ب.صاحب الحاجة الشدیدة :تستحب الصدقة علی من اشتدت حاجته لقول الله تعالی:(او مسکینا ذا متربة)

ج.الغنی الخ:تحل الصدقة لغنی ولو من ذوی القربی.

د.الصدقة علی المیت :ینتفع المیت کما قدمنا الجنائز .صدقة علیه من اکل او شرب او کسوة او درهم او دینار وینفعه ایضاً دعاله بنحو :"اللّٰهم اغفرله "" اللّٰهم ارحمه" بالاجماع.

ولما فی البدائع الصنائع:۲/۴۷۲ ،طبع العلمیة بیروت)

واما صدقة التطوع ،فیجوز صرفها الی الغنی ؛لانها تجری مجری الهبة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۷۰۷

﴿پیشہ ور بھیک مانگنے والوں کو صدقہ دینا کیسا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں خانہ بدوش قسم کے لوگ ہیں جو خیموں میں رہتے ہیں جن کو ہم کٹانویان کہتے ہیں یہ لوگ نماز، روزہ وغیرہ عبادات ادا نہیں کرتے یہاں تک کہ ان کے دین کے بارے میں پتہ نہیں چلتا کہ مسلمان ہیں یا نہیں اور ان کی عورتیں گھروں میں جا جا کر بھیک مانگتی ہیں اور اسی پر ان کا گزارہ ہوتا ہے مزید یہ کہ ان کی عورتیں بے پردہ آوارہ پھرتی ہیں اور ان میں بعض عورتیں علاقے میں بے حیائی اور فحاشی کا سبب بھی بنتی ہیں تو اب پوچھنا یہ ہے کہ ان کی عورتوں کو گھروں میں چھوڑنا اور ہماری عورتوں کا ان سے پردہ کرنا کیسا ہے مزید یہ کہ ان کو صدقہ وخیرات دینا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾ ایسی عورتوں کو گھروں میں نہیں چھوڑنا چاہئے اور ان سے عورتوں کو پردہ کرنا چاہئے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

چونکہ یہ عورتیں پیشہ ور بھیک مانگنی والیاں ہیں اس لئے ان کو صدقہ وخیرات بھی نہیں دینا چاہیے۔

لما فی بذل المجہود:(۲/۵۲ طبع:مکتبۃ الشیخ)

قال قال رسول الله ﷺ للسائل حق وان جاء علیٰ فرس .... وھذا العله باعتبار القرون الاولیٰ واما فی ھذا الزمان فنشاھد کثیرا من الناس اتخذوا السؤال حرفتهم ولهم فضول مال فحینئذ یحرم السؤال ویحرم علی الناس اعطائهم والله اعلم

ولما فی رد المحتار:(۱/۴۷۱، طبع:سعید)

ولا تنبغی للمرأة الصالحة ان تنظر الیها المرأة الفاجرة لانها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها کما فی السراج

ولما فی التنویر مع الدر والرد:(۲/۳۵۴ طبع:سعید)

(ولا) یحل ان (یسال) شیأ من القوت (من له قوت یومه) بالفعل او بالقوة کالصحیح المکتسب و یأثم معطیه ان علم بحاله لاعانته علی المحرم

و قال الشامی تحته (قوله ولا یحل ان یسال الخ) قید بالسؤال لان الاخذ بدونه لا یحرم، بحر و قید بقوله شیأ من القوت لان له سؤال ما هو محتاج الیه غیر القوت ... قوله (کالصحیح المکتسب) لانه قادر بصحته و اکتسابه علی قوت الیوم بحر قوله (و یأثم معطیه) قال الأکمل فی شرح المشارق واما الدفع الی مثل ھذا السائل عالما بحاله فحکمه فی القیاس الاثم به لانه اعانة علی الحرام لکنه یجعل هبة وبالهبة للغنی او لمن لا یکون محتاجا الیه لا یکون آثما ای لان الصدقة علی الغنی هبة کما ان الهبة للفقیر صدقة لکن فیه ان المراد بالغنی من یملک نصابا اما الغنی بقوت یومه فلا تکون الصدقة علیه هبة فالاظهر منه وقع فیه افاده فی النهر وقال فی البحر لکن یمکن دفع القیاس المذکور بان الدفع لیس اعانة علی المحرم لان الحرمة فی الابتداء انما هی بالسؤال وهو متقدم علی الدفع ولا یکون الدفع اعانة الا لو کان الاخذ هو المحرم فقط فلیتأمل قال المقدسی فی شرحه وانت خبیر بان الظاهر ان مرادهم ان الدفع الی مثل ھذا یدعوا الی السؤال علی الوجه المذکور وبالمنع ربما یتوب عن مثل ذلک فلیتأمل

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: برکت اللہ

۲۷ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر: ۳۶۷۷

﴿نفلی صدقات کی تفصیل بمعہ چند احکام﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) اگر کسی کو کھانا کھلایا جائے اور صدقہ کی نیت نہ ہو تو یہ صدقہ ہوگا؟

(۲) مانگنے والے کو جو رقم دی جائے تو یہ بھی صدقہ شمار ہوگا؟

(۳) جو سائل اللہ تعالیٰ کے نام سے مانگے اور ہم نہ دیں تو اس میں گناہ تو نہیں؟

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۴) سائل کو مال صدقہ کے علاوہ مال زکوٰۃ بھی دیا جاسکتا ہے؟

(۵) صدقہ وخیرات کی رقم مسجد اور مدرسہ کے مصارف میں لائی جاسکتی ہے؟ باحوالہ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

مستفتی: حبیب الرحمٰن شورکوٹی

﴿جواب﴾ کسی شخص کو غریب اور ضرورت مند سمجھ کر اعانت وامداد کے طور پر ثواب کی نیت سے جو کچھ دیا جائے شریعت کی اصطلاح میں وہ صدقہ کہلاتا ہے خواہ وہ فرض وواجب ہو، جیسے زکوٰۃ، صدقہ فطر، یا نفلی ہو جس کو ہماری زبان میں امداد اور خیرات کہا جاتا ہے۔

اور اگر عقیدت ومحبت، اعزاز واکرام کی وجہ سے اپنے استاد، شیخ یا کسی محبوب وغیرہ کی خدمت میں کچھ پیش کیا جائے تو وہ ہدیہ (تحفہ) کہلاتا ہے واضح رہے کہ فرض اور واجب صدقات کیلئے دینے والے کی نیت اور مستحق کی بلاعوض تملیک شرط ہے جبکہ نفلی صدقات وخیرات میں یہ چیزیں ضروری نہیں ہیں، مذکورہ بالا تمہید کے بعد بالترتیب جوابات ملحوظ ہوں:

(۱) کسی شخص کو غریب اور ضرورت مند سمجھ کر ثواب کی نیت سے کھانا کھلایا جائے تو نفلی صدقہ کا ثواب ملے گا اور اگر عقیدت ومحبت اور تعظیم کی وجہ سے کھانا کھلایا جائے تو پھر ہدیہ کا ثواب ملے گا بسا اوقات ہدیہ کا ثواب صدقہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

لما فی المرقاۃ شرح المشکوۃ: (۲/۲۸۷ طبع رشیدیہ)

قیل: ھی منحۃ لثواب الأخرۃ والھدیۃ ان یملک الرجل تقربا الیہ واکراما لہ ففی الصدقۃ نوع ترحم وذل للآخذ ولذلک حرمت علی النبی ﷺ بخلاف الھدیۃ۔۔۔الخ.

(۲) کسی سائل کو ضرورت مند سمجھ کر جو رقم دی جائے تو یہ بھی صدقہ میں شمار ہوگا اور نفلی صدقہ کا ثواب ملے گا۔

لما فی سنن ابی داود: (۱/۲۳۸ رحمانیہ)

عن ابی سعید عن النبی ﷺ قال ایما مسلم کسی مسلما ثوبا علی عری کساہ اللہ من خضر الجنۃ وایما مسلم اطعم مسلما علی جوع اطعمہ اللہ من ثمار الجنۃ وایما مسلم سقا مسلما علی ظما سقاہ اللہ عزوجل من الرحیق المختوم.

(۳) سائل اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے سے مستحق نہیں بنتا اور نہ دینے میں کوئی گناہ نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے نام کے تقدس اور اعزاز کا تقاضا یہ ہے کہ اسے خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے بلکہ کچھ دے دینا چاہیے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی سنن ابی داود:(۱/۲۲۷،طبع رحمانیہ)

عن عبداللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من استعاذ باللہ فاعیذوہ ومن سأل باللہ فاعطوہ ومن دعاکم فاجیبوہ ومن صنع الیکم معروفا فکافئوہ فان لم تجدوا ماتکافئوا بہ فادعوالہ حتی تروا انکم قد کافأتموہ.

(۴)لوگوں سے مانگنے والے چونکہ عام طور پر پیشہ ور ہوتے ہیں اور قرآن وحدیث کی رو سے اصل فقیر ومسکین وہ ہے جس نے حیا کی وجہ سے اپنی غربت وافلاس چھپایا ہوتاہم اگر مانگنے والے کی ظاہری حالت فقیرانہ ہے تو زکوۃ دینے سے ادا ہو جائیگی۔

لما فی سنن ابی داود:(۱/۲۲۲،طبع رحمانیہ)

عن عبیداللہ بن عدی بن الخیار اخبرنی رجلان انہما اتیا النبی ﷺ فی حجۃ الوداع وھو یقسم الصدقۃ فسئلاہ منہا فرفع فینا البصر وخفضہ فرآنا جلدین فقال ان شئتما اعطیتکما ولاحظ فیہا لغنی ولا لقوی مکتسب.

(۵) مسجد اور مدرسہ کے مصارف میں نفلی صدقات،خیرات خرچ کرسکتے ہیں،مال زکوۃ اور صدقات واجبہ میں سے بلاعوض کسی کو مستحق بنانا ضروری ہے،لہٰذا جن مدارس دینیہ میں مستحق طلباء زیر تعلیم ہوں،وہاں زکوۃ اور صدقات واجبہ بھی دے سکتے ہیں اور جن مصارف میں زکوۃ اور صدقات واجبہ کا استعمال درست نہ ہو،جیسا کہ تعمیر مساجد،مدارس،تکفینِ میت وغیرہ تو اس میں فقہاء نے حیلہ تملیک کا طریقہ بتایا ہے کہ پہلے کسی فقیر اور مسکین کو مالک بنایا جائے پھر وہ اپنی رضا اور رغبت کے ساتھ ان مصارف میں خرچ کرے،واضح رہے کہ حیلۂ تملیک سے معروف طریقہ پر حیلہ کرنا مراد نہیں ہے کہ دینے والا بھی جانتا ہے کہ اس کو مستقل مالک نہیں بنایا اور لینے والا بھی جانتا ہے کہ مجھے یہ رقم مستقل نہیں مل رہی صرف حیلہ کے طور پر دی جارہی ہے تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

لما فی قولہ تعالیٰ:(سورۃ التوبۃ،آیت ۶۰)انما الصدقات للفقراء والمساکین ......الآیۃ.

ولما فی الدر المختار:(۲/۳۴۰،طبع سعید)ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکاۃ الخ.

ولما فی الدر المختار:(۲/۲۷۱،طبع سعید)

وحیلۃ التکفین بہا التصدق علی فقیر ثم ھو یکفن فیکون الثواب لہما وکذا فی تعمیر المسجد.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:رشید عالم مروت

۸ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۶۹۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿باپ کی صدقہ کی ہوئی رقم بیٹا واپس نہیں لے سکتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرے چچا نے میری شادی کے وقت میری غربت کیوجہ سے مجھے بیس ہزار روپے دیئے تھے جس پر میں نے مہمانوں کی ضیافت کی تھی میرے چچا نے نہ اس وقت کچھ کہا تھا کہ یہ قرض ہے اور نہ بعد میں کسی کو بتایا ہے، میری شادی کے تقریباً تین سال بعد چچا کا انتقال ہوا ہے، اب انکی وفات کے دو سال ہونے کو ہیں اب انکا بڑا بیٹا کہتا ہے کہ میرے والد صاحب نے آپکو بطور قرض بیس ہزار روپے دیے تھے اور مجھ سے واپسی کا مطالبہ کر رہا ہے تو کیا مجھ پر شرعاً بیس ہزار روپے واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور وہ مطالبہ کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟

مستفتی: نور رحمٰن دیروی

﴿جواب﴾ بظاہر آپکے چچا نے بغرض تعاون آپ پر احسان کیا ہے اور یہ صدقہ کے حکم میں ہے چچازاد بھائی کو مطالبہ کا حق نہیں ہے، البتہ چچازاد بھائی اگر گواہوں کے ذریعے ثابت کردے کہ انکے والد نے بطور قرض یہ مال دیا تھا تو ایسی صورت میں لوٹانا واجب ہوگا۔

لمافی تنویر الابصار:(۵/۷۰۹، طبع سعید)

(والصدقة كالهبة لا تصح غير مقبوضة ولا في مشاع يقسم ولا رجوع فيها)

ولمافی ردالمحتار:(۵/۶۸۸، کتاب الهبة، طبع سعید)

قلت: فتفاد ان التلفظ بالايجاب والقبول لا يشترط بل تكفي القرائن الدالة على التمليك كمن دفع لفقير شيئا وقبضه ولم يتلفظ واحد منهما بشئ.

ولمافی شرح المجلة:(۳/۳۸۵، المادة:۸۶۶، طبع رشيديه)

(من وهب لاصوله وفروعه أو لأخيه أو اختيه أو لأولادهما أو لعمه أو لعمته شيئا فليس له الرجوع)

ولمافيها ايضا:(۳/۳۹۷، المادة:۸۷۲، طبع رشيديه)

(وفاة كل من الواهب والموهوب له مانعة من الرجوع بناء عليه ليس للواهب الرجوع عن الهبة اذا توفي الموهوب له. كذلك ليس للورثة استرداد الموهوب اذا توفي الواهب)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

فتوی نمبر:

﴿صدقہ کی رقم غریب اپنی صوابدید پر خرچ کر سکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نفلی صدقہ دے کر یہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فرمائے کہ اس کو صرف فلاں مخصوص چیز میں استعمال کرو یعنی اس سے آپ کتابیں لے لو اب پوچھنا یہ ہے کہ اس نفلی صدقہ سے وہی مخصوص چیز لینا ضروری ہے یا اس سے کوئی دوسری چیز بھی لے سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾ دراصل صدقہ ہبہ کی طرح ہے صدقہ پر قبضہ کرنے سے یہ شخص مالک ہوجاتا ہے اب یہ مختار ہے کہ اس سے جو چیز خریدنا چاہے خرید سکتا ہے اس میں شرط لگانے کی کوئی گنجائش نہیں جس طرح ہبہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا اس طرح صدقہ بھی شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ صدقہ یا ہبہ پر قبضہ کرنے کے بعد انسان خود مالک ہوجاتا ہے اور مالک کو مملوکہ چیز میں اپنی مرضی سے ہر طرح تصرف کرنے کا اختیار ہوتا ہے البتہ بطور صدقہ یا ہبہ کوئی دیدے تو اس کا احسان بھی ہے اور احسان کا تقاضہ یہ ہے کہ احسان کرنے والے کی فرمائش کا بھی خیال رکھا جائے تو زیادہ بہتر ہے اس لئے کتابوں کے علاوہ کوئی چیز لینا اگرچہ جائز ہے تاہم احسان کا تقاضہ یہ ہے کہ کتب ہی خرید لے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۷۰۹/۵،فصل فی مسائل المتفرقہ،طبع:سعید کراچی)

(والصدقة كالهبة)بجامع التبرع وحينئذ(لاتصح غير مقبوضة ولامشاع يقسم ولارجوع فيها)ولوعلى غني لان المقصود فيها الثواب لاالعوض۔

ولمافی الهندية:(۴/۳۹۶،طبع:قديمي)

قال اصحابنا جميعا اذا وهب هبة وشرط فيها شرطا فاسدا فالهبة جائزة والشرط باطل كمن يهب لرجل امة فاشترط عليه ان لايبيعها اوشرط عليه ان يتخذها ام ولد اوان يبيعها من فلان اويردها عليه بعد شهر فالهبة جائزة وهذه الشروط كلها باطلة كذا السراج الوهاج۔

ولمافی الهداية:(۳/۲۹۵،فصل فی الصدقة،طبع:رحمانيه،لاهور)

قال والصدقة كالهبة لاتصح الابالقبض لانه متبرع كالهبة فلايجوز في مشاع يحتمل القسمة لمابينا في الهبة ولارجوع في الصدقة۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ   فتویٰ نمبر:۳۴۳۰م

﴿باب فی العشر﴾

﴿عشر کے مسائل﴾

﴿وجوب عشر کیلئے بالغ ہونا شرط نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح بچے کے مال میں زکوٰۃ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

واجب نہیں ہوتی تو کیا بچے کی زمین میں پیدا ہونے والی پیداوار میں عشر دینا اسکے ذمہ لازم ہے؟

﴿جواب﴾ وجوب عشر میں جسطرح نصاب کا ہونا شرط نہیں ہے، تو اسی طرح زمین کا مالک ہونا یا بالغ ہونا بھی شرط نہیں۔ بلکہ جب بھی مالک زمین سے پیدوار حاصل کرے، چاہے بالغ ہو یا نابالغ، اگر وہ زمین نہری ہے، تو نصف عشر اور اگر بارانی ہے، تو عشر واجب ہوگا۔

لما فی الشامی:(۲/۲۵۸،طبع:سعید)

(قوله عقل وبلوغ) فلاتجب على مجنون وصبى لانها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها، وايجاب النفقات والغرامات لكونها من حقوق العباد والعشر وصدقة الفطر لان فيها معنى المؤنة.

ولما فی البحر الرائق:(۲/۲۰۲،طبع:سعید)

واما نفقات، والغرمات فى مالهما فلانهما من حقوق العباد لعدم التوقف على النية وأما ايجاب العشر والخراج وصدقة الفطر فلانها ليست عبادة محضة لما عرف فى الاصول.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوہاٹی

۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۳۲

﴿سبزی، درختوں اور چارے میں عشر کے متعلق ایک سوال﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں جانوروں کے چارے کے طور پر ایک فصل کاشت کی جاتی ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ کاٹنے کے بعد دوبارہ اگتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ فصل میں ہر دفعہ کاٹنے کے بعد عشر دینا ہوگا یا صرف پہلی مرتبہ کاٹنے کے بعد؟ نیز کھیتوں میں جو اپنے استعمال کیلئے سبزیاں لگائی جاتی ہیں کیا ان میں بھی عشر واجب ہے؟ اس طرح کھیتوں اور نالیوں کے کناروں پر جو غیر پھلدار درخت ہوتے ہیں کیا ان میں بھی عشر واجب ہے؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: ابو حمزہ کوہاٹی

﴿جواب﴾ ایسی پیداوار میں ہر دفعہ کاٹنے کے بعد عشر ادا کرنا لازم ہے ایک دفعہ کافی نہیں اور کھیتوں میں جو سبزیاں اگائی جاتی ہیں چاہے اپنے استعمال کیلئے ہوں یا بیچنے کی غرض سے ہوں ان میں بھی عشر واجب ہے بشرطیکہ ایک صاع یا کم از کم نصف صاع (۲،۱۸۰ کلوگرام) تک پہنچ جائے اور جہاں تک غیر پھلدار درختوں میں عشر کا تعلق ہے تو اس بارے میں یہ بات یاد رہے کہ اگر وہ درخت کھیتوں کے کناروں پر لگے ہوئے ہوں تو ان میں عشر واجب نہیں لیکن اگر ان کا باغ لگایا جائے تو ایسی صورت میں ان میں بھی عشر واجب ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما في الشامي:(۳۲۷/۲،طبع سعيد)

حتى لو اخرجت الارض مرارا وجب في كل مرة (قوله بلا شرط نصاب) وبقاء فيجب فيما دون النصاب بشرط ان يبلغ صاعا وقيل نصفه وفي الخضروات التي لا تبقى وهو قول الامام وهو الاصح.

ولما في الجوهرة:(ص ۱۶۱، مكتبه مير محمد)

(قال ابو حنيفة في قليل ما اخرجت الارض وكثيره العشر) حد القليل الصاع فما دونه لا شيء فيه.

ولما في تنقيح الحامدية:(۹/۱ طبع حقانيه پشاور)

ولو جعل أرضه مشجرة او متصبة يقطعها ويبيعها في كل سنة كان فيه العشر وكذا لو جعل التت فيها للدواب.

ولما في المحيط:(۲۷۲/۲،طبع ادارة القران كراچی)

أرض عشر فيه شجر ليس له ثمر مثل التوت والخلاف قال لا عشر فيه لان ما ليس له ثمر من الشجر فهو حطب وبعض مشائخنا قالوا اذا استغنى الرجل لرضه بقوائم الخلاف او بالقصب وما اشبههما وكان يقطع ويبيع يجب فيه العشر عند ابي حنيفة فانه حسن

الجواب صحیح: عبد الرحمن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عبد الرحمن کوہائی

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر: ۳۰۵۵

﴿پہاڑوں میں لگے ہوئے درختوں کے پھلوں میں عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ہمارا پہاڑی علاقہ ہے جس میں چلغوزہ کے درخت بڑے کثرت سے پائے جاتے ہیں یہ درخت کسی کی ملکیت نہیں ہیں، ہر سال لوگ بڑی تعداد میں جا کر چلغوزہ توڑتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان پہاڑوں کے درختوں سے جو پھل حاصل کئے جاتے ہیں ان میں عشر ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا اس کا کوئی نصاب بھی ہے؟

﴿جواب﴾ پہاڑوں کے درختوں سے جو پھل چلغوزہ وغیرہ حاصل کئے جاتے ہیں ان میں بھی عشر ہے اور اس میں نصاب کی بھی کوئی شرط نہیں، ہاں اگر نصف صاع سے کم ہو تو ایسی صورت میں عشر نہیں ہے کیونکہ پیداوار میں عشر کے لئے ضروری ہے کہ پیداوار کیل اور وزن کے معیار شرعی (نصف صاع) سے کم نہ ہو۔

لما في التنوير مع الدر:(۳۲۵/۲ طبع سعيد)

(يجب العشر (في العسل) وان قل (ارض غير الخراج) ولو غير عشرية كجبل ومفازة--- (وكذا) يجب العشر (في ثمرة جبل او مفازة ان حماه الامام) لانه مال

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مقصودة (اي اشترط نصاب او بقاء راجع للكل.

وفي الشامية (قوله في ثمرة جبل) نخل فيه القطن لان الثمر اسم لشيء متفرع من اصل يصلح للزرع والنباس ... والمشهور ما في المغربات انه اسم لكل ما يستطعم من احمال الشجر ويجب العشر ولو كان الشجر غير مملوك ولم يعالجه احد (قوله ان حماه الامام) الضمير عائد الى المذكور وهو العسل والثمر والظاهر ان المراد الحماية من اهل الحرب والبغاة وقطاع الطريق لا عن كل المنتفع ثمر الجبل مباح لا يجوز منع المسلمين عنه. (قوله لانه مال مقصود) اي مقصود للامام بالحفظ او مقصود بالاخذ فلذا اشترط حمايته حتى يجب فيه العشر. (قوله بلا شرط نصاب او بقاء فيجب فيما دون النصاب بشرط ان يبلغ صاعا وقيل نصفه

ولما في الهداية: (۲/۸۳ مطبع رحمانيه)

وما دون نصف الصاع فهو في حكم الحفنة لانه لا تقدير في الشرع بما دونه.

ولما في الهندية: (۱/۱۸۶ مطبع رشيديه)

وما يجمع من اثمار الاشجار التي ليست بمملوكة كاشجار الجبال يجب فيها العشر.

ولما في الهداية على صدر فتح القدير: (۲/۲۵۵ مطبع رشيديه)

وكذا في قصب السكر وما يوجد في الجبال من العسل والثمار ففيه العشر وعن ابي يوسف انه لا يجب لانعدام السبب وهو الارض النامية وجه الظاهر ان المقصود حاصل وهو الخارج وفي فتح القدير (قوله ان المقصود حاصل وهو الخارج) فلا يلتفت الى كونه مالكا للارض او غير مالك

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۱۴

﴿مشین وغیرہ کے ذریعہ جو کھیت سیراب ہو اس میں نصف عشر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک میں ضلع کی زمینیں بارانی ہیں وہاں کوئی نہر وغیرہ نہیں ہے لیکن جن لوگوں کے پاس پیسے ہوتے ہیں، وہ لوگ اپنے پیسوں سے وہاں بجلی لگاتے ہیں اور کنواں کھود کر مشین لگاتے ہیں، جس پر تقریباً ۳، ۴ لاکھ خرچہ آتا ہے پھر اس کنوے سے کھیت سیراب کرتے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ جو زمینیں مذکورہ کنویں سے سیراب کیجاتی ہیں ان پر عشر ہے یا نصف عشر؟ واضح رہے کہ بجلی کا بل نہیں ہوتا، لیکن بجلی کے کھمبے، تاریں اور ٹرانسفارمر وغیرہ اپنے پیسوں سے لیتے ہیں اور ایک آدمی مسلسل مشین چلانے کیلئے بیٹھا رہتا ہے۔

﴿جواب﴾ جو زمینیں کنویں سے مشین وغیرہ کے ذریعے سیراب کی جاتی ہیں اور سیراب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کرنے میں مشقت بھی ہوتی ہے اس پر نصف عشر ہے۔

لمافی الهداية:(۲۱۸/۱طبع رحمانیه)

ومامسقى بغرب اودالية او سانية ففيه نصف العشر على القولين لان المؤنة تكثر فيه وتقل فيما يسقى بالسماء اوسيحا.

ولمافی الدرالمختار:(۳۲۸/۲طبع سعيد)

ويجب نصفه في مسقى غرب اودلو كبير ودالية اى دولاب لكثرالمؤنة وفي كتب الشافعية او سقاه بماء اشتراه وقواعدنا لا تأباه.

وفي الشامية:لان العلة في العدول عن العشرالى نصفه في مسقى غرب ودالية هي زيادة الكلفة كما علمت وهي موجودة في شراء الماء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۴۶

﴿ کھاد اور اس جیسے دوسرے خرچوں کی وجہ سے عشر میں کمی کرنا جائز نہیں ﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! پہلے زمانے میں لوگ کاشتکاری کرتے تھے تو صرف ہل چلا کر اور پانی لگا کر پیداوار حاصل کرتے تھے لیکن موجودہ دور میں ٹریکٹروں کے ذریعے سے ہل چلائے جاتے ہیں اور پھر زمین میں کیمیائی کھاد ڈالنی پڑتی ہے اور ساتھ ساتھ کیڑے مار اسپرے اور دوائیاں ڈالی جاتی ہیں اور دوسرے گوڈی وغیرہ کرائی جاتی ہے تو آیا ہماری ان زمینوں میں عشر (یعنی دسواں) واجب ہوگا یا نصف عشر یعنی بیسواں حصہ؟

﴿جواب﴾ بارانی زمینوں کی پیداوار میں عشر واجب ہے اور جن زمینوں کو سیراب کرنے میں خرچے ہوتے ہیں مثلاً ٹیوب ویل کے ذریعے یا کنویں سے سیراب ہونے والی زمینیں تو ایسی پیداوار میں عشر کا آدھا یعنی بیسواں ادا کرنا ضروری ہے، باقی ہل چلانے، کھاد ڈالنے اور کٹائی تھریشر وغیرہ کے خرچے عشر کی مقدار واجب پر مزید اثر انداز نہیں ہونگے۔

لمافی الشامی:(۳۲۸/۲طبع سعيد)

(و)يجب (نصفه في مسقى غرب)اى دلو كبير(ودالية)اى دولاب لكثرة المؤنة—(قوله لكثرة المؤنة)علة لوجوب نصف العشر في ماذكر.

ولمافی الهداية:(۲۱۸/۱طبع رحمانیه)

قال ومامسقى بغرب اودالية او سانية ففيه نصف عشر على القولين لان المؤنة تكثر فيه.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی البحر الرائق:(۲/۲۳۸،طبع سعید)

(قوله ونصفه فی مسقی غرب ودالیة)ای یجب نصف العشر فی ماسقی بآلة للحدیث والغرب دلو عظیم والدالیة دولاب عظیم تدیره البقر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب:محمد وارث سواتی

۱۱جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر ۱۷۴۴

﴿فصل تیار ہونے سے قبل فروخت کرنے پر عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اگر اپنے کھیت کی فصل کو کاٹنے سے پہلے کسی دوسرے شخص کو فروخت کردے تو فصل کاٹنے کے بعد عشر کی ادائیگی کس کے ذمہ واجب ہوگی؟　　مستفتی:فضل علی

﴿جواب﴾ فصل تیار ہونے کے بعد اگر فروخت کی جائے تو عشر کی ادائیگی بائع (بیچنے والے) کے ذمہ ہے،البتہ اگر کچی فصل کو فروخت کردیا اور مشتری کی ملکیت میں فصل تیار ہوئی تو اس صورت میں عشر مشتری (خریدنے والے) کے ذمہ واجب ہے۔

لما فی الهندیة:(۲/۲۰۶،طبع قدیمی)

واذاباع الاض العشریة وفیها زرع قد أدرك مع زرعها أو باع الزرع خاصة فعشره علی البائع دون المشتری ولو باعها والزرع بقل ان قصله المشتری فی الحال یجب علی البائع ولو ترکه حتی ادرك فعشره علی المشتری.

ولما فی الدر المختار:(۲/۲۷۶،طبع امدادیه)

ولو باع الزرع ان قبل ادراکه فالعشر علی المشتری ولو بعده فعلی البائع وکذا فی بدائع الصنائع:(۲/۵۶،طبع سعید)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ

۲۸ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر:۱۷۹۱

﴿فصل تیار ہونے کے بعد والے خرچے نکال کر کے عشر ادا کیا جائیگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ بارانی زمین سے زکوٰۃ وعشر میں دسواں حصہ اور کسی اور ذریعے سے سیراب کی ہوئی زمین میں سے بیسواں حصہ زکوٰۃ وعشر میں ادا کیا جاتا ہے،مگر جو چیز زمین سے پیدا ہوتی ہے اسکی زکوٰۃ کب ادا کروں؟ کیا خرچہ نکال کر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زکوٰۃ ادا کروں یا خرچہ نکالنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کروں خرچے سے میرا مطلب کھیتی باڑی یا پانی لگانے کا خرچ نہیں ہے بلکہ کھیتی وغیرہ پک جانے کے بعد مزدور کا خرچ، مارکیٹ تک لانے کا خرچ مثلاً کریٹ یا بوری کا خرچ، گاڑی کا خرچ، چونگی اور کمیشن کا خرچ مراد ہے۔

میں نے جن علماء سے زبانی پوچھا ہے انھوں نے یہ جواب دیا ہے کہ آپ کسی قسم کا خرچ نہیں نکال سکتے اور آپکو اختیار ہے کہ زکوٰۃ وہیں اپنے باغ و کھیتی میں ادا کریں یا مارکیٹ میں فروخت ہونے کے بعد ادا کریں لیکن آپ خرچہ کسی قسم کا نہیں نکال سکتے، اب اگر زمیندار اپنی زکوٰۃ باغ و کھیتی میں ادا کرتا ہے تو اس میں زمیندار کو تو فائدہ ہے مگر فقراء و مساکین کو اس میں نقصان ہے، کیونکہ صرف فروٹ وغیرہ دینے سے فقراء و مساکین کی حاجات پوری نہیں ہوتیں بلکہ فقیر کا فائدہ تو اس میں ہے کہ اس مال کو مارکیٹ میں فروخت کر کے نقد رقم سے زکوٰۃ ادا کی جائے تا کہ انکی ضروریات و حاجات پوری ہوسکیں۔

لہٰذا گزارش ہے کہ سبزی اور پھل فروٹ کی زکوٰۃ ادا کرنے کی ایسی صورت بتائی جائے جس میں فقراء و مساکین کا بھی فائدہ ہو اور زمیندار کا فرض بھی پوری طرح ادا ہو جائے، جواب تفصیل سے اور مدلل عنایت فرمائیں، اور اس جواب کی بنیاد فتویٰ پر ہو تقویٰ پر نہ ہو کیونکہ آجکل کے پر فتن دور میں لوگ فرائض سے چشم پوشی کرتے ہیں تقویٰ تو دور کی بات ہے۔ مستفتی: موسیٰ جان کاکڑ

﴿جواب﴾ باغ اور کھیتی سے حاصل شدہ پیداوار پر جتنے اخراجات ہوتے ہیں یعنی زمین کو کاشت کے قابل بنانے سے لیکر پیداوار حاصل ہونے اور اس کو سنبھالنے تک جو اخراجات ہوتے ہیں مثلاً ہل چلانا، زمین کو جڑی بوٹیوں سے خالی کرنا، اسے ہموار کرنا، تخم ریزی کرنا، آب پاشی کرنا، کھاد ڈالنا، فروٹ کی حفاظت کیلئے سپرے وغیرہ کرنا اور مزدوروں کو کٹائی وغیرہ کی اجرت دینا، خلاصہ یہ کہ پیداوار حاصل کرنے تک تمام مراحل میں جتنے اخراجات آتے ہیں وہ فقہی اصطلاح میں "مئونۃ الزرع" کہلاتے ہیں، بلاشبہ یہ خرچہ عشر ادا کرنے سے پہلے پیداوار سے منہا نہیں کیا جائیگا بلکہ پوری پیداوار سے عشر (دسواں یا بیسواں) نکالا جائیگا۔

ولما في مجمع الأنهر: (۲۱۶/۱) وفي الشامية: (۳۲۸/۲)

قوله المئونة المثقل والمعنى بلا اخراج ما صرف له من نفقة العمال والبقر وكرى الأنهار وغيرها مما يحتاج اليه في الزرع....

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور اگر مالک اس فروٹ وغیرہ کو یہاں سے دور کسی منڈی میں لیجانا چاہے اور ابھی تک عشر نہیں نکالا گیا تھا تاکہ فروٹ زیادہ سے زیادہ قیمت پر فروخت کیا جائے جس میں فقراء کا بھی فائدہ ہے اور اس فروٹ کو یہاں سے لیکر منڈی تک پہنچانے پر کرایہ، پیکنگ وغیرہ کا خرچہ ہوجائے تو اس صورت کا کوئی صریح جزئیہ تو نہیں ملا لیکن اس کی نظیروں اور دلائل میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خرچہ پیداوار کی کل رقم سے نکالکر بعد میں عشر دیا جائے، مثلاً باغ سے حاصل شدہ فروٹ اگر اپنے مقام پر فروخت کیا جائے تو اسکی قیمت بیس (۲۰۰۰۰۰) لاکھ روپے ہیں، اور اگر اسے منڈی تک پہنچایا جائے تو اس پر مزید دس (۱۰۰۰۰۰) لاکھ روپے خرچ ہونگے لیکن منڈی میں اس فروٹ کی قیمت پچاس (۵۰۰۰۰۰) لاکھ روپے ہوگی۔

اس صورت میں مالک اگر باغ یا کھیتی میں عشر ادا کرنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ اسی باغ میں فروٹ کی جو قیمت ہے اسی میں سے عشر یعنی ایک (۱۰۰۰۰۰) لاکھ روپے ادا کریں یا عمدہ اور گھٹیا قسم کے فروٹ ملا کر اسی فروٹ کا عشر ادا کریں۔

اور اگر فروٹ کو عشر نکالے بغیر منڈی تک پہنچایا جائے تو فروٹ کی کل رقم یعنی پچاس (۵۰۰۰۰۰) لاکھ روپے سے کرایہ وغیرہ پر خرچ شدہ رقم یعنی دس (۱۰۰۰۰۰) لاکھ روپے نکال کر چالیس (۴۰۰۰۰۰) لاکھ روپے کا عشر یعنی دو (۲۰۰۰۰۰) لاکھ روپے نکالے جائینگے۔

ولما فی الفتاوی التاتارخانیه: (۲/۳۳۸)

قوله: اذا كانت الأرض عشرية فأخرجت طعاما و فی حمله الی الموضع الذی یعشر فیه مئونة فانه یحمله الیه و تكون المئونة منه.

و لما فی حاشية العلامة الشيخ شبلیؒ علی هامش تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق: (۱/۲۹۴)

قوله و فی للمرغينانی مئونة حمل العشر علی السلطان دون صاحب الأرض.

نیز شریعت نے مال عشر یا زکوٰۃ مستحقین تک پہنچانے کی اصل ذمہ داری حکومت پر عائد کی ہے نہ کہ مالک پر، کہ حکومت وقت عاملین مقرر کرے اور ارباب الأموال سے فقراء کا حق وصول کرے اور پھر فقراء تک پہنچائے۔

ولما فی بدائع الصنائع: (۲/۳۵)

قوله قال الله تعالی: انما الصدقات للفقراء و المساکین و العاملین علیها....الأية.

فقد بين الله تعالی ذلک بیانا شافیا حیث جعل للعاملین علیها حقا فلو لم یکن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

للامام ان يطالب ارباب الأموال بصدقات الأنعام في أماكنها، و كان اداؤها الى ارباب الأموال لم يكن لذكر العاملين عليها وجه، و اما السنة فان رسول الله ﷺ كان يبعث المصدقين الى احياء العرب و البلدان و الأفاق لأخذ الصدقات من الأنعام و المواشي في أماكنها و على ذلك فعل الأئمة من بعده من الخلفاء الراشدين أبي بكر و عمر و عثمان و علي رضي الله عنهم اجمعين.

اب اگر کہیں حکومتی سطح پر اس بات کا انتظام نہیں ہے اور یہ ذمہ داری مالک خود بجالاتا ہے تو کم از کم وہ خرچہ جو فقراء کے مال کو ان تک پہنچانے میں ہو وہ تو واپس لینا ان کا حق بنتا ہے۔

اور جن علماء کرام نے آپ کو باغ سے مارکیٹ تک پہنچانے کا خرچ منہا کئے بغیر عشر ادا کرنے کا فرمایا ہے، سوانہوں نے اس خرچ کو مؤنۃ الزرع میں داخل سمجھا ہے حالآنکہ یہ تو بعد کا خرچ ہے مؤنۃ الزرع کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خرچ اس میں شامل نہ ہو، کیونکہ مؤنۃ الزرع اس خرچ کو کہتے ہیں جو پیداوار کو حاصل کرنے تک کیا جائے، جیسا کہ مجمع الانھر کی عبارت بالا سے واضح ہے۔ بلکہ یہ خرچ عاملین کے خرچ کے معنی میں ہے یعنی عامل کو فقراء کے مال اَرباب الأموال سے حاصل کرنے اور پھر حکومت کے مقرر کردہ مقامات تک پہنچانے اور پھر تقسیم وغیرہ کا انتظام کرنے میں جو کچھ خرچ ہوتا تھا وہ تمام فقراء کے مال سے منہا کیا جاتا تھا، لہذا موجودہ دور میں یہ خرچہ چونکہ خود مالک کرتا ہے تو انکو اپنا خرچ شدہ مال جو فقراء کی خاطر خرچ ہوا ہے واپس لینا چاہیے۔

فقہاء حنابلہ کی عبارات میں تصریح موجود ہے کہ اگر حکومت عاملین کا انتظام نہ کرے تو اس صورت میں مالک زمین عامل کے قائم مقام ہوگا، چونکہ یہ حکم قواعد احناف کے خلاف نہیں ہے لہذا قابل استدلال ہے۔

و لما في كتاب الفروع للامام شمس الدين محمد بن مفلح: (۲/۲۳۲)

و ان لم يبعث الامام خارجا فعلى رب المال من الخرص ما يفعله الساعي ليعرف قدر الواجب قبل التصرف لأنه مستخلف فيه.

(وفي الانصاف ۳/۱۱۱ لتأليف شيخ الاسلام المحقق علاء الدين علي بن سليمان)

قوله (ويجب ان يترك في الخرص لرب المال الثلث او الربع)(فان لم يفعل فلرب المال الأكل بقدر ذلك ولا يحتسب) نص عليه. وكذا ان لم يبعث الامام ساعيا فعلى رب المال من الخرص ما يفعله الساعي ليعرف قدر الواجب قبل ان يتصرف، لانه مستخلف فيه ولو ترك الساعي شيأ من الواجب أخرجه المالك نص عليه.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ورنہ اگر منڈی تک پہنچانے کا خرچہ منہا کئے بغیر تمام حاصل شدہ قیمت فروخت سے عشر دینا لازم قرار دیا جائے جس میں مالک کا اپنی جیب سے خرچ شدہ رقم دس لاکھ (۱۰۰۰۰۰۰) روپے بھی شامل ہے تو اس صورت میں مالک سے پیداوار کے علاوہ دوسری نقد رقم کا بھی عشر لیا گیا کیونکہ یہ دس لاکھ روپے زمین سے پیداوار کا حصہ نہیں ہے، فقہاء کرام نے عاملین کا خرچہ فقراء کے حصہ سے نکالنے کی حکمت بھی یہی بتائی ہے تاکہ مالک سے پیداوار کے علاوہ مزید کچھ نہ لیا جائے کیونکہ ان کے ذمے فقط پیداوار کا عشر ہے۔ شیخ یوسف قرضاوی اپنی کتاب "فقہ الزکاۃ" میں تحریر فرماتے ہیں:

ولما فی فقه الزکاة:(۲/۵۷۹)

المصرف الثالث من مصارف الزکوة بعد الفقراء والمساکین هم العاملون علیها ویقصد بهم کل الذین یعملون فی الجهاز الاداری لشئون الزکوة من جباة یحصلونها ومن خزنة وحراس یحفظونها ومن کتبه وحاسبین یضبطون واردها ومصروفها ومن موزعین یفرقونها علی اهلها۔۔۔ کل هؤلاء جعل الله اجورهم فی مال الزکاة لئلا یؤخذ من ارباب الاموال سواها وللتنبیه علی ان تکون للزکاة حصیلة قائمة بذاتها ینفق منها علی القائمین بامرها.

لہٰذا مذکورہ صورت میں صرف چالیس لاکھ روپیہ کا عشر یعنی دو لاکھ روپیہ ادا کرنا ضروری ہے۔

واللہ اعلم بالصواب: عبدالرحمٰن ڈیروی عفی عنہ

الجواب صحیح: مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

دارالافتاء دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

۱۴۱۳ھ

﴿فصل تیار ہونے کے بعد کے خرچے نکال کر عشر ادا کیا جائے گا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تمباکو کا عشر سبز پتوں سے دینا ہوگا یا اس کی قیمت لگا کر؟ جبکہ تمباکو کو بھٹی میں پکانے پر کافی خرچہ آتا ہے اگر کوئی شخص پک جانے کے بعد عشر ادا کرنا چاہے تو بھٹی میں پکانے کا خرچہ الگ کیا جائے گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ کسی بھی فصل میں عشر اس وقت واجب ہوتا ہے جب کہ وہ تیار ہوجائے یعنی استعمال کے قابل ہوجائے اس کے بعد اس پر مزید خرچہ کرکے اس کی قیمت میں اضافہ کیا جائے یا مارکیٹ تک لانے میں جو خرچہ آئے تو اس کا عشر کیساتھ شرعاً کوئی تعلق نہیں یعنی اس خرچے کو پیداوار کی قیمت سے منہا کرنے کے بعد عشر ادا کیا جائے، البتہ پیداوار کے قابل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

استعمال ہونے تک جو خرچ آئے وہ منہا نہیں کیا جائیگا، لہٰذا بھٹی میں پکانے کے خرچ کا تعلق فصل سے نہیں ہے، ایسے خرچوں کو منہا کیا جاسکتا ہے۔

لمافی بدائع الصنائع:(۶۳/۲ طبع سعید)

فالواجب جزء من الخارج لانه عشر الخارج أو نصف عشره وذلک جزء ه الأانه واجب من حيث أنه مال لا من حيث انه جزء حتیٰ يجوز اداء قيمته عندنا.

ولمافی الشامی:(۳۲۸/۲ طبع سعید)

(قوله بلا رفع مؤن) أی يجب العشر فی الأول ونصفه فی الثانی بلا رفع أجرة العمال ونحو ذلک قال فی الفتح يعنی لا يقال بعدم وجوب العشر فی قدر الخارج الذی بمقابلة المؤنه بل يجب العشر الكل ..... فعلمنا أنه لم يعتبر شرعاً عدم عشر بعض الخارج وهو القدر المساوی للمؤنة اصلاً.

ولمافی الهندية:(۱۸۷/۱ طبع رشيديه)

ولا تحسب أجرة العمال ونفقة البقر وكری الانهار وأجرة الحافظ وغيره ذلک.

ولمافی بدائع الصنائع:(۶۲/۲ طبع سعید)

ولا يحتسب لصاحب الارض ما أنفق علی الغلة من سقیٰ أو عمارة أو أجر الحافظ أو أجر العمال أو نفقة البقر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی غفرلہ

۲۳ جمادالثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۲۹

﴿سبزیوں میں عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر لوگ سبزیوں میں عشر ادا نہیں کرتے، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عشر صرف گندم، چاول، مکئی وغیرہ میں ادا کیا جاتا ہے باقی چیزوں میں نہیں۔ براہ کرم اسکی وضاحت فرمائیں کہ سبزیوں میں بھی عشر ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عشر زمین کی ہر قسم کی پیداوار میں واجب ہے بشرطیکہ پیداوار سے آمد مقصود ہو اور کم از کم ایک صاع یا نصف صاع کی مقدار میں حاصل ہو، لہٰذا سبزیوں اور پھلوں میں بھی عشر واجب ہے۔

ولمافی التاتارخانية:(۲۲۲/۲ طبع قدیمی)

كالبقول والباذنجانات والبطيخ والقثاء وفی السغناقی "الخضروات" الفواكه كالتفاح والكمثری وغيرهما، والبقول كالكراث وعند ابی حنيفة يجب.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الشامی:(۲/۳۲۵-۳۲۶،طبع سعید)

لاتخرج حقها يوم الحصاد اى القطع بل بعد التنقية والكيل ليظهر مقدارها على انه عند ابى حنيفةؒ يجب العشر فى الخضروات.....بل لمايخرج منه وهو الخضروات، وفيها العشر كمامر قال فى البدائع للخضروات كالبقول والرطاب والخيار والبصل والثوم ونحوها اه وفى البحر ، ويجب فى العصفر الكتان وبزره لان كل واحد منهامقصودفيه.

ولمافی شرح الوقایۃ:(۱/۲۹۳،طبع امدادیہ)

واعلم أن . . .ند ابى حنيفةؒ يجب فى الخضروات صدقة يؤديها المالك الى الفقير لانه ياخذها السلطان.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد وارث خان سواتی

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۴۷۶

﴿خودروگھاس میں عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری زمین میں خود روگھاس بکثرت ہے ہم اس کی حفاظت کرتے ہیں اور دوسروں کو اس میں آنے جانے سے روکتے ہیں تو کیا اس میں عشر واجب ہے؟ مستفتی:ابوحیات سواتی

﴿جواب﴾ خودروگھاس میں اگرچہ عشر واجب نہیں لیکن جب اسکی حفاظت کرکے اسکو باقاعدہ ذریعہ آمدنی بنایا جائے تو پھر اس میں بھی عشر واجب ہے۔

لمافی العالمگیریۃ:(۱/۱۸۶،طبع رشیدیہ)

فلاعشرفى الحطب والحشيش والقصب والطرفاء والسعف لان الاراضى لاتستنمى بهذه الاشياء بل تفسدهاحتىٰ لواستنمىٰ بقوائم الخلاف والحشيش والقصب وغصون النخل اوفيهادلب اوصنوبرونحوهاوكان يقطعه ويبيعه يجب فيه العشركذافى المحيط.

ولمافی التاتارخانیۃ:(۲/۲۲۵،طبع قدیمی)

و"الحشيش" يريدبه الذى ينبت بغيرزراعة،الاترىٰ ان الرطبة حشيشة يجب فيه العشر.

ولمافی الشامی:(۲/۳۲۷،طبع سعید)

(قوله حتىٰ لواشغل ارضه بهايجب العشر)فلواستنمىٰ ارضه بقوائم الخلاف وماشبهه اوبالقصب اوالحشيش وكان يقطع ذلك ويبيعه كان فيه العشر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد وارث خان سواتی

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۵۳۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نہری زمین میں نصف عشر کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم اپنی زمینوں کو نہری پانی سے سیراب کرتے ہیں اور اس نہری پانی پر کوئی محصول نہیں آتا تو آیا ہماری ان زمینوں میں عشر (دسواں حصہ) یا نصف عشر (بیسواں حصہ) واجب ہوگا؟

﴿جواب﴾ ایسی زمینوں کی پیداوار میں سے عشر (دسواں حصہ) دینا واجب ہوگا۔

لما فی الشامی: (۳۲۶/۶ طبع سعید) (وتجب فی (مسقی سماء) ای مطر (وسیح) کنھر.

ولما فی الهدایة: (۲۱۸/۱ طبع رحمانیه)

قال ابو حنیفةؒ فی قلیل ما اخرجته الارض وکثیره العشر سواء سقی سیحا او سقتہ السماء

ولما فی البحر الرائق: (۲۲۷/۲ طبع سعید)

یجب فی عسل ارض العشر ومسقی السماء وسیح.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۱۳۸۶

﴿فارمی مکھیوں پر زکوۃ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ شہد کے فارم میں موجود شہد کی فارمی مکھیوں اور ان کے ساتھ دیگر سامان میں زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ شہد کی فارمی مکھیوں اور ان کے ساتھ موجود سامان میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ شہد میں عشر واجب ہوتا ہے البتہ اگر شہد کی کمائی کی رقم نصاب کے برابر ہو جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہوگی۔

لما فی الترمذی: (باب فی زکوۃ العسل ۸۰/۱۰ طبع فاروقی کتب خانہ ملتان)

عن ابی عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ فی العسل فی کل عشرة أزق زق.

ولما فی التنویر مع الدر: (۳۲۵/۲ طبع سعید کراچی)

(یجب) العشر (فی عسل) وان قل (ارض غیر الخراج) ولو غیر عشریة کجبل ومفازة بخلاف الخراجیة لئلا یجتمع العشر والخراج.

ولما فی الشامی: (۲۸۲/۲ طبع سعید کراچی)

(ولا فی عوامل) ــ (قوله وعلوفة) بالفتح ما یعلف من الغنم وغیرها الواحد والجمع سواء مغرب.

ولما فی الفقه الاسلامی وادلته: (۱۱۱۸/۳ طبع رشیدیه کوئٹه)

تجب الزکوة فی الابل والبقر والغنم وأوجب ابو حنیفة خلافا لصاحبیه الزکوة فی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الخيول والفتوى على قولهما انه لا زكوة في الخيل الا اذا كانت للتجارة.

ولما فيه ايضا:(۱۹۲۸/۳،طبع رشيديه كوئٹه)

لاتجب الزكوة في اعيان العمائر الاستغلاليه والمصانع السفن والطائرات وما اشبهها بل تجب في صافي غلتها عند توافر شروط النصاب وحولان الحول.

ولما في فتاوى عالمگيريه:(۱۷۹/۱،طبع رشيديه كوئٹه)

الزكوة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب كذا في الهداية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اویس غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۳۸

﴿گھر میں پھل دار درخت اور نابالغ کی زمین میں سے عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) اگر مالک زمین نابالغ ہو تو اسکی زمین کی پیداوار میں سے عشر اداء کیا جائیگا یا نہیں؟ (۲) گھر میں ایک دو درخت پھل دار ہوں تو اس پر عشر واجب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ وجوب عشر کیلئے دو شرائط فقہاء کرام نے ذکر فرمائی ہیں: (۱) زمین کا عشری ہونا۔ (۲) مالک زمین کا مسلمان ہونا، لہٰذا زمین اگر عشری ہے اور مالک اس کا مسلمان ہے خواہ وہ نابالغ ہے تو اس کی آمدنی میں سے عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

(۲) گھر کے پھل دار درخت کے پھل میں عشر اداء کرنا ضروری نہیں ہے۔

لما في الهندية:(۱۸۵/۱،طبع رشيديه)

وشرط وجوبه نوعان الاول شرط اهلية وهو الاسلام.....واما العقل والبلوغ فليسا من شرائط الوجوب حتى يجب العشر في ارض الصبي والمجنون.---والنوع الثاني شرط المحلية وهو ان تكون عشرية.

ولما في الدر مع الرد:(۳۲۶/۲،طبع سعيد)

ويؤخذ من التركة ويجب مع الدين وفي ارض صغير ومجنون ومكاتب ومأذون ووقف.

وفي الشامية: قوله (وفي ارض صغير ومجنون ومكاتب) من مدخول العلة فلا يشترط في وجوبه العقل والبلوغ والحرية.

ولما في التاتارخانية:(۲۲۹/۱،طبع قديمي)

ويؤخذ العشر من الارض العشرية اذا كان المالك مسلما صغيرا كان او كبيرا عاقلا كان او مجنونا.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الهندیة:(۱/۱۸۶طبع رشیدیه)

لو کان فی دار رجل شجرة مثمرة لا عشر فیها کذا فی شرح المجمع لابن الملک.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۰۱

﴿اجارہ پر دی گئی زمین کا عشر مستأجر کے ذمہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی زمین کسی کو اجارہ پر دی تھی، فصل میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے، پوچھنا یہ ہے کہ عشر ادا کرنا میرے ذمہ ہے؟

مستفتی: گوہر علی سواتی

﴿جواب﴾ عشر کی ادائیگی آپ کے ذمہ واجب نہیں ہے بلکہ کرایہ پر لینے والے شخص کے ذمہ ہے۔

لما فی الدر المختار:(۲/۳۳۴طبع سعید)

وقالا علی المستاجر کالمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما ناخذ.

ولما فی بدائع الصنائع:(۲/۵۶طبع سعید)

وعندهما علی المستاجر وجه قولهما ظاهر لما ذکرنا ان العشر یجب فی الخارج والخارج ملک المستاجر فکان العشر علیه کالمستعیر — والعشر یجب فی الخارج عندهما والخارج یسلم للمستاجر من غیر عوض فیجب فیه العشر.

ولما فی البحر الرائق:(۲/۲۲۷طبع سعید) وعندهما علی المستاجر کالمستعیر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۳۳۳

﴿گھر کے پھلدار درختوں اور سبزیوں میں عشر کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! ہمارے گھر میں پھلوں کے دو تین درخت ہیں اور تھوڑی سی ترکاری بھی ہم اپنے گھر میں بوتے ہیں تو کیا ان مذکورہ چیزوں میں عشر واجب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گھر میں لگے پھلدار درختوں اور سبزیوں میں عشر واجب نہیں ہے۔

لما فی الولوالجیة:(۱/۲۰۰طبع فاروقیه پشاور)

رجل فی داره شجرة مثمرة لا یجب فی ذالک عشر وان کانت البلدة عشریة بخلاف الثمار التی تکون فی الجبل والفرق: ان بقعة داره لیست بعشریة والجبل عشری.

ولما فی التاتارخانیة:(۲/۳۲۶طبع قدیمی)

ولو کان فی دار رجل شجرة وفی الینابیع: مثمرة لا یجب فی ذلک عشر وان کانت تلک

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

البلدۃ عشریۃ،وفی الخانیۃ:بخلاف ماإذاکانت فی الارض.

ولمافی العالمکیریۃ:(۱/۱۸۶،طبع رشیدیہ)

ولوکان فی دار رجل شجرۃ مثمرۃ لاعشرفیھا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمدوارث خان سواتی

۶جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۴۲۴

﴿بھوسہ میں عشرکاحکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں مفتیان عظام کہ بھوسہ میں عشر ہے یانہیں؟بینواتوجروا

﴿جواب﴾ عشرگندم میں واجب ہے بھوسہ میں نہیں اسلئے کہ کاشت سے مقصود گندم ہے بھوسہ نہیں،البتہ کوئی بھوسہ حاصل کرنے کی غرض سے ہی کاشت کرے اور بھوسہ کو باقاعدہ آمدنی کا ذریعہ بنالے تواس صورت میں بھوسہ میں بھی عشرواجب ہوگا۔

لمافی التنویرمع الدر:(۲/۳۲۷،طبع سعید)

مالایقصدبہ استغلال الارض(نحوحطب وقصب)فارسی(وحشیش)وتبن۔۔۔حتیٰ لواشغل أرضہ بھایجب العشر.

وفی الشامیۃ:(قولہ وتبن)بالباء الموحدۃقال فی الفتح غیرانہ لوفصلہ قبل انعقادالحب وجب العشرفیہ لانہ صارھوالمقصود.

ولمافی الھدایۃ:(۱/۲۰۲رحمانیہ)بخلاف السعف والتبن لان المقصودالحب والثمردونھما.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمدوارث خان سواتی

۲۳رجب المرجب ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۷۱۵

﴿نہری زمین پرعشرکاحکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقے میں اپنی مددآپ کے تحت ایک نہر بنائی گئی ہے جس سے زمینیں سیراب کی جاتی ہیں اور ہرسال اپنی مددآپ کے تحت اس نہر کی مرمت کی جاتی ہے اوراس کے ساتھ چشمے کا پانی بھی ملاہواہے،جہاں نہرکاپانی آبادی تک پہنچ جاتاہے، وہاں سے لوگ چھوٹی چھوٹی نہریں بناکراپنی اپنی زمین تک لے جاتے ہیں اور سیراب کرتے ہیں،ایسی زمین پرعشرواجب ہے یانصف عشر؟

﴿جواب﴾ صورتِ مسئولہ میں نصف عشرواجب ہے کیونکہ سائل کے کہنے کے مطابق چشمے کاپانی مغلوب ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی التنویر مع الدر:(۳۲۸/۲،طبع سعید)

ویجب نصفه فی مسقی غرب أی دلو کبیر ودالیة أی دولاب لکثرۃ المؤنة وفی کتب الشافعیة أوسقاہ بماء اشتراہ وقواعدنا لاتأباہ ولوسقیٰ سیحاً وبآلة اعتبر الغالب ولو استویا فنصفه وقیل ثلاثة أرباعه.

وفی الشامیة:(قوله وقواعدنا لاتاباہ)کذانقله الباقانی فی شرح الملتقی عن شیخه — لان العلة فی العدول عن العشر الیٰ نصفه فی مسقی غرب ودالیة هی زیادۃ الکلفة کماعلمت وهی موجودۃ فی شراء الماء.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر:۳۸۶

﴿عشر کی ادائیگی سے پہلے اخراجات نکالنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ بارے میں کہ ہماری زمینیں ہیں جن پر ہم زراعت کرتے ہیں اور زمینوں کی آبیاری بارش کے پانی سے کرتے ہیں جبکہ بیج اور اسپرے وغیرہ بیرون ملک سے منگواتے ہیں جو کافی مہنگا پڑتا ہے،اسی طرح ٹریکٹر چلوائی،مزدوروں کی مزدوری یہ سب ملا کر لاگت وخرچہ کافی زیادہ ہو جاتا ہے۔

جبکہ پیداوار اتنی بھی نہیں ہوئی کہ خرچ کردہ رقم ہی واپس مل جائے،کافی خسارہ ہوا اور مشکلات بڑھ گئی ہیں،ایسی صورت میں اگر ہم کچھ اخراجات کی رقم اس سے منہا کرلیں اور مابقیہ سے عشر ادا کردیں تو عشر ادا ہو جائیگا؟　　　　مستفتی:ابوخزیمہ میانوالی

﴿جواب﴾ مذکورہ بالا اخراجات نکالے بغیر زمین کی کل پیداوار کا عشر نکالنا واجب ہے۔

لمافی الشامی:(۳۲۸/۲،طبع سعید)

(قوله بلا رفع مؤن)ای یجب العشر فی الاول نصفه فی الثانی بلا رفع اجرۃ العمال و نفقة البقر وکری الانهار واجرۃ الحافظ ونحو ذلک.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:نعمان اقبال عفااللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۳۹۳

﴿جو درخت باقاعدہ کاشت کئے جاتے ہیں ان میں عشر ہے یا نصف عشر؟﴾

﴿سوال﴾ ہماری زمین نہری ہے جسکی آمدنی پر ہم نصف عشر ادا کرتے ہیں،اس زمین پر ہم مختلف فصلیں کاشت کرتے ہیں اور زمین کے کناروں پر سفیدے کے درخت لگاتے ہیں اور چند

سال بعد انکو فروخت کرتے ہیں جس سے کافی آمدنی حاصل ہوتی ہے، ان درختوں پر نصف عشر واجب ہے یا نہیں؟ مستفتی: وزیر زادہ حقدر قلاری چارسدہ

﴿جواب﴾ مذکورہ درختوں کی چونکہ باقاعدہ کاشت کی جاتی ہے اور ان سے مقصود زمین کی آمدن ہے، لہٰذا ان میں بھی نصف عشر واجب ہے۔

لما فی الهندیة: (۱۸۶/۱، طبع رشیدیه)

فلا عشر فی الحطب والحشیش والقصب والطرفاء والسعف لان الاراضی لاتستنمی بهذه الاشیاء بل تفسدها حتی لو استنمی بقوائم الخلاف والحشیش والقصب وغصون النخل او فیها دلب او صنوبر ونحوها وکان یقطعه ویبیعه یجب فیه العشر کذا فی المحیط.

ولما فی البدائع: (۵۸/۲، طبع سعید)

ومنها ان یکون الخارج من الارض مما یقصد بزراعته نماء الارض وتستغل الارض به عادة فلا عشر فی الحطب والحشیش ...... حتی قالوا فی الارض اتخذها مقصبة وفی شجر الخلاف التی یقطع فی کل ثلاث سنین او اربع سنین انه یجب فیها العشر لان ذلک غلة وافرة وفی الدر المختار: (۳۲۷/۲، طبع سعید)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۵ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۵۲

﴿مقروض آدمی کی زمین کے عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مقروض ہے لیکن ساتھ ساتھ زمین کی پیداوار آتی ہے کہ ان پر عشر واجب ہے، سوال یہ ہے کہ مقروض آدمی پر زمین کی پیداوار سے عشر واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: نورالحق

﴿جواب﴾ قرض عشر کے واجب ہونے سے مانع نہیں ہے عشر کا وجوب زمین کی آمدنی پر ہے اس کے لئے زکوۃ کی طرح صاحب نصاب ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا مقروض پر پیداوار کے حساب سے عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

لما فی الدر المختار: (۱۷۷/۲-۱۷۸، طبع امدادیه)

ولا یمنع الدین وجوب عشر وخراج وکفارة.

ولما فی الدر المختار: (۲۶۶/۲، طبع امدادیه) ویجب مع الدین.

ولما فی البحر الرائق: (۲۰۲/۲، طبع سعید) لان الدین لا یمنع وجوب العشر والخراج.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الھدایۃ:(۱/۲۰۱،رحمانیہ)

قال ابو حنیفۃ فی قلیل مااخرجتہ الأرض وکثیرہ العشر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۱۴جمادی الاولیٰ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۳۶۱

﴿عشر اور نصف عشر کا معیار﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ عشر (دسواں حصہ) کس زمین پر واجب ہوتا ہے اور نصف عشر (بیسواں حصہ) کس زمین پر؟ نیز اگر سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا ہر فصل پر عشر واجب ہوتا ہے؟

﴿جواب﴾ بارش اور نہری پانی (جس کا آبیانہ نہیں دینا پڑتا) سے جو کھیت سیراب ہو تو اس سے عشر (دسواں حصہ) دینا ضروری ہے اور جس کھیت کو سیراب کرنے میں خرچے یا مشقت کرنی پڑتی ہو مثلاً ٹیوب ویل یا کنویں کے پانی سے جو سیراب ہو تو اس فصل سے عشر کا آدھا یعنی بیسواں حصہ ادا کرنا ضروری ہے اور ہر وہ فصل جسکی کاشت مقصود ہو تو اس سے عشر دینا واجب ہے خواہ سال میں کئی فصلیں کاشت کی جائیں۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۳۲۸-۳۲۶،طبع سعید)

(و)تجب فی (مسقی سماء)ای مطر(وسیح)کنھر(بلاشرط نصاب)راجع للکل (و) بلاشرط (بقاء)وحولان حول......(الافیما)لایقصدبہ استغلال الارض(نحو حطب وقصب)......حتی لواشغل ارضہ بھا یجب العشر(و)یجب (نصفہ فی مسقی غرب)ای دلو کبیر(ودالیۃ)ای دولاب لکثرۃ المؤنۃ وفی کتب الشافعیۃ اوسقاہ بماء اشتراہ وقواعدنا لاتاباہ.وفی الشامی:(۲/۳۲۶،طبع سعید)

ولمافی بدائع الصنائع:(۲/ ۶۲،طبع سعید)

اما الاول فماسقی بماء السماء اوسقی سیحا ففیہ عشر کامل وماسقی بغرب اودالیۃ وسانیۃ ففیہ نصف العشر والاصل فیہ ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ماسقتہ السماء ففیہ العشر وماسقی بغرب اودالیۃ اوسانیۃ ففیہ نصف العشر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عدنان خدابخش

۶ربیع الاول۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۴۹۸

﴿رہائشی مکان کے پودوں اور درختوں میں عشر واجب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا رہائشی مکان ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جس میں ہم نے چمن لگایا ہے جس کے اردگرد پھولدار اور پھل دار پودے اور درخت وغیرہ لگائے ہیں تو کیا اس میں عشر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: سعید محمد سواتی

﴿جواب﴾ رہائشی مکان کے پھولدار اور پھل دار پودوں اور درختوں میں عشر واجب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ گھر کے تابع ہیں۔

ولمافی الشامی:(۲/ ۳۳۰، کتاب الزکاۃ، طبع سعید)

(قوله جعلت بستانا) هو أرض يحوط عليها حائط وفيها أشجار متفرقة كذا فی المعراج قيد بجعلها بستانا، لأنه لو لم يجعلها بستانا وفيها نخل تغل أكرارا لاشیء فيها بحر، وكذلك ثمر بستان الدار، لأنه تابع لها كما فی قاضیخان قهستان وفی التنوير مع الدر:(۲/ ۳۳۱، کتاب الزکاۃ، طبع سعید)

ولمافی الهندية:(۱/ ۱۸۶، ألباب السادس فی زكاة الزروع والثمار، طبع رشيديه)

ولو كان فی دار رجل شجرة مثمرة لاعشر فيها كذا فی شرح المجمع لابن الملك.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۴ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر: ۲۹۱۱

﴿فارمی مکھیوں کے شہد میں عشر واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارا شہد کی مکھیوں کا فارم ہے، سال گذرنے پر ہمیں اس سے کتنی زکوٰۃ نکالنی چاہیے؟ مستفتی: دیدار صاحب جاسل سواتی

﴿جواب﴾ شہد کی مکھیوں کے فارم سے جو شہد حاصل ہوتا ہے، اس پر زکوٰۃ نہیں بلکہ عشر واجب ہوگا کیونکہ یہ عشری زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار کے حکم میں ہے، لہٰذا ہر مرتبہ شہد نکالنے کے بعد کل مقدار کا دسواں حصہ بطور عشر واجب ہوگا۔

لمافی الدر المختار:(۳/ ۲۶۲، کتاب الزکاۃ، باب العشر، مکتبہ امدادیه)

(يجب) العشر (فی عسل) وان قل (أرض غير الخراج) ولو غير عشرية كجبل ومفازة.

ولمافی الهندية:(۱/ ۱۸۶، ألباب السادس فی زكاة الزروع والثمار، طبع رشيديه)

ويجب العشر فی العسل ان كان فی أرض العشر......"وفی جامع الجوامع" عسلت النحل مرات يؤخذ كل مرة ......"الينابيع" ان اتخذ النحل موضعا فی أرض رجل فيحصل منه عسل كثير فهو لصاحب الأرض وفيه العشر وليس عليه لأحد سبيل.

ولمافی الهداية:(۱/ ۲۱۹، کتاب الزکاۃ، باب زكاة الزروع والثمار، مكتبه رحمانيه)

وفی العسل العشر اذا أخذ من أرض العشر......ولنا قوله عليه السلام فی العسل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

العشر لأن النحل يتناول من الأنوار والثمار وفيهما العشر فكذا فيما يتولد منها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۱۹

﴿فروخت شدہ گنے میں عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقے میں گنے کی فصل زیادہ ہے اور لوگ اس سے گڑ نکالتے ہیں لیکن اکثر لوگ اسکو شوگر ملز میں فروخت کرتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ اگر گنے کی تیار فصل کو شوگر ملز میں فروخت کیا جائے تو اس صورت میں اسکی رقم سے عشر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو اس پر جو خرچہ ہوا ہے اس رقم سے اس خرچے کو نکالیں گے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ گنے کی فصل میں عشر واجب ہے، اس سے گڑ نکالا جائے یا اس کی تیار فصل فروخت کی جائے، ہر صورت میں عشر یا نصف عشر ادا کرنا واجب ہے اور کاشت کے وقت سے لیکر فصل کے تیار ہونے تک جتنے خرچے ہوئے ہیں انکو نکالے بغیر گنے کی کل مالیت سے عشر ادا کرنا واجب ہے، البتہ گڑ بنانے کی محنت چونکہ بعد میں ہوتی ہے، اس لئے یہ خرچے فصل کے خرچے شمار نہیں ہوتے مالک پر گنے یا اسکی قیمت سے عشر یا نصف عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

لما في الشامي:(۲/۳۲۷،طبع سعيد)

قوله وقصب هو كل نبات يكون ساقه أنابيب وكعوبا...واحترز بالفارسي عن قصب السكر وقصب الذريرة وهو قصب السنبل ففيها العشر وفي الهندية:(۱/۲۰۲،قديمي)

لما في الهندية(۱/۲۰۲،طبع قديمي)

ولا تحسب أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار وأجرة الحافظ وغير ذلك فيجب اخراج الواجب من جميع ما أخرجته الارض عشرا ونصفا وفي تبيين الحقائق:(۲/۱۰۱،سعيد)

ولما في فتح القدير:(۲/۲۵۱،طبع رشيديه)

اما قصب السكر وقصب الذريرة ففيهما العشر لأنه يقصد بهما استغلال الارض .... لاتحتسب فيه أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحارس وغير ذلك.

ولما في الهندية:(۱/۲۰۵،طبع قديمي)

واذاباع الارض العشرية وفيها زرع وقد ادرك مع زرعها اوباع الزرع خاصة فعشره على البائع دون المشتري.

ولما في الشامي:(۲/۳۳۳،طبع سعيد)

ولو باع الزرع قبل ادراكه فالعشر على المشتري ولو بعده فعلى البائع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عمران غفرلہ ولوالدیہ

۲۱ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۹۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿پھلوں کے درخت پر عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا امرود کا باغ تھا پھر کسی وجہ سے اسکو کاٹا، تو کیا اس لکڑی پر عشر واجب ہے یا نہیں؟ مستفتی: عبدالرحمٰن صاحب

﴿جواب﴾ عشر زمین کی اس پیداوار پر واجب ہے جو مقصودی ہو یا آمد کی غرض سے اگائی جائے، غیر مقصودی اشیاء پر عشر نہیں ہے، پھلدار درختوں میں بھی چونکہ مقصود پھل ہوتا ہے نہ کہ لکڑی اس لئے پھلوں پر تو عشر ہوگا لیکن لکڑی پر عشر واجب نہیں۔

لما فی البحر الرائق:(۲/۲۳۸،طبع سعید)

کل مالا یقصد به استغلال الارض لایجب فیه العشر مثل السعف والتبن۔۔۔وکذا لاعشر فی ماهو تابع للارض کالنخل والاشجار لانه بمنزلة جزء الارض لانه یتبعها فی البیع وفی البدائع:(۲/۵۸،طبع سعید)

ولما فی الدر المختار:(۲/۳۲۷،طبع سعید)

الا فی مایقصد بها استغلال الارض نحو حطب وقصب فارسی وحشیش وتبن وسعف وصمغ وقطران وخطمی واشنان وشجر قطن وباذنجان وبزر بطیخ وقثاء وادویة کحلبة وشونیز حتی لو اشغل الارض بها یجب العشر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی

ا ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۵۳

﴿عشر پوری فصل میں واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مختلف قسم کے مزدوروں کو ان کی اجرت فصل ہی کی ایک مخصوص مقدار کی صورت میں دیجاتی ہے مثلاً گندم کاٹنے کی اجرت، اونٹوں کے ذریعے ایک جگہ جمع کرنے کی اجرت، اسی طرح نائی جو کہ سال بھر بال کٹوانے کی خدمت انجام دیتا رہا اور لوہار جو کہ درانتی وغیرہ تیز کرتا رہا، ان سب کو اجرت تھریشر کے مرحلے سے پہلے فصل ہی میں سے دیجاتی ہے پھر تھریشر والے کو بھی انکی اجرت گندم کی صورت میں دیجاتی ہے، اسکے بعد جو کچھ بچ جاتا ہے اسکا حساب کر کے عشر نکالا جاتا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ عشر نکالنے کا مذکورہ طریقہ درست ہے یا سب کا حساب کر کے عشر نکالا جائیگا؟

﴿جواب﴾ سوال میں ذکر کردہ اجرت کی بعض صورتوں میں اگر اسی فصل میں سے اجرت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دینا طے ہو تو یہ قفیز طحان کا معاملہ ہے اس لئے ناجائز ہے، لہٰذا فصل کو اونٹوں کے ذریعہ ایک جگہ جمع کرنے کی اجرت، کاٹنے والوں کی اجرت اور تھریشر کی اجرت اس طرح طے نہ کریں کہ اسی فصل سے حاصل ہونے والے گندم سے اتنی مقدار میں گندم دیں گے بلکہ یوں طے کریں کہ اس خدمت کے بدلے میں بس اتنا گندم دیں گے، بعد میں بیشک اسی گندم میں سے دیدیں اور لوہار اور نائی کی اجرت کا معاملہ بھی اصل کے اعتبار سے تو فاسد ہے، اسلئے کہ اس میں مزدور کا کام اور پھر اسکی اجرت مجہول ہوتی ہے لیکن اگر اس علاقہ میں یہ معاملہ رائج ہے اور آپس میں ناراضگی و جھگڑے کا اندیشہ بھی نہیں ہے تو شرعاً اسکی گنجائش ہے۔

جہاں تک عشر کا معاملہ ہے تو اس میں ضابطہ یہ ہے کہ زمین سے جتنی فصل اگتی ہے ان سب میں عشر واجب ہے، نہ اس میں سے کسی کی اجرت مستثنیٰ ہو سکتی ہے نہ کوئی خرچہ، بلکہ عشر نکالنے سے پہلے نہ خود کھانے کی اجازت ہے نہ کسی کو دینے کی، اگر کھایا ہو یا کسی کو دیا ہو تو اسکا بھی حساب لگا کر عشر نکالا جائے گا۔

لما فی رد المحتار:(۹/۷۹،طبع امدایه)

(أو استاجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه أو ثورا ليطحن بره ببعض دقيقه) فسدت في الكل، لأنه استاجره بجزء من عمله، والاصل في ذلك نهيه صلى الله عليه وسلم عن قفيز الطحان، وقدمناه في بيع الوفاء، والحيلة أن يفرز الاجر أولا، أو يسمى قفيزا بلا تعيين ثم يعطيه قفيزا منه فيجوز.

ولما في البدائع:(۴/۱۷۹-۱۸۰ طبع سعيد)

منها أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوما علما يمنع من المنازعة، فان كان مجهولا ينظر ان كانت تلك الجهالة مفضية الى المنازعة تمنع صحة العقد والا فلا.

ولما في الشامي:(۲/۳۲۸ طبع سعيد)

(قوله بلا رفع مؤن) اى يجب العشر في الاول ونصفه في الثاني بلا رفع أجرة العمال ونفقة البقر وكرى الانهار وأجرة الحافظ ونحو ذلك.

ولما في الهندية:(۱/۱۸۷ طبع رشيديه)

ولا يأكل من طعام العشر حتى يؤدى عشره كذا في الظهيرية، وان أفرز العشر يحل له أكل الباقي وقال أبو حنيفة رحمه الله تعالى ما أكل من الثمرة أو أطعم غيره ضمن عشره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عباداللہ غفرلہ ولوالدیہ

۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۹۶۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿موقوفہ زمین میں عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی مدرسہ یا مسجد کیلئے جو زمین وقف کی جاتی ہے اس زمین میں عشر یا نصف عشر کا کیا حکم ہے حالانکہ وہ زمین کسی کی شخصی ملکیت میں نہیں ہوتی؟

مستفتی: محمد علی صوابی

﴿جواب﴾ وجوب عشر میں زمین کی ملکیت شرط نہیں ہے بلکہ اس زمین سے جو حاصل ہو اس حاصل شدہ کا کسی کی ملکیت میں ہونا ضروری ہے تو حاصل شدہ غلہ جسکی ملکیت میں جتنا آجائے اسکے مطابق عشر ادا کریگا چاہے مدرسے کا ذمہ دار ہو یا مسجد کا متولی ہو۔

لما فی الدر المختار: (۳۲۶/۲، طبع سعید)

ویجب مع الدین وفی ارض صغیر ومجنون ومکاتب ومأذون ووقف. (قوله وقف) افاد ان ملک الارض لیس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج لانه یجب فی الخارج لافی الارض فکان ملکه وعدمه سواء.

ولما فی الهندیة: (۲۲۴/۲، طبع رشیدیه)

ارض الوقف اذا كانت عشرية دفعها القيم مزارعة اومعاملة فعشر جميع الخارج فی نصيب الدافع وهذا علی قول ابی حنيفة رحمه الله تعالی.

ولما فی البدائع: (۵۶/۲، طبع سعید)

وكذلك ملك الارض ليس بشرط لوجوب العشر وانما الشرط ملک الخارج فيجب فی الارض التی لامالک لها وهی الاراضی الموقوفة لعموم قوله تعالی وممااخرجنالكم من الارض.

ولما فی المحیط: (۲۷۹/۳، طبع ادارة القرآن)

يؤخذ العشر من الاراضی العشرية اذا كان المالک مسلما صغيرا كان اوكبيرا عاقلا كان اومجنونا وكذلک يجب فی ارض المكاتب وفی ارض الوقف لان هذا حق مالی يجب بسبب ارض نامية فيجب علی هؤلاء كالخراج.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: احمد علی عفی عنہ

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۶۳۶

﴿اجارے اور مزارعت کی صورت میں عشر کی تفصیل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) جب مالک اپنی عشری زمین کو اجارے پر دیدے، تو اس زمین سے حاصل ہونیوالی فصل کا عشر مالک کے ذمہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

واجب ہوگا یا مستاجر کے ذمہ واجب ہوگا؟ (۲) مزارعت سے جو غلہ مزارع (کاشتکار) کے حصہ میں آئے اس کا عشر مالک زمین پر ہے یا مزارع پر؟ مستفتی: تاج محمد

﴿جواب﴾ (۱) جب مالک اپنی عشری زمین کو اجارے پر دیدے تو زمین سے حاصل ہونے والی فصل کا عشر مستاجر کے ذمہ واجب ہوگا۔ (۲) مزارعت سے جو غلہ حاصل ہو جائے مالک زمین اور کاشتکار دونوں پر اپنے اپنے حصے کی تناسب سے عشر واجب ہوگا۔

ولما فی رد المحتار: (۲/۳۳۵ طبع سعید)

والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقا وعندهما كذلك لو البذر منه ولو من العامل فعليهما وبه ظهر ان ماذكره الشارح هو قولهما اقتصر عليه لما علمت من ان المفتى على قولهما بصحة المزارعة فافهم لكن ماذكر من التفصيل يخالفه ما في البحر والمجتبى والمعراج والسراج والحقائق والظهيرية وغيرها من ان العشر على رب الارض عنده وعليهما عندهما من غير ذكر هذا التفصيل وهو الظاهر.

ولما فی البدائع: (۲/۳۳۵ طبع سعید)

المزارعة جائزة والعشر يجب في الخارج والخارج بينهما فيجب العشر عليهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:

﴿مالک زمین سے متعلق عشر کی دو صورتوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ (۱) جب مالک زمین گنے کی تیار فصل فروخت کر دے تو اس کا عشر مالک ادا کرے گا یا مشتری کو ادا کرنا ہوگا؟

(۲) مزدور فصل کی کٹائی سے جو گندم مزدوری کے عوض حاصل کرے تو اس کا عشر بھی مالک زمین کے ذمہ واجب ہے یا مزدور ادا کرے گا؟ مستفتی: تاج محمد

﴿جواب﴾ (۱) جب مالک زمین گنے کی تیار فصل فروخت کر دے تو اسکا عشر یا نصف عشر مالک زمین ادا کرے گا مشتری کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

(۲) مزدور فصل کی کٹائی سے جو گندم حاصل کر لیتا ہے اس کا عشر بھی بقیہ گندم کی طرح مالک زمین ادا کرے گا مزدور کے ذمہ اس کا عشر واجب نہیں ہے۔

لما فی الهندية: (۱/۱۸۷ طبع رشیدیہ)

واذا باع الارض العشرية وفيها زرع قد ادرك مع زرعها او باع الزرع خاصة فعشره على

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

البائع دون المشتری.

ولمافی البحر الرائق:(۲/۲۳۸،طبع سعید)

(قوله ولاترفع المؤن)ای لاتحسب اجرۃ العمال ونفقۃ البقر وکری الانہار واجرۃ الحافظ وغیر ذلک لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حکم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنۃ فلا معنی لرفعها اطلقه فشمل مافیه العشر ومافیه نصفه فیجب اخراج الواجب من جمیع ما اخرجته الارض عشرا اونصفا الاان ماتکلفه یأخذه بلا عشراونصفه ثم یخرج الواجب من الباقی کماتوهمه بعض الناس.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ والله اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ فتوی نمبر: ۱۰۱۳

﴿عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میں جو فصلیں کاشت کرتا ہوں وہ زیادہ تر سبزیوں مثلاً لہسن، پیاز، کھیرا، آلو وغیرہ اور پھلوں مثلاً تربوز، خربوزہ، شکرقندی وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہیں تو کیا ان میں بھی عشر واجب ہے؟ اگر ہے تو انہی میں سے ادا کرنا ضروری ہے یا ان کی قیمت بھی ادا کرسکتا ہوں کونسی صورت بہتر ہے؟

﴿جواب﴾ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشری زمین کی ہر مقصودی پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ کم ہو یا زیادہ غلہ ہو یا سبزی پھل ہو یا چارہ وغیرہ، البتہ خودرو اور غیر مقصودی پیداوار میں عشر نہیں ہے، اصل واجب تو پیداوار سے ہے اور قیمت تبدیل ہونے کی وجہ سے جائز ہے جبکہ بعض حالات میں قیمت دینے کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے۔

لمافی الهندیة:(۱/۱۸۶،طبع رشیدیه)

ویجب العشر عند ابی حنیفةؒ فی کل ماتخرج الارض من الحنطة والشعیر والدخن والارز واصناف الحبوب والبقول والریاحین والاوراد والرطاب وقصب السکر والزیرحو والبطیخ والقثاء والخیار والباذنجان والعصفر واشباه ذلک مما له ثمرة باقیة او غیر باقیة قل او کثر هکذا فی فتاوی قاضیخان.

ولمافی الشامی:(۲/۲۶۷،طبع امدادیه)

الافیما لایقصد به استغلال الارض(نحو حطب وقصب)...حتی لواشغل ارضه بها یجب العشر. (قوله:الافیما لایقصد...)اشار الی ان مااقتصر علیه المصنف کالکنز وغیره لیس المراد به ذاته بل لکونه من جنس مالایقصد به استغلال الارض غالبا،وان المدار علی القصد حتی لو قصد بذلک وجب العشر.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الهندية:(۱۸۱/۱،طبع رشیدیہ)

ویجوز دفع القیم فی الزکاة عندنا وکذا فی الکفارات وصدقة الفطر والعشر والنذر.

ولما فی الشامی:(۲۱۰/۲،طبع امدادیہ)

(وجاز دفع القیمة فی زکاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وکفارة غیر الاعتاق)(قوله: وجاز دفع القیمة)......ثم ان المعتبر عند محمد الانفع للفقیر من القدر والقیمة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۸۶۹

﴿عشر مالک زمین پر ہے یا مزارع پر؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر ایک آدمی دوسرے کو زمین زراعت کیلئے ٹھیکہ پر دیتا ہے تو اس صورت میں عشر کس کے ذمہ ہے یا زمین اس شرط پر دیتا ہے کہ تمام اخراجات یعنی ہل بیج کھاد وغیرہ میرے ذمہ ہیں آپ نے صرف دیکھ بھال کرنی ہے اور پانی لگانا ہے، اس پر آپکو پیداوار کا چوتھائی حصہ دونگا تو اس صورت میں عشر کس طرح ادا کیا جائے گا؟ یا خرچ وغیرہ نصف نصف ہوں اور پیداوار بھی نصف نصف ہو تو عشر کس طرح ادا کیا جائے گا؟ یا خرچ نصف نصف ہو لیکن پیداوار میں تیسرا حصہ زراعت والے کا ہو تو عشر کس کے ذمہ ہے؟

﴿جواب﴾ اول صورت میں عشر ٹھیکہ دار پر ہے اور بقیہ تمام صورتوں میں عشر دونوں پر مشترک واجب ہے یعنی ہر ایک کے پاس جتنی پیداوار ہے اس پر اس میں عشر واجب ہے۔

لما فی البحر الرائق:(۲۲۷/۲،طبع سعید)

وفی المزارعة علی قولهما العشر علیهما بالحصة وعلی قوله علی رب الارض لکن یجب فی حصته فی عینه وفی حصة المزارع یکون دینا فی ذمته.

ولما فی خلاصة الفتاوی:(۲۴۵/۱،طبع رشیدیہ)

ولو آجر ارضه العشرية کان العشر علی رب الأرض عند ابی حنیفةؒ وعندهما علی المستاجر.

ولما فی الدر مع الرد:(۲۶۸/۲،طبع امدادیہ)

وفی المزارعة ان کان البذر من رب الارض فعلیه ولو من العامل فعلیهما بالحصة.

وفی الشامية: والحاصل ان العشر عند الامام علی رب الارض مطلقا وعندهما کذالک لو البذر منه ولو من العامل فعلیهما وبه ظهر ان ماذکره الشارح هو قولهما اقتصر علیه لما علمت من ان الفتوی علی قولهما بصحة المزارعة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۸۷۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿زمین کی پیداوار سے عشر ادا کرنا مقروض کے ذمہ بھی واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حالاً قرض کی ادائیگی سے عاجز ہو، اس کے ذمہ زمین سے حاصل شدہ پیداوار کا عشر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: یعقوب جان چارسدہ

﴿جواب﴾ عشر کے وجوب کا تعلق زمین سے حاصل شدہ پیداوار کے ساتھ ہے، جس کے لئے کوئی نصاب بھی مقرر نہیں ہے، پیداوار کم حاصل ہو یا زیادہ، مالک زمین غنی ہو یا فقیر ہو، عشر بہر صورت واجب ہوتا ہے، لہٰذا یہ شخص اگرچہ مقروض ہے، تاہم عشر ادا کرنا ضروری ہے۔

لمافی الدر مع الرد:(۱۷۷/۲ طبع امدادیہ) ولا یمنع الدین وجوب عشر وخراج و کفارۃ.

وفی الشامیۃ ولا یمنع الدین وجوب عشر وخراج) برفع الدین والکلام الآن فی موانع الزکوٰۃ لکن لما کان کل من العشر والخراج زکاۃ الزروع والثمار قدیتوھم ان الدین یمنع وجوبھما نبہ علی نفعہ وذکر الکفارۃ استطرادا وھکذا فی الدرر:(۲۲۲/۲ طبع ماجدیہ) ویجب مع الدین وفی ارض صغیر (الخ) وھکذافی الخانیۃ علی ھامش الھندیۃ: (۲۵۶/۱ طبع رشیدیہ)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: عزیز الرحمٰن چارسدوی غفرلہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر: ۱۳۹۸

﴿فروخت کرنے کی نیت سے اگائے ہوئے بیج (پنیری) پر عشر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں مرچ، پیاز، ٹماٹر، بینگن وغیرہ کا بیج (پنیری) کاشت کیا جاتا ہے اور کچھ عرصہ کے بعد اسے باقاعدہ فصل حاصل کرنے کیلئے دوسرے کھیت میں منتقل کیا جاتا ہے، اس طرح کے بیج (پنیری) کچھ لوگ تو صرف اپنے لئے کاشت کرتے ہیں اور بعض لوگ فروخت کرنے کیلئے کاشت کرتے ہیں تو کیا ایسے بیج سے عشر ادا کیا جائے گا یا نہیں؟

مستفتی: شکیل احمد زیدہ صوابی

﴿جواب﴾ پنیری اپنی زمین میں کاشت کرنے کی غرض سے اگر لگائی ہے تو اس میں عشر نہیں ہے بلکہ اس سے کاشت شدہ کھیت سے جو فصل حاصل ہوگی اس میں عشر ادا کرنا لازم ہوگا، البتہ دوسروں کو فروخت کرنے کی غرض سے پنیری اگر لگائی ہے تو ایسی صورت میں پنیری ہی سے چونکہ آمد مقصود ہے اس لئے اس کی آمد میں عشر واجب ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الرد المختار: (۲/۳۲۷ طبع سعید)

قوله الا فیما لا یقصد الخ اشار الی ان ما اقتصر علیه المصنف کالکنز وغیره لیس المراد به ذاته بل لکونه من جنس ما لا یقصد به استغلال الارض غالبا وان المدار علی القصد حتی لو قصد به ذلک وجب العشر کما صرح به بعده.

ولما فی الهندیة: (۱/۱۸۶ طبع رشیدیه)

وان یکون الخارج منها ما یقصد بزراعته نماء الارض هکذا فی البحر الرائق فلا عشر فی الحطب والحشیش والقصب والطرفاء والسعف لان الاراضی لا تستنمی بهذه الاشیاء بل تفسدها حتی لو استنمی بقوائم الخلاف والحشیش والقصب وغصون النخل او فیها دلب او صنوبر ونحوها وکان یقطعه ویبیعه یجب العشر کذا فی محیط السرخسی.

ولما فی بدائع الصنائع: (۲/۵۸ طبع سعید)

وان یکون الخارج من الارض ما یقصد بزراعته نماء الارض وتستغل الارض به عادتا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۶۶۳

﴿فصل جس کی ملکیت ہو عشر بھی اس کے ذمہ واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے ایک سال کیلئے امرود کا ایک باغ زمین سمیت دو لاکھ میں ٹھیکہ پر لیا، جس سے مقصود صرف امرود ہوتا ہے لیکن پھر ہمیں بیس لاکھ کا نقصان ہوا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس باغ کا عشر ہمارے ذمہ ہے یا زمین مالک کے ذمہ ہے؟

مستفتی: مولوی ابرار بنوی

﴿جواب﴾ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جاتا ہے لہٰذا عشر آپ لوگوں کے ذمہ واجب ہے، مالک کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

لما فی الهندیة (۱/۱۸۷ طبع رشیدیه کوئٹه)

ولو آجر ارضا عشریة کان العشر علی الآجر عند ابی حنیفةؒ وعندهما علی المستأجر کذا فی الخلاصة.

لما فی الدر المختار: (۲/۳۳۴ طبع سعید)

وقالا علی المستاجر کالمستعیر مسلم وفی الحاوی وبقولهما ناخذ.

ولما فی بدائع الصنائع: (۲/۵۶ طبع سعید)

وعندهما علی المستاجر وجه قولهما ظاهر لما ذکرنا ان العشر یجب فی الخارج والخارج ملک المستاجر فکان العشر علیه کالمستعیر..... والعشر یجب فی الخارج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عندهما والخارج يسلم للمستاجر من غير عوض فيجب فيه العشر ولمافي البحر الرائق.(۲/۲۲۷،طبع سعید)

ويجب على الموجر عنده وعندهما على المستاجر كالمستعير.

واللہ اعلم بالصواب: عزیز احمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۳۲۰۶

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿کتاب الصوم وما یتعلق به﴾

﴿روزہ اور اس سے متعلقہ احکام کا بیان﴾

﴿"کل اگر گرمی نہیں ہوئی تو روزہ ہوگا" یہ کوئی نیت نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک آدمی رمضان کی قضاء کے بارے میں رات سے اس طرح نیت کرے کہ اگر کل سخت گرمی ہوگی تو میں روزہ نہیں رکھوں گا اور اگر گرمی نہیں ہوگی تو روزہ رکھوں گا تو اس کی اس نیت کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟ مثلاً دن کے بارہ بجے سے پھر اس نے پختہ ارادہ روزہ رکھنے کا کیا تو روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نیت دل کے پختہ ارادے اور قصد کا نام ہے گرمی ہوگی تو روزہ نہیں رکھوں گا اور گرمی نہ ہوگی تو روزہ ہوگا ایسی نیت کا اعتبار نہیں ہے نیت آپ کے پختہ فیصلے کے بعد شمار ہوتی ہے روزہ کیلئے فقہائے کرام نے یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ رمضان کے روزے نذر معین اور نفل روزوں کیلئے غروب آفتاب سے لیکر نصف النہار سے پہلے تک نیت کرنا جائز ہے انکے علاوہ باقی روزوں جیسے قضاء رمضان قضاء نذر معین نذر مطلق کفارات وغیرہ کیلئے نیت رات سے کرنا ضروری ہوتا ہے یعنی غروب آفتاب سے لیکر صبح صادق تک اس کے بعد نیت کرنے سے قضاء روزہ شمار نہ ہوگا بلکہ نفلی شمار ہوگا۔

لما فی الشامی ۲/۳۸۰ طبع سعید

(قوله والشرط للباقی من الصیام)ای من انواعه ای الباقی منها بعد الثلاثة المتقدمة فی المتن وهو قضاء رمضان والنذر المطلق وقضاء نذر المعین والنفل بعد افساده والکفارات السبع وما الحق بها من جزاء الصید والحلق والمتعة۔۔۔(قوله تبییت النیة) فلو نوی تلک الصیامات نهارا کان تطوعا واتمامه مستحب ولا قضاء بافطاره

لما فی الفتاوی العالمگیریة ۱/۱۹۶ طبع مکتبة رشیدیة

وشرط القضاء والکفارات ان یبیت ویعین کذا فی النهایة

ولما فی المحیط البرهانی ۳/۳۴۳ طبع ادارة القرآن

وکذلک الصوم المنذور فی وقت بعینه یجوز بنیة ما قبل انتصاف النهار یوما وجب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

في وقته من الصوم وليس له وقت معين كالقضاء، والنذور المطلقة، والكفارات لا يجوز بنية ما قبل انتصاف النهار

ولما في الاشباه والنظائر ص ۶۱

ولا بد من نية الفرض في الكفارات، ولذا قالوا ان الصوم الكفارة وقضاء رمضان يحتاج الى تبييت النية في الليل، لان الوقت صالح لصوم النفل؛

ولما في مراقي الفلاح ۲۲۲ طبع قديمی

اما القسم الذي لا يشترط فيه تعين النية وتبييتها فهو اداء رمضان النذر المعين زمانه والنفل فيصح بنية من الليل الى ما قبل النصف النهار على الاصح وعلى هذه صفحة اما القسم الثاني وهو ما يشترط له تعين النيت وتبييتها فهو قضاء رمضان وقضاء ما افسده من النفل وصوم الكفارات بانواعها والنذر المطلق.

ولما في الاشباه والنظائر ص ۲۷ طبع قديمی

واما الصوم: فلا يخلو ان يكون فرضا او نفلا فان كان فرضا فلا يخلو ان يكون اداء رمضان او غيره فان كان اداء رمضان جاز بنية متقدمة من غروب الشمس وبمقارنة وهو الاصل، وبمتاخرة عن الشروع الى ماقبل النصف النهار الشرعي تيسيرا على الصائمين، وان كان غير اداء رمضان من قضاء او نذر او كفارة، فيجوز بنية متقدمة من غروب الشمس الى طلوع الفجر، ويجوز بنية مقارنة لطلوع الفجر:

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شفقت اللہ

۸ صفر الخیر ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۹۰۳

﴿ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے اعلان نشر ہونے پر روزہ رکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ریڈیو یا ٹی وی کے ذریعے ہلال رمضان کے حوالے سے جو اعلان نشر ہوتا ہے، کیا اس سے ماہِ رمضان کے روزے رکھنا لازم ہو جاتے ہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: رحیم اللہ صاحب بگرامی

﴿جواب﴾ ہلالِ رمضان کے ثبوت کے لئے حکومت کی اجازت سے جو کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے وہ با قاعدہ رؤیتِ ہلال پر گواہوں کی جانچ پڑتال اور اس پر متفقہ طور پر فیصلہ کرنے کے بعد اعلان نشر کرتی ہے جس میں جھوٹ یا غلط خبر کا کوئی شبہ نہیں رہتا، اس لئے ریڈیو یا ٹیلی ویژن (ٹی وی) پر جو ہلالِ رمضان کا اعلان نشر ہوتا ہے، اس سے عوام الناس پر ماہِ رمضان کے روزے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رکھنا لازم ہوجاتے ہیں۔

لما فی الشامی:(۳۸۶/۲،مبحث فی صوم یوم الشک،طبع سعید کراچی)

قلت:والظاهر أنه يلزم أهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المصر لأنه علامة ظاهرة تفيد غلبة الظن،وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به واحتمال كون ذلك لغير رمضان بعيد إذلا يفعل مثل ذلك عادة في ليلة الشك الا لثبوت رمضان.

ولما فی أحكام القرآن:(۲۰۰/۱،طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية كراچی)

ولنا قول الله تعالى:"فمن شهد منكم الشهر فليصمه"وأجمع المسلمون على وجوب صوم شهر رمضان وقد ثبت أن هذا اليوم من شهر رمضان بشهادة الثقات،فوجب صومه على جميع المسلمين.ولأن شهر رمضان مابين الهلالين وقد ثبت أن هذا اليوم منه في سائر الأحكام -من حلول الدين......فيجب صيامه بالنص والاجماع.ولأن البينة العادلة شهدت برؤية الهلال فيجب الصوم كما لو تقاربت البلدان انتهى.

ولما في الهندية:(۱۹۹/۱،الباب الثانی فی رؤية الهلال،طبع رشيديه كوئٹه)

ولو شهدوا أن قاضي بلدة كذا شهد عنده اثنان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضي أن يحكم بشهادتهما لأن قضاء القاضي حجة وقد شهدوا به كذا في فتح القدير.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۷ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ | فتویٰ نمبر:۲۹۹۲

﴿صوم رمضان اور اداءِ حج کیلئے حیض روکنے والی گولیوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کے لئے اداءِ حج یا صوم رمضان کی نیت سے حیض روکنے کی گولیاں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ رمضان کے بعد اکیلے روزے رکھنا اور حج کے لئے دوبارہ جانا بسا اوقات بہت مشکل ہوتا ہے اگر جائز ہے تو کیا حیض روکنے کے یہ ایام حیض شمار ہونگے یا ایام طہر؟ اگر طہر میں سے ہے تو کیا اس عورت کیساتھ ان ایام میں جماع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی:خلیل احمد سواتی

﴿جواب﴾ عورت کے لئے حیض روکنے کی گولیاں کھانے کی گنجائش ہے لیکن چونکہ حیض فطری وطبعی عمل ہے،اسکے خلاف کرنے سے عام طور پر نقصان ہوتا ہے،اس لئے اگر کسی جگہ اشد ضرورت نہ ہو تو اس طرح کی گولیوں کے استعمال سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہیے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

حیض عورت کے رحم سے خاص وقت میں نکلنے اور ظاہر ہونے والے خون کو کہتے ہیں جبکہ مذکورہ گولیوں کے استعمال سے خون کا آنا مکمل بند ہو جاتا ہے، اس لئے جب تک باقاعدہ خون ظاہر نہ ہو ماہواری شمار نہ ہوگی، لہذا ان ایام طہر میں اگر کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو تو دیگر احکام کیطرح جماع کرنا بھی جائز اور حلال ہے، البتہ صورت مذکورہ میں روزے کے حالت میں دن میں اور ادائے حج کے دوران حالت احرام میں جماع کرنا مانع شرعی کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔

لمافی قوله تعالی:(سورة البقرة،آیت۱۸۷)

أحل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسآئكم هن لباس لكم وانتم لباس لهن.....ثم أتموا الصيام الى الليل.....الأية.

ولمافی قوله تعالی:(سورة البقرة،آیت۱۹۷)

الحج أشهر معلومت فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج.....الأية.

ولمافی الدر المختار:(۱/۲۷۵،باب الحیض،طبع امدادیه)ورکنه:بروز الدم من الرحم.

ولمافی البدائع:(۲/۷۵،كتاب الصوم،طبع سعید)

وأما الشرعي فهو الامساك عن أشياء مخصوصة وهي الأكل والشرب والجماع.

ولمافی المحیط البرهانی:(۱/۳۹۹،كتاب الطهارات،طبع ادارة القرآن)

يجب أن يعلم بأن حكم الحيض والنفاس والاستحاضة لايثبت الابخروج الدم وظهوره،وهذا ظاهر مذهب أصحابنا رحمهم الله،وعليه عامة المشائخ رحمهم الله تعالى.

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفا اللہ عنہ والله اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۱محرم الحرام ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر:۲۷۹۷

﴿اگر عذر نہ ہو تو مسافر کے لیے روزہ رکھنا افضل ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا کیا قصر نماز کی طرح ضروری ہے؟ یا اس میں اختیار ہے؟ مستفتی:محمد بابر

﴿جواب﴾ شریعت مطہرہ نے سفر شرعی کے دوران نماز قصر کرنے کو واجب قرار دیا ہے یہ نعمت خداوندی ہے، اس پر عمل ضروری ہے بصورت دیگر گنہگار ہوگا، برخلاف روزوں کے کہ ان کے متعلق شریعت نے اختیار دیا ہے اور مشقت کا اندیشہ نہ ہو تو سفر میں بھی روزہ رکھنے کو افضل قرار دیا ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی البحر: (۲/ ۲۸۲-۲۸۳ طبع سعید)

أی جاز للمسافر الفطر لان السفر لا یعری عن المشقة فجعل نفسه عذراً بخلاف المرض لانه لا یخف بالصوم فشرط کونه مفضیاً الی الحرج وانما کان الصوم أفضل ان لم یضره لقوله تعالیٰ وأن تصوموا خیر لکم ولان رمضان أفضل الوقتین فکان فیه الاداء أولی ولا یرد علینا القصر فی الصلوات فانه واجب حتی یأثم بالاتمام لان القصر هو العزیمة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عزیز چترالی

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۷

﴿وقت الافطار بعد غروب الشمس﴾

﴿ہوائی جہاز میں وقت افطار کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ سافرنا فی رمضان ورکبنا الطیارة قبیل غروب الشمس فلما ارتفعت الطیارة فی السماء وجدنا الشمس مرتفعة کأنه اول وقت الشمس فالمسئول انه هل یجب علینا الامساک الی غروب الشمس ام نعتبر غروب اهل الارض ونفطر معهم؟

﴿جواب﴾ وقت الافطار بعد غروب الشمس ولو لم یوجد الغروب فی حق من فی الطیارة فلا یحل لهم الافطار حتی تغرب الشمس باعتبارهم اذا کانوا یرون غروب الشمس.

لما فی قوله تعالیٰ: (سورة البقرة آیت ۱۸۷)

ثم اتموا الصیام الی اللیل — الآیة.

ولما فی البدائع: (۲/ ۸۳ طبع سعید)

عن ابی عبدالله بن ابی موسیٰ الضریر انه استفتی فی اهل اسکندریة ان الشمس تغرب بها ومن علی منارتها یری الشمس بعد ذلک بزمان کثیر فقال یحل لاهل البلد الفطر ولا یحل لمن علی رأس المنارة اذا کان یری غروب الشمس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد غفرلہ ولوالدیہ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۳۲

﴿کتنی عمر کے بچوں سے روزہ رکھوانا چاہیے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں ہم سحری

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے لئے اٹھتے ہیں تو چھوٹے نابالغ بچے بھی اٹھ جاتے ہیں اور روزہ رکھنے پر اصرار کرتے ہیں، اب ظاہر ہے منع بھی نہیں کر سکتے تو اس بارے میں کیا حکم ہے؟　　مستفتی: محمد عمران

﴿جواب﴾ نابالغ بچے کے روزہ رکھوانے کی کوئی عمر متعین نہیں ہے کیونکہ یہ بچے کی صحت پر منحصر ہے جن بچوں میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو ان سے روزہ رکھوانا چاہیے تاکہ ابھی سے عادت پڑ جائے، البتہ دس سال کے بچے کو روزہ رکھنے کا پابند بنانا چاہیے پھر اگر وہ روزہ مکمل نہ کر سکے تو بھی زیادہ فکر کی بات نہیں اس لئے کہ اس وقت اس کی تربیت مقصود ہے۔

لما فی الدر:(۲/۴۰۱، طبع سعید)

ویؤمر الصبی بالصوم اذا أطاقه ویضرب علیه ابن عشر کالصلاة فی الاصح.

وفی الشامیة:(قوله اذا اطاقه) یقال اطاقه وطاقه طوقا اذا قدر علیه والاسم الطاقة کما فی القاموس قال ط: وقدر بسبعین والمشاهد فی صبیان زماننا عدم اطاقتهم الصوم فی هذا السن اه. قلت: یختلف ذلک باختلاف الجسم واختلاف الوقت صیفا وشتاء والظاهر أنه یؤمر بقدر الاطاقة اذا لم یطق جمیع الشهر..... الصبی اذا افسد صومه لا یقضی لأنه یلحقه فی ذلک مشقة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد کشمیری غفرلہ

۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　فتوی نمبر: ۲۰۸۷

﴿باب ما یفسد الصوم و ما یکرہ فیه﴾

﴿روزے کے مفسدات اور مکروہات کا بیان﴾

﴿کیا ڈرپ اور انجکشن سے روزہ فاسد ہوتا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایام بیض کے روزے رکھے تھے لیکن آخری روزہ میں میری طبیعت بیماری کی وجہ سے بہت خراب ہوگئی جس کی وجہ سے ڈاکٹر نے ڈرپ اور انجکشن لگا دیے، معلوم یہ کرنا ہے کہ ڈرپ اور انجکشن کی وجہ سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ شرعی حکم بتا کر ممنون فرمائیں۔　　مستفتی: رفیع اللہ لاہوری

﴿جواب﴾ ہر اس چیز سے روزہ ٹوٹتا ہے جو منفذ اصلی کے ذریعے پیٹ یا دماغ تک پہنچ جائے، ڈرپ اور انجکشن سے دوائی چونکہ مسامات کے ذریعے رگوں میں پھیل جاتی ہے، پیٹ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تک براہِ راست نہیں پہنچتی، لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۳۹۵،طبع سعید)

(أوادهن أواكتحل أواحتجم)وان وجدطعمه فی حلقه.

وفی الشامية:(قوله وان وجدطعمه فی حلقه)ای طعم الكحل أوالدهن كمافی السراج وكذالوبزق فوجدلونه فی الأصح بحر.قال فی النهر لأن الموجودفی حلقه أثرداخل من المسام الذی هوخلل البدن والمفطر انماهوالداخل من المنافذللاتفاق علی أن من اغتسل فی ماء فوجدبرده فی باطنه أنه لايفطر.

ولما فی الهندية:(۲۰۴/۱،الباب الرابع فيمايفسدومالايفسد،طبع رشيديه كوئته)

وفی دواء الجائفة والآمة أكثر المشائخ علی أن العبرة للوصول الی الجوف والدماغ لالكونه رطباأويابساحتی اذاعلم أن اليابس وصل يفسدصومه ولوعلم أن الرطب لم يصل لم يفسدهكذافی العناية.واذالم يعلم أحدهماوكان الدواء رطباًفعندأبی حنيفةرحمه الله تعالی يفطر للوصول عادةًوقالا لالعدم العلم به فلايفطربالشك وان كان يابسافلافطر اتفاقاًهكذافی فتح القدير.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۸۸

﴿روزے کی حالت میں انسولین کا ٹیکہ لگانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں شوگر کا مریض ہوں مجھے ہر کھانا کھانے سے دس منٹ پہلے انسولین کا ٹیکہ لگانا پڑتا ہے، رمضان میں بھی میں افطاری سے پہلے یہ انجکشن لگاتا ہوں تو کیا اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ انجکشن عضلاتی ہو یا وریدی اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ انجکشن کی دواء مسامات کے ذریعہ بدن میں پھیلتی ہے اگرچہ معدہ میں بھی پہنچ جاتی ہے، براہ راست یا کسی طبعی منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں دواء پہنچے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے مثلاً ناک یا کان کے راستے سے دواء اگر معدہ میں پہنچے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن انجکشن ایسا نہیں ہے۔

لما فی التنوير مع الرد:(۲/۳۹۵،طبع سعيد)(اوادهن اواكتحل اواحتجم)

وفی الشامية:(قوله وان وجد طعمه فی حلقه)ای طعم الكحل اوالدهن كما فی السراج وكذا لوبزق فوجد لونه فی الاصح بحر قال فی النهر لان الموجود فی حلقه اثر داخل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

من المسام الذی هو خلل البدن والمفطر انما هو للداخل من المنافذ للاتفاق علی ان من اغتسل فی ماء فوجد برده فی باطنه انه لا یفطر.

ولمافی الهندیة:(۲۲۴/۱،طبع قدیمی)

وما یدخل من مسام البدن من الدهن لایفطر هکذا فی شرح المجمع ومن اغتسل فی ماء وجد برده فی باطنه لایفطره هکذا فی النهر الفائق ولواقطرشیئا من الدواء فی عینه لا یفطر صومه عندنا وان وجد طعمه فی حلقه واذا بزق فرأی اثرالکحل ولونه فی بزاقه عامة المشائخ علی انه لا یفسد صومه کذ فی الذخیرة،وهوالاصح هکذافی التبیین.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد فاروق چارسدوی

۱۲صفرالخیر۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:۲۸۳۹

﴿بعض ٹیسٹ کیوجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض میڈیکل ٹیسٹ ایسے ہوتے ہیں کہ دبر یعنی پاخانے کے راستہ میں ڈاکٹر انگلی داخل کرکے ہی ٹیسٹ کرسکتا ہے، روزہ کی حالت میں ایسے ٹیسٹ کرانے سے روزے کا کیا حکم ہوگا،روزہ ٹوٹے گا یانہیں؟اور کفارہ واجب ہوگا یانہیں؟ مستفتی:فوجی اکرام اللہ لکی مروت

﴿جواب﴾ انگلی پانی یا تیل وغیرہ سے تر ہوتو دبر میں داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائیگا،صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں۔

لمافی التاتارخانیه ج ۲۸۸/۲طبع قدیمی

وفی "الظهریة" اذاادخل الرجال اصبعه فی استه اوسراه فی فرجهالایفسد وکذالواستنجی رجل ربالغ حتی دخل الماء باطنه

لمافی الدر المختار ج۲۹۷/۲کتاب الصوم باب مایفسد الصوم (سعید)

(اوادخل اصبعه اليابسة فيه) ای دبره اوفرجهاولو مبتله فسد.

لمافی تبیین الحقائق:(۳۳۰/۱باب مایفسد الصوم)

قال فخرالدین الزیلعی:لوادخلت الصائمة اصبعهافیفرجهاودبرهالایفسدعلی المختارالاان تکون مبلولتہماء اودهن.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۱۷ربیع الاول۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۱۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سحری کے بعد جماع کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے رمضان میں سحری کھانے کے بعد یہ سمجھ کر اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کی کہ شاید ابھی وقت باقی ہے لیکن بعد میں پتہ چلا کہ طلوعِ فجر ہو چکا تھا تو کیا اس صورت میں روزہ فاسد ہوا؟ اور فساد کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا یا قضاء؟

مستفتی: ذیشان یونس

﴿جواب﴾ اگر واقعی آپ نے یہ سمجھ کر جماع کیا ہو کہ ابھی طلوعِ فجر نہیں ہوا تو اس صورت میں کفارہ نہیں ہے لیکن ایک روزہ بنیتِ قضاء لازمی ہے کیونکہ بہر صورت روزہ جاتا رہا اور آئندہ کیلئے احتیاط کریں۔

لما فی الشامی (۲/۴۰۱ طبع سعید)

ولو جامع على ظن انه بليل ثم علم انه بعد الفجر فنزع من ساعته فصومه فاسد لانه مخطئ ولا كفارة عليه لعدم قصده الافساد.

ولما فی فتح القدیر (۲/۳۶۷ طبع رشیدیه)

(او تسحر وهو يظن ان الفجر لم يطلع فاذا هو قد طلع او افطر — وعليه القضاء ولا كفارة عليه)

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی

۱۲ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ   فتویٰ نمبر: ۲۸۳۸

﴿جانور کی مخصوص جگہ کے چھونے یا ہاتھ داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ویٹرنری ڈاکٹر ہوں میری نگرانی میں اور بھی کام کرنے والے ہیں، دورانِ علاج بعض اوقات جانور کی مخصوص جگہ کو چھونے اور بعض اوقات تو ہاتھ داخل کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے، اس دوران یعنی چھونے اور داخل کرنے کے وقت بعض دفعہ کچھ ساتھی منتشر ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ نوبت انزال تک بھی پہنچ جاتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اگر یہ صورت ماہِ رمضان میں ہو تو اس سے روزے پر کوئی اثر تو نہیں پڑتا یعنی ٹوٹتا تو نہیں؟

﴿جواب﴾ صورتِ مسئولہ میں روزہ نہیں ٹوٹتا تاہم پھر بھی دورانِ علاج جانور کی مخصوص

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جگہ کے چھونے یا ہاتھ اندر کرنے کی ضرورت ہو تو عمر رسیدہ یا کم از کم شادی شدہ افراد سے ایسے کام انجام دلایا کریں۔

لما فی التنویر مع الرد:(۲/۳۹۹،طبع سعید)

(مس فرج بهيمة او قبلها فانزل...... لم يفطر) وفى الشامية:(قوله او قبلها) عطف على مس فهو فعل ماض من التقبيل (قوله فانزل) وكذا لا يفسد صومه بدون انزال بالاولى ونقل فى البحر وكذا الزيلعى وغيره الاجماع على عدم الافساد مع الانزال واستشكله فى الامداد بمسئلة الاستمناء بالكف قلت والفرق ان هناك انزالا مع مباشرة بالفرج و هنا بدونها وعلى هذا فالاصل ان الجماع المفسد للصوم هو الجماع صورة وهو ظاهر او معنى فقط...... اما الانزال بمس او تقبيل بهيمة فانه لم يوجد فيه شيء من معنى الجماع فصار كالانزال بنظر او تفكر فلذا لم يفسد الصوم اجماعاً هذا ما ظهر لى من فيض الفتاح العليم.

ولما فى الهندية:(۱/۲۰۵،طبع رشيديه)

وان مس فرج بهيمة فانزل لا يفسد صومه كذا فى السراج الوهاج.

ولما فى التاتارخانية:(۲/۲۸۱،طبع قديمى)

واما اذا قبل بهيمة او مس فرج بهيمة فانزل لا يفسد صومه بلا خلاف.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد شاکر اللہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر:۱۶۰۴

﴿روزہ دار کیلئے غسل کرنا، کلی کرنا بلا کراہت جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ روزہ دار کا شدت پیاس کی وجہ سے غسل کرنا یا کلی کرنا کیسا ہے؟ یعنی روزہ میں کراہت تو نہیں آئے گی؟ میں نے کراہت کا سنا ہے؟

﴿جواب﴾ شدت پیاس کی وجہ سے ایسا کرنا جائز ہے، اس سے روزہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا خود حضور ﷺ سے بھی ثابت ہے، البتہ کلی کرتے ہوئے مبالغہ سے پرہیز ضروری ہے، ایسا نہ ہو کہ روزہ ٹوٹ جائے۔

لما فی سنن أبی داؤد:(۱/۳۲۲-۳۲۳،طبع رحمانیه)

حدثنا عبدالله ـــ عن بعض أصحاب النبى ﷺ قال رأيت النبى ﷺ أمر الناس فى سفره عام الفتح بالفطر وقال تقووا لعدوكم وصام رسول الله ﷺ قال ابوبكر قال الذى حدثنى لقد رأيت رسول ﷺ بالعرج يصب على رأسه الماء وهو صائم من العطش أو من الحر ـــ حدثنا قتيبة بن سعيد قال..... عن ابيه لقيط بن صبرة قال قال رسول الله ﷺ بالغ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فی الا ستنشاق الاان تکون صائما.

ولما فی الدر المختار:(۲/۳۹۹مطبع امدادیه)

وکذالاتکره حجامة......ومضمضة أواستنشاق أواغتسال للتبرد عندالثانی وبه یفتی.شرنبلالیة عن البرهان.هکذا قال الشامیؒ تحته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی
۱۳ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر: ۱۷۰۹

﴿بغیر بوس وکنار کے شوہر کو انزال ہوجائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص رمضان المبارک میں روزہ کے دوران اپنی بیوی کے پاس بیٹھا ہوا اور کمزوری کی وجہ سے اسے انزال ہوجائے، پوچھنا یہ ہے کہ اسکا روزہ فاسد ہوگیا یا نہیں؟ نیز روزہ فاسد ہونیکی صورت میں کفارہ بھی واجب ہوگا یا صرف قضاء لازم ہوگی؟

مستفتی: محمد اسحاق سواتی

﴿جواب﴾ بیوی سے بوس وکنار کے نتیجہ میں انزال ہوا ہو تو صرف ایک روزہ کی قضاء واجب ہے اور اگر انزال صرف قریب بیٹھنے سے ہوا ہے، بوس وکنار وغیرہ کچھ نہیں کیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۳۶۷مطبع امدادیه)

(اوأنزل بنظر)ولو الی فرجها مرارا(أوبفکر)وان طال مجمع.....(لم یفطر)

ولما فی هامش شرح الوقایة:(۱/۳۱۲مطبع امدادیه)

واما فی الانزال بالنظر والفکر فلعدم وجود المفطر وهو الجماع لا حقیقة ولا معنی بخلاف ما اذاقبل أولمس بشهوة فأنزل فانه یفطر الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی
۵ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر: ۱۶۶۵

﴿احتلام سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا روزہ تھا اور جب دوپہر کو میں سویا تو مجھے احتلام ہوگیا تو کیا میرا روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں؟

مستفتی: عامر رحمٰن

﴿جواب﴾ احتلام ہوجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اس لیے آپ کا روزہ صحیح ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی التنویر:(۳۹۲/۲، ۳۹۶، ۴۰۰، طبع سعید)

(اذا اکل الصائم أو شرب أو جامع ----أو احتلم أو انزل بنظر ---لم یفطر)

ولما فی البنایہ:(۲۸۳/۴، طبع حقانیہ)

(فان نام فاحتلم)أی انزل(لم یفطر)باجماع الأئمة الاربعة رحمهم الله تعالى (لقوله عليه الصلوة و السلام ثلاث لا يفطرن الصيام القئ و الحجامة و الا حتلام و لانه لم توجد صورة الجماع) و هو ايلاج الفرج(و لا معناه)أی ولا معنى الجماع (و هو الانزال عن شهوة لمباشرة) يعنى بمس الرجل والمرأة.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۱۸۵/۱، طبع: قدیمی)

الغيبة لا تفسد صومه و كذا الاحتلام ---لان فساد الصوم فى الجماع عرف نصاً والجماع قضاء الشهوة بمماسة العضو العضو ولم يوجد.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب عفی عنہ

۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　فتوی نمبر: ۳۰۸۷

﴿روزے میں استمناء بالید کرنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر روزہ دار رمضان کے مہینہ میں استمناء بالید یعنی ہاتھ کے ذریعے منی کا اخراج کرے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ نیز روزہ ٹوٹ جانے کی صورت میں قضا لازم ہوگی یا کفارہ بھی؟

﴿جواب﴾ روزہ دار رمضان کے مہینہ میں استمناء بالید یعنی ہاتھ کے ذریعے منی کا اخراج کرے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، صرف قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ واجب نہیں ہوتا اور یادرکھیں یہ گناہ کا کام ہے۔

ولما فی حاشية الهداية:(۲۲۵/۱، طبع رحمانیہ)

وعامة المشائخ على ان الاستمناء مفطروقال المصنف فى التجنيس انه المختار.

ولما فی الشامی:(۳۹۹/۲، طبع سعید)

(قوله وكذاالاستمناء بالكف)اى فى كونه لايفسدلكن هذااذالم ينزل امااذاانزل فعليه القضاء

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتوی نمبر: ۱۵۲۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿غروب آفتاب سے پہلے افطاری کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب اگر کوئی شخص غلطی سے وقت داخل ہونے سے پہلے روزہ افطار کرے تو اس روزے کی صرف قضاء لازم ہوگی یا کفارہ بھی؟ مستفتی حیدر امان کوٹ

﴿جواب﴾ اگر کوئی غلطی سے غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کرلے تو اسپر صرف ایک روزے کی قضاء لازم ہے، کفارہ لازم نہیں ہے۔

لما فی الهندیة:(۱/۲۱۲ طبع قدیمی)

تسحر علیٰ ظن ان الفجر لم یطلع وهوطالع اوافطر علیٰ ظن ان الشمس قدغربت ولم تغرب قضاه ولاكفارة عليه لانه ماتعمدالافطار كذافی محیط السرخسی۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۶۸۹

﴿سونے کی حالت میں کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سونے کی حالت میں چلنا پھرنا شروع کردیتا ہوں مجھے کچھ پتہ نہیں چلتا بعض دفعہ کھانے کی چیز اگر مل جائے تو اسے بھی کھا جاتا ہوں، اور کچھ پتہ ہی نہیں چلتا بعد میں دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ تو چلا پھرا ہے یا تونے کچھ کھایا ہے۔ یہ صورت اگر رمضان کے مہینہ میں روزہ کی حالت میں پیش آئے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائیگا یا نہیں؟ مستفتی: اکرام اللہ بونیر

﴿جواب﴾ مسئولہ صورت یعنی سونے کی حالت میں کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائیگا چاہے فرض ہو یا نفل۔

لما فی الشامی:(۲/۴۰۱ طبع سعید)

(قوله اوشرب نائما)فيه ان النائم غيرمخطئ، لعدم قصده الفعل نعم صرح فی النهر بان المكره والنائم كالمخطئ، اه وليس هوكالناسی لان النائم اوذاهب العقل لم تؤكل ذبيحته وتؤكل ذبيحة من نسی التسمية بحرعن الخانية،قال الرحمتی ومعناه: ان النسيان اعتبر عذرا فی ترك التسمية بخلاف النوم والجنون، فكذايعتبر عذرا فی تناول المفطرلان النسيان غيرنادرالوقوع، وأماالذبح وتناول المفطرفی حال النوم والجنون

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لنادر فلم يلحق بالنسيان.

ولما في التاتارخانية: (۲/ ۳۷۰، طبع قديمي)

وفي "المنتقى": اذا شرب النائم فعليه القضاء، قال لم يكن هو كالناسي واشار في الفرق وقال: الاترى ان النائم أو ذاهب العقل اذا ذبح لم يؤكل ذبيحته والناسي للتسمية يؤكل ذبيحته، وهكذا في البحر: (۲/ ۲۷۲، طبع سعيد)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد شاکر اللہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۰۱

﴿عورت کو ہاتھ لگانے سے انزال ہو جائے تو روزے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ رمضان میں ایک آدمی نے اپنی بیوی کو محبت کے ساتھ ہاتھ لگایا اور جماع کے بغیر انزال ہو گیا، کیا اس پر قضاء ہے یا کفارہ؟ — مستفتی: شاکر اللہ سواتی

﴿جواب﴾ شوہر کا جسم بیوی کے جسم کے ساتھ بغیر حائل (کپڑا) کے مس ہوا ہو یا کپڑے سمیت لیکن اتنا باریک کپڑا تھا کہ جسم کی حرارت کا احساس ہو رہا تھا جس سے انزال ہو گیا تو ایسی صورت میں شوہر پر صرف اسی روزہ کی قضاء لازم ہے کوئی کفارہ واجب نہیں ہے اور مس کرتے وقت موٹا کپڑا اگر حائل تھا جس سے جسم کی حرارت کا احساس نہیں ہو رہا تھا اس کے باوجود انزال ہو گیا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

لما في الهندية: (۱/ ۲۰۲-۲۰۳، طبع رشيديه)

والمفسد على نوعين (النوع الاول ما يوجب القضاء دون الكفارة) — واذا قبل امرأته وانزل فسد صومه من غير كفارة كذا في المحيط — والمس والمباشرة والمصافحة والمعانقة كالقبلة كذا في البحر الرائق.

ولما في البحر: (۲/ ۲۷۲، طبع سعيد)

لو قبلها بشهوة فانزل فسد صومه — واللمس والمباشرة والمصافحة والمعانقة كالقبلة ولا كفارة عليه — والمراد باللمس اللمس بلا حائل فان مسها وراء الثياب فأمنى فان وجد حرارة جلدها فسد والا فلا.

ولما في حاشية الطحطاوي: (ص ۳۶۱، طبع قديمي)

(او انزل بنظر) فيه النظر لان الانزال بالمس ولو بحائل لو جد معه الحرارة مفسد.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفي خلاصة الفتاوى (۲۵۱/۱ طبع رشيديه)

ولو قبل امرأته بشهوة فامنى او مسها بشهوة فامنى فعليه القضاء دون الكفارة.

وفي التنوير مع الدر (۴۰۲/۲ طبع سعيد) (او لمس) ولو بحائل لا يمنع الحرارة.

وفي الشامية تحته (قوله ولو بحائل لا يمنع الحرارة) اقتضى ما بعده انه لو عدم الانزال لم تكن اولى بالحكم وهو وجوب القضاء — وقيد الحائل بكونه لا يمنع الحرارة فلو لمس يوجد الثياب فامنى فان وجد حرارة جلدها فسد والا فلا.

وفي شرح الوقاية (۲۱۲/۱ طبع امداديه) وقيل او لمس ان انزل قضى والا فلا.

الجواب صحیح عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی

جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۱۲۷

﴿روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ روزہ کی حالت میں دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا جائے تو روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر فاسد ہوتا ہے تو روزہ کی قضاء ہے یا کفارہ؟

﴿جواب﴾ خون تھوک سے مقدار میں کم ہو اور تھوک کا غلبہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا لیکن اگر خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو جس سے پیٹ میں جانے کا یقین ہو تو روزہ فاسد ہوگا اور اگر خون تھوک سے زیادہ ہو یا برابر ہو تب بھی روزہ فاسد ہوگا اور اس صورت میں صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

وفي الهندية (۲۰۳/۱ طبع رشيديه)

الدم الخارج من الاسنان يدخل حلقه ان كانت الغلبة للبزاق لا يضره وان كانت الغلبة للدم يفسد صومه وان كان سواء افسد استحسانا.

وفي الدر المختار (۳۹۶/۲ طبع سعيد)

(او خرج الدم من بين اسنانه ودخل حلقه) يعني ولم يصل الى جوفه اما اذا وصل فان غلب الدم او تساويا فسد والا لا الا اذا وجد طعمه بزازيه.

الجواب صحیح عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۹۲

﴿روزہ دار کیلئے دوسری چیز کے ذائقہ والی مسواک کا استعمال﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ایک مسواک ملتی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے جسمیں ذائقہ ڈالا جاتا ہے مثلاً الائچی، دارچینی کا، پوچھنا یہ ہے کہ اس مسواک کو روزے کی حالت میں استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: فیاض الدین

﴿جواب﴾ جس مسواک میں الائچی، دارچینی وغیرہ کا ذائقہ ملایا گیا ہو تازہ مسواک کی طرح اصلی اور ذاتی ذائقہ اس کا نہ ہو تو ایسی مسواک روزے کی حالت میں استعمال کرنا مکروہ ہے خصوصاً جبکہ فرض روزہ ہو۔

لما فی فتح القدیر: (۲/۳۲۸-۳۲۹ طبع رشیدیہ)

(ومن ذاق شيئا بفمه لم يفطر) لعدم الفطر صورة ومعنى (ويكره له ذلك) لما فيه من تعريض الصوم على الفساد (قوله ويكره له ذلك) قيده الحلواني بما اذا كان في الفرض اما في النفل فلا لانه يباح الفطر فيه بعذر وبلا عذر في رواية الحسن عن ابي حنيفة وابي يوسف ايضا فالذوق اولى بعدم الكراهة لانه ليس بافطار بل يحتمل ان يصير اياه.

ولما في الدر المختار: (۲/۴۱۶ طبع سعيد)

(وكره) له (ذوق شيء و) كذا (مضغه بلا عذر) ..... الخ.

وفي الشامية: وكره له ذوق شئى قوله وكره الظاهر ان الكراهة في هذه الاشياء تنزيهية.

ولما في منحة الخالق على البحر: (۲/۲۸۰ طبع سعيد)

قال صاحب المنحة: (قوله وفيه بحث الخ) قال في النهر يمكن ان يقال انما لم يكره في النفل وكره في الفرض اظهار التفاوت المرتبتين.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ریاض الرحمن کوہاٹی

۱/۱/۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۰۷۶

﴿صبح صادق کے بعد پان کی سرخی کو تھوک کے ساتھ نگل لیا تو روزے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے صبح صادق سے پہلے پان کھایا اور منہ کو اچھی طرح دھولیا لیکن صبح صادق ہونے کے بعد منہ میں پان کی سرخی اسکو دکھائی دی تو کیا اس صورت میں تھوک نگلنے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: جاوید خان

﴿جواب﴾ کلی کر کے منہ کو اچھی طرح دھونے کے بعد بھی منہ میں پان کی سرخی اگر باقی رہے تو اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، تھوک نگلنے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی التنویر مع الدر:(۳۹۶/۲،طبع سعید)

(اوبقی بلل فی فیه بعدالمضمضة وابتلعه مع الریق)کطعم ادویة ومص اهلیلج.

وفی الشامیة:(قوله اوبقی بلل فی فیه بعدالمضمضة)جعله فی الفتح والبدائع شبیه دخول الدخان والغبار ومقتضاه ان العلة فیه عدم امکان التحرز عنه،وینبغی اشتراط البصق بعدمج الماء لاختلاط الماء بالبصاق فلا یخرج بمجرد المج نعم لایشترط المبالغة فی البصق لان الباقی بعده مجرد بلل ورطوبة لایمکن التحرز عنه.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عبدالرزاق

۲۶ر جب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۷۲۵

﴿غیر اختیاری طور پر دھواں یا مکھی حلق میں جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾

﴿سوال﴾ اگر روزے کی حالت میں غیر اختیاری طور پر اگربتی کا دھواں یا کوئی مکھی گلے میں چلی جائے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی مکھی یا اگربتی کا دھواں غیر اختیاری طور پر حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں اگر جان بوجھ کر دھواں گلے میں داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳۹۵/۲،طبع سعید)

(أودخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) ولوذاکرا استحسانالعدم امکان التحرز عنه، ومفاده أنه لوأدخل حلقه الدخان أفطر أی دخان کان ولوعودا أوعنبرا لو ذاکرا لامکان التحرز عنه فلیتنبه له کمابسطه الشرنبلالی.

وفی الشامیة:(قوله استحسانا)وفی القیاس یفسدأی بدخول الذباب لوصول المفطرالی جوفه وان کان لایتغذی به کالتراب والحصادفأشبه الغبار والدخان لدخولهمامن الانف اذا أطبق الفم کمافی الفتح وهذا یفیدأنه اذاوجدبدامن تعاطی مایدخل غباره فی حلقه أفسد لو فعل شرنبلالیه(قوله ومفاده)أی مفادقوله دخل ای بنفسه بلاصنع منه.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم :شاہد اسحاق عفااللہ عنہ

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۲۱۷

﴿سحری کے بعد منہ میں کھانے کے باقی ذرات کا حکم﴾

﴿سوال﴾ (۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ سحری کھانے کے بعد کھانے کے کچھ ذرات منہ اور دانتوں کے بیچ میں باقی تھے کہ سحری کا وقت ختم ہو گیا بعد میں ان ذرات کو نگل لیا تو کیا اس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صورت میں روزہ ٹوٹ گیا؟ ٹوٹنے کی صورت میں صرف قضاء ہے یا کفارہ بھی؟

(۲) ایک شخص روزے کی حالت میں غسل کر رہا تھا کہ غلطی سے کچھ پانی منہ کے اندر چلا گیا اس صورت میں روزے کی قضا لازم ہے یا کفارہ؟ مستفتی: محمد طاہر

﴿جواب﴾ (۱) مذکورہ صورت میں منہ اور دانتوں کے بیچ میں باقی ماندہ کھانے کے ذرات اگر چنے کے دانے کے برابر یا اس سے زیادہ ہوں تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضاء اور کفارے کے متعلق فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، اصح یہی ہے کہ صرف قضا لازم ہے کفارہ نہیں۔

لما فی الهندية: (۲۰۲/۱ طبع رشيديه)

وان أكل ما بين أسنانه لم يفسد ان كان قليلا وان كان كثيرا يفسد والحمصة وما فوقها كثير وما دونها قليل وان أخرجه وأخذه بيده ثم أكل ينبغي أن يفسد كذا في الكافي وفي الكفارة أقاويل قال الفقيه رحمه الله تعالىٰ والاصح أنه لاتجب الكفارة كذا في الخلاصة.

(۲) روزے کی حالت میں غسل کرنے والے شخص کے منہ میں پانی جانے کے وقت اس کو اگر اپنا روزہ یاد تھا تو روزہ ٹوٹ گیا اور قضاء لازم ہے لیکن اگر اس کو روزہ یاد نہ تھا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹا۔

ولما فی الهندية: (۲۰۲/۱ طبع رشيديه)

وان تمضمض أو استنشق فدخل الماء جوفه ان كان ذاكرا لصومه فسد صومه وعليه القضاء وان لم يكن ذاكرا لا يفسد صومه---لانه بمنزلة المخطئ وكذا اذا اغتسل فدخل الماء حلقه.

ولما فی الخانية: (۱۸۶/۱ طبع قديمي)

تمضمض حتى دخل الماء حلقه، ان زاد في المضمضة على الثلاث ووصل الماء جوفه فسد صومه وقال ابن أبي ليلىٰ رحمه الله تعالىٰ ان توضأ للصلوٰة المكتوبة لم يفسد صومه وان توضأ للتطوع فسد صومه وقال بعضهم لا يفسد فيهما وعن الحسن وهو قول أصحابنا رحمهم الله تعالىٰ ان كان ذاكرا صومه فسد صومه وان كان ناسيا لاشئ عليه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عزیز فیض آبادی

۲ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۷

﴿روزہ دار کے لیے استنجاء میں احتیاط کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک بات جو عوام میں مشہور ہے کہ روزہ دار کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لئے استنجاء میں مبالغہ نہیں کرنا چاہیئے یہ کہاں تک درست ہے؟ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

مستفتی: مختار احمد

﴿جواب﴾ روزہ دار کو احتیاط کرنی چاہیے، البتہ روزے کا اس سے ٹوٹنا بعید ہے کیونکہ مخرج سے پانی جب تک موضع حقنہ تک نہ پہنچ جائے، روزہ نہیں ٹوٹے گا، استنجاء میں پانی موضع حقنہ تک نہیں پہنچتا ہے۔

لما فی الهندية: (۲۰۲/۱، طبع رشیدیه)

والصائم اذا استقصى في الاستنجاء حتى بلغ الماء مبلغ الحقنة يفسد صومه هكذا في البحر.

ولما في البحر: (۲۷۹/۲، طبع سعيد)

وذكر الولوالجي أن الصائم اذا استقصى في الاستنجاء حتى بلغ مبلغ الحقنة فهذا أقل مايكون ولوكان يفسد صومه والاستقصاء لايفعل لانه يورث داء عظيماً.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۵

﴿بطور غذا استعمال نہ ہونے والی اشیاء کے نگلنے سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک شخص سکہ (چونی) منہ میں رکھ کر کھیل رہا تھا کہ اچانک پیٹ میں چلا گیا تو اس شخص کا روزہ ٹوٹ گیا؟ اس پر صرف قضاء ہے یا کفارہ؟

﴿جواب﴾ وہ چیزیں جو نہ غذاء استعمال ہوتی ہوں اور نہ دواء مثلاً پتھر، لکڑی، مٹی وغیرہ ان کے نگلنے کی صورت میں روزہ تو ٹوٹ جائے گا لیکن کفارہ نہیں آئے گا محض قضا لازم ہوگی۔

لما فی الهندية: (۲۰۲/۱، طبع رشیدیه)

واذا ابتلع مالا يتغذى به ولا يتداوى به عادة كالحجر والتراب لايوجب الكفارة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد عزیز چترالی

۳ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۶

﴿سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے سننے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں آیا ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، کیا ان حضرات کی یہ بات صحیح ہے؟

﴿جواب﴾ سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا یہ بات غلط مشہور ہے۔

لما فی التاتارخانیۃ:(۲/۲۷۷،طبع قدیمی)

واما اذا اکتحل او اقطر بشیء من الدواء فی عینہ لا یفسد الصوم عندنا وان وجد طعم ذلک فی حلقہ.

ولما فی الجوہرۃ النیرۃ(ص۱۷۹،طبع میر محمد)

(قولہ او احتجم او اکتحل)سواء وجد طعم الکحل او لا فانہ لا یفطر.

ولما فی الدر المختار:(۲/۳۹۵،طبع سعید)

(او ادھن او اکتحل او احتجم)وان وجد طعمہ فی حلقہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد

۳/رجب ۱۴۲۸ھ | فتویٰ نمبر: ۱۰۹۰

﴿روزہ دار کی آنکھ، کان اور ناک میں دوائی ڈالنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کی آنکھ، کان یا ناک میں تکلیف ہو اور وہ روزہ کی حالت میں آنکھ، کان اور ناک میں دوا ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں؟
مستفتی: جواد علی

﴿جواب﴾ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔

لما فی الھندیۃ:(۱/۲۰۳،فیما یفسد وما لا یفسد،طبع رشیدیۃ)

ولو أقطر شیئا من الدواء فی عینہ لا یفطر صومہ عندنا وان وجد طعمہ فی حلقہ.

ولما فی الشامی:(۱/۳۹۵،باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد،طبع سعید)

(قولہ وان وجد طعمہ فی حلقہ)أی طعم الکحل أو الدھن کما فی السراج وکذا لو بزق فوجد لونہ فی الاصح بحر۔۔۔الخ.

البتہ کان اور ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔

لما فی المحیط البرھانی:(۳/۳۷۷،فیما یفسد الصوم۔طبع دار القرآن)

واذا (استعط)،أو اقطر فی اذن،فان کان شیئا یتعلق بہ صلاح البدن نحو الدھن، والدواء،یفسد صومہ من غیر کفارۃ،وان کان شیئا لا یتعلق بہ صلاح البدن کالماء،قال مشایخنا:ینبغی ان لا یفسد صومہ،الا ان محمدا رحمہ اللہ تعالی لم یفصل بین ما

یتعلق صلاح البدن وبین ما لا یتعلق۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
یکم ربیع الثانی ١٤٣٢ھ

واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب غفی عنہ
فتویٰ نمبر: ٢٠٩٣

﴿رمضان المبارک میں بغیر شہوت منی نکلنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ اگر رمضان میں روزے کی حالت میں بغیر شہوت اور بغیر جماع کے منی نکل جائے تو اس صورت میں روزے کا کیا حکم ہے؟ نیز مسوڑھوں سے جو خون نکلتا ہے اس کے نکلنے سے روزہ فاسد ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: نور حسین

﴿جواب﴾ روزہ کی حالت میں اگر از خود منی خارج ہو جائے یعنی بغیر جماع یا بغیر کسی اختیاری فعل کے تو اس صورت میں روزے کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی البحر الرائق: (٢/ ٢٧٢، طبع سعید)

(او احتلم او انزل بنظر) ای لا یفطر لحدیث السنن لا یفطر من قاء ولا من احتلم ولا من احتجم ولانہ لم یوجد الجماع صورۃ لعدم الایلاج حقیقۃ ولا معنی لعدم الانزال عن شہوۃ المباشرۃ.

دانتوں اور مسوڑھوں سے نکلنے والے خون میں قدرے تفصیل ہے اگر نکلے ہوئے خون میں تھوک غالب تھا تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر خون غالب تھا تو روزہ فاسد ہوگا اور قضاء لازم ہوگی لیکن اگر دونوں مساوی تھے تو پھر بھی احتیاط اسی میں ہے کہ روزے کی قضاء کرے۔

لما فی الولوالجیۃ: (١/ ٢١٧، طبع فاروقیہ)

الدم اذا خرج من الاسنان ودخل الحلق ان کانت الغلبۃ للبزاق لا یفسد صومہ لانہ للغالب حکم الکل وان کانت الغلبۃ للدم یفسد صومہ لما ذکرنا وان کانا علی السواء یلزمہ القضاء استحسانا ترجیحا للسواد احتیاطا.

ولما فی الھندیۃ: (١/ ٢٠٣، طبع رشیدیہ)

الدم اذا خرج من الاسنان ودخل حلقہ ان کانت الغلبۃ للبزاق لا یضرہ وان کانت الغلبۃ للدم یفسد صومہ وان کانا سواء افسد ایضا استحسانا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
٧ ربیع الثانی ١٤٢٨ھ

واللہ اعلم: راحت اللہ عفا اللہ عنہ
فتویٰ نمبر: ٧٤٣

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿داڑھی کا بال منہ میں لینے کے بعد دوبارہ لعاب نگلنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان کے مہینے میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جانا ہوا، جماعت میں ہمارے ایک ساتھی داڑھی کے بال منہ میں لئے ہوئے تھے، ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ اگر داڑھی کے بال منہ سے نکال کر دوبارہ منہ میں داخل کروگے تو تمہارا روزہ ٹوٹ جائیگا، یہ مسئلہ کس حد تک درست ہے وضاحت فرمائیں؟

﴿جواب﴾ داڑھی مبارک کو منہ میں لینا خلاف وضع عمل ہے، اس سے بچنا چاہیے اور مولوی صاحب نے جو مسئلہ بیان کیا ہے، یہ اس صورت پر محمول ہے کہ منہ میں بال ڈالنے سے لعاب لگے اور دوبارہ منہ میں ڈالدے اور وہ لعاب نگل جائے تو اس سے روزہ واقعی ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے کہ لعاب منہ میں ہوتے ہوئے نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن نکالنے کے بعد دوبارہ منہ میں ڈال کر نگلنے سے بلاشبہ روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

لما فی الشامی:(۲/۴۰۰طبع سعید)

وكذالو فتل الخيط ببزاقه مرارايعني اذااراد فتل الخيط وبله ببزاقه وأدخله فى فمه مرارا لا يفسد صومه وان بقى فى الخيط عقدالبزاق وفى النظم للزندويستى انه يفسد كذافى القنيه،وحكى الأول فى الظهيرية عن شمس الأئمة الحلوانى ثم قال:وذكر الزندويستى اذا فتل السلكة و بلها بريقه ثم أمرها ثانيا فى فمه ثم ابتلع ذلك البزاق فسدصومه ثم لا يخفىٰ ان المحكىٰ عن شمس الأئمة مقيد بما اذا بتلع البزاق و الافلا فائدة فى التنبيه على انه لايفسد صومه فهو محمول على ما صرح به فى النظم فكان مراد صاحب الظهيرية ان ذلك المطلق محمول على هذا المقيدفهمامسألة واحدة خلافا لما استظهره فى شرح الوهبانية من انهما مسألتان بحمل الأولىٰ على ما اذا لم يبتلع البزاق والثانية على ما اذا ابتلعه اذ لا يبقىٰ خلاف حينئذ اصلا كما لايخفىٰ وهو خلاف المفهوم من القنية والظهيرية.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زکی

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۱۰۵

﴿رمضان کے روزہ میں بیوی کے ساتھ کپڑے سمیت جماع کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص رمضان المبارک میں روزہ کی حالت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں بیوی کیساتھ کپڑے سمیت جماع کرلے تو اس صورت میں صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی یا کفارہ بھی لازم ہوگا؟
مستفتی: اکرام اللہ اورکزئی

﴿جواب﴾ روزہ کی حالت میں بیوی کیساتھ جماع کرنا روزہ کے منافی ہے اور حرمت رمضان کی وجہ سے اسکی شناعت اور بڑھ جاتی ہے اسلئے رمضان کے ایام میں اپنے بیوی کیساتھ قصداً جماع کرنے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوجاتے ہیں، البتہ مذکورہ صورت میں کپڑا حرارت جسم کیلئے اگر مانع تھا تو صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا اور اگر کپڑا حرارت جسم کیلئے مانع نہیں تھا تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

لمافی الخلاصة:(۲۵۹/۱،طبع رشیدیه)

الصائم اذا جامع امرأته متعمدا فی نهار رمضان فعلیه للقضاء والکفارة اذا توارت الحشفة انزل اولم ینزل وعلی المرأة مثل ما علی الرجل ان کانت مطاوعة.

ولمافی الهندیة:(۲۰۴/۱،طبع رشیدیه)

ولومس الامرأة وراء ثیابها فامنی فان وجد حرارة جلدها فسد والا فلا کذافی معراج الهدایة.

ولمافی الاشباه والنظائر:(ص۳۲۷،طبع قدیمی)

لافرق فی الایلاج بین ان یکون بحائل اولا لکن بشرط ان تصل الحرارة معه هکذا ذکروه فی التحلیل، فتجری فی سائر الابواب.

ولمافی البحر الرائق:(۲۷۲/۲،طبع سعید)

والمراد باللمس اللمس بلا حائل فان مسها وراء الثیاب فامنیٰ فان وجد حرارة جلدها فسد والا فلا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۸۶۲

﴿دانت نکالتے وقت نکلنے والے خون کے روزہ پر اثرات﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تکلیف کی وجہ سے روزہ دار کے لئے دانت نکلوانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر دانت نکالتے وقت یا بعد میں خون آئے تو اس سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے یا نہیں؟
مستفتی: حبیب اللہ

﴿جواب﴾ روزہ کی حالت میں دانت نکلوانا کوئی منع نہیں ہے اور خون نکلنے سے روزہ پر کوئی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اثر نہیں پڑتا، البتہ خون نکل جائے یا دانت سن کرنے کے لیے انجکشن کی دواء یا کوئی اور چیز نکل جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور غالب یہی ہے کہ دانت نکلوانے کی صورت میں خون وغیرہ نکلا ہی جاتا ہے، اس لئے روزہ کی حالت میں دانت نکلوانے سے منع کیا جاتا ہے بہت مجبوری ہو تو نکلوا کر بعد میں کم از کم ایک روزہ قضاء کرے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۳۹۶/۲،طبع سعید)

(أوخرج الدم من بين أسنانه ودخل حلقه) يعنى ولم يصل الىٰ جوفه أما اذا وصل فان غلب الدم أو تساويا فسد والّا لا.

وفى الشامية:من قلع ضرسه فى رمضان ودخل الدم الىٰ جوفه فى النهار ولونائما فيجب عليه القضاء الاأن يفرق بعدم امكان التحرز عنه فيكون كالقئ الذى عاد بنفسه.

ولمافى الهندية:(۲۰۳/۱،طبع رشيديه)

الدم اذاخرج من الاسنان ودخل حلقه ان كانت الغلبة للبزاق لايضره وان كانت الغلبة للدم يفسد صومه وان كانا سواء أفسد أيضاً استحساناً.

ولمافى البحر الرائق:(۲۷۳/۲،طبع سعيد)

وفى الولوالجية الدم اذاخرج من الاسنان ودخل الحلق ان كانت الغلبة للبزاق لايفسد صومه وان كانت للدم فسد وكذاان استويا احتياطاً.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۲۸ جمادالاولیٰ ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر: ۲۲۳۶

﴿پیٹ میں بندوق کی گولی لگنے سے روزے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر روزے کی حالت میں کسی کے پیٹ میں بندوق کی گولی لگ جائے تو اس سے اسکا روزہ خراب ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ بندوق کی گولی اگر پیٹ میں لگی اور نکل گئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، البتہ اگر گولی پیٹ میں ہی رہ گئی تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔

لمافی خلاصۃ الفتاوىٰ:(۲۵۳/۱،طبع رشيديه)

ولوطعن برمح فوصل الىٰ جوفه ثم نزعه لايفسد صومه ولوبقىٰ الرمح فى جوفه اختلف المشايخ والصحيح انه لايفسد صومه هٰذافى نسخة الامام فخرالدين وفى التجريد يفسد.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی المبسوط:(۹۸/۳،طبع دار المعرفة،بیروت)

ولو طعن برمح حتیٰ وصل الیٰ جوفه لم یفطره لان کون الرمح بیدالطاعن یمنع وصوله الیٰ باطنه حکماً،فان بقی الزج فی جوفه فسد صومه.

ولما فی الهندیة:(۲۰۴/۱،طبع رشیدیه)

ولو طعن برمح أو اصابه سهم وبقی فی جوفه فسد وان بقی طرفه خارجاً لایفسد.

ولما فی التجنیس والمزید:(۳۸۲/۲،طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة)

ولو طعن الصائم برمح وعلیه سنانه فأخرجه وبقی الزج فی جوفه فطره،لأنه وصل الفطر الیٰ جوفه وان أخرجه مع الزج لایفطره.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ

ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۰۱۱

﴿فصل فی صوم النفل والنذر﴾

﴿نفلی اور نذر کے روزوں کا بیان﴾

﴿نذر کے روزوں سے عاجز آنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں ساری عمر روزے رکھوں گا اور اس کا وہ کام ہوگیا اور پھر کسی بیماری کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکتا ہو تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی:توفیق اللہ چارسدہ

﴿جواب﴾ نذر کو پورا کرنا واجب ہے بشرطیکہ کسی گناہ کی نذر نہ ہو،لہٰذا مذکورہ صورت میں جب اس آدمی نے یہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں ساری عمر روزے رکھوں گا اور پھر وہ کام ہوگیا تو اس آدمی پر اس نذر کو پورا کرنا یعنی روزے رکھنا واجب ہے لیکن یہ آدمی چونکہ روزے رکھنے پر قادر نہیں رہا تو اب اس کے ذمہ فدیہ دینا ضروری ہے بشرطیکہ مالدار ہو یعنی ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ دیدے،البتہ عید الفطر کا ایک روزہ،عید الاضحیٰ کے موقع پر ایام تشریق کے چار روزے واجب نہیں ہیں اور اگر نادار ہے یعنی فدیہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو استغفار کرتا رہے اللہ معاف فرمانے والا ہے۔

لما فی الدر المختار:(۴۲۸/۲،طبع سعید)

نذر صوم رجب......أو صوم الأبد فضعف لاشتغاله بالمعیشة أفطر وکفر لحلوله وکفر أی فدی.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الشامی :(۲/۴۲۱،طبع سعید)

لو نذر صوم الأبد فأكل لعذر فدى،قوله لعذر وكذالدونه،قوله فدى أى لكل يوم نصف صاع من برأو صاعا من شعير وان لم يقدر استغفر الله.

ولمافی الهندية:(۱/۲۳۰طبع قديمی)

ولو أخر القضاء حتى صار شيخافانياأوكان النذر بصيام الأبدفعجزلذلك......فله أن يفطرويطعم لكل يوم مسكيناعلى ماتقدم وان لم يقدرعلى ذلك لعسرته يستغفرالله انه هوالغفورالرحيم.

ولمافی التاتارخانية:(۲/۲۰۷،طبع قديمی)

واذاقال لله على صوم الابد يفطر ايام العيد ويطعم عن كل يوم مسكينا نصف صاع من حنطة،هشام عن محمد فيمن جعل على نفسه صوم الابد فأفطر يوم العيد ويوم الاضحى لايطعم عن هذه الايام فى حياته وعليه أن يطعم ......اذاقال لله على ان أصوم ابدا فضعف عن الصوم ......كان له ان يفطر ويطعم لكل يوم نصف صاع من الحنطة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :محمد عمران غفرلہ ولوالدیہ

۲۸صفرالخیر۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر :۲۹۳۵

﴿شوال کے چھ روزوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے متعلق کہ شوال کے چھ روزے کب رکھنے چاہیے مسلسل چھ دن رکھنا ضروری ہے یا متفرق بھی رکھ سکتے ہیں؟

﴿جواب﴾ شوال کے یہ چھ روزے ماہ شوال میں کسی بھی وقت رکھے جاسکتے ہیں،متفرق طور پر رکھنا مستحب ہے لیکن اگر کسی نے مسلسل رکھ لئے تب بھی درست ہے مکروہ نہیں۔

لمافی التنویرمع الدر:(۲/۴۳۵،طبع سعید)

(وندب تفريق صوم الست من شوال) ولا يكره التتابع على المختار خلافاً للثانى حاوى والاتباع المكروه أن يصوم الفطر وخمسةً بعده.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم :محمد عزیز چترالی

۱۴جمادی الاولیٰ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر :۳۰۸

﴿نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں،کہ ۹ ذی الحجہ کا روزہ رکھنا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کیسا ہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا رکھنا صحیح نہیں ہیں، برائے کرم شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ مستفتی: عبداللہ

﴿جواب﴾ نویں ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن روزہ رکھنا حاجیوں کے علاوہ عام لوگوں کیلئے ایک بہترین عمل ہے، اور بہت سارے احادیث میں انکے فضائل آئے ہیں، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ نویں ذی الحجہ کے روزہ رکھنے سے پچھلے اور آنے والے دونوں سالوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں، کہ اس دن کا روزہ رکھنا عام لوگوں کیلئے صحیح نہیں ہیں، انکی بات غلط ہے، حاجی لوگوں کے لیے جو حکم ہے اس کو یہ لوگ عام قرار دے رہے ہیں گویا ان کو اشتباہ ہو گیا ہے۔

لما فی صحیح مسلم (۳۶۸/۱ طبع قدیمی)

حدثنا محمد بن المثنی ـــ عن ابی قتادة الانصاری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سئل عن صومه. الی آخر ماقال وسئل عن صوم یوم عرفة فقال یکفر السنة الماضیة والباقیة الی آخر الحدیث.

حدثنا یحی بن یحیی التمیمی ـــ عن ابی قتادة رجل اتی الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال کیف تصوم. الی آخر ما قال صیام یوم عرفة احتسب علی الله ان یکفر السنة التی قبله والسنة التی بعدها الی آخر الحدث. (رواه مسلم ۳۶۷/۱، طبع: قدیمی)

وکذا فی ابی داؤد (۳۵۰/۱ باب فی صوم الدهر) طبع رحمانیه

وکذا فی ابن ماجه (ص ۱۲۴ ، باب صوم یوم عرفة) طبع قدیمی

وکذا فی الترمذی (۹۲/۱ طبع فاروقی باب ما جاء فی فضل صوم یوم عرفة)

ولما فی ابن ماجه (ص ۱۲۴ ، باب صیام یوم عرفة) طبع قدیمی

حدثنا هشام بن عمار ـــ عن قتادة بن نعمان قال: سمعت رسول الله ﷺ یقول: من صام یوم عرفة غفرله سنة امامه وسنة بعده"

ولما فی الترغیب والترهیب (۲۲/۲ طبع حقانیه)

عن سهل بن سعد رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من صام یوم عرفة غفر له ذنب سنتین متتابعین رواه ابو یعلی ورجاله رجال الصحیح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۰۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿یوم عاشوراء کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب! میں دس محرم کا روزہ رکھ رہا تھا کہ ایک بزرگ نے سمجھایا کہ صرف دس محرم کا روزہ نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملانا چاہیے تو کیا اس بات کی کوئی حقیقت ہے؟ مستفتی: نیاز احمد سواتی

﴿جواب﴾ اہل کتاب کے ساتھ مشابہت سے بچنے کیلئے دسویں محرم کے روزہ کے ساتھ نویں یا گیارہویں کا روزہ بھی رکھنا چاہیے مستحب ہے۔

لما فی الشامی:(۲/۳۷۵،طبع سعید)

ویستحب ان یصوم یوم عاشوراء بصوم یوم قبله اویوم بعده لیکون مخالفا لأهل الکتاب ونحوه فی البدائع.

ولما فی مشکوة المصابیح:(۱/۱۸۰ طبع سعید)

عن ابن عباسؓ ان رسول الله ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود صیاما یوم عاشوراء فقال لهم رسول الله ﷺ ما هذا الیوم الذی تصومونه فقالوا هذا یوم عظیم انجی الله فیه موسیٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسیٰ شکرا فنحن نصومه فقال رسول الله ﷺ فنحن احق واولیٰ بموسیٰ منکم فصامه رسول الله ﷺ وامر بصیامه. متفق علیه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۳ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ   فتویٰ نمبر: ۱۷۷۲

﴿فصل فی قضاء الصوم و کفارته﴾

﴿روزے کی قضاء اور کفارے کا بیان﴾

﴿بیماری کیوجہ سے روزہ توڑ دیا تو کفارہ واجب نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو گردوں کی تکلیف تھی رمضان میں اس نے روزہ رکھا جسکی وجہ سے تکلیف میں اضافہ ہوا۔ ڈاکٹر نے اس سے کہا کہ آئندہ آپ روزہ نہ رکھے تو اس نے وہ روزہ بھی توڑ دیا جو اس دن رکھا تھا۔ کیا از روئے شرع اس عورت پر کفارہ ہے یا نہیں؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں۔ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اس عورت پر صرف ایک روزہ کی قضاء ہے کفارہ واجب نہیں ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الهندیہ (۱/۲۲۷،طبع قدیمی)

المريض اذاخاف على نفسه التلف اوذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده عندنا وعليه القضاء اذاافطر كذافى المحيط،ثم معرفة ذلك باجتهادالمريض والاجتهاد غيرمجردالوهم بل هو غلبة ظن عن امارة او تجربة اوباخبار طبيب مسلم غير ظاهرالفاسق وكذافى التاتارخانية(۲/۲۹۱، قديمى)

ولمافی الدرمع الرد(۲/۴۲۲،طبع سعید)

(اومريض خاف الزيادة)لمرضه (قوله خاف الزيادة)اوابطاء البرء اوفساد عضو بحر لووجع العين اوجراحة اوصداعااوغيره

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد دیروی

۲۸صفر ۱۴۳۵ھ

فتویٰ نمبر ۳۹۱۸

﴿ایام نفاس میں خون بند ہونے کی وجہ سے روزوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے پہلی مرتبہ ۲۲ شعبان کو بچہ جن لیا، جبکہ نفاس کا خون نو (۹) دن بعد تیس شعبان کو بند ہو گیا، اس لئے اس نے پورے ماہِ رمضان کے روزے رکھ لئے، واضح رہے کہ اس پورے مہینے میں خون نہیں آیا تھا پھر چالسویں (۴۰) دن اس نے دوبارہ خون دیکھ لیا، پوچھنا یہ ہے کہ ولادت کے نو (۹) دن بعد یکم رمضان سے لیکر دو (۲) شوال تک یہ ایام نفاس ہیں یا نہیں؟ اگر ایامِ نفاس ہیں تو کیا اس ماہِ رمضان کے روزوں کی قضاء لانا لازمی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں پوراماہِ رمضان ایامِ نفاس میں سے شمار ہوگا، لہٰذا اس عورت پر پورے ماہِ رمضان کے روزوں کی قضاء واجب ہے۔

لمافی ردالمحتار:(۱/۲۹۷،کتاب الطهارة،باب الحیض،طبع امدادیہ)

لأن من الأصل للامام أن الدم اذاكان فى الأربعين ،فالطهر المتخلل لايفصل طال أوقصرت حتى لورأت ساعةدماوأربعين الاساعتين طهراثم ساعةدماكان الأربعون كلهانفاساوعليه الفتوى كذافى الخلاصة.

ولمافی الهندیہ:(۱/۳۷،کتاب الطهارة،ألفصل الثانی فی النفاس،طبع رشیدیہ)

ألطهرالمتخلل فى الأربعين بين الدمين نفاس عندأبى حنيفة رحمه الله تعالى وان كان خمسة عشريوماًفصاعداًوعليه الفتوى.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی خلاصة الفتاوی:(۱-۲/۲۳۲، کتاب الحیض، الفصل الخامس طبع رشیدیه)

ألطهر المتخلخل فی الأربعین بین الدمین ان کان أقل من خمسة عشر یوما لایکون فاصلاً وهو کالدم المتوالی بالاتفاق وان کان خمسة عشر یوماً فصاعداً فکذالک عند أبی حنیفةؒ وعلیه الفتوی۔۔۔ وکذالو بلغت بالحمل فولدت فرأت الدم یوماثم طهرت ثمانیة وثلثین ثم رأت الدم یوماثم انتقطع ثم استمر بها الدم فکذلک عندأبی حنیفةؒ.

ولما فی البحر:(۱/۱۹۲،باب الحیض طبع سعید)

وانما وجب علیها قضاء الصوم وان نفست رمضان کله ،لأن وجوده فی رمضان کله نادر ،فلا یعتبر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۸ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ
فتوی نمبر: ۲۸۲۷

﴿غیر فطری راستے سے جماع کرنے میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی بیوی سے جماع کرنے کی صورت میں قضاء وکفارہ دونوں ہیں، بالفرض اگر کوئی رمضان المبارک میں دن کو بیوی کے ساتھ غلط راستہ میں جماع (لواطت) کرے تو کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد معاذ سواتی

﴿جواب﴾ غلط راستہ سے جماع کرنا سخت گناہ ہے، رمضان المبارک میں روزوں کی حالت میں ایسا غلط کام کیا تو میاں بیوی پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں، البتہ بیوی کی رضامندی اگر شامل نہ تھی تو اس پر صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں ہے۔

لما فی الدر مع الرد:(۲/۳۸۵-۳۸۶، کتاب الصوم، مکتبه امدادیه)

(وان جامع)المکلف آدمیاً مشتهی (فی رمضان أداء) لما مر(أو جومع)أو توارت الحشفة(فی أحد السبیلین)أنزل أولا۔۔۔الخ.

وفی الشامیة:(وان جامع الخ)شروع فی القسم الثالث وهو ما یوجب القضاء والکفارة ووجوبها بما یأتی من کونه عمداً لامکرهاً۔۔۔(قوله لما مر)ای من أن الکفارة انما وجبت لهتک حرمة شهر رمضان فلاتجب بافساد قضاءه ولا بافساد صوم غیره۔۔۔(قوله فی أحد السبیلین)ای ألقبل والدبر وهو الصحیح فی الدبر والمختار أنه بالاتفاق۔۔۔ فالکفارة التی فیها معنی العبادة أولی.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی المحیط:(۲/۲۵۵،کتاب الصوم ،ألفصل الخامس ،طبع ادارۃ القرآن)

ألجماع فی الدبر عندھما یوجب الکفارۃ وکذلک عندأبی حنیفۃ رحمہ اللہ علی أحد الروایتین وھو الصحیح،لأن وجوب الکفارۃ بالجماع،لأنہ قضاء الشھوۃ علی سبیل التمام وقد وجد ذلک ھھنا.

ولما فی الھندیۃ:(۱/۲۰۵،کتاب الصوم ،طبع رشیدیہ کوئٹہ)

(ألنوع الثانی مایوجب القضاء والکفارۃ)من جامع عمدأفی أحدالسبیلین فعلیہ القضاء والکفارۃ ولایشترط الانزال فی المحلین کذافی الھدایۃ وعلی المرأۃ مثل ما علی الرجل ان کانت مطاوعۃ وان کانت مکرھۃ فعلیھا القضاء دون الکفارۃ وکذا اذا کانت مکرھۃ فی الابتداء ثم طاوعتہ بعدذلک کذافی قاضی خان.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

صفرالخیر ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر:۲۸۵۱

﴿کفارے کے روزوں میں تسلسل شرط ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کفارہ کے روزے رکھے لیکن درمیان میں بیمار ہوگیا جس کی وجہ سے کفارہ کے روزے پورے نہ کرسکا تو کیا اب ازسرنو دوبارہ رکھے گا یا باقی ماندہ رکھے گا؟ مستفتی: مولوی زبیرڈی،آئی،خان

﴿جواب﴾ اس صورت میں یہ شخص دوبارہ ازسرنو کفارہ کے روزے رکھے گا،کفارہ کے روزوں میں تسلسل ضروری ہے،صرف عورتوں کے ماہواری کے دن اس حکم سے مستثنیٰ ہیں بیماری وغیرہ کی وجہ سے تسلسل ٹوٹ جائے تو واپس رکھنے کا حکم ہے۔

لما فی الشامی ،۲/۴۱۲،طبع:سعید)

"فان لم یجد صام شھرین متتابعین فان لم یستطع اطعم ستین مسکینا لحدیث الاعرابی فی الکتب الستۃ فلو افطر ولو بعذر استانف الا بعذر الحیض ".

ولما فی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۶۷۰ طبع: قدیمی)

"صام شھرین متتابعین ــــ فان افطر ولو بعذر غیر الحیض استانف ویلزمھا الوصل بعد طھرھا من الحیض حتی لولم تصل تستانف ذکرہ السید".

ولما فی البحر الرائق ،۲/۲۷۷،طبع: سعید)

"فلو افطر یوما فی خلال المدۃ بطل ماقبلہ ولزمہ الاستقبال سواء افطر لعذر اولا وکذفی کفارۃ

القتل والظهار للنص على التتابع الا لعذر الحيض لانها لا تجد شهرين عادة لاتحيض فيها".

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: کمیل الدین کلکتی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۴۳

﴿غلطی سے روزہ توڑنے پر صرف قضاء لازم ہوتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے رمضان المبارک میں طلوع فجر کے بعد یہ سمجھتے ہوئے کہ ابھی طلوع فجر نہیں ہوئی اپنی بیوی سے ہمبستری کی، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ان دونوں کا روزہ فاسد ہوا یا نہیں؟ اور اگر ہوا ہے تو کیا ان دونوں پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہونگے یا صرف قضاء لازم ہوگی؟ اور کیا دن کے باقی حصہ میں کچھ کھا پی سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں ان دونوں کا روزہ فاسد ہوا ہے اور ان پر صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں، غلطی سے روزہ توڑنے کی صورت میں دن کے باقی حصہ میں کھانا پینا منع ہے یعنی روزہ داروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا ضروری ہے۔

لما فی الدر مع الرد:(۲/۴۰۱،طبع سعید)

(وان افطر)خطأكأن تمضمض فسبقه الماء اوشرب نائما اوتسحر اوجامع على ظن عدم الفجر.

وفي الشامية:(قوله اوتسحر اوجامع)افاد ان الجماع قد يكون خطأ و به صرح في المعراج فقال ولو جامع على ظن انه بليل ثم علم انه بعد الفجر فنزع من ساعته فصومه فاسد لانه مخطئ ولا كفارة عليه لعدم قصد الافساد.

ولما في الهداية:(۱/۲۲۲،طبع رحمانيه)

واذا تسحر وهو يظن ان الفجر لم يطلع فاذا هو قد طلع اوافطر وهو يرى ان الشمس قد غربت فاذا هي لم تغرب امسك بقية يومه.

ولما في البدائع:(۲/۱۰۲،طبع سعيد)

من وجب عليه الصوم في اول النهار لوجود سبب الوجوب والاهلية ثم تعذر عليه المضي فيه بان افطر متعمدا اواصبح يوم الشك مفطرا ثم تبين انه من رمضان اوتسحر على ظن ان الفجر لم يطلع ثم تبين له انه طلع فانه يجب عليه الامساك في بقية اليوم تشبها بالصائمين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: افتخار احمد کلکتی

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۹۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿متعدد ایام رمضان میں بیوی سے جماع کرنے پر ایک کفارہ کافی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص ایام رمضان میں اپنی بیوی سے کئی دفعہ جماع کر چکا ہے، تقریباً کفارہ دس ماہ بنتا ہے، وہ کفارہ میں فدیہ دینا چاہتا ہے تو کیا اس کیلئے فدیہ دینا جائز ہے اس سے کفارہ ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ ایک روزے کا کفارہ، کفارۂ ظہار جیسا ہی ہے، کفارہ ظہار میں ترتیباً تین چیزیں ادا کی جاسکتی ہیں: (۱) غلام آزاد کرنا (۲) مسلسل ساٹھ روزے رکھنا (۳) ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلانا، سب سے پہلے غلام آزاد کرنا ہے لیکن آج کل غلام آزاد کرنا ناممکن ہے اسلئے دوسرے نمبر پر مسلسل ساٹھ روزے رکھنے ہیں اور بغیر کسی شرعی عذر کے اسکو چھوڑ کر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا جائز نہیں ہے، لہٰذا اگر آپ تندرست ہیں اور کوئی شرعی عذر نہیں ہے تو آپ کفارہ میں صرف روزے رکھ سکتے ہیں۔ آپ نے ایک ہی رمضان میں کئی مرتبہ جماع کر کے روزہ اگر توڑا ہے تو مسلسل صرف ساٹھ روزے رکھنے سے تمام روزوں کا کفارہ ادا ہو جائیگا البتہ جتنے روزے توڑے ہیں ہر ایک کی قضاء مستقل ضروری ہے۔

لمافی الهندية:(۲۱۵/۱ طبع رشيديه)

كفارة الفطر وكفارة الظهار واحدة وهي عتق رقبة مؤمنة أو كافرة فان لم يقدر على العتق فعليه صيام شهرين متتابعين وان لم يستطع فعليه اطعام ستين مسكينا كل مسكين صاعا من تمر أو شعير أو نصف صاع من حنطة وانما يعتبر حال المكفر في جميع الكفارات وقت الاداء لا وقت وجوبها فان كان وقت الاداء معسرا يجزيه الصيام وان كان موسرا وقت الوجوب ــــ ولو جامع مرارا في ايام من رمضان واحد ولم يكفر كان عليه كفارة واحدة ولو جامع وكفر ثم جامع عليه كفارة أخرى في ظاهر الرواية ــــ ولو جامع في رمضانين ولم يكفر للاول فعليه لكل جماع كفارة في الظاهر كذا في البدائع.

ولمافي ردالمحتار:(۴۱۲/۲ طبع سعيد)

(قوله ككفارة المظاهر) مرتبط بقوله وكفراى مثلها في الترتيب فيعتق اولا فان لم يجد صام شهرين متتابعين فان لم يستطع أطعم ستين مسكينا لحديث الاعرابي المعروف في الكتب الستة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۳۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مریض کو قضا کا موقع نہ ملے تو اسکی طرف سے فدیہ دینا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک مریض رمضان شریف میں روزہ رکھنے پر قادر نہیں تھا اور رمضان کے آخر میں اسکا انتقال ہوا تو کیا اس کی طرف سے قضاء روزوں کا فدیہ دیا جائے گا یا نہیں؟ نیز آج کل مروجہ اوزان کے اعتبار سے فدیہ کی وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ چونکہ مریض کا رمضان ہی میں انتقال ہوا اور اسکو صحت کی حالت میں اتنا موقع نہیں مل سکا کہ وہ روزوں کی قضاء کر لیتا، لہٰذا اس پر فدیہ کی وصیت لازم نہیں تھی اور اب فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، ورثاء اپنی طرف سے ادا کریں تو مرحوم کو ثواب ملیگا اور آج کل مروجہ اوزان کے اعتبار سے فدیہ پونے دو سیر گندم یا اسکی قیمت صدقہ کرنا ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۶۰۲،طبع امدادیه)

(فان ماتوا فيه)فی ذلک العذر (فلا تجب)عليهم(الوصية بالفدية) لعدم ادراكهم عدة من ايام اخر.هكذا قال الشامیؒ تحته وكذا فی جواهر الفقه:(۱/۲۹۲،طبع دار العلوم)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی

۵ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۶۶۴

﴿لا قضاء على من افسد صوم يوم النحر﴾

﴿عید الاضحیٰ کا روزہ توڑنے والے پر قضاء نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ شرعت فی صوم يوم النحر على انه يوم عرفة فظهر انه يوم النحر، وقيل لی افطر فانه لا يجوز الصيام فی هذه الايام فافطرت فهل يجب على قضائه؟

﴿جواب﴾ لا يجب القضاء على من شرع فی صوم يوم النحر ثم افسده وكذا فی باقی أيام المنهية، لان القضاء تكون بترك الواجب والشروع فی الصوم يوم النحر ليس بموجب فلا يجب عليك القضاء.

لما فی الهداية:(۱/۲۲۶،طبع رحمانيه)ومن اصبح يوم النحر صائما ثم افطر لا شیء عليه.

ولما فی التنوير مع الدر:(۲/۲۱۱-۲۱۲،طبع امداديه)

(ولزم نفل شرع فيه قصدا)......(اداء وقضاء)ای يجب اتمامه — (الا فی العيدين وايام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

التشریق) فلا یلزم لصیرورتہ صائما بتلبس الشروع فیصیر مرتکبا للنہی.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد غفرلہ ولوالدیہ

اا ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۲۲۹

﴿روزوں کی قضاء اور فدیہ کے لزوم کے لئے وقت ملنا شرط ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک نوجوان عارضی بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکا اور اس کا ارادہ تھا کہ ٹھیک ہو جاؤنگا تو پھر رکھ لوں گا، اسی دوران اس کا انتقال ہو گیا یعنی اسکو اتنی مدت نہیں ملی کہ جسمیں وہ اپنے روزوں کی قضا کر سکتا، تو اس نوجوان کا کیا حکم ہے اس پر وصیت واجب تھی یا نہیں؟ اور فدیہ کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: عتیق اللہ

﴿جواب﴾ مریض کو اچھا ہونے کے بعد اتنی مدت اگر مل جائے کہ وہ اس میں قضا کر سکتا ہے تو روزوں کی قضاء اس کے ذمہ واجب ہے اگر نہیں کیا اور انتقال ہو گیا تو اس صورت میں فدیہ دینے کی وصیت کرنا لازم ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی تو اس صورت میں ورثاء کو چاہیے کہ میت کو آخرت کی گرفت سے بچانے کے لیے فدیہ ادا کر دیں، اور صحت یاب ہونے کے بعد مریض کو اتنی مدت اگر نہیں ملی کہ وہ اس میں قضاء کر سکتا تو اس صورت میں نہ قضاء لازم ہوگی اور نہ فدیہ، لہذا صورت مسئولہ میں اس نوجوان پر وصیت کرنا واجب نہیں تھا اور نہ ہی فدیہ دینا، البتہ ورثاء اپنی طرف سے مرحوم کی نماز، روزوں کا فدیہ ادا کر دیں تو بلا شبہ مرحوم کے لیے رفع درجات کا باعث ہوگا اور ورثاء کے لیے اجر و ثواب کا باعث۔

لما فی الدر المختار: (۲/۴۲۳، کتاب الصوم طبع: سعید)

فان ماتوا فیه ای فی ذالک العذر فلا تجب علیهم الوصیة بالفدیة لعدم ادراکهم عدة من ایام اخر، ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصیة بقدر ادراکهم عدة من ایام أخر.

ولما فی الهندیه: (۱/۲۰۷، ۲۰۸ طبع رشیدیه)

ولو فات صوم رمضان بعذر المرض او السفر واستدام المرض والسفر حتی مات لاقضاء علیه لکنه ان اوصی بان یطعم عنه صحت وصیته وان لم تجب علیه، ویطعم عنه من ثلث ماله، فان بریء المریض او قدم المسافر وادرک من الوقت بقدر ما فاته فیلزمه قضاء جمیع ما ادرک فان لم یصم حتی ادرکه الموت فعلیه ان یوصی بالفدیة... فان لم یوص وتبرع عنه الورثة جاز ولا یلزمه من غیر ایصاء... فان صح

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

المريض او قام المسافر ثم ماتا لزمهما القضاء بقدر الصحة والاقامة وهذا قولهم جميعاً من غير خلاف هذا هو الصحيح.

وفيه ايضاًص ۲۸۶

كل من افطر لعذر ومات قبل زواله لايلزمه شئ — وللشيخ الفانى وهو يفدى فقط اى له الفطر وعليه الفديه وليست على غيره من المريض والمسافر والحامل والمرضع لعدم ورود نص فيهم وورود في الشيخ الفانى.

ولما فى التبيين الحقائق:(۲/۲۶۱،الفصل السابع الاسباب المبيحة للفطر)

الشيخ الفانى يفطر ويفدى، يطعم عن كل يوم مقدار صدقة الفطر،لانه وقع اليأس له عن الصوم لان الشيخ الفانى يكون عاجزاً عن الاداء فى الحال، ويزداد عجزه كل يوم الى ان يموت، وفرق بينه وبين المريض اذا لم يدرك عدة من ايام اخر حيث لم يوجب عليه الفديه، لان شرط وجوب الفديه تحقق اليأس، اما فى حق المريض لايتحقق اليأس الا فى أخر جزء من اجزاء حياته، لانه قبل ذالک احتمال البرء قائم وفى أخر جزء من اجزاء حياته هو عاجز عن الايصاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ　　فتویٰ نمبر: ۳۶۸۹

﴿حالت صوم میں استمناء بالید سے قضاء لازم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ روزے کی حالت میں اگر کوئی شخص استمناء بالید کرلے تو کیا ایسے شخص پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ استمناء بالید سے صرف قضاء لازم ہے، کفارہ واجب نہیں ہے لیکن یہ عمل چونکہ سخت گناہ ہے، اس لئے توبہ واستغفار لازم ہے۔

لما فى الشامى:(۲/۳۹۹،طبع سعيد)

(قوله وكذا الاستمناء بالكف) قال علامه ابن عابدينؒ اى فى كونه لايفسد لكن هذا اذا لم ينزل اما اذا انزل فعليه القضاء كما سيصرح به وهو المختار.

ولما فى قاضى خان بهامش الهندية:(۱/۲۰۸،طبع رشيديه)

وكذا اذا جامع بهيمة ولم ينزل أو ميتة ولم ينزل أو ناكح بيده ولم ينزل لو جامع فيما دون الفرج ولم ينزل وان أنزل فى هذه الوجوه كان عليه القضاء دون الكفارة لوجود قضاء الشهوة بصفة النقصان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۰۰۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھنے سے صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں روزہ ہی نہ رکھے تو قضاء کیساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا؟

﴿جواب﴾ اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں کسی مجبوری اور عذر کی بناء پر روزہ نہ رکھ سکا تو شرعاً اسکی اجازت ہے لیکن بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھنا سنگین جرم اور بڑی محرومی ہے، حدیث شریف میں ہے: کہ "بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینے میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ "جو شخص قصداً بلا عذر شرعی ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کردے غیر رمضان میں چاہے تمام عمر کے روزے رکھے اسکا بدل نہیں ہوسکتا" اسلئے اس سے بچنا چاہیے تاہم کوئی شخص قصداً روزہ نہ رکھے تو اس کی قضاء لازم ہے کفارہ نہیں، شرعی عذر ہو تو گناہ نہیں ہے بغیر عذر کے ایسی جسارت کرے تو کفارہ کی طرح ساٹھ روزے تو کیا عمر بھر روزے رکھے تو بھی تلافی نہیں ہوگی۔

لما فی ردالمحتار:(۲/۴۰۲ مطبع سعید)

ولما عندنا فلا بد من النية لان الواجب الامساك بجهة العبادة ولا عبادة بدون نية، فلو أمسك بدونها لا يكون صائما ويلزمه القضاء دون الكفارة أما لزوم القضاء فلعدم تحقق الصوم لفقد شرطه وأما عدم الكفارة..... والاولى التعليل بعدم تحقق الصوم لان الكفارة انما تجب على من أفسد صومه والصوم هنا معدوم وافساد المعدوم مستحيل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۳۷

﴿حواس باختہ قصداً روزہ توڑے تو صرف قضاء لازم آئیگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے خاوند کو رمضان المبارک کے مہینے میں کسی نے گھر کے سامنے قتل کیا، جب میں نے خاوند کو ایسی حالت میں دیکھا تو حواس باختہ ہوکر میں نے روزے کی حالت میں قصداً پانی پی لیا، اب فی الحال میری حالت ایسی ہے کہ پے درپے ساٹھ روزے نہیں رکھ سکتی تو کفارہ کے طور پر کتنے مسکینوں کو کھانا کھلانا میرے اوپر لازم ہے؟ ایک حاجی صاحب نے بتایا کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک سو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہیں مسکینوں کو کھانا کھلانا لازمی ہے شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ بغیر عذر کے قصداً رمضان المبارک کا روزہ توڑنے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوجاتے ہیں، البتہ مذکورہ صورت میں جب آپ نے شوہر کی حالت دیکھی اور حواس باختہ ہوکر روزہ توڑا تو اس سے آپ پر صرف روزہ کی قضاء لازم ہے کفارہ نہیں کیونکہ قصد تام نہیں پایا گیا ،البتہ احتیاطاً روزے کی قضاء اور کفارہ ادا کریں اب اگر آپکی حالت واقعی ایسی ہے کہ ایام ماہواری کے علاوہ پے درپے ساٹھ روزے رکھنے پر قادر نہیں ہو تو آپ کفارہ کیطور پر ساٹھ مسکینوں کو دو ۲ وقت کا کھانا کھلائیں یا ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو دو دو کلو گندم وغیرہ یا اسکی قیمت دیں تو روزے کا کفارہ ادا ہوجائے گا، نیز جن ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کا کھانا کھلایا ہو تو دوسرے وقت بھی انہی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا لازمی ہے، ورنہ پورا کفارہ ادا نہ ہوگا۔

لمافی الصحیح لمسلم:(۱/۳۵۵،طبع قدیمی)

ان النبی ﷺ امر رجلاافطر فی رمضان ان یعتق رقبۃاو یصوم شہرین اویطعم ستین مسکینا.

ولمافی ردالمحتار:(۲/۲۲۲،طبع سعید)

والذی یظہرلی ان کلامن المدھوش والغضبان لایلزم فیہ ان یکون بحیث لایعلم ما یقول بل یکتفی فیہ لغلبۃ الھذیان واختلاط الجدبالھزل کماھوالمفتی بہ فی السکران علی مامرولاینافیہ تعریف الدھش بذھاب العقل فان الجنون فنون ولذا فسرہ فی البحرباختلال العقل وادخل فیہ العتہ والبرسام والاغماء والدھش ویؤید ماقلنا قول بعضھم العاقل من یستقیم کلامہ وافعالہ الانادراوالمجنون ضدہ ایضا فان بعض المجانین یعرف مایقول ویریدہ ویذکرہ مایشھدالجاھل بہ بانہ عاقل ثم یظھرمنہ فی مجلسہ ماینافیہ فاذا کان المجنون حقیقۃ قدیعرف مایقول ویقصدہ فغیرہ بالاولی فالذی ینبغی التعویل علیہ فی المدھوش ونحوہ اناطۃالحکم بغلبۃ الخلل فی اقوالہ وافعالہ الخارجۃ عن عادتہ وکذا یقال فیمن اختل عقلہ لکبر او لمرض اولمصیبۃ فاجأتہ فمادام فی حال غلبۃالخلل فی الاقوال والافعال لاتعتبر…… کمالاتعتبرمن الصبی العاقل.وفی ردالمحتار:(۲/۲۱۲،طبع سعید)وفی قاضیخان:(۱/۱۸۸،قدیمی)

ولمافی الدرمع الرد:(۲/۴۸۲،طبع سعید)

اطعم مائۃوعشرین لم یجزالاعن نصف الاطعام فیعیدعلی ستین منھم غداۃ أو عشاء…… الخ.

وفی الشامیۃ:(قولہ اطعم مائۃوعشرین)ای کل واحد اکلۃ واحدۃ (قولہ فیعید علی ستین

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

منهم) اى من المائة والعشرين وينبغى انه اذا غدى العدد ثم غابوا أن ينتظر حضورهم او يعيد الغداء مع العشاء على غيرهم.

ولمافى روح المعانى:(ج۲۷ص۲۹۱ سطبع رشيديه)

ولا فرق بين التمليك والاباحة عندنا فان غدى الستين وعشاهم او غداهم مرتين او عشاهم كذلك او غداهم وسحرهم او سحرهم مرتين واشبعهم بخبز بر او شعير او نحوه كذرة بادام اجزأه وان لم يبلغ ماشبعوا به المقدار المعتبر فى التمليك ويعتبر اتحاد الستين فلو غدى مثلا ستين مسكينا وعشى ستين غيرهم لم يجز الا ان يعيد على احدى الطائفتين غداء أو عشاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۳ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۲۸۴

﴿شدت مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ ادا کرے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ صاحبہ شوگر کی مریضہ ہیں، رمضان میں ایک دو روزے تو آسانی سے رکھ لیتی ہیں لیکن مزید رکھنے پر شوگر بڑھ جاتی ہے اور صحت نہایت خراب ہو جاتی ہے اور انھیں دو تین روزوں کی وجہ سے دس پندرہ دن پریشانی میں گذر جاتے ہیں تو شریعت مطہرہ میں اسکے لئے کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں آپکی والدہ کے لئے فدیہ ادا کرنے کا حکم ہے یعنی ہر ایک روزے کے بدلے میں کم از کم ایک فطرانہ (تقریباً پونے دو کلو گندم) یا اسکے حساب سے رقم غریبوں کو دیا کریں۔

لمافى قوله تعالى:(سورة البقرة آيت ۱۸۴)

فمن كان منكم مريضاً او على سفر فعدة من ايام اخر وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين

لمافى التنوير مع الدر:(۲/۲۲۷ سطبع سعيد)

(وللشيخ الفانى العاجز عن الصوم الفطر ويفدى) وجوباً.

وفى الشامية: المريض اذا تحقق اليأس من الصحة فعليه الفدية لكل يوم من المرض.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز غفرلہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۰۶۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿رمضان المبارک میں سحری کر کے روزہ نہ رکھنے کی نیت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے مہینے کے دوران میں سحری میں اٹھتا تھا اور سحری بھی کرتا تھا لیکن نیت یہ ہوتی کہ مجھے روزہ رکھنا ہی نہیں، انیس یا بیس روزے میں نے اس طرح چھوڑ دیئے، پوچھنا یہ ہے کہ میرے ذمہ ان روزوں کی قضاء کے ساتھ کفارہ ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد صدیق کوئٹہ

﴿جواب﴾ نیت روزہ کے لئے بھی شرط ہے بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوتا اور کفارے کا تعلق روزہ توڑنے سے ہے آپ نے چونکہ روزہ توڑا نہیں، اس لئے کفارہ واجب نہیں صرف قضاء لازم ہے لیکن رمضان کا روزہ شرعی عذر کے بغیر چھوڑنے کا جو گناہ آپ نے کیا ہے اسکا اندازہ اس حدیث سے ہوسکتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: جس نے رمضان المبارک کا ایک بھی بغیر کسی عذر کے چھوڑا اب اگر وہ عمر بھر بھی روزے رکھے تو بھی اسکی تلافی نہیں کرسکتا ہے، اس لئے قضاء کے ساتھ آپ توبہ واستغفار بھی کرتے رہیں۔

لما فی جامع الترمذی: (۱/۹۰، طبع فاروقی ملتان)

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنه صوم الدهر کله وان صامه.

ولما فی الهدایة: (۱/۲۲۲، طبع رحمانیه)

ومن اصبح غیر ناو للصوم فاکل لا کفارة علیه.

ولما فی کنز الدقائق: (۱/۷۰، طبع قدیمی)

ویقضی باغماء سوی یوم حدث فی لیلته وبجنون غیر ممتد وبامساك بلانیة صوم وفطر.

ولما فی تنویر الابصار: (۲/۳۷۷، طبع امدادیه)

(أو أصبح غیر ناو للصوم فاکل عمدا)۔۔۔(قضی)۔۔۔(فقط)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۱۴۳۰ھ   فتویٰ نمبر: ۱۸۷۳

﴿کفارہ رمضان کے روزوں کے ساتھ خاص ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کوئی آدمی رمضان کا قضا رکھے یا نذر کا روزہ رکھے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور جان بوجھ کر توڑ دے تو آیا اس پر قضاء کے ساتھ کفارہ بھی ہوگا یا صرف قضاء ہوگی؟

﴿جواب﴾ قضاء یا نذر کا روزہ قصداً توڑنا سخت گناہ ہے، تاہم ایسی صورت میں کفارہ کا کوئی حکم نہیں ہے، کفارہ صرف رمضان المبارک میں فرض روزہ توڑنے سے واجب ہوتا ہے۔

لما فی الھندیۃ: (۲۱۵/۱ طبع رشیدیہ)

ولا کفارۃ بافساد صوم غیر رمضان کذا فی الکنز.

ولما فی الھدایۃ: (۲۲۷/۱ طبع رحمانیہ)

ان الکفارۃ تعلقت بجنایۃ الافطار فی رمضان علی وجہ الکمال.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۷۵۹

﴿غیر اختیاری طور پر قے آنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوران حمل رمضان شریف میں روزے قے ہونے کیوجہ سے توڑ دئے اور قے کی حالت بھی شدت سے ہوتی تھی اور کافی کمزوری بھی ہوتی تھی، اور پہلے یہ بات علم میں تھی کہ قے ہونے کیوجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے میرے پانچ بچے ہیں یہ مسئلہ پانچوں رمضان میں آیا ہے اب میرے مسئلے کا کیا حل ہے؟ کیا مجھے صرف قضاء روزے رکھنے ہوں گے یا کفارہ ادا کرنا ہوگا؟

﴿جواب﴾ غیر اختیاری طور پر قے آجائے اگرچہ منہ بھر کر ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن مسئلہ صحیح معلوم نہ ہونے کیوجہ سے آپنے روزے توڑ دئے ہیں، تو ایسی صورت میں صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں، لہذا جتنے دنوں کے روزے اسطرح غلطی سے توڑ دئے ہیں صرف ان دنوں کی قضاء کریں، اور ساتھ ساتھ توبہ واستغفار بھی کریں اس لئے کہ مسئلہ معلوم نہ ہونے کیوجہ سے روزے توڑ کر کفارہ اگرچہ لازم نہیں آتا، لیکن گناہ ضرور ہے اس لئے توبہ و استغفار بھی کریں۔

ولما فی الفتاوی العالمگیریۃ: (۲۲۶/۲ طبع قدیمی)

ولو ذرعہ القیء فظن أنہ یفطرہ فافطر فلا کفارۃ علیہ وان علم أن ذلک لا یفطرہ فعلیہ کفارۃ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی درالمحتار:(۴۰۲/۲،طبع:سعید)

ولو ذرعه القیء وظن أنه يفطره فأفطر فلا كفارة عليه لوجود شبهة الاشتباه بالنظير فإن القيء والاستقاء متشابهان لأن مخرجهما من الفم وكذا لو احتلم للتشابه في قضاء الشهوة وإن علم أن ذلك لا يفطره فعليه الكفارة لأنه لم توجد شبهة الاشتباه ولا شبهة الاختلاف اھ

ولما فی الھدایة:(۲۲۶/۱،طبع:رحمانیه)

فإن ذرعه القیء لم يفطر لقوله ﷺ من قاء فلا قضاء عليه ومن استقاء عامداً فعليه القضاء ويستوي فيه ملء الفم فمادونه

ولمافی بدائع الصنائع:(۹۷/۲،طبع:سعید)

قد روي عن النبي ﷺ أنه قال ان الله وضع عن المسافر شطر الصلاة وعن الحبلی والمرضع الصيام وعليهما القضاء ولافدية عليهما عندنا

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۲۱ جمادالاولیٰ ۱۴۳۳ھ　　　　فتویٰ نمبر:۳۲۳۷

﴿قے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہے علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قے (منہ بھر کر ہو) سے وضو تو ٹوٹ جاتا ہے، کیا روزہ بھی اس سے ٹوٹتا ہے یا نہیں؟　　مستفتی:عبداللہ راولپنڈی

﴿جواب﴾ قصداً منہ بھر کر قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح منہ بھر کر غیر اختیاری طور پر قے آجائے اور روزہ دار قصداً دوبارہ اس کو لوٹا دے تو اس صورت میں بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ویسے قے ہوجانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

لما فی الشامی:(۴۱۲/۲ مطلب فی الکفارہ،طبع سعید)۔

(قوله وان ذرعه القيء) اي غلبه وسبقه قاموس والمسئلة تتفرع الى اربع و عشرين صورة لانه اما ان يقيء او يستقيء وفي كل اما ان يملاء الفم او دونه، وكل من الاربعة اما ان خرج او عاد او عاده وكل اما ذاكراً لصومه او لا ولا فطر في الكل على الاصح الا في الاعادة والاستقاء بشرط الملء مع التذكر شرح الملتقى،

ولما فی الھدایه:(۱۳۶/۱)۔

فان ذرعه القيء لم يفطر ــــ فان استقاء عمدا ملاء فيه فعليه القضاء،

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما في المبسوط:(۵۶/۳ كتاب الصوم).

فان ذرعه القئ لم يفطر لما روينا ولقول ابن عباس الصوم مما دخل وان تقيأ متعمدا فعليه القضاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: تاجد محمود کبوتہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۰۳۵

﴿روزہ میں ازخود قے کرنے سے صرف قضاء لازم آتی ہے کفارہ نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں رمضان میں بیمار تھا منہ کا ذائقہ بہت زیادہ خراب ہو گیا اور حالت بگڑ گئی تو میں نے ازخود منہ میں ہاتھ ڈال کرتے کرلی اور وہ کافی زیادہ تھی اسکا روکنا مشکل تھا، اب سوال یہ ہے کہ مجھ پر صرف روزہ کی قضاء لازم ہے یا کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا؟　　　مستفتی: شاہنواز ناتھاخان گوٹھ

﴿جواب﴾ مذکورہ بالا صورت میں آپ پر صرف روزہ کی قضاء لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے۔

لما في الجوهرة النيرة:(۱۸۰/۱ میر محمد کتب خانه)

وان استقاء عامدا ملأ فمه الفطر فعليه القضاء وان كان أقل لم يفطر عند ابي يوسف لانه يعد دخلا ولهذا لا ينتقض الوضوء وعند محمد يفطر لوجود الصنع فان عاد لا يفطر عند ابي يوسف لعدم سبق الخروج ولا يتأتى على قول محمد ههنا لانه قد افطر بخروجه.

ولما في المراقي الفلاح:(ص ۶۷۷ طبع قديمي)

(او استقاء)اي تعمد اخراجه(ولو دون ملء الفم في ظاهر الرواية)لاطلاق قوله ﷺ ومن استقاء عمدا فليقض(و شرط ابو يوسف ان يكون (ملء الفم وهو الصحيح)لانه مادونه كالعدم حكما حتى لا ينتقض الوضوء.

ولما في الدر المختار:(۴۱۴/۲ طبع امداديه)

(وان استقاء)اي طلب القئ (عامدا)اي متذكرا لصومه(ان كان ملء الفم فسد بالاجماع)مطلقا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرلہ ولوالدیہ

۲ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۰۵۷

﴿تردد نیت میں روزہ توڑنے سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں رمضان شریف

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں یہ نیت کر کے سویا تھا کہ سحری کیلئے جاگوں گا لیکن جاگ نہ سکا، صبح میں نے سوچا کہ اگر قدرت ہوئی تو روزہ رکھ لوں گا ورنہ نہیں یعنی پختہ ارادہ نہیں تھا پھر میں نے قبل الزوال روزہ توڑ دیا تو اس صورت میں قضاء لازم ہے یا کفارہ بھی؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں صرف قضاء لازم ہے کیونکہ یقینی طور پر روزہ کی نیت نہیں تھی۔

لمافی الدرالمختار:(۴۰۲/۲،طبع سعید)

(اواصبح غیرناو للصوم فاکل عمدا)ولوبعد النية قبل الزوال لشبهة خلاف الشافعي.

وفي الشامية:(قوله قبل الزوال)هذاعند ابي حنيفةؒ وعندهما كذلك ان اكل بعدالزوال وان كان قبل الزوال تجب الكفارة لانه فوت امكان التحصيل فصار كغاصب الغاصب بحر،اي لانه قبل الزوال كان يمكنه انشاء النية وقد فوته بالاكل بخلاف مابعد الزوال والاول ظاهرالرواية كمافي البدائع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد غفرلہ ولوالدیہ

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ　　　فتوی نمبر: ۷۸۴

﴿رمضان میں بیوی کو جماع پر مجبور کیا تو بیوی پر قضاء لازم ہے﴾

﴿سوال﴾ دوران روزہ رمضان اگر شوہر نے بیوی کو جماع پر مجبور کیا اور جماع کر لیا تو کیا عورت پر صرف قضاء لازم ہے یا کفارہ بھی؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں عورت پر صرف قضاء لازم ہے۔

لمافی العالمگیریة:(۲۰۵/۱،طبع رشیدیه)

وان كانت مكرهة فعليها القضاء دون الكفارة وكذااذاكانت مكرهة في الابتداء ثم طاوعته بعدذلك كذافي فتاوى قاضيخان.

ولمافي التاتارخانيه:(۲۸۷/۲،طبع قديمي)

وان كانت مكرهة فلاكفارة عليها،وفي الابانة،وعليه الفتوى،وفي الغانية،وكذااذاكانت مكرهة في الابتداء ثم طاوعته بعدذلك لانهاطاوعته بعدفسادالصوم.

ولمافي البحرالرائق:(۲۷۶/۲،طبع سعيد)

ولوحصلت الطواعية في وسط الجماع بعدماكان ابتداؤه بالاكراه لانهاانماحصلت بعد الافطاركمافي الظهيريه .قال في الاختيار الااذاكان الاكراه منهافانهاتجب عليهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد غفرلہ ولوالدیہ

۳ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ　　　فتوی نمبر: ۹۵۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بوسہ لینے سے اگر انزال ہو جائے تو روزے کی صرف قضاء لازم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کسی نے دوران روزہ اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا اور اسے انزال ہو گیا تو کیا اس شخص پر صرف قضاء لازم ہے یا کفارہ بھی؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں اس آدمی پر صرف قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

لما فی العالمگیریۃ:(۱/۲۰۴،طبع رشیدیہ)

واذاقبل امرأته وانزل فسد صومه من غير كفارة.

ولما فی الدر المختار:(۲/۴۰۴،طبع سعید)

(اوقبل)ولوقبلة فاحشة بان يدغدغ اويمص شفتيها قوله(ولوقبلة فاحشة)ففي غير الفاحشة مع الانزال لاتجب الكفارة بالاولى.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد غفرلہ ولوالدیہ

۲ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۴۰

﴿قضاء روزوں کے کفارہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک عورت ولادت کے ایام میں چند دن بیمار رہی، ولادت کے ایک دن بعد فوت ہوئی، مہینہ چونکہ رمضان المبارک کا تھا اس لئے اب اس کے قضاء شدہ روزوں اور نمازوں کا کیا حکم ہے؟

اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا درست ہے؟ جبکہ انہوں نے وصیت بھی نہیں کی تھی، نیز فدیہ کی مقدار کیا ہے اور نمازوں کے فدیے کی صورت کیا ہوگی؟ مستفتی: عمر اشرف

﴿جواب﴾ (۱) مذکورہ صورت میں مرحومہ چونکہ بیمار رہیں اور صحت یاب ہونے سے پہلے انتقال فرما گئیں ایسی صورت میں مرحومہ کے ذمہ روزے واجب نہ ہوئے اور نہ ہی وصیت ان پر لازم تھی تاہم ورثاء اپنی طرف سے ادا کر دیں تو مرحومہ کو اس کا اجر ملے گا۔

لما فی الدر المختار:(۲/۴۲۲،طبع سعید)

(فان ماتوا فيه)اى فى ذلك العذر(فلاتجب)عليهم(الوصية بالفدية)لعدم ادراكهم عدة من ايام أخر(ولوماتوابعدزوال العذر وجبت)الوصية بقدر ادراكهم عدة من ايام أخر.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۲) نماز اور روزوں کے فدیے کی مقدار وہی ہے جو صدقۃ الفطر کی ہے یعنی پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت ہر نماز اور ہر روزے کا الگ الگ فدیہ ادا کیا جائے گا، وتر چونکہ مستقل نماز ہے، لہٰذا اس کا الگ فدیہ ادا کیا جائے گا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۷۲،طبع سعید)

(ولو مات وعلیہ صلوٰت فائتۃ وأوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلوٰۃ صاع من بر) کالفطرۃ (وکذا حکم الوتر) والصوم.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عزیز چترالی

۷ ارتیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر: ۴۳

﴿کفارے کی نیت سے رکھے ہوئے روزے قضاء کی شمار نہیں ہوں گے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ زید نے رمضان المبارک میں ایک روزہ جان بوجھ کر بغیر کسی شرعی عذر کے توڑ دیا اور بعد میں ''نو'' روزے رکھے ہی نہیں، اب زید کے ذمے ایک کفارہ اور دس روزوں کی قضاء لازم تھی چنانچہ اس نے کفارہ کے ساٹھ روزے رکھنے شروع کیے لیکن درمیان میں کسی وجہ سے تسلسل ٹوٹ گیا تو کیا اب زید کیلئے دوبارہ نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنا ضروری ہے؟ اور جو روزے اس نے کفارہ کی نیت سے رکھے تھے وہ قضاء کے قائم مقام ہوجائیں گے یا نہیں؟ مستفتی: یاسر علی

﴿جواب﴾ شرعی عذر کے بغیر قصداً روزہ توڑنا گناہ ہے، کفارہ کے علاوہ زید پر توبہ واستغفار بھی لازم ہے، اور کفارہ کے روزوں کا سلسلہ اگر ٹوٹ گیا ہے تو از سرِ نو رکھنا ضروری ہے، کفارہ کے روزے حکماً واجب اور قضاء کے روزے حکماً فرض ہیں، اس لئے کفارہ کی نیت سے رکھے ہوئے روزے قضاء کی شمار نہ ہوں گے۔

لما فی الشامی: (۲/۴۱۲،طبع:سعید)

(قولہ ککفارۃ المظاھر) مرتبط بقولہ وکفر ای مثلھا فی الترتیب فیعتق اولا فان لم یجد صام شھرین فان لم یستطع اطعم ستین مسکینا لحدیث الاعرابی المعروف فی الکتب الستۃ فلو أفطر ولو لعذر استأنف الا لعذر الحیض

ولما فی الفقہ الاسلامی:(۳/۱۷۲۱،طبع رشیدیہ)

ولصیام عند العجز عن الرقبۃ: صیام شھرین متتابعین لیس فیھما یوم عید ولا أیام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لتشريق ...... فلو أفطر ولو لعذر الا لعذر الحيض استأنف عند الحنفية الصوم من جديد.

ولما في الخلاصة الفتاوى:(۲۶۱/۱ مطبع رشيديه)

فنقول كفارة الفطر وكفارة الظهار واحدة وهي عتق رقبة مؤمنة اوكا فرة وان لم يقدر على العتق فعليه صيام شهرين متتابعين وان لم يستطع فعليه اطعام ستين مسكينا.

ولما في الهداية:(۲۳۰/۱، طبع رحمانيه)

والضرب الثاني ماثبت في الذمة كقضاء شهر رمضان وصوم الكفارة فلا يجوز الا بنية من الليل لانه غير متعين ولا بد من التعين من الابتداء

ولما في بدائع الصنائع:(۱۰۵/۲ طبع سعيد)

وأما شرط جواز القضاء فهو شرط جواز أداء صوم رمضان فهو شرط جواز قضائه الا الوقت وتعين النية من الليل فانه يجوز القضاء في جميع الاوقات الا الاوقات المستثناة ولا يجوز الا بنية معينة من الليل بخلاف الاداء

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمنی

صفر الخیر ۱۴۳۳ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۱۶۱

﴿رمضان کا روزہ توڑنے کے بعد حیض آنے کی صورت میں کفارہ واجب نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے رمضان المبارک کے ایام میں کسی دن قصداً روزہ توڑا اور کچھ دیر بعد حائضہ ہوگئی تو کیا اس عورت پر قضاء مع الکفارہ واجب ہے یا صرف قضاء؟　　　　مستفتی: شفیع اللہ

﴿جواب﴾ رمضان المبارک کا فرض روزہ قصداً توڑنا گناہ کبیرہ ہے اگرچہ بعض صورتوں میں کفارہ لازم نہیں ہوتا لہٰذا کسی عورت نے بلاوجہ قصداً رمضان کا روزہ اگر توڑ دیا ہے تو اس نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ جسکا بوجھ کفارہ سے بھی زیادہ سمجھنا چاہئے ہاں اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ سچے دل سے توبہ کرنے سے گناہ معاف ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس عورت پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ اور کفارہ بھی واجب ہوتا لیکن اتفاق سے اسی روز چونکہ اسکو ماہواری آئی جس سے معلوم ہوا کہ روزہ دن کے آخری حصہ تک پہنچاتا اس عورت پر لازم نہیں رہا۔ اس لئے کفارہ ادا کرنا لازم نہیں رہا۔ البتہ صرف ایک قضاء لازم ہے فقہاء کرامؒ کے ہاں معروف ضابطہ ہے "الکفارات والحدود تندر بالشبهات" یعنی وجوب کفارات یا حدود میں معمولی سا شبہ بھی آئے تو ساقط

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہو جاتے ہیں۔اور گناہ کا ارتکاب اس لیئے ہے کہ جب تک ماہواری ظاہر نہ ہو روزہ توڑنا جائز نہیں ہوتا اس لئے اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔

لمافی الشامی:(۲/۴۱۲،طبع:سعید)

(قوله ولم يطرء) أى بعد افطاره عمدا مقيما ناويا ليلا فتجب الكفاره لو المسقط(مسقط) أى سماوى لا صنع له فيه ولافى سببه رحمتى:(كمرض وحيض) أى مبيح للافطار.

ولما فى خلاصة الفتاوى:(۱/۲۵۷،طبع:رشيديه)

وكذا المرأة اذا افطرت ثم حاضت والصحيح اذا افطر ثم مرض مرضا لا يستطيع معه الصوم بسقط الكفاره عند الثلاثه والاصل عند نا انه اذا صار فى أخر النهار على صفة لو كان عليها فى اول النهار يباح له الفطر بسقط عنه الكفاره.

ولما فى الهنديه:(۱/۲۰۶مطبع:رشيديه)

ولو أفطرت المرأة متعمدا ثم حاضت أو مرضت يومها ذلك قضت ولا كفارة.

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:ارشد سعید کوھاٹی

۲۸صفر الخیر ۱۴۳۳ھ　　　فتوی نمبر:۳۳۱۹

﴿روزے کے فدیے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان میں بیمار ہوا اس سے کچھ روزے رہ گئے جن کا اس نے فدیہ ادا کر دیا پھر وہ تندرست ہو گیا اور روزہ رکھنے کی اس میں استطاعت بھی آ گئی، کیا اب اس پر ان فوت شدہ روزوں کی قضاء بھی لازم ہے یا کہ ادا کردہ فدیہ ہی کافی ہے؟　　　مستفتی:سرتاج عالم

﴿جواب﴾ موصوف نے جن روزوں کے واسطے فدیہ ادا کیا ہے حالت مرض میں ان کے لئے اداشدہ فدیہ کافی نہیں ہے، اس لئے اب ان کی قضاء کرنا اس پر ضروری ہے کیونکہ روزے کے بدلے فدیہ دینے کا حکم شیخ فانی کے علاوہ صرف ایسے مریض کے لئے خاص ہے جو صحت یابی سے بالکل مایوس ہو چکا ہو، لہٰذا مذکورہ شخص کا فدیہ روزے کا قائم مقام نہیں بن سکتا بلکہ اس پر قضاء واجب ہے۔

لمافى قوله تعالى:(سورة البقرة،آيت ۱۸۴)وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين— الأية.

ولما فى روح المعانى:(۲/۵۹مطبع رشيديه)

وقال:ان الاية نزلت فى الشيخ الكبير الهرم والعجوز الكبيرة الهرمة.—(وان تصوموا)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ای ایہا المطیقون المقیمون الاصحاء او المطوقون من الشیوخ والعجائز.... (خیرلکم)من الفدیۃ.

ولمافی الدرالمختار:(۴۲۷/۲،طبع سعید)

ومتی قدر قضی، لان استمرار العجز شرط للخلفیۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد شریف حسین

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۵۷۵

﴿بھول کر روزہ توڑنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے بھول کر روزہ توڑ دیا پھر اس نے یہ سمجھ کر کہ روزہ تو ویسے بھی ٹوٹ گیا جان بوجھ کر کھانا شروع کر دیا تو اب اس پر قضا لازم ہوگی یا کفارہ؟ مستفتی: مبارک خان

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں صرف قضاء لازم ہوگی اور استغفار بھی۔

لمافی الهندية:(۲۰۶/۱،طبع رشیدیه)

لو اکل أو شرب أو جامع ناسیا وظن أن ذلک فطرہ فاکل متعمداً لا کفارۃ علیه.

ولمافی الهدایۃ:(۲۲۶/۱،طبع رحمانیه)

ومن اکل فی رمضان ناسیا وظن أن ذلک یفطرہ فاکل بعدذلک متعمداً علیه القضاء دون الکفارۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

اربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۸۱

﴿قضاء روزہ توڑنے پر قضاء ہی لازم ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی نے رمضان کا روزہ کسی عذر کیوجہ سے توڑ دیا پھر اس روزے کی قضا کرتے ہوئے اس نے روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا تو کیا اس پر قضا روزہ توڑنے کیوجہ سے صرف قضا ہی لازم ہوگی یا کفارہ بھی؟ جو کہ اصل روزہ رمضان کا توڑنے کیوجہ سے لازم ہوئی ہے۔

﴿جواب﴾ رمضان کا قضاء روزہ توڑنے کی وجہ سے کفارہ لازم نہیں ہوتا بلکہ صرف قضا روزہ ہی رکھنا ہوگا۔

لمافی الدرالمختار:(۴۰۹/۲،طبع سعید)

(وان جامع)المکلف آدمیا مشتهی(فی رمضان أداء)لما مر(قوله لما مر)ای من ان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الکفارة انما وجبت لهتک حرمة شهر رمضان فلا تجب بالفساد لقضائه ولا بالفساد صوم غيره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ | فتویٰ نمبر: ۱۲۳

﴿رمضان میں دن کو قصداً جماع کرنے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی کیساتھ اختیاری طور پر قصداً جماع کرے، تو اس صورت میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں یا صرف قضاء واجب ہے؟ مستفتی: محمد عظیم عبدل خیل

﴿جواب﴾ رمضان المبارک میں فرض روزہ یاد ہوتے ہوئے میاں بیوی اگر قصداً جماع کریں تو دونوں پر قضاء کیساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔

لما في التنوير مع الدر: (۲/۴۰۹، طبع سعيد)

(وان جامع) المكلف آدميا مشتهى (في رمضان أداء) لما مر (او جومع) او توارت الحشفة (في أحدى السبيلين) انزل أولا — (عمدا) راجع للكل — قضى) في الصور كلها (وكفر)

وفي الشامية: قوله: (عمدا) خرج المخطئ والمكره بحر قلت: وكذا الناسي لان المراد تعمد الافطار، والناسي وان تعمد استعمال المفطر لم يتعمد الافطار.

ولما في البحر: (۲/۲۷۶، طبع سعيد)

(قوله ومن جامع أو جومع أو أكل أو شرب عمدا غذاء أو دواء قضى وكفر ككفارة الظهار) اما القضاء فلاستدراك المصلحة الفائتة واما الكفارة فلتكامل الجناية أطلقه فشمل ما اذا لم ينزل لان الانزال شبع — وقيد بالعمد لاخراج المخطئ والمكره فانه وان فسد صومهما لا تلزمهما الكفارة ولو حصلت الطواعية في وسط الجماع بعدما كان ابتداء بالاكراه لانها حصلت بعد الافطار كما في الظهيرية.

ولما في الهندية: (۱/۲۱۲، طبع قديمي)

اذا أصبح صائما في رمضان فجامع مع امرأته متعمدا عليه القضاء والكفارة اذا توارت الحشفة أنزل أولم ينزل وعلى المرأة مثل ما على الرجل ان كانت مطاوعة عندنا — وان كانت المرأة مكرهة عليها القضاء دون الكفارة وكذا اذا كانت مكرهة في الابتداء ثم طاوعته بعد ذالك لانها طاوعته بعد فساد الصوم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی

۲۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر: ۱۲۵۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نفلی روزے کے توڑنے پر قضاء کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے نفلی روزہ شروع کیا اور پھر اسکو درمیان میں توڑ دیا تو اس پر قضاء واجب ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اس پر اس روزے کی قضاء واجب ہے۔

لما فی القدوری :(ص ۷۱، طبع رحمانیه)

ومن دخل فی صوم التطوع ثم افسده قضاه ---وجوبالان المؤدی قربة وعمل فتجب صيانته بالمضی عن الابطال واذا وجب المضی وجب القضاء بتركه .وفی الهداية:(۲۲۳/۱، طبع رحمانیه)

ولما فی شرح الوقاية والحاشية:(۳۱۵/۱، طبع امدادیه)

ويلزم صوم نفل شرع فيه اداء وقضاء ای يجب عليه اتمامه فان افسد فعليه القضاء . ---قوله يجب عليه اشارة ای انه ليس المراد لزوم الاداء بلزومه ابتداء بل بقاء قوله اتمامه لقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم وقوله تعالىٰ اتموا الصيام الى الليل ---قوله فعليه لما روى ان عائشة وحفصة كانتا صائمتين تطوعا فاهدى لهما طعاما فافطرتا فقال لهما رسول الله ﷺ اقضيا يوما مكانه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی
جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۴۷۰

﴿کسی حرکت کے بغیر روزہ دار کے انزال کا حکم﴾

﴿سوال﴾ غلط دیکھنے سے روزہ دار کو اگر انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صرف دیکھنے سے اگر انزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ کوئی ہاتھ وغیرہ استعمال نہ کیا ہو۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳۹۶/۲، طبع سعید)

او احتلم او انزل بنظر) ولو الى فرجها مرارا (او بفكر) وان طال (لم يفطر) مجمع.

ولما فی حاشية الطحطاوی:(ص ۲۸۵، طبع قدیمی)

(او انزل بنظر) الى فرج امراة لم يفسد) او فكر وان ادام النظر والفكر حتى انزل لانه لم يوجد منه صورة الجماع ولا معناه وهو الانزال عن المباشرة .وفی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

البحر الرائق: (۲/ ۲۷۲، طبع: سعید) وفی الهدایة: (۱/ ۱۷۷، طبع رحمانیه)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث سواتی

۱۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۳۶

﴿فصل فی اعذار المبیحة للافطار﴾

﴿ان اعذار کا بیان جن کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہے﴾

﴿بھوک یا پیاس کی شدت سے جان کو خطرہ ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی آدمی کو بھوک یا پیاس کی شدت سے جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد طارق آزاد کشمیر

﴿جواب﴾ کسی شخص کو مرض یا بھوک و پیاس کی شدت سے ہلاک ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے اگر روزہ نہ توڑا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا۔

لما فی البدائع: (۲/ ۹۴، طبع سعید)

ذکر الکرخی فی مختصره ان المرض الذی یبیح الافطار هو مایخاف منه الموت او زیادة العلة کائنا ماکانت العلة روی عن أبی حنیفة انه ان کان بحال یباح له أداء صلاة الفرض قاعدا فلا بأس بأن یفطروالمبیح المطلق بل الموجب هو الذی یخاف منه الهلاك لان فیه القاء النفس الی التهلکة لا لاقامة حق الله تعالیٰ وهو الوجوب والوجوب لا یبقی فی هذه الحالة وانه حرام فکان الافطار مباحا بل واجبا.

ولما فی الدر المختار: (۲/ ۴۲۱، طبع سعید)

فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم وقد ذکر المصنف منها خمسة وبقی الأکراه وخوف هلاك و نقصان عقل ولو بعطش أوجوع شدید ولسعة حیة.

ولما فی الشامیة: (۲/ ۴۲۱، طبع سعید)

(قوله خمسة) هی السفر والحبل والارضاع والمرض والکبروهی تسع نظمتها بقولی: وعوارض الصوم التی قدیغتفر للمرء فیها الفطر تسع تستطرحبل وارضاع واکراه صفر مرض جهادجوعه عطش کبر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد کشمیری

۲۶ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر ۱۹۳۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مرض کے دوبارہ لوٹنے کا خوف ہو تو روزہ چھوڑنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص رمضان میں بیاری سے ٹھیک ہو گیا لیکن ابھی تک اسکو ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھوں گا تو دوبارہ بیمار ہو جاؤنگا تو کیا ایسی صورت میں اس کیلئے روزہ چھوڑ دینا جائز ہے؟ مستفتی: راشد حسین

﴿جواب﴾ روزہ رکھنے کیوجہ سے عام طور پر کوئی بیمار نہیں ہوتا اور نہ بیماری عود کر آتی ہے تاہم اس شخص کیلئے اگر کسی مسلمان دیندار، ماہر ڈاکٹر نے روزہ رکھنا مضر قرار دیا ہو یا خود اسکو علامات وقرائن سے دوبارہ بیمار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اس کیلئے روزہ چھوڑ دینا جائز ہے بعد میں ایام صحت میں ان کی قضاء ضروری ہے۔

لمافی الدر المختار:(۲/۴۲۲ طبع سعید)

وصحیح خاف المرض....بغلبة الظن بامارة أو تجربة أو باخبار طبیب حاذق مسلم مستور.

ولمافی الهندیة:(۱/۲۰۷ طبع رشیدیه)

والصحیح الذی یخشیٰ ان یمرض بالصوم کالمریض.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق عفا اللہ عنہ

۲۴ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۱۷۲۶

﴿بیمار آدمی کا روزے کی نیت کرنے کے باوجود افطار کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان شریف میں بیمار تھا بعض دنوں میں روزے رکھتا تھا اور بعض دنوں میں افطار کرتا تھا اتفاق سے ایک دن روزے کی نیت کی اور پھر فجر کی نماز کے بعد افطار کیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے قضاء یا کفارہ؟ ابھی تک وہ مکمل صحت یاب نہیں ہوا تھا۔ مستفتی: نوران شاہ صاحب

﴿جواب﴾ مذکورہ بالا صورت میں صرف اس روزے کی قضاء واجب ہے کفارہ نہیں کیونکہ یہ آدمی پہلے سے بیمار ہے اور بیمار کیلئے روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة البقرة پاره ۲ ایت ۱۸۴)

ومن کان منکم مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر — الأیة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الهندیة:(۱/۲۰۷،طبع رشیدیه)

(منها المرض)المریض اذاخاف علی نفسه التلف أو ذهاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادة العلة وامتداده فکذالک عندنا وعلیه القضاء اذا افطر کذا فی المحیط.

ولما فی الشامی:(۲/۴۰۲،طبع سعید)

(لومریض خاف الزیادة) قوله (خاف الزیادة)اوابطاء البرء اوفساد عضو بحر،اووجع العین او جراحة او صداعاًاوغیره.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:اسرارعزیزدیروی

۱۱جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۸۷۶

﴿انہیلر پمپ کے استعمال کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے متعلق کہ زیدکوسانس کی بیماری ہے اوروہ سانس کے اکھڑ جانے پرانہیلر پمپ استعمال کرتا ہے جس کے استعمال سے ونٹولین نامی دواہوا کے ذریعہ حلق میں جاتی ہے اوراس کا سانس بحال ہو جاتا ہے اب معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یانہیں؟اور یہ کہ وہ شرعاً معذور ہے کہ نہیں۔

﴿جواب﴾ انہیلر پمپ کے استعمال سے دوا کے اجزاء چونکہ حلق تک پہنچ جاتے ہیں اس لئے اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔زیدکوچونکہ ایک مستقل بیماری ہے لہٰذاوہ شرعاً معذورقرار پاتا ہے۔بجائے روزے کہ وہ فدیہ دے سکتا ہے یعنی ہرروزے کے بدلے صبح وشام ایک مسکین کوکھانا کھلائے۔

لمافی بدائع الصنائع:(۲/۹۴،طبع سعید کراچی)

ذکرالکرخی فی مختصره ان المرض الذی یبیح الافطار هومایخاف منه الموت اوزیادة العلة کائناماکانت.

لما فی رد المحتار:(۲/۷۲، مطلب فی بطلان الوصیة ، طبع سعید)

(قوله ولو فدی عن صلاته فی مرضه لایصح)...اقول ووجه ذلک ان النص انما ورد فی الشیخ الفانی انه یفطر ویفدی فی حیاته ، حتی ان المریض او المسافر اذا افطر یلزمه القضاء اذا ادرک ایاما اخر و الا فلا شیء علیه ، فان ادرک ولم یصم یلزمه الوصیة بالفدیة عماقدر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:نثاراحمد

۱۳ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۶۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مرض بڑھنے کی صورت میں کیا مریض فرض روزہ چھوڑ سکتا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ بیمار شخص اگر روزہ رکھ لے اور اس سے مرض بڑھنے کا قوی اندیشہ ہو اور طبیب کی رائے ہو کہ وہ ضرور گھنٹے دو گھنٹے بعد پانی پی لیا کرے تو ایسی صورت میں وہ روزہ افطار کر سکتا ہے یا نہیں؟ کمزور آدمی اگر روزے کیوجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو روزہ افطار کرے یا روزہ رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھا کرے؟ مستفتی: راحت اللہ

﴿جواب﴾ ایسے مریض کو روزہ افطار کرنے کی شرعاً اجازت ہے مریض کا غلبہ ظن یا مسلمان طبیب کا مشورہ دینا اس شرعی رخصت کیلئے کافی ہے۔

لمافی الهندية:(۲۰۷/۱،طبع رشيديه)

(ومنها المرض)المريض اذا خاف على نفسه التلف او ذهاب عضو يفطر بالاجماع وان خاف زيادة العلة وامتداده فكذالك عندنا وعليه القضاء اذاافطر كذا في المحيط ثم معرفة ذلك باجتهادالمريض والاجتهادغير مجرد الوهم بل هو غلبة ظن عن امارة او تجربة اوباخبار طبيب مسلم غيرظاهرالفسق.

ولمافى البحر:(۲۸۲/۲،طبع سعيد)

(الى قوله)اطلق في المريض فشمل مااذا مرض قبل طلوع الفجر اوبعده بعد ما شرع.

ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی رخصت ہے،اس عذر کیوجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

لمافى الخانية على هامش الهندية:(۲۰۲/۲،طبع رشيديه)

رجل لوصام في شهر رمضان لا يمكنه ان يصلي قائماوان لم يصم يمكنه ان يصلي قائمافانه يصوم ويصلي قاعدا جمعابين العبادتين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۸ رجب ۱۴۲۸ھ | فتویٰ نمبر: ۱۰۶۸

﴿صبح صادق کے بعد سفر پر جانے سے رخصت افطار پر عمل کرنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان کے مہینے میں سفر پر جا رہا ہے، اور سفر نماز فجر کے بعد شروع کرتا ہے، کیونکہ نماز سے پہلے گاڑیاں نہیں چلتی ہیں یا اس نے دس بجے کا ٹکٹ لیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ ایسی صورت میں اس آدمی کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لئے رخصت سفر پر عمل کرتے ہوئے روزہ چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمود شاہ وزیرستانی

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ روزہ نہ رکھنا اس مسافر کے لئے جائز ہے جو صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے باہر نکل چکا ہو، اگر طلوع صبح صادق (سحری) کے وقت اپنے گھر پر یا شہر کی آبادی کے اندر ہو تو شرعاً ابھی وہ مقیم ہی ہے اس لئے اس پر روزہ رکھنا فرض ہے، مسافر بننے کے لئے صرف سفر کی نیت کافی نہیں، بلکہ سفر کی نیت کر کے اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل جانے سے آدمی مسافر بنتا ہے، لیکن اگر اس شخص نے روزہ رکھا اور مسافر ہونے کے بعد توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہیں آئیگا صرف ایک روزہ قضاء کا لازم آئے گا۔

لما فی الفقه الاسلامی وادلته :(۱۶۹۵/۳، الاعذار المبيحة للفطر، طبع :رشيديه)

والسفر المبيح للفطر هو السفر الطويل الذی يبيح قصر الصلاة الرباعية وذلك لمسافة تقدر بحوالی ۸۹ كم ،ويشترط عند الجمهور ان ينشئ السفر قبل طلوع الفجر ويصل الی مكان يبدأ فيه جواز القصر وهو بحيث يترك البيوت وراء ظهره ،اذ لايباح له الفطر بالشروع فی السفر بعد ما اصبح صائما ،تغليبا لحكم الحضر علی السفر اذا اجتمعا فاذا شرع بالسفر بان جاوز عمران بلدة قبل طلوع الفجر جاز له الافطار وعليه القضاء.

ولما فی التنوير وشرحه الدر :(۱۲۱/۲، باب صلاة المسافر ،طبع: سعيد)

(من خرج من عمارة موضع اقامة)من جانب خروجه وان لم يجاوز من جانب الاخر ،قال ابن عابدين تحت هذه العبارة (قوله من خرج من عمارة موضع اقامته)اراد بالعمارة ما يشمل بيوت الاخبية لان بها عمارة موضعها ،قال فی الامداد فيشترط مفارقتها ولو متفرقة واشار الی انه يشترط مفارقة ما كان من توابع موضع الاقامة كربض المصر وكذا القری المتصله بالربض فی الصحيح الخ(قوله من جانب خروجه الخ)قال فی شرح المنية:فلا يصير مسافرا قبل ان يفارق عمران ما خرج منه من الجانب الذی خرج الخ.

ولما فی الهنديه:(۲۰۶/۱ ،كتاب الصوم طبع:رشيديه)

(ومنها السفر)الذی يبيح الفطر وهو ليس بعذر فی اليوم الذی انشاء السفر فيه ،كذا فی الغياثية فلو سافر نهارا لا يباح له الفطر فی ذلك اليوم وان افطر لاكفارة عليه الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: محمد بلال شاہ جنوبی وزیرستان

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

فتویٰ نمبر: ۳۰۷۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿محنت ومزدوری کی خاطر روزہ چھوڑنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ میں کپڑے کی فیکٹری میں کام کرتا ہوں، رمضان المبارک میں بھی ہمارا کام ہوتا ہے لیکن ہم لوگ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتے کیونکہ ایک تو ویسے ہی گرمی ہوتی ہے اور دوسرا کام بھی سخت ہوتا ہے تو کیا ہمارے لیے مذکورہ عذر کی بناء پر روزے چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: محمد انور پنڈی گھیب

﴿جواب﴾ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر ایسے آدمی کے پاس اتنا مال ومتاع اور وسائل ہوں جو اس کے لیے اور اس کے اہل وعیال کے لیے ضرورت کے درجہ میں کافی ہوں یعنی لوگوں سے سوال کرنے کی نوبت نہیں آتی تو ایسی صورت میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو اپنی ذات اور اہل وعیال کے نفقہ اور ضروری اخراجات کے لیے کمانے کی ضرورت ہے اور روزہ چھوڑے بغیر ایسی ضرورت پورا کرنے کی اور کوئی صورت نہیں بنتی تو صرف ضرورت کی حد تک چھوڑنے کی گنجائش ہے بعد میں قضاء بھی لازم ہے۔

لما في الدر المختار مع رد المحتار:(۲/۴۲۰ طبع سعيد)

لا يجوز ان يعمل عملاً يصل به الى الضعف فيخبز نصف النهار ويستريح الباقي

(قوله لا يجوز) عزاه في البحر الى القنية ،وقال في التاتارخانية :وفي الفتاوى سئل علي ابن احمد عن المحترف اذا كان يعلم انه لو اشتغل بحرفته يلحقه مرض يبيح الفطر وهو محتاج الى النفقة هل يباح له الاكل قبل ان يمرض ،فمنع من ذلك اشد المنع وهكذا حكاه عن استاذه الوبري ......والذي ينبغي في مسألة المحترف حيث كان الظاهر ان ما مر من تفقهات المشايخ لا من منقول المذهب ان يقال اذا كان عنده ما يكفيه وعياله لا يحل له الفطر لانه يحرم عليه السوال من الناس فالفطر اولى والا فله العمل بقدر ما يكفيه

ولما في الهندية ۱/۲۰۸ طبع رشيدية)

المحترف المحتاج الى نفقته علم انه لو اشتغل بحرفته يلحقه ضرر مبيح الفطر يحرم عليه الفطر قبل ان يمرض كذا في القنية

ولما في التاتارخانية ۲/۲۹۲)

"اليتيمة" سئل علي ابن احمد عن المحترف اذا كان يعلم انه لو اشتغل بحرفته يلحقه مرض يباح الفطر وهو محتاج الى تحصيل النفقة هل يباح له الاكل قبل ان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بمرض؟فمنع من ذلک اشد المنع ،وھکذا حکاہ عن استاذہ الوہری.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ضیاءالحق اٹکی

۱۱رجب المرجب ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر:۳۳۸۵

﴿روزوں سے متعلق متفرق مسائل﴾

﴿ماہِ رمضان المبارک میں ہوٹل کھولنا اور روزے نہ رکھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ(۱)رمضان المبارک کے مہینہ میں علی الاعلان روزے نہ رکھنے کا رواج عام ہو گیا ہے بعض لوگ رمضان المبارک کے مہینہ میں دن کے وقت بھی ہوٹل کھول کر ان لوگوں کو کھانے وغیرہ تیار کر کے دیتے ہیں جو روزے نہیں رکھتے ،پوچھنا یہ ہے کہ بلا عذر روزہ نہ رکھنا یا روزہ نہ رکھنے والوں کو کھانا کھلانا شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے؟

(۲)اگر کسی نے جان بوجھ کر روزے نہ رکھے ہوں بعد میں توبہ کی توفیق ہو جائے تو ایسے شخص کیلئے شریعت میں کیا حکم ہے صرف قضا لازم ہوگی یا کفارہ بھی؟اگر قضا کے ساتھ کفارہ بھی واجب ہو تو اس کی کیا تفصیل ہے؟

﴿جواب﴾(۱)رمضان المبارک کے مہینہ کا احترام مسلمانوں پر فرض ہے،اسی احترام کے پیش نظر شریعت نے جہاں معذورین کو روزہ چھوڑنے کی رخصت دی ہے،وہاں ان کو روزہ داروں کے سامنے کھانے پینے سے بھی منع کیا ہے بلا عذر رمضان کا روزہ نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے اور رمضان المبارک کے مہینے میں لوگوں کے سامنے کھانا پینا گناہ کبیرہ کے علاوہ دین کے ایک اہم رکن کی توہین کرنے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے مذاق اڑانے کے بھی مترادف ہے،اسلامی حکومت کو ایسے شخص کو قتل کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔

اسی طرح رمضان المبارک کے مہینہ میں دن کے وقت ہوٹل کھول کر روزہ خوروں کو کھانا فراہم کرنے والے بھی رمضان المبارک کا تقدس پامال کرنے میں ان لوگوں کے ساتھ شریک جرم ہیں بلکہ ان کے اس عمل کیوجہ سے روزہ خوروں کی حوصلہ افزائی کے علاوہ کمزور ایمان والے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

افراد کو بھی روزہ توڑنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے جسکا ذریعہ یہی لوگ بنتے ہیں، لہذا جس جگہ رمضان المبارک میں یہ سب کچھ ہو رہا ہو وہاں کی عوام کو چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کریں، اور جب تک وہ توبہ نہ کریں ان سے میل جول نہ رکھیں خصوصا ان کے ہوٹل سے کھانا کھانے سے اجتناب کریں البتہ سزا دینے کا اختیار صرف حکومت کو ہے۔

(۲) رمضان المبارک کا صرف ایک روزہ بھی بلا عذر اگر کوئی چھوڑتا ہے اس سے اسکی آخرت کا جو نقصان ہوگا بعد میں عمر بھر روزے رکھنے سے بھی اس کا تدارک نہیں ہو سکے گا، تاہم روزہ نہ رکھنے سے صرف اس کی قضا لازم ہے کفارہ نہیں، کفارہ اس وقت لازم آتا ہے جب روزہ رکھنے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے جان بوجھ کر توڑ دیا جائے۔

لما فی الدر المختار:(۴۱۳/۲ طبع سعید)

ولو أكل عمدا شهرة بلا عذر يقتل وتمامه في شرح الوهبانية وقال الشامي رحمه الله : قال في الوهبانية ولو أكل الانسان عمدا وشهرة ولا عذر فيه قيل بالقتل يؤمر قال الشرنبلالي صورتها تعمد من لا عذر له الأكل جهارا يقتل لانه مستهزئ بالدين أو منكر لما ثبت منه بالضرورة ولا خلاف في حل قتله والأمر به فتعبير المؤلف بقيل ليس بلازم الضعف.

ولما في الهندية:(۲۲۶/۱ طبع قديمي)

اذا اكل متعمدا ما يتغذى به او يتداوى به يلزمه الكفارة وهذا اذا كان مما يوكل للغذاء او للدواء.

ولما في جامع الترمذي:(۹۰/۱ طبع فاروقي پشاور)

عن ابي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من افطر يوما من رمضان من غير رخصة ولا مرض لم يقض عنه صوم الدهر كله وان صامه.

ولما في المرقاة:(۲۲۲/۴ طبع رشيديه)

وان صامه اي ولو صام الدهر كله قال الطيبي اي لم يجد فضيلة الصوم المفروض بصوم النفل وان سقط قضاءه بصوم يوم وهذا على طريق المبالغة والتشديد ولذلك أكده بقوله وان صامه.

ولما في اعلاء السنن:(۱۲۹/۹ طبع دار الكتب العلمية بيروت)

وفي الجوهرة النقي: في نوادر الفقهاء لابن بنت نعيم :اجمعوا ان من أكل او شرب في نهار رمضان عامدا بلا عذر فعليه القضاء والكفارة الا الشافعي قال :لا كفارة عليه انتهى كلامه. والأكل والشرب عمدا في انتهاك حرمة الشهر مثل الوطء.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبد الحکیم کشمیری

۱۳ رجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۴۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿تنہا چاند دیکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی نے تنہا رمضان یا عید کا چاند دیکھا مطلع بالکل صاف تھا اور شہادت رد کردی گئی تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا یہ روزہ رکھے گا یا افطار کریگا؟ اگر روزہ رکھنا تھا اور افطار کردیا تو کیا قضا کے ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا؟ اگر امام یعنی حاکم اکیلا چاند دیکھے تو کیا وہ اسکا اعلان کرسکتا ہے کہ سب روزہ رکھیں یا عید منائیں؟ نیز اگر ایک بستی کے چند آدمیوں نے چاند دیکھا جنکی تعداد جم غفیر تک نہیں پہنچتی تو انکے بارے میں کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ مطلع صاف ہونیکی صورت میں اگر کسی نے رمضان کا یا عید کا چاند دیکھ کر گواہی دی اور اسکی گواہی رد کردی گئی تو اس آدمی پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے اگر افطار کردیا تو صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا اگر تنہا امام نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا تو وہ لوگوں کو روزہ رکھنے یا عید منانے کا حکم نہیں دے گا بلکہ خود تنہا روزہ رکھے گا اگر رمضان کا چاند تھا اور اگر عید کا چاند ہے تو سب کے ساتھ امام بھی روزہ رکھے گا، چند آدمی جنھوں نے چاند دیکھا اور انکی تعداد جم غفیر تک نہ پہنچنے کی وجہ سے انکی شہادت رد کردی گئی وہ بھی روزہ رکھیں گے۔

لما فی الشامی:(۲/ ۳۸۴،طبع سعید)

(رأی) مکلف (هلال رمضان أو الفطر ورد قوله) بدلیل شرعی (صام) مطلقا وجوبا وقیل ندبا(فان أفطر قضی فقط) لشبهة الرد.(قوله رأی مکلف) أی مسلم بالغ عاقل ولوفاسقا کمافی البحر عن الظهیریة فلایجب علیه لو صبیا اومجنونا وشمل مالو کان الرائی اماما فلا یامر الناس بالصوم . ولا بالفطر اذا رآه وحده ویصوم هو کمافی الامداد. وأفاد الخیر الرملی أنه لو کانوا جماعة وردت شهادتهم لعدم تکامل الجمع العظیم فالحکم فیهم کذلک

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ　　　　فتوی نمبر:۱۱۶

﴿روزہ دار کو کھاتا ہوا دیکھ کر کیا روزہ یاد دلانا چاہئے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ رمضان کے مہینے میں کسی شخص کو کھاتا یا پیتا ہوا دیکھے تو کیا اس کو بتانا چاہیے یا نہیں؟　　　　مستفتی: عباس علی

﴿جواب﴾ روزے کی حالت میں کوئی شخص بھول کر کھا پی رہا ہو دوسرے شخص کو علم ہو جائے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کہ یہ بھول کر کھا پی رہا ہے تو اگر وہ شخص ضعیف ہو یا ایسا ہو کہ روزے کی وجہ سے کمزوری لاحق ہوتی ہو تو اگر نہ بتایا جائے تو درست ہے لیکن اگر وہ شخص جوان ہو اور آسانی سے روزہ رکھ سکتا ہو تو بتادینا چاہیے نہ بتانا اس صورت میں کراہت سے خالی نہیں۔

لمافی البحر:(۲/۲۷۱،طبع سعید)
وخرج مااذا اکل ناسیاً فذکره انسان بالصوم ولم يتذكر فاكل فسد صومه فى الصحيح خلافاً لبعضهم كذا فى الظهيرية ...... والاولىٰ أن لايذكره ان كان شيخاً لأن مايلعله الصائم ليس بمعصية فالسكوت عنه ليس بمعصية ولان الشيخوخة. مظنة المرحمة وان كان شاباً يقوى على الصوم يكره أن لايخبره والظاهر انها تحريمية.

ولمافی الهندية:(۱/۲۰۷،طبع رشيديه)
رجل نظر الى صائم ياكل ناسياً ان رأى فيه قوة يمكنه أن يتم الصوم الى الليل فالمختار أنه يكره أن لايذكره وان كان يضعف فى الصوم بان كان شيخاً كبيراً يسعه أن لايخبره كذافى الظهيرية فى فصل الاعذار المبيحة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: محمد عزیز چترالی
۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
فتویٰ نمبر: ۳۶۵

﴿عرب ممالک سے آنے والے پر تیس سے زائد روزے رکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سعودی عرب سے پاکستان آیا، وہاں چاند کے حساب سے اس کے تیس (۳۰) روزے پورے ہو چکے ہیں جبکہ پاکستان میں ابھی روزے باقی ہیں تو کیا یہ شخص اب افطار کریگا یا روزے رکھے گا؟

﴿جواب﴾ پاکستان پہنچ کر جب رمضان باقی ہے تو لوگوں کیساتھ مشابہت کی خاطر روزے رکھتا رہے اور نفلی روزوں کا ثواب اس کو ملے گا۔

لمافی جامع الترمذی:(۱/۸۸،طبع فاروقی ملتان)
عن ابی هريرةؓ أن النبى صلى الله عليه وسلم قال الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون والاضحىٰ يوم تضحون.

ولمافی الشامی:(۲/۳۸۴،طبع سعید)
لوصام رائى هلال رمضان وأكمل العدة لم يفطر الامع الامام لقوله عليه الصلاة والسلام "صومكم يوم تصومون وفطركم يوم تفطرون".

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی التنویر مع الدر:(۲/۲۰۷-۲۰۸،طبع سعید)

(والأخیران یمسکان بقیة یومهما وجوباً علی الأصح)لأن الفطر قبیح وترك القبیح شرعاً واجب (کمسافر أقام وحائض ونفساء طهرتا ومجنون أفاق ومریض صح)

وفی الشامیة:فانه یجب علیه الامساك تشبها وکذافی قاضی خان:(۱/۲۱۷،قدیمی)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۱۸ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۰۶۵

﴿سحری کے وقت ماہواری بند ہونے کی صورت میں روزے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت سحری کے وقت ماہواری سے پاک ہوگئی اور غسل کیئے بغیر اس نے سحری کھالی اور روزے کی نیت بھی کرلی۔ کیا ایسی صورت میں اسکا روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟　　مستفتی: رفیع اللہ ضلع دیر پائین

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اس خاتون کا خون دس دن مکمل گذرنے پر اگر رک گیا تھا تو اسکا روزہ درست ہوگیا ہے اگرچہ طلوع فجر سے پہلے غسل کرنے کا کوئی موقع اسے نہیں ملا تھا۔اسی طرح دس روز گذرنے سے پہلے اگر خون رک گیا تھا اور غسل کرنے کا اسے موقع ملا تھا لیکن سحری کھانے میں مشغول ہونے کی وجہ سے وہ غسل نہ کرسکی تب بھی روزہ درست ہوگیا ہے ۔البتہ اتنی تاخیر سے خون اگر رک گیا ہو کہ وہ سحری کا کھانا چھوڑ کر اور صرف فرائض پر اکتفاء کرتے ہوئے بھی اگر غسل کرتی تو طلوع فجر سے پہلے پاک نہیں ہوسکتی تھی یا عین طلوع فجر پر غسل سے فارغ ہوتی تو ایسی صورت میں روزہ درست نہیں ہوا اس روزہ کی قضاء لازم ہے۔ اس لئے کہ ایسی صورت میں اتنا وقت جس میں وہ فرائض پر اکتفاء کرتے ہوئے غسل کرسکتی جاری خون کے حکم میں شمار ہوتا ہے اور ایسی حالت میں وہ روزہ کی اہلیت نہیں رکھتی طلوع فجر سے پہلے پہلے اسکا پاک ہونا ضروری ہے۔

لمافی الهندیه (۱/۲۲۸،طبع قدیمی)

ولو طهرت لیلا صامت الغداان کانت ایام حیضها عشرة وان کانت دونها فان ادرکت من اللیل مقدار الغسل وزیادة ساعة لطیفة تصوم وان طلع الفجر مع فراغها من الغسل لاتصوم لان مدة الاغتسال من جملة الحیض فیمن کانت ایامها دون العشرة کذافی محیط السرخسی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی التاتارخانیة(۳۰۲/۲،طبع قدیمی)

ولوطهرتا قبل طلوع الفجر فانه ینظر:ان کان الحیض عشرة ایام والنفاس اربعون یوما فعلیهما القضاء صلوة العشاء ویجزیهما صوم مهما من الغدعن رمضان،وان کان الحیض دون العشرة والنفاس دون الاربعین فانه ینظر :ان وجدتا من اللیل مقدارمایسع فیه الاغتسال وساعة قبل طلوع الفجر فکذلک الجواب والا فلایلزمهما قضاء العشاء ولایجزیهما صوم مهما من الغد وعلیهما قضاء ذلک الیوم.

ولمافی الشامی (۲۹۶/۱،طبع سعید)

ونقل بعده فی البحرعن التوشیح والسراج انه لایجزیهما صوم ذلک الیوم اذالم یبق من الوقت قدرالاغتسال والتحریمة لانه لایحکم بطهارتها الابهذا،وان بقی قدرمایجزیهما لان العشاء صارت دیناعلیهما،وانه من حکم الطاهرات فحکم بطهارتها ضرورة ،ونحوه فی الزیلعی ،وقال فی البحر:وهذاهوالحق فیمایظهر.

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد دیروی

۲۴صفر۱۴۳۵ھ　　　　فتویٰ نمبر۳۹۴۴

﴿حائضہ عورت کے لیے روزہ داروں کی طرح رہنا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ طلوع فجر کے بعد اگر کسی عورت کو حیض آجائے تو ایسی عورت کیلئے بقیہ یوم کا امساک یعنی کھانا پینا بند کرنے کا کیا حکم ہے؟　　　　مستفتی: محمد یاسر

﴿جواب﴾ طلوع فجر کے بعد عورت کو ماہواری شروع ہو جائے تو اس سے روزہ ختم ہو جاتا ہے اور اس پر امساک ضروری نہیں، البتہ رمضان المبارک کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ روزہ داروں کے سامنے نہ کھائیں کچھ ہٹ کر کھائیں۔

لمافی الهندیة:(۲۰۷/۱طبع رشیدیه)

ومنها الحیض والنفاس واذاحاضت المرأة أونفست أفطرت.

ولمافی قاضی خان:(۲۱۸/۱،طبع قدیمی)

وأجمعوعلی أنه لایجب التشبه علی الحائض والنفساء فی الحیض والنفاس وعلی المریض والمسافر.

ولمافی الجوهرةالنیرة:(۱۸۲/۱طبع میرمحمد)

قوله(واذاحاضت المرأة افطرت وقضت)وکذااذانفست،هل تأکل سراًوجهراً فیلسراًوقیل جهراًولایجب علیهاالتشبه.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۲۰جمادی الاولیٰ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۱۹۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿عیدین کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ عید کے دن روزہ رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ پورے سال میں پانچ دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع ہے، ان میں تین دن ایام تشریق کے ہیں اور دو دن عیدین کے ہیں، لہٰذا عید کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہے، البتہ کسی نے روزہ رکھ لیا تو روزہ ہو جائیگا لیکن گنہگار ہوگا۔

لما فی الهندیة:(۲۲۱/۱، طبع رشیدیه)

ویکره صوم یوم العیدین وایام التشریق وان صام فیهما کان صائما عندنا کذا فی قاضی خان.

ولما فی البحر:(۲۵۸/۲، طبع سعید) وعندنا یکره الصوم فی یومی العید وایام التشریق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد غفرلہ ولوالدیہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۲۰۹

﴿یوم الشک کے روزے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں اکثر لوگ ۲۹، ۳۰ شعبان (یوم الشک) کو روزہ رکھتے ہیں، جب ان سے کہا جائے کہ اس دن روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو نفل کی نیت سے رکھتے ہیں لیکن جب رمضان کا مہینہ ۲۹ کا ہو جائے تو پھر کہتے ہیں کہ ہمارے روزے پورے ہو گئے اور ہم نے جو ایک دن پہلے روزہ رکھا تھا صحیح تھا یعنی اخیر میں اسکو فرض روزہ سے شمار کرتے ہیں، انکا خیال ہے کہ رمضان کا مہینہ ۳۰ ہی کا ہوتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ شروع میں غلطی ہو گئی اور ایک روزہ چھوٹ گیا۔

چنانچہ ان لوگوں کا رمضان سے پہلے ایک روزہ رکھنے کا معمول بن گیا ہے، تو ایسی حالت میں یوم الشک کو روزہ رکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یوم الشک کے روزے کو فقہاء کرام نے منع کیا ہے، خاص کر ایسی حالت میں جب نیت میں تردد ہو، آپ کے علاقے میں جو صورت حال ہے کہ یوم الشک کو اخیر میں رمضان سے شمار کرتے ہیں تو یہ نیت میں تردد ہے، لہٰذا ان لوگوں کا اس دن روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

البتہ جسکی نیت میں تردد نہیں ہوتا یا خاص دنوں میں روزہ رکھنا انکی عادت رہی ہو اور اتفاق سے ان دنوں میں شک کا دن آرہا ہو تو یہ لوگ نفل کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں لیکن ان کے لئے بھی ایسی حالت میں چاہیے کہ کسی پر بھی اپنا روزہ ظاہر نہ کریں کیونکہ اگر دوسروں کو پتہ چلے تو وہ بھی روزہ رکھنا شروع کر دیں گے جبکہ انکو نیت کی کوئی تمیز نہیں ہوگی۔

اور ان لوگوں کا خیال کہ رمضان ۳۰ ہی کا ہوتا ہے بالکل غلط ہے کیونکہ احادیث شریفہ میں صراحت موجود ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ کا ہوتا ہے، لہٰذا چاند کے ۲۹ دنوں کو مہینہ سے کم سمجھنا غلط ہے۔

لما فی صحیح البخاری:(۲۵۶/۱،طبع قدیمی)

عن ابن عمرؓ قال :قال رسول الله ﷺ:انا امة امية :لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد الابهام فی الثلاثة ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا يعني تمام الثلاثين .يعني مرة تسعا وعشرين ومرة ثلاثين متفق عليه.

ولما فی جامع الترمذی:(۶۸/۱،طبع فاروقی ملتان)

عن ابی هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ لا تقدموا شهر رمضان بصيام قبله بيوم او يومين الا ان يكون رجل يصوم صوماً فليصمه.

ولما فی التاتارخانية:(۲۹۷/۲،طبع قدیمی)

والمختار ان يفتى بالتطوع فی حق الخواص والانتظار والتلوم فی حق العوام.

ولما فی الدر المختار:(۲۸۲/۲-۲۸۳،طبع سعید)

(والا يصومه الخواص ويفطر غيرهم بعد الزوال)به يفتى نفيا لتهمة النهی(وكل من علم كيفية صوم الشك فهو من الخواص والا فمن العوام الخ)

وفی الشامية:قوله يصوم الخواص ای وان لم يوافق صوما يعتاده......قال فی الفتح وقيد فی التحفة بكونه على وجه لا يعلم العوام ذلك كي لا يعتادوا صومه فيظنه الجهال زيادة على رمضان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۱۲ رجب ۱۴۲۸ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۰۷۱

﴿میت کی طرف سے صوم وصلوٰۃ کا فدیہ ادا کرنا﴾

﴿سوال﴾ میرے والد صاحب تقریباً ۲۰ سال سے شوگر کے مریض تھے بیماری کے زمانے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں روزے نماز کا تقریباً اہتمام نہ کر سکے، میں چاہتا ہوں کہ انکی طرف سے کچھ نعم البدل ادا کر دوں، اس کا طریقہ کیا ہوگا؟ میں خود (ان کا بیٹا) انکی طرف سے حج بدل ادا کر سکتا ہوں؟ واضح رہے کہ والد صاحب نے اس کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی ہے۔

﴿جواب﴾ آپ کے والد صاحب مذکورہ مدت میں اگر ایسے بیمار تھے کہ نہ رمضان میں روزے رکھ سکے اور نہ بعد میں قضاء کا موقع ملا تو ان پر کچھ نہیں ہے یعنی فدیہ وغیرہ واجب نہیں اور اگر ایسی بیماری نہ تھی بلکہ کبھی صحت کبھی بیماری رہی تو ان پر روزے یا روزوں کی قضا ضروری تھی لیکن غفلت یا سستی کیوجہ سے نہ رکھ سکے تو ان کو فدیہ ادا کرنا چاہیے تھا یا اس کی وصیت کرنی چاہیے تھی، دونوں میں سے ایک بھی نہ کر سکے تو آپ پر فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ اگر آپ اپنی طرف سے خود ادا کر دیں تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ انکے روزوں کے بدلے میں قبول فرمالیں۔ واللہ اعلم

ایک روزہ کا فدیہ ایک فطرہ (پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت جو کہ آج کل تقریباً ۳۰ روپیہ بنتی ہے) ۲۰ سال کے روزوں کا فدیہ ۱۸۰۰۰ روپیہ بنتا ہے، اسی طرح ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا بھی کھلا سکتے ہیں۔

نمازوں کے بارے میں اصلاً تو فدیہ نہیں ہے، لہٰذا کوئی ضروری نہیں ہے لیکن روزوں پر قیاس کرتے ہوئے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نمازوں کے بدلے قبول فرمالیں، ایک نماز کا فدیہ بھی وہی ایک فطرہ (پونے دو سیر گندم یا اسکی آج کل کی قیمت تقریباً ۳۰ روپیہ) ہے، چونکہ یومیہ چھ نمازیں ہیں اس لئے کہ وتر کو مستقل نماز شمار کرتے ہیں، لہٰذا ۲۰ سال کی نمازوں کا فدیہ رقم کی صورت میں ۱۳۱۴۰۰۰ روپیہ بنتا ہے، البتہ یہ بات یاد رہے کہ اگر ایک ساتھ ادا نہیں کر سکتے تو جب بھی ادا کرے تو پونے دو سیر گندم کی اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

لمافی التاتارخانیة: (۲/۲۹۲، طبع قدیمی)
فان لم یصم بعد ماصح اوقام حتی مات فعلیه ان یوصی ان یطعم عنه: وفی الهدایة اطعم عنه ولیه لکل یوم نصف صاع من براوصاعامن تمر اوصاعامن شعیر۔۔۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

والصلاة كالصوم ،وكل صلاة تعتبر بصوم يوم وهو الصحيح .وان لم يوص وتبرع الورثة جاز ،وان لم يتبرعوا لايلزمهم الاداء.

ولمافيهاايضا:(۱/۵۵۸،طبع قديمی)

رجل مات وعليه صلوات فاوصى ان يطعموا عنه..... وان لم يوص الورثة وتبرع بعض الورثة يجوز.

ولمافي التجنيس والمزيد:(۲/۸۳،طبع ادارة القرآن والعلوم الاسلامية)

اذامات الرجل وعليه صلوات فائتة .يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر.

ولمافي التنويرمع الدر:(۲/۷۲،طبع سعيد)

(ولومات وعليه صلوات فائتة ولوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر) كالفطرة (وكذاحكم الوتر) والصوم.

وفى الشامية:واما اذالم يوص فتطوع بها الوارث فقد قال محمدؒ فى الزيادات انه يجزيه ان شاء الله تعالى فعلق الاجزاء بالمشيئة لعدم النص وكذاعلقه بالمشيئة فيما اذااوصى بفدية الصلاة لانهم الحقوها احتياطالاحتمال كون النص فيه معلولا بالعجز فتشمل الصلاة وان لم يكن معلولاتكون الفدية برمبتدأيصلح ماحيا للسيئات فكان فيهاشبهة.....فعلم انه اذالم يوص بفديه الصلاة فالشبهة اقوى.

آپ کے والد صاحب کے ذمہ اگر حج فرض تھا مگر اتنا مال نہیں چھوڑا یا اس نے حج بدل کرانے کی وصیت نہیں کی تو ان کی طرف سے حج بدل ادا کرنا اب لازم نہیں لیکن اگر آپ انکی طرف سے حج بدل ادا کریں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کی جاتی ہے کہ مرحوم کی طرف سے حج فرض کے بدلے میں قبول فرمالیں۔

اور اگر ان کے ذمہ فرض نہیں تھا اور آپ انکی طرف سے حج بدل کریں تو یہ نفلی حج ہوگا اور مرحوم کو انشاء اللہ اس کا ثواب ضرور پہنچے گا۔

لمافي الولواجية:(۱/۲۸۷،طبع فاروقی پشاور)

ومن حج عن رجل ميت بغيرامره حجة الاسلام جازعنه ان شاء الله تعالى لان النبى ﷺ قال للخثعمية:أرأيت لوكان على ابيک دين فقضيته اماكان يقبل منک فالله احق ان يقبل .فالنبى ﷺ شبه الحج بقضاء الدين .وجاز للوارث قضاء دين الميت بغيرأمره فكذايجوز الحج عنه .قوله ان شاء الله تعالى على القبول لاعلى الجواز لانه شبهة بقضاء الدين.

ولمافي الشامي:(۲/۶۰۲،طبع سعيد)

(قوله أوصى بحج الخ)قيد بالوصية لانه لوكان لم يوص فتبرع عنه الوارث بالحج

اوالاحتجاج یصح کماقدمہ المصنفؒ :ای یصح عن البحث عن حجۃ الاسلام ان شاء اللہ تعالی کماقدمناہ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۸۲۷

﴿چاند کی طرف اشارہ کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ہمارے گاؤں میں یہ رواج ہے کہ جب چاند نظر آتا ہے تو لوگ ہاتھوں سے اسکی طرف اشارہ کر کے بتاتے ہیں کہ وہ رہا چاند ایک دفعہ ایک صاحب نے کہا کہ اسطرح کرنا درست نہیں ہے تو دوسرے لوگوں نے کہا کیوں درست نہیں ہے شریعت کی روشنی میں اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ فعل کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے۔

لمافی العالمگیریۃ:(۱/۱۹۷،طبع رشیدیہ)

وتکرہ الاشارۃ عند رویۃ الھلال کذافی الظھیریۃ.

ولمافی التجنیس والمزید:(۲/۲۲۵،طبع ادرۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ)

واذاراواالھلال یکرہ ان یشیرواالیہ،لان اھل الجاھلیۃ کانوایفعلون ذلک.

ولمافی التنویر مع الدر:(۲/۳۹۲،طبع سعید)

(فرع)اذاراواالھلال یکرہ ان یشیرواالیہ لانہ من عمل الجاھلیۃ کمافی السراجیۃ وکراھۃالبزازیۃ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :سعیداحمد غفرلہ ولوالدیہ

۲ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۹۵۴

﴿رمضان کا چاند دیکھنے کے بعد روزہ افطار کرنا﴾

﴿سوال﴾ میں نے رمضان کا چاند دیکھا لیکن میری گواہی قبول نہیں کی گئی پھر میں نے افطار کیا تو کیا میرے ذمے صرف قضا ہے یا کفارہ بھی؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں آپکے ذمے صرف قضالازم ہے کفارہ نہیں۔

لمافی التجنیس والمزید:(۲/۲۲۰،طبع ادرۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ)

وان رای ھلال رمضان (فلم تقبل شھادتہ)فعلیہ ان یصوم،فان افطر فی ذلک الیوم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

كان عليه القضاء دون الكفارة.

ولمافي التاتارخانية:(۲/۲٦٧طبع قديمي)

واذاابصر هلال رمضان وحده وشهد عند القاضي فردّ شهادته فعليه ان يصوم خلافاللحسن البصري فان افطر بعدمارد الامام شهادته فلاكفارة عليه عندنا.

ولمافي التنوير مع الدر:(۲/۳۸۲طبع سعيد)

(رأى)مكلف(هلال رمضان اوالفطرورد قوله)بدليل شرعي (صام) مطلقاوجوباوقيل ندبا(فان افطرقضي فقط)لشبهة الرد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۔ واللہ اعلم بالصواب: سعید احمد غفرلہ ولوالدیہ

۱۷ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ ۔ فتویٰ نمبر: ۱۰۰۳

﴿اعتکاف کا بیان﴾

﴿محراب مسجد کا حصہ ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسجد کا محراب مسجد کے حکم میں ہوتا ہے یا نہیں اگر کوئی شخص حالت اعتکاف میں محراب میں چلا گیا تو اس کے اعتکاف پر کوئی اثر تو نہیں پڑے گا؟

مستفتی: محمد زبیر بنوں

﴿جواب﴾ محراب بھی عام طور پر مسجد ہی کا حصہ ہوتا ہے، لہذا محراب میں جانے سے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لمافي الشامي:(۱/٦٥٦ ، طبع سعيد)

والمحراب وان كان من المسجد فصورته وهيئته اقتضت شبهة الاختلاف اھ ، قلت:أى لان المحراب انما بنى لمحل قيام الامام ليكون قيامه وسط الصف كما هوالسنّة لا لأن يقوم فى داخله فهووان كان من بقاع المسجد لكن اشبه مكاناً آخر فأورث الكراهة.

ولمافي البحر الرائق:(۲/٢٦ ، طبع سعيد)

بمعنى وحقيقة اختلاف المكان تمنع الجواز فشبهة الاختلاف توجب الكراهة، وهووان كان المحراب من المسجد كما هي العادة المستمرّة ــ الخ

ولما في الهندية:(۱/۲۱۲ ، طبع رشيدية كوئثة)

ولوصعد المئذنة لم يفسداعتكافه بلا خلاف وان كان باب المئذنة خارج المسجد كذافي البدائع والمؤذن وغيره فيه سواء هو الصحيح.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامیة:(۲/۴۴۶، طبع: سعید)

لکن ینبغی فیما اذا کان بابها خارج المسجد ان یقید بما اذا خرج للاذان ،لان المنارة وان کانت من المسجد لکن خروجه الی بابها خروج منه بلا عذر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار بنوی غفرلہ ولوالدیہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۱۷

﴿مساجد میں معتکف کے لئے پردے لٹکانا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک کے آخری دس دنوں میں معتکف کے لئے مسجد میں جگہ متعین کرنا اور پردے وغیرہ لٹکانے کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ مستفتی: قاری علی زمان کشمیری

﴿جواب﴾ مساجد میں معتکف کا اپنے لئے جگہ خاص کرنے اور پردے لٹکانے میں عام نمازیوں کو اگر تکلیف نہیں ہوتی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس سے اصل مقصود یہ ہوتا ہے کہ معتکف اپنے اعمال وعبادات پوری طرح یکسوئی اور خلوت میں ادا کر سکے۔

لما فی الصحیح للمسلم :(ج ۱ ص ۳۷۱،کتاب الاعتکاف ،طبع قدیمی کراچی)

قالوا فیه دلیل علی جواز اتخاذ المعتکف لنفسه موضعا من المسجد ینفرد فیه مدة اعتکافه مالم یضیق علی الناس واذااتخذ یکون فی آخر المسجد ورحابه لئلا یضیق علی غیره ولیکون اخلی له واکمل فی انفراده.

ولما فی مرقاة المفاتیح :(۲/۵۶۸-۵۶۹ الفصل الثانی ،طبع رشیدیه کوئٹه)

وعن عائشة کان رسول الله ﷺ اذا اراد ان یعتکف ای نوی من اول اللیل ان یعتکف وبات فی المسجد (صلی الفجر ثم دخل فی معتکفه)بصیغة المفعول ای مکان اعتکافه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ: ۳۰۷۲

﴿کیا اعتکاف دس روز سے کم ہوسکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اعتکاف دس روز سے کم ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد حسن

﴿جواب﴾ رمضان میں اخیر عشرہ کا اعتکاف مسنون ہے اور وہ دس یا نو روز کا ہوتا ہے اس سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کم نہیں ہوتا، البتہ اس کے علاوہ نفلی اعتکاف اس سے کم ہوسکتا ہے بلکہ ایک گھنٹہ کا بھی ہوسکتا ہے۔

و لما فی التنویر: (۲/۴۴۲، طبع سعید)

(و سنۃ موکدۃ فی العشر الاخیر من رمضان مستحب فی غیرہ من الازمنۃ)

و لما فی التنویر مع الدر: (۲/۴۴۲ طبع سعید)

(واقلہ نفلا ساعۃ) من لیل أو نہار عند محمد و ھو ظاہر الراویۃ عن الامام لبناء النفل علی المسامحۃ و بہ یفتی و الساعۃ فی عرف الفقہاء جزء من اربعۃ و عشرین کما یقولہ المنجمون لذا فی غرر الاذکار و غیرہ

و لما فی الھندیہ: (۱/۲۱۱ طبع رشیدیہ)

و ینقسم الی واجب و ھو المنذور تنجیزاً أو تعلیقاً و الی سنۃ موکدۃ وھو فی العشر الاخیر من رمضان و الی مستحب و ھو ما سواھما ھکذا فی فتح القدیر

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب عفی عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر: ۳۰۸۶

﴿مسنون اعتکاف سے کن کن اعمال کو مستثنیٰ کیا جاسکتا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ مفتی صاحب میں نے علمائے کرام سے سنا ہے کہ مسنون اعتکاف میں اگر کسی عمل کا اعتکاف سے استثناء کرے، مثلاً کہ میں نماز جنازہ میں شریک ہوں گا، تو ایسی صورت میں اگر وہ نماز جنازہ کے لئے نکلے تو اسکا اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

اب معلوم کرنا یہ ہے کہ کن کن چیزوں کو وہ اعتکاف سے مستثنیٰ کرسکتا ہے اور کن کن کو نہیں؟ دوسری بات یہ کہ اگر مسنون اعتکاف سے بہت سارے اعمال یا کاموں کو مستثنیٰ کردے تو اس سے مسنون اعتکاف کی فضیلت میں کچھ کمی آئے گی یا نہیں؟ مستفتی: عبدالشکور

﴿جواب﴾ مسنون اور واجب اعتکاف سے کن کن اعمال کا استثناء کیا جاسکتا ہے اس بارے میں کتب فقہ کی مراجعت کے بعد ایسی کوئی صراحت میری نظر سے نہیں گزری جس میں وضاحت کے ساتھ ان اعمال کا نام لیکر بتایا ہو، البتہ ایک قاعدہ ذکر کیا گیا ہے کہ تمام طبعی تقاضے مثلاً کھانا، پیشاب، پاخانہ وغیرہ اس طرح کے تقاضے تو خود بخود مستثنیٰ ہوجاتے ہیں، اور جن چیزوں کا وقوع بکثرت نہ ہو تو ایسی چیزیں اگر اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مستثنیٰ کرے گا، تو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وہ بھی مستثنیٰ ہو جائیں گے، جیسے عیادت مریض، صلوٰۃ جنازہ وغیرہ لیکن اگر مسنون اعتکاف سے کئی چیزوں کو مستثنیٰ کر دے تو اس طرح اگرچہ اسکا اعتکاف ہو جائے گا، لیکن اعتکاف کی جو روح اور مقصود ہے (یعنی اپنے آپ کو دنیاوی مشاغل اور معروفیات سے فارغ کر کے زیادہ سے زیادہ عبادت کی جائے اور اس کی راتوں کو عبادت سے زندہ کیا جائے) وہ فوت ہو جائے گا۔

لما فی الصحیح المسلم: (۱/۲۱۲، طبع: قدیمی)

عن عائشة رضی الله عنها قالت كان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دخل العشر احی اللیل ایقظ اهله وجد وشد المئزر۔ قالت عائشة كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجتهد فی العشر الاواخر مالا یجتهد فی غیره۔

ولما فی الشامی: (۲/۴۴۵ طبع: قدیمی)

والحاصل ان ما یغلب وقوعه یصیر مستثنی حكما وان لم یشترطه ومالا فلا الا اذا اشترطه۔

ولما فی تتارخانیه: (۲/۱۲ طبع: قدیمی)

ولو اشترط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض وصلوة الجنازة وحضور مجلس العلم یجوز له ذلک۔

ولما فی الهندیه: (۱/۲۲۴ طبع: قدیمی)

ولو اشترط وقت النذ والالتزام ان یخرج الی عیادة المریض صلوة الجنازة وحضور مجلس العم یجوز له ذالک۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی
۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ	فتویٰ نمبر:

﴿معتکف کا نمازِ جنازہ میں شرکت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ ایک صاحب رمضان المبارک کے اعتکاف میں بیٹھے تھے، اس دوران انہوں نے ثواب کی نیت سے مسجد سے باہر نکل کر نماز جنازہ میں شرکت کی تو اس کا مسجد سے نکل کر جنازے میں شریک ہونے سے اعتکاف باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟

﴿جواب﴾ نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نکلنے پر اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، دوسرے لوگوں کے ادا کرنے سے معتکف کی طرف سے بھی ادا ہو جاتا ہے، اس لئے بغیر کسی عذر کے مسجد سے نکلنا جائز نہیں لیکن اگر اعتکاف کرتے وقت اس نے نماز جنازہ میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

شرکت کی نیت کی تھی تو اس کے لئے نکلنا جائز ہے۔

لما فی بدائع الصنائع:(۱۱۴/۲ طبع سعید)

ولا یخرج لعیادة مریض ولا لصلاة جنازة لانه لاضرورة الی الخروج لأن عیادة المریض لیست من الفرائض بل من الفضائل وصلاة الجنازة لیست بفرض عین بل فرض کفایة تسقط عنه بقیام الباقین بها فلا یجوز ابطال الاعتکاف لأجلها.

ولما فی حاشیة الطحطاوی:(ص۷۰۲ طبع قدیمی)

(تحت قوله 'واغتسال من جنابة لو شرط وقت النذر أن یخرج لعیادة المریض وصلاة الجنازة و حضور مجلس علم جاز ذلک.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۰

﴿حالت اعتکاف میں کسی رشتہ دار میت کے دیدار کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک صاحب رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف میں مشغول تھے کہ اُنکے کسی قریبی عزیز کا انتقال ہوگیا، اب اُنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میں میت کا آخری دیدار کرلوں، جب محلّے کے امام صاحب سے اجازت طلب کی تو انہوں نے صاف منع کردیا کہ معتکف کے لئے ایسے کام جائز نہیں پھر بعد میں جب کسی دوسرے عالم کے پاس اسکا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا آپ کے لئے اپنے میت رشتے دار کا آخری دیدار (اعتکاف کی حالت میں بھی) جائز تھا، یہ سن کر مذکورہ شخص مذبذب سا ہوگیا کہ امام صاحب نے منع کردیا تھا اور فلاں عالم صاحب نے جائز کہدیا، اب عرض یہ ہے کہ دونوں میں سے کون صحیح ہے؟

﴿جواب﴾ مسئولہ صورت میں امام صاحب کی بات صحیح ہے اور دوسرے مولوی صاحب کی بات درست معلوم نہیں ہوتی یعنی معتکف شخص کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی عزیز میت کے آخری دیدار کے غرض سے چلا جائے، ہاں البتہ کسی ضرورت کی وجہ سے باہر نکلا ہو پھر چلتے چلتے میت کا دیدار بھی کرلے تو کوئی حرج نہیں۔

لما فی البدائع:(۱۱۴/۲ طبع سعید)

ولا یخرج لعیادة مریض ولا لصلاة جنازة لانه لاضرورة الی الخروج لان عیادة المریض لیست من الفرائض بل من الفضائل—ویجوز ان تحمل الرخصة علی ما اذا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

كان خرج المعتكف لوجه مباح كحاجة الانسان او للجمعة ثم عاد مريضا او صلى على جنازة من غير ان كان خروجه لذلك قصدا وذلك جائز.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفااللہ عنہ

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۳

﴿معتکف کا دوسری مسجد میں قرآن سنانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک آدمی اگر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کیلئے بیٹھ جائے تو وہ قرآن سنانے کیلئے دوسری مسجد میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر اعتکاف میں بیٹھتے وقت اس بات کی نیت کی ہو کہ میں قرآن مجید سنانے کے لئے دوسری مسجد میں جاؤنگا تو اس نیت کی وجہ سے اعتکاف کی حالت میں مسجد سے نکلنے کی اجازت معلوم ہورہی ہے صرف اتنے وقت کے لئے کہ وہاں جاکر تراویح پڑھادے اور واپس اعتکاف کی جگہ لوٹ آئے، تراویح کے علاوہ ادھر ادھر کسی اور کام میں مشغول نہ ہو ورنہ اعتکاف فاسد ہوجائیگا لیکن پھر بھی عدم خروج بہتر ہے تاکہ اعتکاف کے تقدس پر کوئی اثر نہ پڑے۔

لما فی الهندية: (۱/۲۱۲، طبع رشیدیه)

ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك كذا فى التاتارخانية ناقلا عن الحجة.

ولما فى الدر المختار: (۲/۴۴۲، طبع امدادیه)

لو شرط وقت النذران يخرج لعيادة مريض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جاز ذلك، فليحفظ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز دیروی

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۸۷۴

﴿واجب اعتکاف میں عیادت مریض اور نماز جنازہ وغیرہ کیلئے جانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ جب کوئی شخص رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی نذر مان لے تو عیادت مریض، نماز جنازہ وغیرہ کیلئے جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگر حافظ قرآن نے اعتکاف کی نذر مانی ہو تو کیا وہ تراویح میں قرآن سنانے کیلئے دوسری مسجد میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر معتکف نے نذر ماننے کے وقت یہ شرط لگائی تھی کہ میں عیادت مریض، نماز

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جنازہ یا کسی مسجد میں قرآن سنانے کیلئے جاؤں گا تو نکلنا جائز معلوم ہورہا ہے اور اگر نذر ماننے کے وقت یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ میں عیادت مریض، نماز جنازہ یا کسی مسجد میں قرآن سنانے کیلئے جاؤں گا تو اس صورت میں جب مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

البتہ بول و براز، غسل واجب اور بعض دوسری حاجات انسانی کیلئے نکلنا درست اور جائز ہے جب مسجد کے ساتھ غسل خانہ وغیرہ نہ ہو۔

لمافی العالمگیریة:(۱/۲۱۲،طبع رشیدیه)

ولا يخرج لعيادة المريض كذافي البحر الرائق ولو خرج لجنازة يفسد اعتكافه وكذا لصلاتها(ـــ).ولو شرط وقت النذر والالتزام ان يخرج الى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوزله ذلك كذافي التاتارخانية ناقلاعن الحجة.

ولمافي التنوير مع الدر:(۲/۴۲۴-۴۲۸،طبع سعيد)

(وحرم عليه)اى على المعتكف اعتكافا واجبا اماالنفل فله الخروج لانه منه له لامبطل كما مر(الخروج الالحاجة الانسان)طبيعة كبول وغائط وغسل لواحتلم ولايمكنه الاغتسال في المسجدكذافي النهر.

ولمافي الدرالمختار:(۲/۴۲۸،طبع سعيد)

وفي التاتارخانية عن الحجة: لوشرط وقت النذران يخرج لعيادة مريض وصلاة جنازة وحضور مجلس علم جازذلك فليحفظ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۱۷ رجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۶۷

﴿اعتکاف کی قضا کا حکم﴾

﴿سوال﴾ (۱) کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ اگر ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں کسی دن کا اعتکاف ٹوٹ جائے تو کیا اسی دن کے اعتکاف کی قضا ضروری ہے یا پورے عشرہ کی؟

(۲) اگر کسی عذر کی وجہ سے نفل اعتکاف توڑ کر مسجد سے نکلے تو کیا اس پر قضا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جتنے دنوں کی نیت کی ہے اس کے بقدر قضا ضروری ہے یا ایک دن ایک رات کی؟

﴿جواب﴾ (۱) ماہ رمضان کے آخری عشرہ میں جس دن کا اعتکاف ٹوٹ جائے، اصح قول کے مطابق صرف اسی دن کے اعتکاف کی قضاء مستقل روزے کے ساتھ ضروری ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی رد المحتار:(۲/ ۲۲۲،طبع سعید)

(قوله أما النفل) أی الشامل للسنة المؤكدة ح قلت قدمنا ما يفيد اشتراط الصوم فيها بناء على انها مقدرة بالعشر الأخير ومفاد التقدير ايضا اللزوم بالشروع تأمل ۔۔ولان لزوم قضاء جميعه او باقيه مخرج على قول ابی يوسف اما على قول غيره فيقضى اليوم الذی افسده لا ستقلال كل يوم بنفسه ۔۔۔والحاصل ان الوجه يقتضی لزوم كل يوم شرع فيه عندهما بناء على لزوم صومه بخلاف الباقی لان كل يوم بمنزلة شفع من النافلة الرباعية وان كان المسنون هو اعتكاف العشر بتمامه تامل.

(۲) نفل اعتکاف کی کوئی قضاء نہیں ہے۔

لما فی الدر المختار:(۲/ ۲۲۲،طبع سعید)

(فلو شرع فی نفله ثم قطعه لا يلزمه قضاؤه) لانه لا يشترط له الصوم (على الظاهر) من المذهب وما فی بعض المعتبرات أنه يلزم بالشروع مفرع على الضعيف الخ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ غفر لہ ولوالدیہ

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۶۶

﴿اعتکاف کیلئے قرعہ اندازی کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اعتکاف پورے گاؤں والوں پر سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے لیکن اگر کوئی بھی تیار نہ ہو اور اہل مسجد یہ مشورہ کریں کہ قرعہ اندازی کرینگے جسکا نام نکل آیا وہ اعتکاف کریگا تو اس طرح قرعہ اندازی جائز ہے؟ اور جسکا نام نکلے اس کے لئے اعتکاف ضروری ہے یا نہیں؟

مستفتی: فرمان اللہ چارسدہ

﴿جواب﴾ بھلائی کے کاموں میں تو ہر ایک کو آگے بڑھنا چاہیے اتنی سستی کہ کوئی بھی اعتکاف کے لئے تیار نہ ہو خطرے کی بات ہے، تاہم قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے، جہاں ایک شخص کو شرعاً مکمل اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کرے مذکورہ صورت میں بھی اس آدمی کو اعتکاف میں بیٹھنے اور نہ بیٹھنے کا اختیار حاصل ہے، لہٰذا اس آدمی کے لئے قرعہ اندازی جائز ہے۔

لما فی اعلاء السنن:(۱۱/ ۱۳۸ طبع دار الکتب بیروت)

عن عائشة رضی الله عنها ان النبی صلى الله عليه وسلم كان اذا أراد ان يخرج سفرا اقرع بين ازواجه فايتهن خرج سهمها خرج بها معه متفق عليه.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی روح المعانی:(۲۳/۱۹۵ مطبع رشیدیہ)

تحت قوله تعالى:(فساهم)المقارع عليه السلام من فى الفلک واستدل به من قال بمشروعية القرعة.

(۲) جب اہل مسجد آپس میں یہ مشورہ کریں اور سب اس پر متفق ہوں کہ جس شخص کا نام نکل آئے وہ اعتکاف کریگا، ایسی صورت میں اس باہمی مشورہ کی پاسداری کی وجہ سے جس آدمی کا نام نکلے اس کو اعتکاف میں بیٹھنا چاہیے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ غفرلہ ولوالدیہ

۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۷۳۷

﴿عورت کیلئے اعتکاف سے قبل شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کیلئے اعتکاف مسنون میں بیٹھنے سے قبل شوہر سے اسکی اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟ مستفتی: حنیف خان

﴿جواب﴾ جی ہاں شوہر سے اسکی اجازت لینا ضروری ہے اور اگر شوہر نے ایک مرتبہ اجازت دیدی تو اسکے بعد اس کیلئے منع کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

لما فی الهندية:(۱/۲۱۱ مطبع رشیدیہ)

فان أذن لها الزوج بالاعتكاف لم يكن له ان يمنعها بعد ذلک وان منعها لا يصح منعه.

ولما فی الشامی:(۲/۴۴۱ مطبع سعید)

وليس لزوجها أن يطأها اذا أذن لها لانه ملكها منافعها فان منعها بعد الاذن لا يصح منعه، ولا ينبغي لها الاعتكاف بلا اذنه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالرزاق

۲۳ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر: ۱۷۱۰

﴿معتکف عورت کو گھریلو کام کاج سے احتراز کرنا چاہئے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک خاتون رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ میں گھر کے مصلی پر اعتکاف کے لئے بیٹھ جائے اور گھر کے کام کاج مثلاً روٹی پکانے والا کوئی اور نہ ہو تو یہ خاتون ان ضروریات کی وجہ سے معتکف (جائے اعتکاف) سے باہر نکل کر کام کرسکتی ہے یا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نہیں؟ اور معتکف سے باہر نکلنے کی صورت میں آیا اسکا اعتکاف ٹوٹے گا تو نہیں؟

﴿جواب﴾ اعتکاف سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو ذکر اللہ کے لئے فارغ کردے اور اعتکاف کے دنوں میں دنیاوی کاموں سے اجتناب کرے، لہٰذا اس عورت کو چاہیے کہ اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے پہلے وہ گھریلو کام مثلاً کھانا پکانا وغیرہ کیلئے اپنی جگہ کسی اور کو مقرر کر دے، ہاں اگر کوشش کے باوجود کوئی بھی نہیں ملا تو کھانا پکانے کے لئے نکلنے کی گنجائش ہے اور ایسی صورت میں اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

لما فی البدائع: (۱۱۴/۲ طبع سعید)

أما المرأة اذا اعتكفت فى مسجد بيتها لا تخرج منه الى منزلها الا لحاجة الانسان لان ذلك فى حكم المسجد لها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن چارسدوی

۵ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۲۶۳

﴿عورتوں کا اعتکاف میں بیٹھنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا اعتکاف میں بیٹھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں، علماء احناف کی اس بارے میں کیا رائے ہے کیونکہ ہمارے علاقہ میں ایک مفتی صاحب کہتے ہیں کہ عورتوں کا اعتکاف میں بیٹھنا شرعاً جائز نہیں، تبلیغ والوں نے اپنی طرف سے نئی بدعت ایجاد کی ہے؟　　مستفتی: نعیم اللہ حقانی

﴿جواب﴾ عورتوں کے اعتکاف سے متعلق اگر کوئی کہتا ہے کہ "عورتوں کا اعتکاف جائز نہیں ہے یہ تبلیغ والوں نے اپنی طرف سے نئی بدعت ایجاد کی ہے" تو یہ فقہی مسائل سے ناواقفیت کی دلیل ہے، کوئی مفتی صاحب ایسا نہیں کہہ سکتا، کہنے والا واقعی اگر کوئی عالم دین ہے تو انکو چاہیے کہ بغیر تحقیق کے کوئی بھی مسئلہ بیان نہ کریں، عورتوں کیلئے گھروں میں اعتکاف سے متعلق فقہا احناف کے اکثر فتاویٰ میں واضح حکم موجود ہے اور خود ازواج مطہرات سے بھی ثابت ہے، لہٰذا اس کو تبلیغ والوں کی ایجاد کہنا غلط ہے۔

لما فی سنن ابی داود: (۵۵/۱ طبع رحمانیہ)

عن عائشة ان النبى ﷺ كان يعتكف العشر الاواخر من رمضان حتى قبضه الله ثم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اعتکف ازواجہ من بعدہ وکذافی مرقاۃ المفاتیح:(۲/۲۱۳)وفی الشامی:(۲/۲۲۹امدادیہ)

ولمافی الھدایۃ:(۱/۲۲۷مطبع رحمانیہ)

اما المرأۃ تعتکف فی مسجدبیتھا لانہ ھوالموضع لصلاتھا فیتحقق انتظارھا فیہ ولو لم یکن لھا فی البیت مسجدتجعل موضعاً فیہ فتعتکف فیہ.

ولمافی خلاصۃ الفتاویٰ:(۱/۲۶۷مطبع رشیدیہ)

والمرأۃ کالرجل الاانھاتعتکف فی مسجدبیتھاولا یعتکف فی مسجدجماعۃفی ظاھرالروایۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

یکم محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۱۸

﴿معتکف فرض غسل کے علاوہ غسل کیلئے مسجد سے باہر نہیں نکل سکتا﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں مفتیان کرام کہ جوشخص رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھے کیااس کے لئے جائز ہے کہ وہ فرض غسل کے علاوہ غسل کیلئے مسجد سے باہر نکلے؟

﴿جواب﴾ معتکف کیلئے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت صرف ضرورت طبعی یا حاجت شرعی کی وجہ سے ہے اور فرض غسل کے علاوہ غسل نہ ضرورت طبعی ہے اور نہ ہی شرعی حاجت میں داخل ہے لہٰذا اسکے لئے مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔

لمافی البحر:(۲/۳۰۱مطبع سعید)

ولا یخرج منہ الالحاجۃ شرعیۃ کالجمعۃاوطبیعیۃ کالبول والغائط ای لایخرج المعتکف اعتکافاواجبامن مسجدہ الالضرورۃ مطلقۃلحدیث عائشۃ کان علیہ السلام لایخرج من معتکفہ الالحاجۃالانسان ولانہ معلوم وقوعھاولابدمن الخروج فی بعضھافیصیرالخروج لھامستثنی.

ولمافی الشامی:(۲/۴۳۵مطبع امدادیہ)

(وحرم علیہ الخروج الالحاجۃالانسان) طبیعیۃ کبول وغائط وغسل لواحتلم ولایمکنہ الاغتسال فی المسجد کذافی النھر اوشرعیۃ کعید واذان لو مؤذناوباب المنارۃخارج المسجد

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ سبحانہ اعلم: افتخاراحمد کلکتی

۳/۳/۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۷۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿كتاب الحج﴾

﴿حج کے مسائل کا بیان﴾

﴿حج کی فضیلت کے متعلق ایک سوال﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کی کتنی اقسام ہیں؟ اوران میں سب سے افضل کونسی ہے؟ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ حج کی فضیلت حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص صحیح طریقہ سے حج کرے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوکر لوٹتا ہے جیسے اسی دن اس کی ماں نے اسے جنا تو کیا حج سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہوجاتے ہیں؟

﴿جواب﴾ حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) قران (۲) تمتع (۳) افراد احناف کے ہاں ان میں سب سے افضل حج قران ہے پھر تمتع پھر افراد۔ حج سے گناہ کبیرہ معاف ہوتے ہیں یا نہیں؟ یہ مسئلہ نہ صرف معرکۃ الآراء ہے بلکہ مفصل اور پیچیدہ بھی ہے جس میں سے چنی چنائی بات ذکر کی جاتی ہے:

حج سے گناہ صغیرہ کے معاف ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے اور گناہ کبیرہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) جنکا تعلق حقوق العباد سے ہو (۲) جنکا تعلق حقوق اللہ سے ہو پھر ان میں سے ہر ایک کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) نفس حقوق (۲) حقوق کے متعلقات اس بات میں بھی اختلاف نہیں کہ حج سے حقوق اللہ کے متعلقات معاف ہوتے ہیں اور نفس حقوق بغیر کسی عذر کے معاف نہیں ہوتے مثلاً کسی سے نماز قضا ہوگئی ہو تو حج کے ذریعہ قضا کرنے کا گناہ تو معاف ہوجاتا ہے لیکن ادا کئے بغیر وہ نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔

البتہ حج سے پہلے کوئی فرض یا واجب حقوق اللہ میں سے اسکے ذمہ تھا اور اس کی ادائیگی کا پختہ عزم بھی تھا لیکن زندگی نے ساتھ نہ دیا تو ممکن ہے کہ حج کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حق کا مطالبہ نہ ہو تقریباً یہی حال حقوق العباد کا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جب اس گناہ پر کوئی دوسرا واجب مرتب ہو تو حج کے ذریعہ وہ واجب بھی بجالائے بغیر ساقط نہ ہوگا جیسے توبہ کا حال ہے، تاہم یہ مسئلہ چونکہ ظنیہ ہے اس لئے قطعی طور پر حج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سے حقوق خصوصاً حقوق العباد کے معاف ہونے کا قول اختیار کرنا مشکل ہے، البتہ عام طور پر چونکہ حج کے مواقع اور حالات میں حاجی کو توبہ کرنے کی توفیق ہو ہی جاتی ہے، اس لئے ایسے حج سے گناہ کبیرہ کا بھی معاف ہونا کوئی بعید نہیں۔

لما فی الترمذی: (۱/۱۶۷، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرة، طبع سعید)

قال رسول الله ﷺ تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديد والذهب والفضة.

ولما فی المرقاة: (۵/۲۲۳، طبع رشیدیه)

من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه.

ولما فی غنية المناسك: (ص ۱۰۳)

الحج يهدم ما كانت قبله من الصغائر وكذا الكبائر دون الحقوق كالدين والمغصوب وقضاء الصلوٰة ونحوها نعم مايتعلق بها من الكبائر كالمطل وفعل الغصب وتأخير الصلوٰة تسقط اما نفس الحقوق فلا قائل بسقوطها عند القدرة عليها بعد الحج واما من مات قبل القدرة على ادائها فجاز ان يقال بسقوط نفس الحقوق ايضاً اذا كان من نيته تداركها اما حق الله فظاهر ولما حق العبد وليس فى تركته مايفى به فالله يرضى خصمه عنه وهذا يحمل حديث ابن ماجه بالنسبة الى الحقوق وهو وان ضعف فله شواهد تصححه لكن المسئلة ظنية فلا يجوز القطع بتكفير الحج بحقوقه فضلاً عن حقوق العباد كما فى التربة ومثله فى البحر.

ولما فی البحر: (۲/۶۲۲، طبع دار الکتب الاسلامی بیروت)

بيان ذالك ان من اخر الصلوٰة عن وقتها فقد ارتكب معصية وهى التاخير ووجب عليه شيء آخر وهو القضاء، وكذا اذا مطل الدين ـــ وكذا اذا قتل احداً ــــ فما ورد من تكفير الحج للكبائر فالمراد تكفيره للمعاصي الكبائر كتأخير الصلوٰة ومطل الدين واما الواجبات المرتبة على تلك المعاصي من لزوم قضاء الصلوٰة واداء الدين وتسليم نفسه للقصاص فانها لا تسقط لان التكفير انما يكون للذنب...... الاترى ان التوبة تكفر الذنوب بالاتفاق ولا يلزم من ذالك سقوط الواجبات المرتبة على تلك الذنوب على ان التوبة من ذنب يترتب عليه واجب لاتتم الا بفعل ذالك الواجب...... فقد ظهر مما قررنا ان الحج كالتوبة فى تكفير الكبائر سواء تعلقت بحقوق الله تعالىٰ او بحقوق العبد او لم تتعلق بحق احد بان لم يترتب عليها واجب آخر كشرب الخمر ونحوه ـــ فاغتنم هذا التحرير الغريب (ص ۱۰۳) قال فى البحر فليس معنى التكفير كما يتوهمه كثير من الناس ان الدين يسقط عنه وكذا قضاء الصلوٰة والصوم والزكوٰة اذ لم يقل احد بذالك.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وللمالی تقریرات الرافعی:(۱۷۶/۲،طبع سعید)

(قوله لحدیث ابن ماجه) اصل الدعوی فی تکفیر الکبائر بالحج والحدیث انما دل علی التکفیر بواسطة دعاء ﷺ فلم یظهر صحة الاستدلال به علیها (قوله وآیة ایضا تؤیده)فیه ان الآیة الکریمة انما افادت ان غفران مادون الشرك موكول للمشيئة ولم تفد مالفاده الحديث من تحقق المغفرة للامة حتى فى التبعات.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　　　　واللہ اعلم: خالدالرحمٰن کرکی

۲۷رجب المرجب ۱۴۳۰ھ　　　　　　　　　　　　فتویٰ نمبر:۲۳۹۰

﴿احادیث کی روشنی میں فریضہ حج کے فضائل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دین اسلام میں فریضہ حج کی کیا اہمیت ہے؟ نیز احادیث میں اس کی کیا فضیلت آئی ہے؟　　　　مستفتی:عبداللہ صاحب

﴿جواب﴾ حج دین اسلام کا ایک اہم رکن ہے، یہ مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے احادیث مبارکہ میں حج کے بارے میں کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، ذیل میں فضائل کی احادیث مع ترجمہ کے ذکر کی جاتی ہیں:

لمافی المتجر الرابح:(ص ۲۹۲،طبع دار الجیل بیروت)

عن ابی ذرؓ ان النبی ﷺ قال:ان داؤد النبی ﷺ قال:الٰهی ماالعبادك عليك اذا هم زاروك فی بیتک؟ .قال:لكل زائرحقا على المزور حق يا داؤد لهم على ان اعافيهم فى الدنيا واغفرلهم اذالقيتهم".

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حضرت داؤدعلیہ السلام کے بارے میں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی''اے میرے معبود تیرے بندے جب تیری زیارت کے لئے تیرے گھر آتے ہیں تو انکا تیرے اوپر کیا حق ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد ہر مہمان کا میزبان پرحق ہے اور میرے ان بندوں کا میرے اوپر یہ حق ہے کہ میں دنیا میں ان کو معاف کردوں اور جب آخرت میں ان سے ملوں تو ان کی مغفرت کردوں۔

لمافی جامع الترمذی:(۱۰۰/۱،طبع فاروقی ملتان)

وعن ابی ھریرۃؓ قال:قال رسول اللہ ﷺ من حج فلم یرفث ولم یفسق غفرله ماتقدم من ذنبه.

ترجمہ: حضرت ابوھریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا اور

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دوران حج نہ تو بے حیائی کا کام کیا اور نہ ہی لڑائی جھگڑا کیا تو اسکے پچھلے سارے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

ولسالی المتجر الرابح:ص۲۹۱طبع دار الجیل بیروت)

عن ابی هریرة قال:قال رسول الله ﷺ افضل الاعمال عندالله تعالیٰ ایمان لاشک فیه وغزو لاغلول فیه وحج مبرور"

ترجمہ: حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کے نزدیک اعمال میں سب سے فضیلت والا (پسندیدہ) عمل پختہ ایمان جس میں (ذرا بھی) شک نہ ہو، خیانت (مال غنیمت وغیرہ میں) سے پاک جہاد اور حج مبرور ہیں۔

فائدہ: مبرور کا مطلب مقبول حج یعنی جسمیں اسکے فرائض، واجبات کا پورا اہتمام ہو اور منہیات سے بچ جائے۔

ولسالی المتجر الرابح: ص۲۹۱،دار الجیل بیروت)

عن جابرؓ عن النبی ﷺ قال :الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔

ولسالی المتجر الرابح:۲۹۱،دار الجیل بیروت)

عن عبدالله بن جرادؓ قال:قال رسول الله ﷺ حجوا فان الحج یغسل الذنوب کما یغسل الماء الدرن"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جرادؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج کیا کرو اسلئے کہ حج گناہوں کو ایسے دھوتا (ختم کرتا) ہے جیسے پانی میل کچیل کو۔

ولسالی المتجر الرابح:(ص۲۹۱،بیروت)

عن ابن عمرؓ قال:سمعت رسول الله ﷺ یقول:مایرفع ابل الحاج رجلاً ولا یضع یداً الاکتب الله له بها حسنة او محا عنه سیئة او رفعه بها درجة

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حاجی کا اونٹ جو بھی قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے تو ہر ایک قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ اس حاجی کو ایک نیکی عطا فرماتے ہیں یا اس کے بدلے اس کا گناہ معاف فرماتے ہیں یا (اسکے درجات میں) ایک درجہ بلند فرماتے ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی المستبحر الرائج:(ص/۲۹۲،دارالجیل بیروت)

"عن ابی ھریرۃ قال:قال رسول اللہ ﷺ یغفر للحاج ولمن استغفر لہ الحاج"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: حاجی کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اس شخص کی (بھی) جس کے لئے حاجی بخشش کی دعا کرے۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح:(۵/۴۲۳،طبع رشیدیہ)

وعنہ قال:قال رسول اللہ ﷺ:من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے. فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے واسطے حج کیا اور دوران حج نہ تو بے حیائی کا کام کیا اور نہ ہی (کسی سے) لڑائی جھگڑا کیا تو وہ (گناہوں سے پاک ہوکر) ایسے لوٹا جیسے اس دن اس کی ماں نے اسے جنا۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خالد الرحمٰن کرکی

۲/۱جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۹۷

﴿حج مبرور کی علامت کیا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کی ادائیگی کے دوران جب ہم شیطان پر کنکریاں مارنے سے فارغ ہوئے تو میرے دوست نے بتایا کہ جن کا حج قبول ہو جاتا ہے ان کی کنکریاں اٹھائی جاتی ہیں اور یہ پڑی ہوئی کنکریاں ان کی ہیں جن کے حج قبول نہ ہوں، کیا یہ درست ہے؟ نیز کسی حدیث سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ آپ کے دوست کی بات درست ہے اور حدیث صحیح سے ثابت ہے: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ یہ جو کنکریاں ہم پھینکتے ہیں ہر سال ہم دیکھتے ہیں کہ کم ہوتی رہتی ہیں، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ان میں سے جو قبول کی جاتی ہیں وہ اٹھائی جاتی ہیں اگر اس طرح نہ ہوتا تو آپ اس کو پہاڑوں کے مثل دیکھ لیتے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۵۱۵،مطلب فی رمی جمرۃ العقبۃ،طبع سعید کراتشی)

(وبکرہ)أخذھا(من عندالجمرۃ)لأنھا مردودۃ لحدیث "من قبلت حجتہ رفعت جمرتہ"

وفی الشامیۃ:(قولہ لحدیث الخ):ای مارواہ الدارقطنی والحاکم وصححہ عن أبی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سعید رضی الله تعالى عنه قال:قلت:یارسول الله هذه الجمار التي نرمي بها كل عام فنحسب انها تنقص ، فقال:"ان مايقبل منها رفع ولولا ذلك لرأيتها أمثال الجبال"

شرح النقاية للقاري.

ولما في المستدرك على الصحيحين:(۲/۷۰۳رقم الحديث:۱۷۸۸ طبع قديمي)

عن عبدالرحمن ابن أبي سعيد الخدري عن أبيه أبي سعيد قال:قلنا:يارسول الله هذه الأحجار التي نرمي بها تحمل فنحسب انها تنقر قال:انه مايقبل منها يرفع ولولا ذلك لرأيتها مثل الجبال،هذا حديث صحيح الاسناد.

واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۳۰۷۴

۲۲ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

﴿ایام حج کتنے ہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ حج تو صرف پانچ دن کا ہوتا ہے اس کے لیے ۴۰ دن کا قیام یا ۴۰ نمازیں ضروری نہیں، جب کہ حج اداء کرنے والا مستحب حج کا طلب گار ہوتا ہے، شریعت کی رو سے وضاحت کر دیجیے کہ حج کے پانچ دنوں کے علاوہ باقی ایام کی کیا حیثیت ہے؟

مستفتی:محمد اقبال

﴿جواب﴾ یہ بات تو صحیح ہے کہ"حج تو صرف پانچ روز کا ہوتا ہے"چونکہ انہی ایام میں حج کے تمام ارکان اداء ہوتے ہیں اس لیے یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ حج کے خاص دن پانچ ہیں، ان پانچ ایام کے علاوہ آجکل عام حاجی کم از کم چالیس روز گذار کر حج کر آتے ہیں اور اس سے پہلے جب آمدورفت کی سہولیات اتنی نہیں تھیں حاجی لوگ چھ سات مہینے گذار کر حج کی سعادت حاصل کرتے۔

یہ تمام عرصہ فی سبیل اللہ شمار ہوتا ہے، جس میں ہر بدنی عبادت، یعنی نماز، روزہ، ذکر وتلاوت وغیرہ کا ثواب انچاس کروڑ گنا ہو جاتا ہے اور بیت اللہ شریف، اسی طرح مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کی مستقل فضیلت کیوجہ سے ہر عمل کا ثواب انچاس کروڑ ضرب ایک لاکھ یا پچاس ہزار ہو جاتا ہے، ظاہر بات ہے یہ اخروی بہت بڑی کمائی ہے، یہ فضیلت دنیا کی دوسری کسی بھی جگہ نہیں ملتی۔اس لیے جسکو جتنا زیادہ موقع اخروی کمائی حاصل کرنے کو ملے تو بڑی غنیمت سمجھے گا،اس کے علاوہ احادیث میں آیا ہے کہ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نہیں تو اس کے لیے جہنم کی آگ سے، عام عذاب سے، اور نفاق سے برأت لکھدی جاتی ہے اور جو شخص صرف پانچ دنوں پر اکتفاء کر کے لوٹتا ہے بلاشبہ اس کا حج تو اداء ہو جائے گا لیکن حضور ﷺ کی زیارت، مسجد نبوی کی زیارت، اور اس میں چالیس نمازوں کو اداء کرنے کی سعادت اور فی سبیل اللہ کی اضافی دنوں کی فضیلت نہیں ملیگی۔ چونکہ یہ سعادت بار بار نصیب نہیں ہوتی اس لیے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور جتنا ہو سکے وہاں زیادہ وقت گذارنا چاہیے۔

لما فی الترغیب والترهیب:(۱۴۳/۲، طبع حقانیه)

عن انس بن مالک رضی الله عنه عن النبی ﷺ علیه وسلم قال: من صلی فی مسجدی اربعین صلاة لاتفوته صلاة کتبت له براءة من النار وبراءة من العذاب، وبری من النفاق، رواه احمد، ورواته رواة الصحیح.

ولما فی نصب الرایة:(۱۸۵/۳، کتاب الحج باب الفوات، طبع قدیمی)

عن عائشة انها کانت تکره العمرة فی هذه الایام الخمسة یعنی یوم عرفه، ویوم النحر، وایام التشریق ــــ (والعمرة لاتفوت وهی جائزة فی جمیع السنة الا خمسة ایام یکره فیها فعلها، وهی یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق) لما روی عن عائشة رضی الله عنها: انها کانت تکره العمرة فی هذه الایام الخمسة، ولان هذه الایام ایام الحج فکانت متعینة له.

ولما فی سنن ابن ماجه:(ص ۱۹۸، طبع قدیمی)

عن الحسن عن علی بن طالب وابی الدرداء وابی امامة الباهلی وعبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمران بن حصین کلهم یحدث عن رسول الله ﷺ انه قال: من ارسل بنفقة فی سبیل الله وأقام فی بیته فله بکل درهم سبعمائة درهم، ومن غزا بنفسه فی سبیل الله وأنفق فی جهة ذالک فله بکل درهم سبع مائة ألف درهم ثم تلا هذه الاية والله یضاعف لمن یشآء.

ولما فی سنن ابی داؤد:(۳۶۰/۱، باب تضعیف الذکر، طبع رحمانیه)

عن معاذ بن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الصلوة والصیام والذکر یضاعف علی النفقة فی سبیل الله عزوجل بسبع مائة ضعف.

وتفصیله فی فتاوی عبادالرحمن (۱۸۹/۱) فلیراجع هنا ان شاء

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا الله عنه　　　والله اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا الله عنه

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ　　　فتوی نمبر: ۳۶۹۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿فرض حج کی ادائیگی میں تاخیر﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ (۱) ایک شخص پر حج فرض ہو گیا اور حسب استطاعت اس سلسلہ میں پوری کوشش بھی کی لیکن ۱۹۹۶ء کے سال حکومتی منظوری نہ ملنے کی وجہ سے حج ادا نہ کرسکا اور اگلے سال اتنی استطاعت نہ رہی کہ حج کرسکے، تو پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے ذمہ اب حج فرض باقی ہے یا نہیں؟ نیز اب ادائیگی کا طریقہ کیا ہوگا؟ آیا کسی سے قرض لیکر حج ادا کریگا یا استطاعت کے زمانہ تک انتظار کرتا رہے؟

(۲) ایک شخص پر حج فرض ہونے کے بعد بجائے حج پر جانے کے سارے پیسے تمام کاروبار میں لگا رکھے تھے، اب گناہوں سے توبہ تائب ہو کر حج کا شوق رکھتا ہے لیکن عدم استطاعت کی بناء پر مجبور ہے، اب اس شخص سے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟

مستفتی محمد نعیم صاحب

﴿جواب﴾ (۱) مذکورہ صورت میں جب اس شخص نے حج فرض ہونے کے بعد اپنی استطاعت کے مطابق ہر طریقہ سے کوشش بھی کرلی مگر منظوری نہ ملی اور سال آئندہ حج ادا کرنے کی مالی استطاعت نہ رہی، تو ایسے شخص کے ذمہ حج فرض باقی نہیں رہا، البتہ ایسی صورت میں پیسے قرض لیکر حج کو جانا بہتر ہے بشرطیکہ قرض کی واپسی پر قادر ہونے کی امید ہو۔

(۲) حج فرض ہونے کے بعد کسی شرعی عذر کے بغیر ادا نہ کیا اور بعد میں اسکے پاس مال نہ رہا، اس صورت میں حج ادا نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا لہٰذا بعد میں قرض کی ادائیگی پر قادر ہونے کی اگر امید ہو تو اس صورت میں بھی پیسے قرض لیکر حج ادا کرے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرتا رہے۔

لما فی الشامی: (۲/۴۵۷، طبع سعید)

"ان لم یکن عندہ مال واراد أن یستقرض لأداء الزکاۃ فان کان فی اکبر رایہ انہ اذا اجتھد بقضاء دینہ قدر کان الافضل ان یستقرض فان استقرض وادی ولم یقدر علی قضائہ حتی مات یرجی ان یقضی اللہ تبارک وتعالیٰ دینہ فی الآخرۃ وان کان اکبر رایہ انہ لو استقرض لا یقدر علی قضائہ کان الافضل لہ عدمہ. واذا کان ھذا فی الزکوٰۃ المتعلق بہا حق الفقراء ففی الحج اولی".

ولما فی البحر: (۲/۳۰۸، طبع سعید)

قولہ الوقت--- الوقت وھو اشھر الحج او وقت خروج اھل بلدہ ان کانوا یخرجون قبلھا فلا یجب الا علی القادر فیھا او فی وقت خروجھم فان ملکہ ای المال قبل الوقت

فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه وان ملكه فيه فليس له صرفه الى غير الحج فلو صرفه لم يسقط الوجوب عنه.

وفي فتح القدير (۲/۱۹، مطبع رشیدیه)

يأثم بالتأخير عن اول سني الامكان فلو حج بعده ارتفع الاثم ووقع اداء ... فلا يأثم ان حج قبل موته فان مات بعد الامكان ولم يحج ظهر انه اثم وقيل لا يأثم

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد ادریس چارسدوی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۲۸۳

﴿حج کیلئے جاتے وقت معافی مانگنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ حج بیت اللہ کے لئے جاتے وقت کن کن سے معافی مانگ کر جانا ضروری ہے کیونکہ آج کل عام طور پر لوگ مال اور دنیاوی فخر کی وجہ سے مغرور ہیں اور ناقابل برداشت حد تک منافق ہیں (اللہ معاف کرے) لوگوں کے تاثرات یہاں تک ہوتے ہیں کہ ”اس کو مجھ سے تو معافی مانگنی ہی تھی ورنہ اس کا حج تو کیا اللہ بھی اس کو معاف نہیں کر سکتا (نعوذ باللہ) لوگ آج کل بہت مغرور ہیں شریعت کی رو سے وضاحت فرمائیں۔　　　مستفتی: محمد اقبال

﴿جواب﴾ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بندوں کے حقوق کا معاملہ زیادہ نازک ہے مظلوم اپنا حق معاف نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا حق ظالم سے وصول کرکے دیگا یا اپنی طرف سے ادا فرمائے گا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ (العیاذ باللہ) معاف نہیں کر سکتا، معاف کر سکتا ہے البتہ مظلوم کو اس کا حق دینا اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا واجب تقاضا ہے۔

حج کے لئے جاتے ہوئے لوگوں سے معافی تلافی کرنا رائج ہے اور یہ اچھی بات ہے اس لئے کہ دور کا سفر ہے خدانخواستہ ادائیگی حقوق کا موقع بعد میں ملے گا یا نہیں؟ اس کے علاوہ حج سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن حقوق کی ادائیگی باقی رہتی ہے اس لئے بھی اس کا حاجی لوگ اہتمام کرتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاف کرانے یا حقوق کی ادائیگی کا یہی خاص موقع ہے اس کے بغیر حج ادا نہیں ہوگا یہ سوچ غلط ہے۔ کسی کا حق دبایا ہو تو جلد از جلد اس کی تلافی ضروری ہے حج سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہاں کوئی اس لئے ضروری سمجھے کہ دور کا سفر ہے اور حج ایسا عمل ہے کہ اس کے بعد نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے اس لئے پہلے سے پاک

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وصاف اور حقوق سے سبکدوش ہو کر انسان جائے تو یہ اچھی سوچ ہے لہذا کسی کا حق اگر دبایا ہے تو اس کو بلا تاخیر ادا کریں یا معاف کرائیں وہ مغرور ہے تو اس کے غرور کا اپنا گناہ ہے اور اگر اس کا حق دبایا نہیں تو آپ کو اس کے غرور کی کیا پرواہ نہ معافی مانگنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کے پاس جانے کی ضرورت ہے۔

لما فی قوله تعالی (سورة الانعام ،الآیه ۵۸)

ان الله یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها واذاحکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان الله نعما یعظکم به ان الله کان سمیعابصیرا.

ولما فی ابن کثیر تحت هذه الآیة ۲/۲۰۶،طبع رشیدیه کوئٹه)

وهذا یعم جمیع الامانات الواجبة علی الانسان ،من حقوق الله عزوجل علی عباده من الصلوات والزکوة والصیام والکفارات والنذر وغیر ذلک مما هو مؤتمن علیه ولا یطلع علیه العباد ،ومن حقوق العباد بعضهم علی بعض کالودائع وغیر ذلک مما یأتمنون به بعضهم علی بعض من غیر اطلاع بینه علی ذلک فأمر الله عزوجل بأدائها فمن لم یفعل ذلک فی الدنیا أخذ منه ذلک یوم القیامة.

(۲۰۸۲)کما ثبت فی الحدیث الصحیح ان رسول الله ﷺ قال لتؤدن الحقوق الی اهلها حتی یقتص للشاة الجماء من القرناء

ولما فی العالمگیریه ۱/۲۱۹،طبع رشیدیه کوئٹه)

واما ادابه فانه اذا أراد الرجل ان یحج قالوا ینبغی ان یقضی دیونه کذا فی الظهیریه .ویشاور ذارأی فی سفره فی ذلک الوقت لا فی نفس الحج فانه خیر وکذ یستخیر الله تعالی فی ذلک وسنتها ان یصلی رکعتین بسورة الاخلاص ویدعو بالدعاء المعروف للاستخارة عنه علیه السلام ثم یبدأ بالتوبة واخلاص النیة ورد المظالم والاستحلال من خصومه ومن کل من عامله کذا فی فتح القدیر وقضاء ما قصر فی فعله من العبادات والندم علی تفریطه فی ذلک والعزم علی عدم العود الی مثل ذلک کذا فی البحر الرائق.

ولما فی النهر الفائق ۲/۵۲،طبع قدیمی کتب خانه)

تکمیل:ینبغی لمریدالحج او الغزو ان یستأذن ابویه لکراهة الخروج مع کراهة احدهما وهو محتاج الی خدمته لا ان کان مستغنیا ــــ وینبغی للمدیون ان یستأذن رب الدین ولو فقیرا ولو کان به کفیل استأذنه ایضا ثم یستخیر الله سبحانه و تعالی کذا قالوا ومعناه هل یشتری او یکتری وهو یسافر فی البحر او فی البر وهل یرافق فلانا او لا ــ ویشاوره الرأی فی سفره فی وقت معین لا فی الحج ثم یبدأ بالتوبة مراعیا شروطها فی رد المظالم الی اهلها عند الامکان وقضاء ماقصر فی فعله من العبادات والندم علی تفریطه والعزم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

علی ان لایعود والاستحلال من ذوی للخصومات والمعاملات ۔الخ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اویس غفر اللہ لہ ولوالدیہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۳۵

﴿ضرورت سے زائد جائیداد ہو اگرچہ نقد رقم نہ ہو تو حج فرض ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس نقد رقم تو نہیں البتہ جائیداد وغیرہ ضرورت سے زائد ہے تو کیا اس شخص پر حج فرض ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حج کے فرض ہونے کے لیے زکوٰۃ کی طرح مال نامی کا مالک ہونا ضروری نہیں ہے اس لیے اگر جائیداد وغیرہ ضرورت سے اتنی زائد ہو کہ اگر اس میں سے حج کے خرچے کے بقدر جائیداد فروخت کردی جائے اور بقدر ضرورت یا زائد باقی رہ جائے تو اس شخص پر حج فرض ہو جائے گا۔

لما فی عالمگیریۃ:(۱/۲۱۸،طبع:رشیدیۃ)

وان کان صاحب ضیعۃ ان کان له من الضیاع ما لو باع مقدار مایکفی الزاد والراحلة ذاهبا وجائیا ونفقة عیاله وأولاده ویبقیٰ له من الضیعة قدر ما یعیش بغلة الباقی یفترض علیه الحج والا فلا۔

ولما فی التنویر مع الرد:(۲/۴۶۲،طبع:سعید)

(قوله ومنه المسکن)أی الذی یسکنه وهو أو من یجب علیه مسکنه بخلاف الفاضل عنه من مسکن أو عبد أو متاع أو کتب شریعة آلیة کعربیة۔۔الخ.

ولما فی الولوالجیۃ:(۱/۲۵۳،الفصل الاول فی شرائط وجوب الحج،طبع:فاروقیۃ پشاور)

وذکر ابن شجاع اذا کان له دار لا یسکنها وعبد لا یستخدمه یجب علیه أن یبیع ویحج به،لانه مستطیع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد شعیب عفی عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۸۳

﴿حج کیلئے کاشت کی زمین بیچنا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو وراثت میں زمین ملی ہے پہلے زمین کاشت کی تھی اب آبادی قریب پہنچنے کی وجہ سے وہ رہائشی پلاٹ قرار پائی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جسکی وجہ سے کافی مہنگی ہوگئی۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس شخص پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اس کو زکوۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کے پاس نقد روپے سونا چاندی وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ حج صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ استطاعت کی وضاحت فقہاء کرام نے اس طرح کی ہے کہ اتنا ذاتی مال کسی کے پاس ہو جس سے وہ آنے جانے کا کرایہ اور دوران سفر کے ضروری خرچے برداشت کر سکتا ہو اور گھر والوں کی ضرورت کیلئے بھی کافی ہو۔ زمین پہلے کاشت کی تھی اور اب رہائشی پلاٹ قرار پائی جسکی وجہ سے اس کی قیمت زیادہ ہوگئی ہے۔ اس پر اب بھی اگر کاشت ہورہی ہے اور مالک کی معاشی ضروریات سے زیادہ نہیں ہے تو حج کیلئے فروخت کرنا واجب نہیں ہے۔ ہاں اسکے علاوہ بھی اتنی زمین اگر ہے جس سے معاشی ضروریات پوری ہورہی ہیں اور اس زمین پر کاشت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی یعنی ضروریات پوری کرنے کیلئے باقی زمین کافی ہے تو ایسی صورت میں اس زمین کا فروخت کرنا واجب ہے تاکہ وہ حج ادا کرلے۔

زکوۃ وصول کرنے کے استحقاق کے بارے میں حکم یہ ہے کہ یہ زمین چونکہ اصلۃً کاشت کیلئے تھی اب اگرچہ قیمت کے اعتبار سے زیادہ ہے لیکن زکوۃ وصول کرنے کیلئے مانع نہیں ہے زکوۃ وصول کرسکتا ہے۔

لمافی الهندية (۱/۲۴۰ طبع قديمی)

وفي التجريد ان كان له دار لا يسكنها وعبد لا يستخدمه فعليه ان يبيع ويحج به (وعلى هذه الصفحة) ولو كان له منزل يكفيه بعضه لا يلزمه بيع الفاضل لاجل الحج كذا في فتاوى قاضي خان فاذا كان له منزل يسكنه ويمكنه ان يبيع ويشترى بثمنه منزلا ادون منه ويحج بالفاضل لم يلزمه ذلك كذا في المحيط ، وان فعله فهو افضل كذا في الايضاح (وعلى هذه الصفحة) وان كان صاحب ضيعة ان كان له من الضياع مالو باع مقدار ما يكفي الزاد والراحلة ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده ويبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج والا فلا.

ولما في فتاوى قاضي خان (۱/۲۵۰ طبع قديمی)

وان كان صاحب ضيعة ان كان له من الضياع مالو باع مقدار ما يكفي لزاده وراحلته ذاهبا وجائيا ونفقة عياله واولاده ويبقى له من الضيعة قدر ما يعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج والا فلا.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامی (۳۴۸/۲ سعید)

وفیہا سئل محمد عمن لہ ارض یزرعہا او حانوت یستغلہا او دار غلتہا ثلاث آلاف ولا تکفی لنفقتہ ونفقۃ عیالہ سنۃ؟ یحل لہ اخذ الزکوۃ وان کانت قیمتہا تبلغ الوفا وعلیہ الفتوی وعندہما لا یحل۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: دوست محمد دیروی

۲۸ صفر ۱۴۳۵ھ　　　فتویٰ نمبر ۳۹۶۳

﴿مال حرام سے حج کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ایک شخص نے (دوحہ قطر ملک میں) بینک ملازمت کے دوران بینک آمدنی (تنخواہ) سے بیوی کے ساتھ ملکر حج کیا ہے لیکن سخت بیماری کی وجہ سے طواف وداع نہ کرسکا. اب درج ذیل باتوں کے جوابات مطلوب ہیں (۱) بینک آمدنی کی جتنی رقم سے ہم نے حج کیا وہ حج صحیح ہوا یا نہیں؟ (۲) کیا جتنی رقم سے حج اور قربانی کی اتنی رقم حلال آمدنی سے صدقہ کر کے حج مقبول اور اس کا اجر وثواب مل سکتا ہے؟ (۳) حج میں خرچ کیے گئے قطری ریال اس وقت کے حساب سے دینا ہونگے یا آج کے حساب سے؟ (۴) طواف وداع کا دم اب بھی دیا جاسکتا ہے یا نہیں اور وہ کتنا (رقم کے اعتبار سے) ادا کرنا ہوگا؟

مستفتی: ظہیر الدین راشدی صاحب

﴿جواب﴾ حج دین اسلام کے ارکان میں سے ایک رکن ہے، صرف ایسے عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے. جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنا حلال مال دیا ہو کہ اس سلسلے میں آنے جانے کے اخراجات برداشت کرسکتا ہو اور اس دوران اس کے زیر کفالت بچوں وغیرہ کے لیے بھی کافی ہو اتنا حلال مال اگر کسی کے پاس نہ ہو تو اس پر فرض نہیں، بینک کی ملازمت ناجائز اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام ہے اس کے علاوہ اگر آپ کے پاس آمدنی نہیں تھی تو آپ پر حج فرض نہیں تھا بہرحال بینک آمدنی سے آپ نے اور آپ کی بیوی نے ملکر حج ادا کرلیا تو فرض ذمہ سے ساقط ہو گیا ہے. دوبارہ آپ دونوں پر حج فرض نہیں ہے لیکن ذریعہ چونکہ مال حرام بنا ہے اس لیے حج کا ثواب نہیں ملے گا حج کا ثواب یقینی درجے میں حاصل کرنا مطلوب ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کو حلال مال سے نوازے اور مستقل حج کرنے کی سعادت نصیب فرمادے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور آپ کی یہ تجویز کہ اتنا مال صدقہ کردوں تو حج کا فوت شدہ ثواب مل جائیگا فقہ اور احادیث میں تائید کے لیے اس کا کوئی جزئیہ ہمیں نہیں ملا۔ البتہ حرام مال کے بارے میں یہ واضح حکم ہے کہ اصل مالکان تک پہنچانا ممکن نہ ہو تو ثواب کی نیت کے بغیر صدقہ کردیں اور اب چونکہ آپ نے خرچ کرلیا ہے تو اس متبادل صدقہ کرنے سے بھی امید ہے ذمہ فارغ ہوگا اور امید کے درجے میں یہ کہنا بھی غلط نہیں ہے کہ آپ اتنا مال حلال سے صدقہ کریں تو آپ کو حج کا بھی ثواب ملیگا اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں اپنے بندوں کے نیک جذبات کی بڑی قدر فرماتے ہیں۔

باقی طواف وداع کا دم اب بھی دے سکتے ہیں لہٰذا ایسی بکری وغیرہ جس کی قربانی کرنا جائز ہو خود یا کسی کو وکیل بنا کر حرم میں ذبح کردیں.

لما فی قوله تعالی (پاره ۲/سوره آل عمران)

ولله علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا

ولما فی رد المحتار: (۲/۴۵۶، طبع: سعید)

(کالحج بمال حرام) کذا فی البحر والاولی التمثیل بالحج ریاء وسمعة فقد یقال ان الحج نفسه الذی هو زیارة مکان مخصوص الخ لیس حراما بل الحرام هو انفاق المال الحرام ولا تلازم بینهما کما ان الصلوة فی الارض المغصوبة تقع فرضا وانما الحرام شغل المکان المغصوب لا من حیث کون الفعل الصلوة لان الفرض لا یمکن اتصافه بالحرمة وههنا کذالک فان الحج فی نفسه مامور به وانما یحرم من حیث الانفاق ــــ فانه لا یتقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها ولا تنافی بین سقوطه وعدم قبوله فلا یثاب لعدم القبول ولا یعاقب عقاب تارك الحج.

ولما فی الهندیه: (۱/۲۲۳، طبع قدیمی)

ویجتهد فی تحصیل نفقة حلال فانه لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع انه یسقط الفرض معها وان کانت مغصوبة

ولما فی ردالمحتار: (۲/۱۲۱ طبع: سعید)

والمشقة فی الحج لما کانت عائدة الی المال البدن جمیعا فضل فی المختار علی الصلة

ولما فی قاضیخان: (۱/۲۷۵، طبع قدیمی)

وعند ابی حنیفه الحج تطوعا اعظم اجرا من الصدقة ثم الصدقة ثم العتق

ولما فی ردالمحتار: (۲/۵۲۳، طبع: سعید)

(قوله وهو واجب) فلو نفر ولم یطف وجب علیه الرجوع لیطوف مالم یجاوز المیقات فیخیر بین اراقة الدم والرجوع باحرام جدید لعمرة مبتدأ بطوافها ثم بالصدر ولا شئ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عليه لما خبره والاول اولى تيسيرا عليه ونفعا للفقراء.

ولما في الولوالجية :(۲/۲۹۰،طبع: سعيد)

من ترك طواف الصدر كان عليه دم الا الحائض لان طواف الصدر واجب لقوله عليه السلام من حج هذاالبيت فليكن آخر عهده الطواف بالبيت والامر للوجوب.

ولما في البحر:(۲/۳۵۱، طبع: سعيد)

انه لو نفر ولم يطف يجب عليه ان يرجع ليطوفه لكن قالوا امالم يجاوز الميقات فان جاوزها لم يجب عليه الرجع عينا بل اماان يمضي وعليه دم واماان يرجع فيرجع باحرام جديد

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　　　واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اٹکی

۱۷ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ　　　　　　　　　　فتوی نمبر: ۳۱۸۳

﴿سودی رقم سے حج کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر کوئی شخص سودی بینک کی رقم سے حج کرلے تو کیا فریضہ حج سے سبکدوش ہوجائے گا یا نہیں؟　　　　　　مستفتی: محمد ظہیر

﴿جواب﴾ حج دین اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم ترین رکن ہے، اللہ تعالیٰ جسے توفیق دیدیں اس کے لئے بڑی سعادت کی بات ہے پھر حج چونکہ بدنی عبادت کے ساتھ ساتھ مالی عبادت بھی ہے، اس لئے اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے حلال رقم کا انتظام ضروری ہے ورنہ حج قبول نہ ہوگا تاہم فرض ذمہ سے بہر حال ساقط ہوجائے گا۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں سودی رقم سے ادا کیا گیا حج ذمہ سے اگر چہ ساقط ہوجائے گا لیکن قبول نہیں ہوگا یعنی حج کا ثواب نہیں ملے گا لیکن حج چھوڑنے کا گناہ بھی نہیں ہوگا۔

لما في البحرالرائق :(۲/۳۰۹،طبع سعيد)

ويجتهد في تحصيل نفقة الحلال فانه لايقبل بالنفقة الحرام كما ورد في الحديث مع انه يسقط الفرض عنه معها وان كانت مغصوبة ولا تنافي بين سقوطه وعدم قبوله فلايثاب لعدم القبول ولايعاقب في الآخرة عقاب تارك الحج.

ولمافي الشامي:(۲/۴۵۶،مطلب فيمن حج بمال حرام،طبع سعيد)

لقد يقال ان الحج نفسه الذي هو زيارة مكان مخصوص الخ ليس حراما بل الحرام هو انفاق المال الحرام ولاتلازم بينهما ..... الخ وكانه اطلق عليه الحرمة لان للمال دخلا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فیہ فان الحج عبادۃ مرکبۃ من عمل البدن والمال کما قدمناہ.

ولما فی الهندية: (۲۲۰/۱ طبع رشیدیہ)

ویجتهد فی تحصیل نفقة الحلال فانه لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث مع انه یسقط الفرض عنه معها وان کانت مغصوبة کذا فی فتح القدیر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۵۸۴

﴿زیور گروی رکھ کر حج کرنا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ ماجدہ اپنے کچھ زیور گروی رکھ کر اس رقم سے حج ادا کرنا چاہتی ہیں تو کیا یہ جائز ہے اس میں کوئی کراہت تو نہیں ہے، ادا کر سکتی ہیں؟

مستفتی: محمد اقبال

﴿جواب﴾ حج ادا کرنے کے لئے آپ کی والدہ صاحبہ زیور گروی رکھ کر پیسے کا انتظام کرتی ہیں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

لما فی ردالمحتار: (۲۲/۲ طبع سعید)

و لذا قلنا لا یستقرض لیحج الا اذا قدر علی الوفاء کما مر ـــــــ

و لما فی ردالمحتار (۵۷/۲ طبع: سعید)

(قوله و سعیه ان یستقرض) جاز له ذلک و قیل یلزمه الا ستقراض لما فی باب المناسک قال ملا علی القاری فی شرحه علیه و هو روایة عن ابی یوسف و ضعفه ظاهر فان تحمل حقوق الله اخف من ثقل حقوق العباد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۹۶

﴿ایام نحر میں کوئی بھی طواف نہیں کیا تو بیوی حرام رہے گی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حج میں طواف زیارت چھوڑ کر وطن واپس آجائے "عذر کی وجہ سے یا بلا عذر" تو اس پر بیوی حلال ہوگی؟ یا جب تک طواف زیارت نہ کرے اس وقت تک بیوی حرام رہے گی؟ کیونکہ حلق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کرنے کے بعد ساری چیزیں حلال ہو جاتی ہیں سوائے عورتوں کے تو کیا یہ بات درست ہے کہ جب تک واپس جا کر طواف زیارت نہ کرے بیوی حرام رہے گی؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ ایام نحر طواف زیارت کے لئے متعین ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی وجہ سے ایام نحر میں کوئی بھی طواف نہیں کر سکا تو اس پر اس کی بیوی حرام ہی رہے گی اور یہ بات درست ہے تمام کتب فقہ میں مذکور ہے، البتہ اگر ایام نحر میں کوئی بھی طواف کر لیا ہو اگرچہ نفلی ہو یا نذر وغیرہ تو یہ قائمقام طواف زیارت ہو کر اس کے لئے بیوی حلال ہو جائے گی۔

لمافی الشامی:(۵۱۸/۲،مطلب فی طواف الزیارة،طبع سعید کراتشی)

(قوله وحل له النساء):ای بعدالرکن منه وهو أربعة أشواط بحر ولو لم یطف أصلا لا یحل له النساء وان طال ومضت سنون باجماع كذافی الهندیة:(۲۳۲/۱،الباب الخامس فی كیفیة أداء الحج،طبع رشیدیه کوئٹه)

ولمافی البدائع:(۱۲۸/۲،كتاب الحج،طبع سعید کراتشی)

ألاترى أنه یحل له كل شیء الاالنساء فوقعت الحاجة الی نیة علی حدة فأماتعیین النیة حال وجوده فی وقته فلاحاجة الیه حتی لو نفر فی النفر الأول فطاف ولا یعین طوافا یقع عن طواف الزیارة لا عن الصدر، لأن أیام النحر متعینة لطواف الزیارة فلا حاجة الی تعیین النیة كما فی صوم رمضان بمطلق النیة أنه یقع عن رمضان لكون الوقت متعینا لصومه كذا هذا ولو كذا لو نوی تطوعا یقع عن طواف الزیارة كما فی صوم رمضان بنیة التطوع وكذلك كل طواف واجب أو سنة یقع فی وقته من طواف اللقاء وطواف الصدر.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ　　　　　　　　واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　　　　　　　　　　　　فتویٰ نمبر: ۲۹۸۹

﴿پانچ تولہ سونا ملکیت میں آنے سے حج فرض نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی ایک لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، لیکن لڑکی کے والدین یہ شرط لگاتے ہیں کہ جب تک آپ پانچ تولہ سونا لڑکی کو نہیں دو گے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتے، جب یہ آدمی اس لڑکی کے ساتھ مذکورہ شرط کو پورا کر کے نکاح کرے جبکہ پانچ تولہ سونے کی قیمت تقریباً تین لاکھ روپے بنتی ہے، اور حج داخلہ بھی آج کل تین لاکھ روپے بنتا ہے، اب جبکہ یہ لڑکی پانچ تولہ سونے کی مالک بن گئی، اور اس آدمی کے گھر میں پانچ تولہ سونے کے ساتھ آ گئی، تو کیا اس لڑکی پر حج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فرض ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ حج فرض ہونے کے لئے سونے کی کتنی مقدار ضروری ہے، اور زکوۃ کتنے مقدار سونے پر فرض ہوتی ہے؟ براہ کرم وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: علی مرجان

﴿جواب﴾ لڑکی کے لئے حق مہر میں پانچ تولے سونا مقرر کرنا جائز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، اور اتنا سونا ملکیت میں آنے سے اس پر حج فرض نہیں ہوتا، عورت پر حج تب فرض ہوتا ہے جب اسکی ملکیت میں حج داخلہ کے دنوں میں اتنا مال موجود ہو جس سے وہ اپنے علاوہ شوہر یا دوسرے کسی محرم کا خرچہ بھی برداشت کر سکے یا محرم اپنے خرچہ سے حج کرنے کیلئے تیار ہو، سونا وغیرہ کی خاص مقدار مقرر نہیں ہے مال جس صورت میں ہو اتنا موجود ہو جس سے وہ اپنا اور محرم کا خرچہ برداشت کر سکے تب حج فرض ہوتا ہے۔

ہاں زکوۃ کیلئے ساڑھے سات تولہ سونے کا نصاب مقرر ہے، صرف سونا جسکی ملکیت میں ساڑھے سات تولہ سے کم ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہے، البتہ سونے کے ساتھ چاندی یا روپے بھی ہوں تو ایسی صورت میں مالیت کا اعتبار ہوتا ہے، سونا اور روپے ملا کر اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت تک پہنچے تو صاحب نصاب کہلائے گا، سال گزرنے کے بعد بھی اسلامی تاریخ میں اتنا سونا اور روپے وغیرہ ملکیت میں اگر موجود ہوں تو زکوۃ ادا کرنا فرض ہوگا۔

لما في الدر المختار :(۲/۴۶۲طبع سعید کراچی)

ومع زوج او محرم—مع وجوب النفقة لمحرمها عليها لانه محبوس عليها (وفي الشامية)اى فيشترط ان تكون قادرة على نفقتها ونفقته.

ولما في الجوهرة:(۱۹۳طبع میر محمد کتب خانہ)

ويجب عليها نفقة المحرم هو الصحيح لأنها لا تتوصل الى الحج الا به كما يلزمها شراء الراحلة التي لاتتوصل الا بها.

ولما في المشكوة:(۲۲۲طبع سعید کراچی)

عن ابن عمر قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله ما يوجب الحج قال الزاد والراحلة رواه الترمذى وابن ماجه.

ولما في الهندية :(۱/۲۱۷طبع رشيدية)

(ومنها الزاد والراحلة)—وتفسير ملك الزاد والراحلة أيكون له مال فاضل عن حاجته وهو ماسوى مسكنه ولبسه وخدمه وأثاث بيته قدر ما يبلغه الى مكة ذاهبا جائيا راكبا لا ماشيا وسوى ما يقضى به ديونه ويمسك لنفقة عياله ومرمة مسكنه ونحوه الى وقت انصرافه.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی بدائع الصنائع: (۱۶/۲ و ۱۸ طبع سعید کراچی)

اما الأثمان المطلقة وهی الذهب والفضة فان کان له فضة فلا زکوة فیه حتی تبلغ مائتی درهم وزنا وزن سبعة ـــ واذاکان له ذهب مفرد فلا شئ فیه حتی یبلغ عشرین مثقالا.

ولما فی التنویر مع الدر: (۳۰۳/۲، طبع: سعید)

(و) یضم (الذهب الی الفضة) وعکسه بجامع الثمنیة (قیمة)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: نصرت اللہ بنوی

۱۳ جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ   فتوی نمبر: ۳۷۲۵

﴿حج کی درخواستوں پر قرعہ اندازی جوئے کے حکم میں داخل نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کی درخواستوں پر قرعہ اندازی کی جاتی ہے جس میں لوگوں کا حق مارا جاتا ہے کہ ان کے نام نہیں نکل آتے اور بعضوں کو حق مل جاتا ہے کہ ان کے نام نکل آتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ کیا حج کی درخواستوں پر قرعہ اندازی کرنا جوئے کے حکم میں نہیں آتی؟   مستفتی: غلام غوث حیدرآبادی

﴿جواب﴾ قرعہ اندازی تعینِ حق کے لئے جائز ہے اور اثباتِ حق کے لئے ناجائز ہے، صورت مسئولہ میں بھی حج کی درخواستوں پر قرعہ اندازی تعینِ حق کے لئے کی جاتی ہے نہ کہ اثباتِ حق کے لئے، لہٰذا یہ جوئے کی تعریف اور حکم میں داخل نہیں ہے۔

لما فی معالم شرح سنن أبی داؤد: (۲۲۱/۱)

عن معنی القمار الذی انما هو مواضعه بین اثنین علی مال یدور بینهما فی الشقین فیکون کل واحد منهما اما غانما أو غارما.

ولما فی أحکام القرآن للجصاص: (۱۵۳/۲، باب تحریم الخمر طبع قدیم کراتشی)

وأما المیسر فقد روی عن علی أنه قال: "الشطرنج من المیسر" وقال عثمان وجماعة من الصحابة والتابعین "النرد" وقال قوم من أهل العلم "القمار کله من المیسر" وأصله من تیسیر أمر الجزور بالاجتماع علی القمار فیه وهو السهام التی یجیلونها، فمن خرج سهمه استحق منه ماتوجبه علامة السهم فربما أخفق بعضهم حتی لایحظی بشیء وینجح البعض فیحظی بالسهم الوافر، وحقیقته تملیک المال علی المخاطرة وهو أصل فی بطلان عقود التملیکات الواقعة علی الأخطار.

ولما فی الهندیة: (۲۱۷/۵، الباب الخامس فی الرجوع عن القسمة واستعمال القرعة فیها)

ذکر الناطفی: أن القرعة ثلاث: الأولی لاثبات حق البعض وابطال حق البعض وانها

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

باطلة كمن أعتق أحد عبديه بغير عينه ثم يقرع، والثانية لطيبة النفس وانها جائزة كالقرعة بين النساء للسفر والقرعة بين النساء في البداية للقسم والثالثة لاثبات حق واحد في مقابلة مثله فيقرر بها حق كل واحد منهما وهو جائز كذا في فتاوى قاضيخان، واذا أقرع بينهم في القسمة ينبغي أن يقول كل من خرجته قرعته أولاً أعطيته جزأ من الجانب والذي يليه في الخروج بجنب نصيب الأول كذا في شرح الطحطاوي.

واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ — الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۲۹۸۷ — ۱۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

﴿حج کے دنوں میں عمرہ کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ریاض میں کام کرتا ہوں میں نے فرض حج ادا کیا ہے اس سال ساتھی حج کیلئے جاتے تھے میرا بھی صرف عمرہ کرنے کا ارادہ تھا کسی نے مجھ سے کہا کہ آپ کا حج کے دنوں میں عمرہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ پوچھنا یہ ہے کہ کیا میں حج کے دنوں میں عمرہ ادا کر سکتا ہوں یا نہیں؟

مستفتی: عزیز الرحمٰن دیروی

﴿جواب﴾ حج کے پانچ دنوں میں یعنی یوم عرفہ ۹ ذوالحجہ سے لیکر ۱۳ ذی الحجہ تک صرف عمرہ بغیر حج ادا کرنا منع ہے ان دنوں سے پہلے یا بعد میں سال بھر میں عمرہ کا وقت ہے۔ لہذا مذکورہ ایام میں صرف عمرہ کیلئے آپ کا ساتھیوں کیساتھ جانا واقعی صحیح نہیں ہے

لما في تنوير الابصار مع الدر المختار: (۲/۴۷۳، طبع: سعيد)

(وجازت في كل السنة) وندبت في رمضان (وكرهت) تحريما (يوم عرفة واربعة بعدها) اي كره انشاؤها بالاحرام حتى يلزمه دم ولو رفضها لا اداؤها فيها بالاحرام السابق

وفي الشامية قوله تحريما) صرح به في الفتح واللباب (قوله يوم عرفة) اي قبل الزوال وبعده وهو المذهب خلافا لما عن ابي يوسف انها لا تكره فيها قبل الزوال بحر. قوله كره انشاؤها بالاحرام) اي كره انشاء الاحرام في هذه الايام ــــ قوله (لا اداؤها) عطف على انشاءها

ولما في بدائع الصنائع: (۲/۲۲۸، طبع: سعيد)

واما شرائط الركن فما ذكرنا في الحج الا الوقت فالسنة كلها وقت العمرة ويجوز في غير اشهر الحج وفي اشهر الحج لكنه يكره فعلها في يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق اما الجواز في الاوقات كلها فلقوله تعالى واتموا الحج والعمرة لله مطلقا عن الوقت

ولما في فتاوى قاضي: (۱/۲۲۵، طبع: قديمي)

العمرة عندنا سنة وليست بواجبة ووقتها جميع السنة الا خمسة ايام وتكره فيها العمرة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

المھم القارن یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن ویروی

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ　　　فتویٰ نمبر:

﴿طواف صدر کو ترک کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے حج کے تمام افعال ادا کئے ہیں لیکن صرف طواف صدر ترک کر کے آیا ہے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ طواف صدر کے ترک کرنے سے دم واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد صادق کوئٹہ

﴿جواب﴾ طواف زیارت کے بعد کوئی بھی طواف حاجی اگر کرے تو وہ طواف صدر شمار ہوتا ہے، اگر چہ نفلی طواف اس نے کیا ہو، لیکن طواف زیارت کے بعد کوئی بھی طواف اگر حاجی نہ کرے، اور مکہ سے چلا جائے تو اس کے ذمہ دم واجب ہو جاتا ہے، یعنی حرم شریف میں خود یا کسی کو وکیل بنا کر ایسا کوئی جانور ذبح کرے جس کی قربانی جائز ہو، تو اس سے تلافی ہو جائیگی۔

لما فی فتاوی قاضی خان :(۱/ ۲۶۲ طبع قدیمی)

والثانی اذا ترك طواف الزيارة خاصة وطاف طواف الصدر فطواف الصدر يكون للزيارة وعليه لترك طواف الصدر دم وان ترك طواف الصدر خاصة فعليه لتركه دم

ولما فی الفتاوی العالمگيرية :(۱/ ۲۲۶ طبع رشيديه

ولو ترك طواف الصدر او اكثره تجب عليه شاة ولوترك ثلاثة أشواط من طواف الصدر فعليه يطعم ثلاثة مساكين لكل مسكين نصف صاع من بر

ولما فی الهداية :(۱/ ۲۹۵ طبع رحمانيه))

ومن ترك طواف الصدر او اربعة اشواط منه فعليه شاة لانه ترك الواجب او لاكثر منه ومادام بمكة يؤمر بالاعادة اقامة للواجب فی وقته

ولما فی كتاب الاختيار :(۱/ ۲۱۰ طبع بيروت)

وان ترك من طواف الزيارة ثلاثة اشواط فما دونها اطواف الصدر او اربعة منه او السعی او الوقوف بالمزدلفة فعليه شاة

ولما فی الدر المختار (ج ۱/ص ۵۵۲ طبع سعيد)

او ترك (طواف الصدر او اربعة من)ولا يتحقق الترك الا بالخروج من مكة

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ　　　فتویٰ نمبر: ۳۲۸۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿کیا نابینا پر حج فرض ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں ملتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابینا پر حج فرض ہے جبکہ وہ مستطیع ہو، واضح رہے کہ اس بارے میں کتب فقہ میں مختلف اقوال مذکور ہیں، ان کے درمیان ترجیح دے کر مفتی بہ قول کی تعیین فرمائیں؟

مستفتی: مولوی فضل اللہ دیروی

﴿جواب﴾ کتب فقہ میں اعمیٰ کے فرضیت حج کے بارے میں مختلف اقوال ہیں:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں اعمیٰ پر نہ حج ہے اور نہ حج بدل کرانا لازم ہے۔ جبکہ حضرات صاحبین رحمہما اللہ کے ہاں اعمیٰ حج بدل کرائے گا، یہ دونوں قول صحیح ہیں مگر صاحبین کا قول احتیاط پر مبنی ہے، جسکی وجہ سے اکثر مشائخ نے اس کو ترجیح دی ہے۔

لما فی ردالمختار: (۲/۴۵۹، کتاب الحج طبع سعید)

وظاهر التحفة اختيار قولهما وكذاالاسبيجابي وقواه في الفتح ومشى على ان الصحة من شرائط وجوب الاداء، من البحروالنهر وحكى في اللباب اختلاف التصحيح وفي شرحه انه مشى على الاول في النهاية وفي البحر العميق انه المذهب الصحيح وان الثاني صححه قاضيخان في شرح الجامع واختاره كثير من المشائخ ومنهم ابن الهمام.

ولما في الهندية: (۱/۲۱۸ كتاب المناسك، الباب الاول طبع رشيدية)

ومنها سلامة البدن حتى ان المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم حتى لا يجب عليهم الا حجاج ان ملكوا الزاد والراحلة ولا الايصاء في المرض هذا ظاهر المذهب عن ابي حنيفة وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما انه يجب عليهم، فان احجوا اجزاهم ما دام العجز مستمرا بهم فان زال فعليهم الاعادة بانفسهم وظاهر ما في التحفة اختيار ه فانه اقتصر عليه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حفیظ اللہ بیگ چترالی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۹۰

﴿اولاد کی شادی کے لئے ادائیگی حج میں تاخیر جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام کہ مجھ پر حج فرض ہے اور بیٹا جوان ہے، اس کی شادی کا ارادہ ہے لیکن اب میرے پاس اتنی رقم نہیں جس سے میں حج کے ساتھ ساتھ بیٹے کی شادی بھی کراؤں، پوچھنا یہ ہے کہ ادائیگی حج کو چھوڑ کر بیٹے کی شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حج فرض ہے اور ادائیگی حج میں تاخیر جائز نہیں ہے، لہذا بیٹے کی شادی کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لئے حج کو چھوڑنا یا اس میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔

لما في الشامي:(۲/۴۶۲،مطلب فيمن حج بمال حرام،طبع سعيد)

(قوله في الأشباه)المسألة منقولة عن أبي حنيفة في تقديم الحج على التزوج ...... واستشهد بها على أن الحج على الفور عنده ومقتضاه تقديم الحج على التزوج ...... وان كان واجباً عند التوقان وهو صريح مافي العناية مع أنه حينئذ من الحوائج الأصلية.

ولما في التاتارخانية:(۲/۴۳۱،الفصل الثاني في بيان ركن الحج وكيفية وجوبه،قديمي)

المنقول ذكر أبو الحسن الكرخي،أنه يجب على الفور حتى لا يجوز التأخير عن أول أوقات الامكان وهذا قول أبي يوسف وهو قول أبي حنيفة في أصح الروايتين وفي شرح الكرخي ذكر ابن شجاع وقال:كان أبو حنيفة يقول:من كان عنده ما يحج وكان يريد التزوج فانه يبدأ بالحج وهذا يدل على أنه على الفور وفي السراجية وهو المختار وفي الغانية وان أخر كان آثما.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۵ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۹۹۳

﴿ساس کی سگی بہن غیر محرم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام کہ میرے والد کی پھوپھی زاد بہن جو کہ میری ساس کی سگی بہن بھی ہے میرے لئے محرم ہے یا غیر محرم؟ انکا میرے ساتھ سفر حج کے لیے جانا کیسا ہے؟

مستفتی:محمد عارف رشید بٹ صاحب

﴿جواب﴾ ساس کی سگی بہن (اپنی بیوی کی سگی خالہ) غیر محرم ہے،لہذا آپ کا ان کے ساتھ سفر حج کے لئے جانا درست نہیں۔

لما في المشكوة:(۱/۲۲۱،طبع سعيد)لا يخلون رجل بامرأة ولا تسافرن امرأة الا ومعها محرم.

ولما في المرقاة:(۵/۲۷۴،كتاب المناسك،طبع رشيديه)

والمراد بالمحرم من حرم عليه نكاحها على التابيد بسبب قرابة او رضاع او مصاهرة.

ولما في البحر:(۲/۳۱۵،كتاب الحج،طبع سعيد)

والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة او رضاع او مصاهرة.وقال الشامي في منحة الخالق:(قوله على التابيد الخ)مخرج لاخت زوجته وعمتها وخالتها فان حرمتها مقيدة بالنكاح.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:ناجد محمود کھوٹہ

۸ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۹۷۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿سفر حج میں تجارت کی نیت کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج یا عمرہ پر جارہا ہے جبکہ اس کے پاس صرف اتنا خرچ ہے کہ وہ کرایہ وغیرہ برداشت کر سکے، وہاں کا خرچ اس کے پاس نہیں ہے، اب وہ چاہتا ہے کہ یہاں سے کوئی چیز خرید کر وہاں (مکہ، مدینہ) ساتھ لے جاؤں اور وہاں مہنگے دام میں بیچ کر ان پیسوں پر وہاں گزارہ کروں، پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں ان کے حج یا عمرہ میں کوئی نقصان آئیگا یا نہیں؟

جواب تنقیح: آدمی غیر شادی شدہ ہے گھر کا خرچ اسکے ذمہ نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ تجارت کوئی گناہ کا کام نہیں ہے، اس لئے اس سے حج وعمرہ میں کوئی فرق نہیں آتا، البتہ اصل مقصود حج وعمرہ ہونا چاہیے، بالفرض اصل مقصود اگر کسی کا تجارت ہو اور اتفاق سے حج وغیرہ بھی کرے تب بھی حج وعمرہ کا ثواب پورا ملے گا لیکن مشقت سفر اور زاد راہ کا ثواب ایسی صورت میں نہیں ملے گا، اس لئے ثواب نسبتاً کم ملے گا۔

لما فی قوله تعالیٰ: (سورة البقرة، آیت ۱۹۸)

لیس علیکم جناح أن تبتغوا فضلا من ربکم ..... الآیة.

ولما فی صحیح البخاری: (۲/۱۲۳، باب قوله لیس علیکم جناح الآیة، رحمانیة)

عن ابن عباس قال كانت عكاظ ومجنة وذو المجاز اسواق الجاهلية فتأثموا أن يتجروا في المواسم فنزلت (ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم) في مواسم الحج.

ولما فی روح المعانی (۲/۲۵۸، طبع رشیدیه)

(لیس علیکم جناح) ای حرج فی (أن تبتغوا) ای تطلبوا (فضلا من ربکم) ای رزقا منه تعالى بالربح بالتجارة في مواسم الحج. أخرج البخاري وغيره عن ابن عباس ..... فسألوا رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ذلك فنزلت واستدل بها على اباحة التجارة والاجارة وسائر انواع المكاسب في الحج وأن ذلك لا يحبط أجرا ولا ينقص ثوابا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: ذیشان احمد ملازئی

۲۳ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر: ۲۹۹۸

﴿آفاقی کسی بھی غرض سے مکہ مکرمہ جائے تو عمرہ یا حج لازم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سعودی عرب میں مزدور

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لوگ کسی کام سے مکہ مکرمہ آگئے تو ان کے اوپر حج فرض ہوگا یا نہیں؟ جبکہ ان کو مکہ مکرمہ میں زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ حکومت کی طرف سے منع ہوتا ہے۔ چنانچہ بغیر اجازت کے کوئی جب جائے تو حکومت والے اس کو پکڑ کر جیل بھیج دیتے ہیں۔ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ آفاقی آدمی یعنی میقات سے باہر رہنے والا شخص اگر مکہ مکرمہ کا قصد اور ارادہ کر لے چاہے جس نیت سے بھی ہو یعنی حج یا عمرے کی نیت ہو یا کسی اور کام کی تو اس کیلئے بغیر احرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں ہے۔ لہذا ایام حج میں مکہ مکرمہ پہنچنے کی اگر سعادت حاصل ہو تو میقات سے پہلے عمرہ یا حج کا احرام ضرور باندھ کر جائیں۔ اور ان ایام میں حکومت والے بھی حج ادا کرنے سے نہیں روکتے لہذا حج ادا کرنا ضروری ہوگا۔ اور موسم حج کے علاوہ دنوں میں اگر وہاں جانے کا اتفاق ہو تب بھی آفاقی آدمی کم از کم عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کر لے اس کے بعد تجارت یا جس غرض سے گیا ہو وہ ضرورت پوری کر لے۔ پھر حج ادا کرنے کیلئے وہاں ٹھہرنے کی حکومت کیطرف سے چونکہ اجازت نہیں ہوتی اس لئے ٹھہرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ کی وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ شرعی عذر یعنی بادشاہ کیطرف سے رکاوٹ موجود ہے اور ایسی رکاوٹ ہوتے ہوئے حج فرض نہیں ہوتا بعد میں واپس آنے کی اگر استطاعت ملی تو حج فرض ہوگا ورنہ نہیں۔

لما في الدر المختار (ج ۲ ص ۴۵۹ مكتبه ايچ ايم سعيد)

غير محبوس وخائف من سلطان يمنع منه قال الشامي (قوله يمنع منه) اى من الحج اى الخروج اليه

ولما في الهداية (ج ۱ ص ۲۵۳ مكتبة رحمانية)

ثم الافاقي اذا انتهى اليها على قصد دخول مكة عليه ان يحرم قصد الحج او العمرة او لم يقصدا او لم يقصدا عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز احد الميقات الا محرما ولان وجوب الاحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيها الحاج والمعتمر وغيرها

ولما في العالمگيرية (۱/۲۲۵/ قديمي كتب خانه)

ولا يجوز للآفاقي ان يدخل مكة بغير احرام نوى النسك او لا ولو دخلها فعليه حجة او عمرة

ولما في التنوير والدر المختار (۲/۴۷۲/ ايچ ايم سعيد)

(وللمواقيت) اى المواضع التى لا يجوزها مريد مكة الا محرما (وحرم تاخير الاحرام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عنها) كلها (لمن) اى للافاقى (قصد دخول مكة) يعنى الحرم (ولو لحاجة) غير الحج

قال الشامى رحمه الله

(قوله مريد مكة) اى ولو لغير نسک كتجارة ونحوها (قوله الا محرما) اى لحج او عمرة (غير الحج) لمجرد الروية و النزهة او التجارة.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: مختشم عفی اللہ عنہ

۲۸ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۹۴۷

﴿رمی جمار میں نائب بنانے کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اس سال حج پر اپنی اہلیہ اور والدہ کیساتھ گیا تھا، وہاں پر دوران حج میری والدہ کی طبیعت سخت خراب ہوگئی۔

لہذا میں نے والدہ اور اہلیہ دونوں کو مکہ میں چھوڑا، والدہ کو بیماری کی وجہ سے اور اہلیہ کو والدہ کی خدمت کیلئے اور ان دونوں کیطرف سے ان کے کہنے کے بعد میں نے ان کیلئے رمی کی، پوچھنا یہ ہے کہ ان دونوں کی طرف سے رمی میرے ادا کرنے سے ادا ہوگئی یا نہیں؟ اور میری والدہ اور اہلیہ پر دم واجب ہے یا نہیں؟

مستفتی: تحسین اللہ پشاوری

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں چونکہ آپ کی والدہ محترمہ کو ایسا مرض لاحق ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ رمی پر قادر نہیں تھی، لہذا ان کے کہنے پر آپ نے جو انکی طرف سے رمی کی وہ ان کیلئے ادا ہوگئی لیکن آپ کی اہلیہ کو چونکہ خود ایسا عذر نہیں تھا، اسلئے انکی طرف سے رمی ادا نہیں ہوئی بلکہ دم واجب ہے خود یا کسی کو پیسے دیکر حرم میں بکری ذبح کی جائے۔

لمافی ردالمحتار:(۲/۵۱۲ طبع سعید)

(لا لو رمى بالاقل)لأنه اذا ترك أكثر السبع لزمه دم كما لو لم يرم أصلا وان ترك أقل منه كثلاث فما دونها فعليه لكل حصاة صدقة.

ولمافی المبسوط للسرخسی:(۲/۶۵ طبع دار المعرفة بیروت)

فان تركها حتى غابت الشمس من آخر أيام الرمى سقط عنه الرمى بفوات الوقت ..... وعليه دم واحد عندهم جميعا لأن الرمى كله نسک واحد وهو واجب فتركه يوجب الجبر بالدم.

ولمافی المبسوط للسرخسی:(۲/۶۹ طبع دار المعرفة بیروت)

(قال) والمريض الذى لا يستطيع رمى الجمار يوضع الحصى فى كفه حتى يرمى به لانه

فيما يعجز عنه يستعين بغيره وان رمى عنه أجزاه بمنزلة المغمى عليه فان النيابة تجرى في النسك كما في الذبح.

ولما في البحر الرائق:(۲/۶۰،طبع سعيد)

النيابة:تجرى في العبادات المالية عند العجز والقدرة ولم تجز في البدنية بحال وفي المركب منهما تجرى عند العجز فقط.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ذیشان احمد مازئی

۲۸ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۹۳۴

﴿حکومت کے خرچہ سے حج کرنے سے فریضہ حج ادا ہوجاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہے علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سرکاری ملازم تھا اس محکمہ میں ہر سال ایک مرتبہ قرعہ اندازی ہوتی تھی،قرع اندازی میں جسکا نام نکلتا وہ حکومت کے خرچے سے حج کرتا تھا،اس طریقہ پر ایک غریب آدمی نے حج کیا تھا ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد وہ شخص صاحب استطاعت ہوگیا اور اس پر حج فرض ہوگیا،پوچھنا یہ ہے کہ پہلا حج ادا کرنے سے اسکا فرض حج ادا ہوگیا ہے یا نہیں؟وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ فریضہ حج ذمہ سے ساقط ہونے کے لئے غنی ہونا شرط نہیں ہے،جب اس شخص نے حکومت کے خرچے سے حج ادا کرلیا تو اس سفر سے فرض ادا ہوگیا اور اب غنی ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا لازمی نہیں ہے۔

لما في الشامي:(۲/۴۶۰،طبع سعيد)

قوله:(للآفاقي لا لمكي):الفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي قال شارحه أى حيث لا يشترط في حقه الا الزاد والراحلة ان لم يكن عاجزا عن المشي،وينبغي أن يكون الغني الآفاقي كذلك اذا عدم الركوب بعد وصوله الى أحد المواقيت،فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب ولفيدانه يتعين عليه ان لاينوى نفلا على زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه،فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا اه.

ولما في الهندية:(۱/۲۱۷،طبع رشيديه)الفقير اذا حج ماشيا ثم أيسر لا حج عليه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد عمران غفرلہ ولوالدیہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۲۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مقروض آدمی فریضۂ حج ادا کر سکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عرب میں رہتا ہوں اور مقروض بھی ہوں، لیکن اس کے باوجود میں حج ادا کرنا چاہتا ہوں، جبکہ بعض قریبی دوستوں کا کہنا ہے کہ آپ مقروض ہو اور مقروض کا حج ادا نہیں ہوتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا میرا حج ادا ہوگا؟ اور کیا یہ حج فرض شمار ہوگا یا نفلی؟

مستفتی: نعمت اللہ، سعودی عرب

﴿جواب﴾ مقروض و مزدور کو اللہ تعالیٰ اگر حج کی سعادت نصیب فرما دیتا ہے، تو اس کے ذمہ سے فریضۂ حج ساقط ہو جاتا ہے، یہ بات غلط ہے کہ مقروض کا فرض حج ادا نہیں ہوتا۔ آپ فرض حج کی نیت کرے تو آپ کا فرض حج ادا ہو جائیگا آپ کی دوستوں کی بات غلط ہے، درست نہیں ہے۔

لمافی الشامی: ۴۶۰/۲ (طبع ایچ ایم، سعید)

الفقیر الآفاقی اذا وصل الیٰ میقات فهو کالمکی قال شارحه ای حیث لایشترط فی حقه الالزاد والراحله ان لم یکن عاجزا عن المشی وینبغی أن یکون الآفاقی کذالک اذا عدم الرکوب بعد وصوله الیٰ احد المیقات فالتقیید بالفقیر لظهور عجزه عن المرکب، ولیفید أنه یتعین علیه ان لاینوی نفلا علیٰ زعم انه لایجب علیه لفقره لانه ماکان واجبا وهو آفاقی فلما صار کالمکی وجب علیه فلو نواه نفلاً لزمه الحج ثانیا۔

لما فی حاشیه البحر: ۳۱۲/۲ (طبع ایچ ایم سعید)

کالفقیر اذاحج ای فانه یسقط عنه الفرض حتیٰ لو استغنی لایجب علیه ان یحج۔

لمافی ارشاد الساری: ۲۸ (طبع دارالکتاب العربی بیروت)

الفقیر الآفاقی اذا وصل الیٰ میقات فهو کالمکی ای حیث لا یشترط فی حقه الالزاد دون الراحله ان لم یکن عاجزا عن المشی وینبغی أن یکون الآفاقی کذلک اذا عدم الرکوب بعد وصوله الیٰ احد المواقیت فالتقدیر بالفقیر لظهور عجزه عن المرکب ولیفید أنه یتعین علیه ان ینوی حج الفرض لیقع عن حجة الاسلام ولاینوی نفلا علیٰ زعم انه فقیر۔

لما فیه: ۲۸ (طبع دارالکتاب العربی بیروت)

والفقیر الآفاقی اذا وصل الیٰ میقات الخ: قال فی النسک الکبیر اعلم ان الفقیر اذا وصل الیٰ مکة أو المیقات فقد صرحوا بوجوب الحج علیه۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز احمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ

۸ صفر الخیر ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۷۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿عورت منہ بولے بیٹے کے ساتھ سفرِ حج پر نہیں جاسکتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا منہ بولے بیٹے کے ساتھ عورت سفرِ حج پر جاسکتی ہے؟ مستفتی: قیوم خان

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ منہ بولا بیٹا محرم نہیں ہے اور سفرِ حج کا ہو یا کوئی دوسرا عورت کیلئے بغیر محرم کے سفر پر جانا جائز نہیں ہے، لہٰذا منہ بولے بیٹے کے ساتھ کوئی بھی عورت حج پر نہیں جاسکتی ہے۔

لمافی الدرالمختار:(۴۶۴/۲-۴۶۵،طبع سعید)

ومع زوج أو محرم بالغ......ولو حجت بلامحرم جاز مع الكراهة.

وفي الشامية:(قوله مع الكراهة)أي التحريمية للنهي في حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثاالا ومعها محرم زاد مسلم في رواية أو زوج.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق عفی عنہ

۱۳رجب المرجب ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۶۷۸

﴿عمر رسیدہ کیلئے بھی محرم کا ہونا شرط ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عمر رسیدہ عورت پر حج فرض ہے اور اس کا خالہ زاد بھائی حج پر جارہا ہے تو کیا یہ عورت اس کے ساتھ سفرِ حج پر جاسکتی ہے؟

﴿جواب﴾ عورت کیلئے خواہ جوان ہو یا بوڑھی بغیر محرم کے سفرِ حج پر جانا جائز نہیں ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں مذکورہ خاتون اپنے خالہ زاد بھائی کے ساتھ سفرِ حج پر نہیں جاسکتی۔

لمافی صحیح البخاري:(۱۴۷/۱،طبع قديمي)

عن ابن عمرؓ أن النبيﷺ قال: لاتسافر المرأة ثلثا الا ومعها ذو محرم.

لمافی الهندية:(۲۱۸/۱،طبع رشيديه)

ومنها المحرم للمرأة شابة كانت او عجوزة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:عبدالرزاق عفی عنہ

۴شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۷۶۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿تاخیر حج کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ حج میں تاخیر کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حج فرض ہونے کے بعد اسکی ادئیگی میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے، موت اور زندگی کی کوئی خبر نہیں، اس سے پہلے اگر موت آگئی تو بڑے خطرے کی بات ہے، لہٰذا بلاوجہ تاخیر جائز نہیں ہے۔

لما فی شرح الوقایۃ:(۱/۲۲۳طبع امدادیه)

فی العمر مرة على الفور هذا عند ابی یوسف ۔۔۔قوله على الفور بالفتح أی بالسرعة یعنی یجب علیه ان یحج فی سنة قدر علیه فیها ولا یؤخره الیٰ سنة اخریٰ.

ولما فی حاشیة الهدایة:(۱/۲۵۰طبع رحمانیه)

واجب على الفور به قال احمد وفی التحفة والبدائع عن الکرخی انه على الفور والامام ابو منصور الماتریدیؒ یحمل مطلق الامر على الفور ومعنى الوجوب على الفور الوجوب عند استجماع شرائط الوجوب یتعین العام الاول عند ابی یوسفؒ حتیٰ یأثم بالتأخیر والمراد من الفور ان یلزم المأمور فعل المأمور به فی اول اوقات الامکان مستعار للسرعة من فارت القدر فورا اذا غلب.

ولما فی البحر الرائق :(۲/۳۰۱طبع سعید)

(قوله فرض مرة على الفور) أی فرض الحج فی العمر مرة واحدة فی اول سنی الامکان والفور فی اللغة من فور القدر غلیانها ولعل ذلک من فوره أی من وجهه ذلک ولما کونه على الفور فهو قول ابی یوسفؒ واصح الروایتین عن ابی حنیفة ۔۔۔ولما ابو حنیفةؒ وابو یوسفؒ فقالا الاحتیاط فی تعیین اول سنی الامکان لان الحج له وقت معین فی السنة والموت فی السنة غیر نادر فتأخیره بعد التمکن فی وقته تعریض له على الفوات.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان سواتی

۱۶ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
فتویٰ نمبر: ۱۴۲۳

﴿بیٹے کی ملازمت کی خاطر فرض حج کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے حج کی نیت سے اپنے خرچ میں سے بچاتے بچاتے ادائیگی حج کا خرچ پورا کیا، ابھی حج کیلئے جانا ہی تھا کہ اچانک اسکے بیٹے کو ایک کمپنی کی طرف سے سعودی عرب لیجانے اور وہاں نوکری دلوانے کی پیشکش آئی،

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اب اگر بیٹے کو نوکری کیلئے باہر بھیج دے تو حج سے محروم ہو جاتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ اسکی وجہ سے حج کو مؤخر کرسکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: عارف اللہ

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں حج فرض ہونے کی وجہ سے اس شخص پر اسکی ادائیگی ضروری ہے، بیٹے کو ملک سے باہر بھیجنا ایسی حاجت نہیں ہے جسکی وجہ سے فرض حج کو ترک یا مؤخر کرے کیا معلوم اسکے بعد زندگی ساتھ دے یا نہ دے اور موقع ملے یا نہ ملے، لہٰذا ضروری ہے کہ وہ اپنا فریضہ حج ادا کرے ورنہ گنہگار ہوگا۔

لما فی الهداية:(۱/۲۴۹-۲۵۰ طبع رحمانيه)

الحج واجب على الاحرار البالغين العقلاء الاصحاء اذاقدروا على الزاد والراحلة فاضلا عن المسكن ومالا بدمنه وعن نفقة عياله الى حين عوده. وفي الهندية:(۱/۲۱۷ رشيديه)

ولما في البدائع:(۲/۱۲۲ طبع سعيد)

واما تفسير الزاد والراحلة فهوان يملك من المال مقدار مايبلغه الى مكة ذاهبا وجائيا راكبا لاماشيا بنفقة وسط لااسراف فيها ولا تقتير فاضلا عن مسكنه وخادمه وفرسه وسلاحه وثيابه واثاثه نفقة عياله وخدمه وكسوتهم وقضاء ديونه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ سبحانہ اعلم: افتخار احمد کلکتی

۵ جمادالثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۳۳

﴿بیٹی کی شادی کی وجہ سے حج فرض کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقے میں بیٹی کو شادی کے موقع پر ایک لاکھ کا جہیز دیا جاتا ہے اگر کوئی شخص جہیز نہ دے تو شادی کے بعد لڑکی کو ساری عمر طعنہ دیا جاتا ہے، نیز جو شخص جہیز نہ دے اسکے لئے رشتہ ملنا بھی کافی مشکل ہوتا ہے۔

پوچھنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں ایک شخص پر حج فرض ہوگیا اسکے گھر میں جوان بیٹیاں ہیں اور اس کو اندیشہ ہے کہ حج کرنے جائے گا تو اسے بیٹیوں کی شادی پر قرض لینا پڑے گا، اسکے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ حج کرے یا حج کو موقوف کرکے اس رقم کو بیٹی کے جہیز اور شادی پر خرچ کرے؟

﴿جواب﴾ آپکے علاقے میں رائج یہ طریقہ غلط اور غیر شرعی رسم ہے، اسکو شرعی عذر کا درجہ دے کر فرض حج کو مؤخر کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا حج کے لئے درخواست جمع کروانے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے دنوں میں اگر یہ شخص صاحب استطاعت ہے تو فریضہ کی ادائیگی ضروری ہے اگر رقم شادی پر خرچ کی تو حج ذمہ سے ساقط نہ ہوگا، مجبوری کی صورت میں ایام حج بلکہ درخواست جمع کرنے کے دنوں سے بھی پہلے رقم اپنی بیٹیوں کو باقاعدہ مالک وقابض بنا کر دیدیں تا کہ حج فرض نہ ہو۔

لما فی الهداية: (۱/۲۵۰، طبع رحمانيه)

ثم هو واجب على الفور عند ابي يوسفؒ وابي حنيفةؒ.

ولما فی فتح القدير: (۲/۴۱۸-۴۱۷، طبع رشيديه)

وهو أنه سئل عمن ملك مايبلغه الى بيت الله أيحج أم يتزوج؟ فقال يحج فاطلاق الجواب بتقديم الحج...... دليل على ان الحج لا يجوز تاخيره وهو قول ابي يوسف وذكر المصنف في التجنيس..... انه اذاكان له مال يكفي للحج وليس له مسكن ولاخادم اوخاف العزوبة فأراد ان يتزوج ويصرف الدراهم الى ذلك ان كان قبل خروج اهل بلده الى الحج يجوز لانه لم يجب الاداء بعد.

ولما فی الدر المختار: (۲/۴۵۲، طبع امداديه)

ووجهه ان الفورية ظنية لان دليل الاحتياط ظني ولذا أجمعوا أنه لوتراخى كان اداء وان اثم بموته قبله.

وفي الشامية: ووجهه اى وجه كون التاخير صغيرة ان الفورية واجبة لانها ظنية لظنية دليلها وهو الاحتياط.... فيكون التاخير مكروهاتحريما لاحراما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۲۲

﴿خوشدامن اپنے داماد کے ساتھ حج کرسکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ہے اسکا خاوند فوت ہو چکا ہے، اب وہ اپنے داماد کیساتھ حج پر جانا چاہتی ہے تو کیا شریعت کی رو سے وہ داماد کے ساتھ سفر حج کرسکتی ہے؟ نیز اس عورت کی عمر بڑھاپے کو پہنچ چکی ہے۔

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ عورت کیلئے سفر حج میں محرم کا ہونا ضروری ہے (جب شرعی مسافت ہو) داماد بھی محرم ہیں، اسلئے یہ عورت اپنے داماد کیساتھ حج پر جاسکتی ہے بشرطیکہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔

لما فی الهندية: (۱/۲۱۸، طبع رشيديه)

(ومنها المحرم للمرأة) شابة كانت اوعجوزا اذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلثة ايام

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

هكذا في المحيط وان كان اقل من ذلك حجت بغير محرم كذا في البدائع والمحرم الزوج ومن لا يجوز مناكحتها على التأبيد بقرابة اورضاع او مصاهرة كذا في الخلاصة ويشترط ان يكون مأمونا عاقلا بالغا حرا كان اوعبدا كافرا كان او مسلما.

ولما في البناية بهامش فتح القدير:(۲/۲۲۵،طبع رشيديه)

(ويعتبر في المرأة ان يكون لها محرم تحج به)الاختلاف المار في امن الطريق في كونه شرط الوجوب اوشرط الاداء ثابت في محرم المرأة والمحرم من لايجوز له مناكحتها على التابيد بقرابة اورضاع او صهارة.

ولما في الكفاية:(۲/۱۰۲،طبع رشيديه)

(قوله ويعتبر في المرأة ان يكون لها محرم)اى شابة كانت او عجوزا يدل عليه اطلاق المرأة والمحرم من لا يحل له نكاحها على التابيد برحم اورضاع اومصاهرة لان التحريم المؤبد يزيل التهمة في الخلوة بها ويكون مأمونا عاقلا بالغا حراكان اوعبدا كافرا كان اومسلماً ولوكان فاسقاً اومجوسيا اوصبيا او مجنونا لايعتبر لان الغرض لايحصل بالفاسق وبالمجوسي لانه يعتقد اباحة نكاحها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:سلمان احمد غفرلہ ولوالدیہ

اجمادی الثانی ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر:۲۳۶۳

﴿عورت پر حج کب فرض ہوتا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ میں نے حج کے لئے کچھ پیسے جمع کر کے مزید پیسے بھائیوں سے لیکر حج کیلئے درخواست جمع کروادی میرے ساتھ بھائی اپنی اہلیہ کے ہمراہ جارہے تھے،اتفاقاً قرعہ میں ہمارا نام نہیں نکلا جس کی وجہ سے ہم حج پر نہ جاسکے۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا مذکورہ صورت میں مجھ پر حج فرض ہوگیا تھا یا نہیں؟ نیز اس سال حج کے اخراجات میں اضافہ ہوگیا ہے اور میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے اگر میرے اوپر حج فرض ہوگیا ہے تو میں قرض لے کر حج کروں یا پیسے پورے ہونے تک انتظار کروں؟ اور حج کو موخر کرلوں تو کیا میں اس سے گنہگار ہونگی یا نہیں؟

مستفتیہ:اخت ضیاء

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں آپ پر حج فرض نہیں ہوا،اس لئے کہ عورت پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب وہ دیگر شرائط کے ساتھ اپنے سفر کے اخراجات کے علاوہ محرم یا شوہر کے اخراجات پر بھی قادر ہو،تاہم اگر اپنے بھائی کے ساتھ حج کا موقع مل رہا ہے تو اسے غنیمت سمجھتے ہوئے کسی سے قرض لے کر آپ کو حج کرلینا چاہیے بشرطیکہ بعد میں قرض آسانی سے اترنے کی بھی امید ہو۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الدر المختار:(۲/۴۶۴،طبع سعید)

ومع زوج او محرم......مع وجوب النفقة لمحرمها علیها لانه محبوس علیها.

وفی الشامیة:ای فیشترط ان تکون قادرة علی نفقتها ونفقته.

ولما فی الجوهرة(ص۱۹۳،طبع میر محمد)

ویجب علیها نفقة المحرم هو الصحیح لانها لا تتوصل الی الحج الابه کما یلزمها شراء الراحلة التی لاتتوصل الابها.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری

۱۰رجب ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۲۶۶

﴿حج فرض ہونے کے بعد محرم نہ ملے تو حج بدل یا وصیت ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اپنے سفر کے اخراجات کے علاوہ محرم کے اخراجات بھی برداشت کرسکتی ہے لیکن اس کا کوئی محرم یا شوہر موجود نہیں ہے، پوچھنا یہ ہے کہ حج کی فرضیت اس پر باقی رہے گی یا ساقط ہوجائے گی؟اگر فرضیت باقی ہو تو اس کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟ جبکہ وہ خود حج کے لئے سفر نہیں کرسکتی۔

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں جب حج کی دیگر شرائط پائی جارہی ہوں اور محرم نہ ہونے کی وجہ سے عورت حج کے سفر پر قادر نہ ہو تو اس پر حج کی فرضیت باقی رہے گی، لہٰذا اپنی جگہ کسی کو حج بدل پر بھیجنا یا حج کی وصیت کرنا ضروری ہوگا۔

لما فی الشامی:(۲/۴۵۸،طبع سعید)

والنوع الثانی شروط الاداء وهی التی ان وجدت بتمامها مع شروط الوجوب وجب اداءه بنفسه وان فقد بعضها مع تحقق شروط الوجوب فلا یجب الاداء بل علیه الاحجاج او الایصاء عند الموت وهی خمسة :سلامة البدن وامن الطریق وعدم الحبس والمحرم او الزوج للمرأة وعدم العدة لها.

ولما فی ارشاد الساری:(۱/۴۹،طبع دار الکتاب العربی بیروت)

ثم اختلفوا ان المحرم او الزوج شرط الوجوب او الاداء کما اختلفوا فی امن الطریق فصحح قاضیخان وغیره انه من شرائط الاداء وصحح صاحب البدائع والسروجی انه من شرائط الوجوب وثمرة الاختلاف مشهورة وصنیع المصنف یشعر بانه من شرائط الاداء علی الارجح.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری

۱۰رجب ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۲۶۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حكم تاخير الحج﴾

﴿حج فرض میں بلاعذر تاخیر جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ماذايقول العلماء الكرام مد ظلهم فى من وجب عليه الحج وهو يذهب مع جماعة التبليغ الى الدول الخارجة فهل هو آثم ام لا؟

﴿جواب﴾الحج فرض على الفور على الاصح فلو ذهب مع جماعة التبليغ بحيث تأخر عن اداء الحج فى اول الامكان يلزمه اثم التاخير نعم لو ادى الحج بعده ارتفع الاثم .

لمافى ردالمحتار:(۲/۴۵۵ طبع امداديه)

قلت:لا يخفى ما فيه بل الظاهر ان الصواب اثم التاخير اذ بعد الاداء لاتفويت وقال فى الفتح ويأثم بالتاخير عن اول سنى الامكان فلو حج بعده ارتفع الاثم اه

ولمافى الهندية:(۱/۲۱۶،طبع رشيديه)

وهو فرض على الفور وهو الاصح فلا يباح له التاخير بعد الامكان الى عام الثانى كذا فى خزانة المفتين .فاذا اخره وادى بعد ذلك وقع اداء كذا فى البحر الرائق — وثمرة الخلاف تظهر فى حق المأثم حتى يفسق و ترد شهادته عند من يقول على الفور ولو حج فى آخر عمره فليس عليه الاثم بالاجماع ولو مات ولم يحج اثم بالاجماع

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ... واللہ اعلم بالصواب:معراج الدین

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ ... فتویٰ نمبر:۱۴۰۳

﴿تلبیہ کے فضائل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تلبیہ کے فضائل حدیث مبارکہ میں مذکور ہیں یا نہیں؟ ... مستفتی حاجی عبداللہ صاحب لکی مروت

﴿جواب﴾ تلبیہ کے فضائل احادیث مبارکہ سے بکثرت ثابت ہیں جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

لمافى جامع الترمذى:(۱/۱۰۲،طبع فاروقى ملتان)

(۱)سئل النبى ﷺاى الحج افضل قال افضل الحج العج والثج:اى رفع الصوت بالتلبية واسالة الدم بالاراقة. وكذافى ابن ماجة:(ص۲۰۹،طبع قديمى)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا حج افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

باواز بلند تلبیہ ہو اور خون بہاتا ہو۔

لمافی کنز العمال:(۱۲/۵-۱۲ مطبع رحمانیہ)

(۲)قال النبیﷺاتانی جبرائیلؑ فقال لی ان اللہ یامرک أن تامراصحابک ان یرفعوا اصواتھم بالتلبیۃ فانھامن شعار الحج.

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے اصحاب کو حکم دیں کہ بلند آواز سے تلبیہ پڑھیں، اس لئے کہ یہ شعائر حج میں سے ہے۔

لمافی کنز العمال:(ص۱۲ مطبع رحمانیہ)

(۳)عن جابرؓ عن النبیﷺمن اصبح یلبی غابت الشمس بذنوبہ.

ترجمہ: حضرت جابر نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے ایسی حال میں صبح کی کہ تلبیہ پڑھ رہا تھا تو سورج کے غروب ہونے کیساتھ اس کے گناہ بھی ڈوب جاتے ہیں۔

لمافی کنز العمال:(۱۲/۵ مطبع رحمانیہ)

(۴)عن عامر بن ربیعۃؓ عن رسول اللہ ﷺ"ما اضحی مومن یلبی حتی تغرب الشمس الا غابت حتی یعود کیوم ولدتہ امہ.

ترجمہ: جو مومن صبح سے تلبیہ پڑھ رہا ہو یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسا کہ اسکی ماں نے اس دن ہی جنا ہو۔

لمافی جامع الترمذی:(۱۰۲/۱ مطبع فاروقی ملتان)

(۵)ما من مسلم یلبی الالبی من عن یمینہ وشمالہ من حجر اوشجر او مدرحتی ینقطع الارض من ھھنا وھھنا.

ترجمہ: نہیں ہے کوئی مسلمان جو تلبیہ پڑھتا ہو مگر یہ کہ اسکے دائیں اور بائیں پتھر درخت اور مٹی بھی تلبیہ پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ منتہائے زمین یہاں سے وہاں تک اسکے ساتھ تلبیہ پڑھتی ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: اسلام بادشاہ بھیٹی

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۳۳۱

﴿عورت پر حج فرض ہو تو خاوند کی اجازت ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت پر حج فرض

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہونے کے بعد حج پر جانے کے لئے خاوند سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر کسی خاتون پر حج فرض ہے اور شوہر بلاوجہ اس کو اجازت نہ دے تو شوہر کی اجازت کے بغیر بھی حج ادا کرنے کیلئے محرم مثلاً والد یا بیٹے کیساتھ جاسکتی ہے۔

لما فی الشامی:(۲/۴۶۵،طبع سعید)

قوله:وليس لزوجها منعها عن حجة الاسلام أى اذا كان معها محرم والا فله منعها.

ولما فی الهندية:(۱/۲۱۹،طبع رشيديه)

وتجب عليها النفقة والراحلة فی مالها للمحرم ليحج بها وعند وجود المحرم كان عليها ان تحج حجة الاسلام وان لم يأذن لها زوجها.

ولما فی البحر الرائق:(۲/۳۱۵،طبع سعيد)

ليس له منعها عن حجة الاسلام اذا وجدت محرما لان حقه لا يظهر فی الفرائض بخلاف حج التطوع

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۰۶۶

﴿فقط عمرہ کرنے کی حیثیت اور اسکا افضل وقت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغیر حج کے عمرہ کرنا سنت ہے یا واجب؟ نیز عمرہ کس وقت افضل ہے؟　　　　مستفتی: محمد غفران کوہاٹی شکردرہ

﴿جواب﴾ زندگی میں ایک بار کسی بھی وقت عمرہ کرنا سنت مؤکدہ ہے، البتہ بنسبت دوسرے دنوں کے رمضان میں عمرہ کرنا زیادہ افضل اور مستحب ہے اور حج کیساتھ عمرہ ادا کرنے سے بھی یہ سنت ادا ہو جاتی ہے۔

لما فی ردالمحتار:(۲/۴۷۲-۴۷۳،طبع سعيد)

(قوله والعمرة فی العمر مرة سنة مؤكدة) اى اذا اتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهى عنها فيه الا انها فی رمضان افضل هذا اذا افردها فلا ينافيه ان القران افضل لان ذلك أمر يرجع الى الحج لا ألعمرة.

(قوله وندبت فی رمضان) اى اذا افردها كما مر عن الفتح ثم الندب باعتبار الزمان لانها باعتبار ذاتها سنة مؤكدة او واجبة كما مر اى انها فيه افضل منها فی غيره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی عفی عنہ

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۳۳۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿عورت پرمحرم کے بغیر حج فرض نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ایک عورت پر حج فرض ہے وہ حج بیت اللہ ادا کرنا چاہتی ہے لیکن اس کا شوہر، بھائی وغیرہ کوئی محرم نہیں ہے کیا وہ ایسی صورت میں غیر محرم پڑوسی کے ساتھ حج ادا کرنے کے لئے جاسکتی ہے؟ اگر پڑوسی کے ساتھ نہیں جاسکتی تو اور کوئی ایسی صورت بتائیں کہ یہ عورت حج ادا کرلے۔ مستفتی کلیم اللہ

﴿جواب﴾ عورت پر تب حج فرض ہوتا ہے جب ادائیگی حج کے لئے اس کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم تیار ہو، شوہر یا محرم کے بغیر عورت پر حج فرض نہیں ہے، پڑوسی چونکہ غیر محرم ہے اس لئے پڑوسی کے ساتھ حج ادا کرنے کے لئے عورت کو جانا جائز نہیں ہے۔

اگر اس عورت کو خود ہی حج کے لئے جانا ہے تو اس کی یہ صورت بن سکتی ہے کہ اگر وہ شادی کے قابل ہے تو شادی کر کے شوہر کے ہمراہ حج ادا کرنے کے لئے چلی جائے، ورنہ بصورت دیگر کسی دوسرے کو حج بدل ادا کرنے کے لئے بھیج دے اور اگر تنہا بغیر محرم کے حج ادا کرنے کے لئے چلی گئی تو اس صورت میں حج تو ادا ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے اس کو تنہا سفر کرنے کا گناہ ہوگا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۴۶۲ طبع سعید)

(و)مع (زوج أو محرم)......(مع) وجوب النفقة لمحرمها(عليها)لا نه محبوس (عليها) لامرأة حرة ولو عجوزا في سفر وهل يلزمها التزوج؟ قولان وليس عبدها بمحرم لها وليس لزوجها منعها عن حجة الاسلام ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة.

ولما فی رد المحتار:(۲/۴۶۵ طبع سعید)

قوله(مع الكراهة)اى التحريمية للنهي في حديث الصحيحين (لاتسافر امرأة ثلاثا الا ومعها محرم) زاد مسلم في رواية أو زوج)

ولما فی خلاصة الفتاوی:(۱/۲۷۷ طبع رشیدیه)

وفي المرأة المحرم شرط شابة كانت او عجوزة اذا كان بينها وبين مكة ثلاثة ايام وهو شرط الوجوب او شرط الاداء على ماذكرنا من الاختلاف.

وكذا في ارشاد الساري:(ص۲۷ طبع بيروت)ومثله في اعلاء السنن بالتفصيل في باب اشتراط المحرم او الزوج لوجوب اداء الحج على المرأة:(۱۰/۱۱)وكذا في الهداية:(۱/۱۹۷ طبع رحمانيه)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۲ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حج سے متعلق ایک مسئلہ کی وضاحت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے علاقہ میں ایک آدمی کے پاس صرف زمین تھی جو اس کا ذریعہ معاش بھی تھی تو کیا اس آدمی پر حج واجب ہوگیا؟ کیونکہ یہ آدمی بعد میں فوت ہوگیا تھا، اب اس آدمی پر فوت ہونے کے بعد ذمہ میں حج واجب رہے گا یا اس کے مرنے سے حج بھی ساقط ہوگیا؟ اگرچہ اس نے احتیاطاً وصیت بھی کی تھی لیکن اس کے ورثاء نے اس کی طرف سے حج ادا نہیں کیا تو اس کا گناہ مرنے والے کو ہوگا یا ورثاء کو؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ مرحوم کے پاس ضرورت معاش سے بھی زائد زمین اگر تھی جس کو بیچ کر حج کے اخراجات پورے کیے جاسکتے تھے تو مرحوم پر حج فرض تھا، وہ اپنی زندگی میں حج نہ کرسکا لیکن اس نے وصیت کی تھی، اب مرحوم کے کل ترکہ میں سے واجب حقوق ادا کرنے کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا (۱/۳) ایک تہائی مال اگر اتنا ہو جس سے حج کے اخراجات پورے ہوسکتے ہوں تو ورثاء پر لازم ہے کہ انکی طرف سے حج کے لئے کسی کو بھیجدیں، ایسی صورت میں وصیت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے ورثاء گنہگار ہوں گے، مرحوم وصیت کرنے کی وجہ سے بری الذمہ ہوگیا ہے۔

لمافی الهندية: (۲۱۸/۱، طبع رشيديه)

وان كان صاحب ضياع، ان كان له من الضياع ما لو باع مقدار ما يكفى لزاده و راحلته ذاهبا وجائيا ونفقة عياله وأولاده ويبقى له من الضيعة قدر مايعيش بغلة الباقي يفترض عليه الحج والافلا الخ.

لمافی الهندية: (۲۵۸/۱، طبع رشيديه)

من عليه الحج اذا مات قبل أدائه فان مات عن غير وصية يأثم بلا خلاف وان أحب الوارث أن يحج عنه حج وأرجوان يجزئه ذلك ان شاء الله تعالى كذا ذكر أبو حنيفة.

ولمافی الفقه الاسلامی: (۲۱۰۲/۳-۲۰۹۷، طبع رشيديه)

وأما المقصر الذى مات فتصح منه الوصية بل تجب بالاحجاج عنه ...... والخلاصة أن الحنفية و المالكية يجيزون الحج عن الميت اذا أوصى و تنفذ الوصية من ثلث المال.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　　　واللہ اعلم بالصواب: سید مزمل شاہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　　　　　فتویٰ نمبر: ۲۲۶۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حج المرأة حجة الاسلام بلا اذن زوجها﴾

﴿بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر محرم کے ساتھ حج فرض ادا کر سکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ امرأة ارادت الحج مع اخ لها وزوجها يمنعها منه فهل يجوز لها ان تخرج بلا اذن زوجها؟ مستفتيه ام آرزو

﴿جواب﴾ تحج المرأة حجة الاسلام بلا اذن زوجها وليس لزوجها ان يمنعها عن اداء الفرائض وله منعها في غير حجة الاسلام وكذا اذا ارادت الخروج وحدها او بلا محرم.

لما في البدائع: (۱۲۳/۲، طبع سعيد)

ولو كان معها محرم فلها ان تخرج مع المحرم في الحجة الفريضة من غير اذن زوجها عندنا (ثم قال بعد سطور) حتى لو ارادت الخروج الى حجة التطوع فللزوج ان يمنعها.

ولما في الدر مع الرد: (۴۶۵/۲، طبع سعيد)

وليس لزوجها منعها عن حجة الاسلام.

وفي الشامية: اى اذا كان معها محرم والا فله منعها كما يمنعها عن غير حجة الاسلام ولو واجبة بصنعها كالمنذور.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سلمہ

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۳۶

﴿مکان کی تعمیر سے پہلے حج کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص کے پاس اتنا روپیہ ہے کہ وہ حج ادا کرنے کیلئے جا سکتا ہے لیکن رہنے کا مکان بہت بوسیدہ ہو گیا ہے تو کیا وہ حج مؤخر کر کے پہلے مکان کی تعمیر کرا سکتا ہے؟ مستفتی: نعمان اقبال

﴿جواب﴾ اہل وعیال کے نفقہ کے علاوہ بھی کسی کے پاس اتنا روپیہ اگر موجود ہے کہ وہ آسانی کے ساتھ حج کر کے واپس آسکتا ہے تو اسکے لئے حج کرنا ضروری ہے، مکان کی تعمیر کی وجہ سے حج کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے۔

لما في الهندية: (۲۱۷/۱، طبع رشيديه)

وان لم يكن مسكن ولا شئ من ذلك وعنده دراهم يبلغ بها الحج أو يبلغ ثمن مسكن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وخادم وطعام وقوت فعليه الحج فان جعلها في غير الحج أثم كذا في الخلاصة.

ولما في الدر المختار:(۲/۴۶۱،طبع امدادیه)

وكذا لو كان عنده ما لو اشترى به مسكنا وخادما لا يبقى بعده ما يكفي للحج لا يلزمه خلاصة. وفي الشامية:والذي رأيته في الخلاصة هكذا ان لم يكن مسكن ولا شئ من ذلك وعنده دراهم تبلغ به الحج وتبلغ ثمن مسكن وخادم وطعام وقوت وجب عليه الحج وان جعلها في غيره أثم ه لكن هذا اذا كان وقت خروج اهل بلده كما صرح به في الباب اما قبله فيشتري ما شاء لأنه قبل الوجوب.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد سجاد غفر لہ ولوالدیہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۱۴۸

﴿قرضہ لے کر حج کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زید نے دو سال قبل قرض لیکر حج کیا تھا اب وہ صاحب استطاعت ہے تو کیا اب اس پر حج فرض ہے کیا گزشتہ حج سے فرضیت ساقط ہوگئی؟

﴿جواب﴾ زید نے جس وقت قرض لے کر حج کیا تھا،اس سے اس کا حج ادا ہو گیا اور فرضیت اس کے ذمہ سے ساقط ہوگئی الا یہ کہ انہوں نے قصداً وارادۃً نفل کی نیت کی ہو اس سے فرضیت ساقط نہیں ہوگی وہ نفلی حج شمار ہوگا اور فرضیت اس کے ذمہ باقی رہے گی۔

لما في الشامي:(۲/۴۵۹طبع امدادیه)

الفقير الافاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي. قال شارحه: أي حيث لا يشترط في حقه الا الزاد والراحلة ان لم يكن عاجزاً عن المشي، وينبغي أن يكون الغني الافاقي كذلك اذا عدم المركوب بعد وصوله الى احد المواقيت، فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب ولفيد أنه يتعين عليه أن لا ينوي نفلا على زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلاً لزمه الحج ثانياً.

ولما في ارشاد الساري:(ص۲۸،طبع بيروت)

(والفقير الآفاقي اذا وصل الى ميقات فهو كالمكي):اى حيث لا يشترط في حقه الا الزاد — فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب وليفيد انه يتعين عليه ان ينوي حج الفرائض ليقع عن حجة الاسلام ولا ينوي نفلا على زعم انه فقير لا يجب عليه الحج لانه ما كان واجبا عليه وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو حج نفلا يجب عليه ان يحج حجا ثانيا ولو اطلق يصرف الى الفرض الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۳۵۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿طواف کے فضائل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ بیت اللہ جا کر طواف کی کثرت کرنی چاہیے یا دوسری عبادات نوافل، ذکر کی؟ نیز طواف کے فضائل مستند احادیث کی روشنی میں کیا ہیں؟

﴿جواب﴾ بیت اللہ جا کر طواف کی کثرت کرنی چاہیے کیونکہ باقی عبادات نوافل وغیرہ دوسرے مقامات میں بھی کی جاسکتی ہیں لیکن طواف سوائے بیت اللہ کے اور کہیں نہیں کیا جاسکتا۔

نیز طواف کی فضیلت میں وارد چند احادیث ذیل میں مع الترجمہ نقل کی جاتی ہیں:

لما فی جامع الترمذی:(۱۰۶/۱،طبع فاروقی ملتان)

(۱) عن ابن عباس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طاف بالبيت خمسين مرةخرج من ذنوبه كيوم ولدت امه.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بیت اللہ کا طواف پچاس مرتبہ کیا وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہوجاتا ہے جیسا کہ آج اسکی ماں نے جنا۔

لما فی مرقاۃ المفاتیح:(۲۱۸/۵،طبع رشیدیہ)

(۲)عن عبيد بن عمير ان ابن عمر رضى الله عنه كان يزحم على الركنين زحاما مارأيت أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ يزاحم عليه قال ان أفعل فانى سمعت رسول الله ﷺ يقول ان مسحهما كفارة للخطايا و سمعته يقول من طاف بهذا البيت أسبوعا فأحصاه كان كعتق رقبة وسمعته يقول لايضع قدما ولا يرفع أخرى الا حط الله عنه بها خطيئة وكتب له بها حسنة.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے ایک ہفتہ طواف کیا یعنی پورا ہفتہ روزانہ طواف کیا اور اسکو شمار کیا تو یہ ایک گردن آزاد کرنے کی طرح ہے اور میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ طواف کرنے والا ایک قدم رکھتا نہیں اور نہ دوسرا اٹھاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اسکے بدلے اسکی ایک خطا معاف فرماتے ہیں اور ایک نیکی اسکے لئے لکھتے ہیں۔

لما فی المتجر الرابح:(ص ۳۰۴،طبع بیروت)

(۳)عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال قال رسول الله ﷺ ينزل الله تعالى كل يوم على الحجاج بيته الحرام عشرين ومائة رحمة. ستين لطائفين واربعين للمصلين

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وعشرين للناظرين۔(رواه البيهقي باسناد حسن.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ ہر روز حاجیوں پر ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتے ہیں (جن میں سے) ساٹھ طواف کرنے والوں کیلئے اور چالیس نمازیوں کیلئے اور بیس (بیت اللہ کیطرف) دیکھنے والوں کے لئے

لما فی المتجر الرابح:(ص۳۰۶،طبع بیروت)

(۴)وخرج ابن ماجه عن أبي عقال وهو ممن تكلم فيه البخاري وغيره قال طفت مع انس ابن مالك رضي الله تعالى عنه في مطر فلما قضينا الطواف اتينا المقام فصلينا ركعتين فقال لنا انس ابن مالك ائتنفو العمل فقد غفر لكم هكذا قال لنا رسول الله ﷺ وطفنا معه في مطر.وقوله ائتنفو العمل اى ابتدئو العمل الان فان ما مضى من الذنوب فقد غفر لكم.

ترجمہ: ابن عقال کہتے ہیں میں نے دوران بارش حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ طواف کیا، جب ہم طواف کر چکے تو ہم مقام (ابراہیم) پر آئے ہم نے دو رکعتیں پڑھیں تو انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا نئے سرے سے عمل کرو کیونکہ تمہاری مغفرت کی جا چکی ہے ہم سے رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح ارشاد فرمایا تھا جبکہ ہم نے ایک بار بارش میں ان کے ساتھ طواف کیا تھا (نئے سرے سے عمل کرو کا مطلب ہے اب سے عمل کرو کیونکہ تمہارے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں)۔

لما فی جامع الترمذی:(۱۴۹/۲،طبع بیروت)

(۵)وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ في الحجر والله ليبعثنه الله تعالى يوم القيامة له عينان يبصرن بهما ولسان ينطق به يشهد به على من استلمه بحق.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کے بارے میں ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ اسکو بروز قیامت ضرور اٹھائیں گے اس حال میں کہ اسکی دو آنکھیں ہونگی جن سے وہ دیکھے گا اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گا اور اس شخص کی گواہی دے گا جس نے ٹھیک طریقے سے اسکا استلام کیا ہوگا۔

طواف کے دوران چونکہ استلام کیا جاتا ہے، اس لئے مذکورہ فضیلت بھی طواف کرنے والے کو حاصل ہوگی، اللہ تعالیٰ محض اپنے لطف وکرم سے ہم سب کو طواف کی فضیلتیں نصیب فرمائے آمین۔

واللہ اعلم بالصواب: فیاض احمد

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۸۵۸

۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿وقوف عرفہ کی حیثیت اور فضائل﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج میں وقوف عرفہ کی کیا حیثیت ہے؟ نیز وقوف عرفہ کے فضائل قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

﴿جواب﴾ وقوف عرفہ حج میں فرض ورکن کی حیثیت رکھتا ہے اور رکن بھی ایسا جسکو اعظمیت کا درجہ حاصل ہے، جیسا کہ عالمگیری میں ہے:(۲۱۹/۱،طبع رشیدیہ)

اما رکنه فشیئان:الوقوف بعرفة وطواف الزيارة لكن الوقوف اقوى من الطواف وفى احكام القرآن اتفقت الامة مع ذالک على ان تارك الوقوف بعرفة لا حج له.

لہٰذا اگر کسی شخص سے وقوف عرفہ رہ جائے تو اس کا حج نہیں ہوگا۔

تعارف عرفات: یہ مکہ مکرمہ سے تیرہ میل دور مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر ایک وسیع وعریض میدان ہے جو کہ حرم مکہ سے باہر واقع ہے عرضاً یہ میدان چار میل جبکہ طولاً تقریباً سات آٹھ میل ہے اس میدان کے شمال مشرق میں ایک سرخ رنگ کی مخروطی پہاڑی ہے جو جبل رحمت کے نام سے مشہور ہے اور اسی میدان کے دور کونے میں ایک مسجد واقع ہے جو مختلف ناموں سے موسوم ہے یعنی مسجد ابراہیم، مسجد عرفہ، اور مسجد نمرہ۔

حج کے موقع پر اس میدان میں نویں تاریخ کو زوال کے بعد سے دسویں تاریخ کی صبح صادق تک کسی بھی وقت ٹھہرنا چاہے ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو حج کا رکن اعظم ہے جسکا اندازہ آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک سے ہوتا ہے:(شرح مشکل الآثار:(ج ۱۲ص ۳۴۷،طبع بیروت)

من ادرك عرفة فقد ادرك الحج ومن فاته فقد فاته الحج.

ترجمہ: جس شخص نے عرفہ کو پالیا تحقیق اس نے حج کو پایا اور جو شخص اسے نہ پاسکا تحقیق اسکا حج فوت ہوگیا۔

﴿فضائل عرفات﴾

لمافی کنزل العمال:(۵/ ۶۳،طبع رحمانیه)

(۱)عن ابن عمرؓ ان النبی ﷺ قال: لبلال عشية عرفة ناد فی الناس لينصتوا النادی الناس أن أنصتوا واستمعوا فقال رسول ﷺ ان الله تعالى قد تطول فی جمعكم هذا الوهب مسيئكم لمحسنكم واعطى محسنكم ماسأل فادفعوا على بركة الله وقال ان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الله باهي ملائكته باهل عرفة عامة وباهي بعمر بن الخطاب خاصة.

ترجمہ: حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ عرفہ کی رات آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا لوگوں کو آواز دو تاکہ خاموش ہو جائیں اور (میری بات) غور سے سن سکیں۔

چنانچہ حضرت بلالؓ نے حکم کی تعمیل کی اور لوگ خاموش ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس مجمع پر احسان فرمایا ہے پس بخشش فرمادی ہے تم میں سے برے لوگوں کی اچھے لوگوں کی وجہ سے اور عطاء کیا تم میں سے اچھے لوگوں کو جو انہوں نے مانگا پس تم لوٹ جاؤ اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ اور فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ فخر فرماتے ہیں ملائکہ کے سامنے اہل عرفہ کی وجہ سے عموماً اور عمر ابن خطابؓ کی وجہ سے خصوصاً۔

لما فی كنز العمال: (۵/ ۲۷، طبع رحمانیه)

عن ابن عباسؓ قال: كان الفضل بن عباس رديف النبي ﷺ يوم عرفة وكان الفتى يلاحظ النساء فجعل النبي ﷺ يصرف وجهه بيده ويقول: ابن اخي ان هذا يوم من غمض فيه بصره وحفظ فرجه ولسانه غفر له.

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عرفہ کے دن فضل ابن عباس آپ ﷺ کے ردیف تھے اور وہ عورتوں کو دیکھ رہے تھے، آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انکا چہرہ پھیرا اور فرمایا اے بھتیجے بیشک یہ ایسا دن ہے کہ جو شخص اس میں اپنی نظریں نیچے رکھے، اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھے اور اپنی زبان کی حفاظت کرے تو اسکی مغفرت کر دی جائے گی۔

لما فی المتجر الرابح: (ص ۳۱۲، طبع بیروت)

(۳) وعن انس بن مالكؓ قال: وقف النبي ﷺ بعرفات وقد كادت الشمس تغرب فقال: يابلال انصت لي الناس فقام بلال: فقال انصتوا لرسول الله ﷺ فنصت الناس فقال: معاشر الناس اتاني جبرئيل آنفا فاقرأني من ربي السلام وقال: ان الله غفر لاهل عرفة واهل المشعر الحرام وضمن عنهم التباعات فقال: عمر بن الخطاب يارسول الله هذا لنا خاصة؟ فقال: هذا لكم ولمن اتى بعدكم الى يوم القيامة فقال عمر بن الخطاب كثر خير الله وطاب.

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عرفات میں وقوف فرماتے تھے اس حال میں کہ سورج غروب ہونے کے قریب تھا آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا اے بلال میرے واسطے لوگوں کو خاموش کر دیجیے تو حضرت بلال نے آواز دی لوگوں خاموش ہو جاؤ، رسول اللہ ﷺ (کو سننے) کیلئے اس پر سارے لوگ خاموش ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس حضرت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جبرئیل آئے تھے اور انہوں نے مجھے میرے رب کا سلام پیش کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے عرفات والے اور مشعر الحرام والوں کی مغفرت فرمادی ہے اور انکی طرف سے تاوان کی ضمانت لی ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا یہ صرف ہمارے لئے خاص ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے لئے بھی ہے اور تمہارے بعد قیامت تک آنے والوں کیلئے بھی اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی خیر بہت زیادہ ہے اور بہت زیادہ خوش کرنے والی (دل کو بہالے جانے والی) ہے۔

لمافی المتجر الرابح:(ص ۱۳ مطبع بیروت)

(۴)وخرج البيهقي في الشعب باسناده عن جابر بن عبدالله قال:قال رسول الله ﷺ ما من مسلم يقف عشية عرفة بالموقف فيستقبل القبلة بوجهه ثم يقول:لااله الاالله وحده لاشريک له له الملک وله الحمد وهوعلى كل شيئي قدير مائة مرة ثم يقرأقل هوالله احدمائة مرة ثم يقول اللهم صل على محمد كما صليت على ابراهيم وآل ابراهيم انک حميدمجيدوعلينا معهم مائة مرة ،الاقال الله تعالى ياملائكتي ماجزاء عبدى هذا؟سبحني وهللني وكبرني وعظمني وعرفني واثنى على وصلى على نبى اشهدواياملائكتي انى قدغفرت له وشفعته فى نفسي ولوسألني عبدى هذا لشفعته فى اهل الموقف.

حضرت جابرؓ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب کوئی مسلمان آدمی عرفہ کی رات موقف میں قبلہ رخ ہو کر کھڑا ہو جائے اور لا الہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئی قدیر سو مرتبہ پڑھے اسکے بعد سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے اور اسکے بعد اللھم صلی علی محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید وعلینا معھم سو مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: اے فرشتوں میرے اس بندے کیلئے کیا جزاء ہے کہ اس نے میری تسبیح تہلیل، تکبیر، تعظیم اور تعریف وثناء کی اور میرے نبی پر درود بھیجا۔ تم گواہ رہو میں نے اسکی مغفرت کی اور اسکے حق میں اسکی سفارش قبول فرمائی اور اگر میرا یہ بندہ پورے اہل موقف کے حق میں سفارش کرے تو میں اسکی سفارش قبول کرونگا۔

لمافی جامع الاحادیث:(ج۲۷ص ۱۲۶ مطبع بیروت)

(۵)وعن عمرؓ قال:الحج الاكبريوم عرفة.

ترجمہ: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یوم عرفہ حج اکبر ہے۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ سبحانہ اعلم: افتخار احمد کلکتی

۱۴۳۰ھ

فتوی نمبر:

﴿باب الاحرام وارکان الحج﴾

﴿احرام اورارکان حج کا بیان﴾

﴿احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا سنت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت؟ اگر کوئی شخص عذر کی بناء پر غسل نہ کر سکے اور صرف وضو پر اکتفاء کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد عادل پشاور

﴿جواب﴾ احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا ایک مسنون وافضل عمل ہے فرض یا واجب نہیں ہے، البتہ اگر کوئی غسل کے بجائے صرف وضو پر اکتفاء کرے تب بھی حج میں کوئی نقصان نہیں آتا معذور کے لیے وضو کرنا بھی غسل کے قائم مقام ہے۔

لما فی الهندیه:(۲۲۲/۱،الباب الثالث فی الاحرام ،طبع رشیدیه)

واذا اراد الاحرام اغتسل او توضاء والغسل افضل الا ان هذا الغسل للتنظیف حتی تومر به الحائض

ولما فی التاتارخانیه:(۳۲۲/۲، الفصل الثالث فی تعلیم اعمال الحج)

ویستحب لمن اراد الاحرام ان یقص شاربه واظفاره ویحلق عانته ثم یغتسل او یتوضاء ،وفی الکافی:فیقوم الوضوء مقام الغسل کما فی العیدین والجمعة ،والغسل افضل وهذا الاغتسال للنظافة ولیس بواجب.

ولما فی الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید:(۱۰۵/۱ ،دار القلم بیروت)

ویسن الغسل ایضا للاحرام ،فعن ابن عمر رضی الله عنهما قال: من السنة ان یغتسل اذا اراد ان یحرم

ولما فی الهدایه:(۲۵۴/۱،باب الاحرام)

واذا اراد الاحرام اغتسل او توضاء والغسل افضل لما روی انه علیه السلام اغتسل لاحرامه الا انه للتنظیف حتی تومر به الحائض وان لم یقع فرضا عنها فیقوم الوضوء مقامه کما فی الجمعة لکن الغسل افضل لان معنی النظافة فیه اتم ولانه علیه السلام اختاره.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۱ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۷۸۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿پاکستانی آدمی جدّہ ایئرپورٹ سے احرام باندھ سکتا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاکستانی آدمی احرام باندھے بغیر حج کے لئے جدّہ ایئرپورٹ ہی سے احرام باندھ لے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ ہوائی جہاز عام طور پر قرن منازل اور ذاتِ عرق دونوں میقاتوں کے اوپر سے گذر کر پھر جدّہ پہنچتے ہیں، اس وجہ سے ان میقاتوں کے اوپر آنے سے پہلے پہلے احرام باندھنا واجب اور ضروری ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کی نیت سے جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ جدّہ ایئرپورٹ سے احرام باندھ لیں، البتہ کسی کام سے جدّہ جانا ہوا پھر وہاں سے حج یا عمرہ کی نیت کر لی تو اس صورت میں جدّہ ایئرپورٹ سے احرام باندھ سکتا ہے۔

لمافی الشامی:(۴۷٦/۲،مطلب فی المواقیت،طبع سعید کراتشی)

من جاوز میقاتاً بلا احرام الی آخر جاز الا أن المستحب أن یحرم من الأول کذا روی عن أبی حنیفةؒ أنه قال فی غیر أهل المدینة اذا مروا بها فجاوزوها الی الجحفة فلا بأس بذلک وأحب الی أن یحرموا من ذی الحلیفة لأنهم لما وصلوا الی المیقات الأول لزمهم محافظة حرمته فیکره لهم ترکها.

ولمافی الهندیة:(۲۲۱/۱،الباب الثانی فی المواقیت،طبع رشیدیه)

من جاوز میقاته غیر محرم ثم أتی میقاتاً آخر فاحرم منه أجزأه الا أن احرامه من میقاته أفضل کذا فی الجوهرة النیرة وهذا فی غیر أهل المدینة ---وان سلک بین المیقاتین فی البحر والبر اجتهد وأحرم اذا حاذی میقاتاً.

ولمافی الهندیة:(۲۵۳/۱،طبع رشیدیه)

ومن جاوز وقته غیر محرم ثم أتی وقتاً آخر أقرب منه وأحرم جاز، ولا شئ علیه ولو جاوز المیقات وبرید بستان بنی عامر دون مکة فلا شئ علیه.

ولمافی العنایة علی الهدایة:(۲۲۱/۲-۲۲۲،فصل فی المواقیت،طبع رشیدیه کوئٹه)

والحیلة لمن أراد من الآفاقی دخوله بغیر احرام أن یقصد بستان بنی عامر أو غیره من الحل فلا یجب الاحرام، لأنه قصد مجاوزة میقات واحد.

والله اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ　　　　الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۲۰۳۲　　　　۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے کو حلق کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے کو حلق کرسکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: قاری سیف اللہ دیر

﴿جواب﴾ ویسے تو محرم دوسرے محرم کا حلق نہیں کرسکتا ہے چونکہ خود بھی احرام سے نکلنے کی تیاری ہے یعنی حج یا عمرہ کے تمام افعال سے فارغ ہوگیا ہے تو ایسی صورت میں دوسرے کا بھی حلق کرسکتا ہے، اس پر کچھ لازم نہیں آئیگا۔

(تنبیہ) محل وجوب الصدقة على المحرم اذ حلق رأس محرم اذا كان في غير أوان الحلق كما نبه عليه العلامة طاهر سنبل وسياء تي في باب الحلق في كلام المصنف رحمه الله اما اذا كان في أوانه كالفراغ من أعمال الحج أو أعمال العمرة فلاشيء فيه وقد رأيت ممايغلط في ذالك ويفتى على الحالق حينئذ بلزوم الصدقة وهو غفلة عن تقييد المسألة فليحذر والله الموفق. (ارشاد الساری: ص ۲۲۱، طبع بیروت)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۸۸

﴿حج تمتع میں قربانی نہ کرسکے تو بطور دم حدود حرم میں ذبح ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ حج تمتع کرنے والا ایام النحر میں قربانی نہ کرسکا اور روزے بھی نہیں رکھے پاکستان واپس آجائے تو کیا کرے؟ مستفتی: طاہر محمود راولپنڈی

﴿جواب﴾ حج تمتع کرنے والا اگر ایام النحر میں قربانی نہیں کرسکا اور روزے بھی نہیں رکھے یہاں تک کے پاکستان واپس آگیا تو اس پر تین دم واجب ہونگے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک دم تمتع کا دوسرا قربانی سے پہلے حلال ہونے کا اور تیسرا ایام النحر سے تاخیر کا اور تینوں دم کا حدود حرم کے اندر ذبح کرنا ضروری ہے اگر خود نہ کرسکے تو وہاں پر کسی کو اپنا وکیل بنادے جو اسکی طرف سے جانور حدود حرم کے اندر ذبح کردے۔

لما فی الشامی: (۲/۵۳۳، طبع سعید)

(فلو لم يقدر) اى على دم التحلل اى بالحلق او التقصير (وعليه دمان) اى دم التمتع ودم التحلل قبل اوانه بحر عن الهداية.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما ايضا فيها:(۶۱۲/۲،طبع سعيد)

(قوله بل بعده)اى بل يجزئه بعده:اى بعد يوم النحراى ايامه الا انه تارك للواجب عند الامام فيلزمه دم للتاخير:اما عندهما فعدم التاخير سنة:حتى لو ذبح بعد التحلل با لحلق لا شيء عليه.

وكذا فى الهندية:(۲۳۹/۱،طبع رشيديه)وكذا فى البحر الرائق:(۳۶۱/۲،طبع سعيد)

وفى المناسك ملا على القارى:(ص۲۲۰،دار الكتاب العربى)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود عفی عنہ

۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۱۳

﴿ گیارہویں کو زوال سے پہلے رمی کافی نہیں ہے ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ،مفتیان عظام گیارہویں کی رمی زوال سے پہلے کرنے کے بارے میں؟ — مستفتی: حاجی محمد عاطف کوہاٹ

﴿جواب﴾ گیارہویں بارہویں کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے،اس سے پہلے جائز نہیں ہے اگر کوئی گیارہویں کی رمی زوال سے پہلے کرے تو کافی نہیں ہے۔

لہٰذا گیارہویں کے زوال سے لیکر بارہویں کی صبح تک دوبارہ رمی کرے رمی کا اعادہ نہ کرنے کی صورت میں قضا اور دم واجب ہوتا ہے لیکن رمی کی قضا کا وقت تیرہویں کے غروب تک ہے غروب کے بعد رمی کی قضا کا وقت نہیں رہتا،صرف دم ہی واجب رہتا ہے۔

لما فى الشامى:(۵۲۱/۲،طبع سعيد)

قوله فمن الزوال لطلوع ذكاء...... قال فى اللباب وقت رمى الجمار الثلاث فى اليوم الثانى والثالث من ايام النحر بعد الزوال،فلا يجوز قبله فى المشهور وقيل يجوز والوقت المسنون فيهما يمتد من الزوال الى غروب الشمس،ومن الغروب الى الطلوع وقت مكروه،واذا طلع الفجراى فجر الرابع فقد فات وقت الاداء،وبقى وقت القضاء الى آخرايام التشريق فلو اخره عن وقته اى المعين له فى كل يوم فعليه القضاء والجزاء، ويفوت وقت القضاء بغروب الشمس فى الرابع.

وهكذا فى اعلاء السنن:(۱۰/۲۰۱-۱۹۹،دار الكتب العلمية)وفى المبسوط ايضا:(۶۸/۴،طبع دار المعرفة)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ریاض الرحمٰن

۸ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۷۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حج قران میں رمی، ذبح، حلق بغیر ترتیب ادا کرنے سے دم واجب ہو جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ حج قران کرنے والا حاجی اگر رمی، ذبح اور حلق کو بغیر ترتیب کے اداء کرے تو دم واجب ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: ضیاء الدین ضلع ٹانک

﴿جواب﴾ حج قران میں رمی، ذبح اور حلق تینوں کو ترتیب وار ادا کرنا واجب ہے، لہٰذا ترتیب کے بغیر ادا کرنے کی صورت میں دو دم واجب ہونگے (ایک دم حج قران کیوجہ سے اور ایک دم بغیر ترتیب ادا کرنے کیوجہ سے)۔

لمافی التنویر مع الدر: (۲/۵۵۵، طبع سعید)

(ویجب الدمان علیٰ قارن حلق قبل ذبحه) دم للتاخیر ودم للقران علی المذهب وقال الشامی (قوله حلق قبل ذبحه) وکذا حلق قبل الرمی بالاولیٰ بحر.

وفی الشامية: والحاصل ان الطواف لا یجب ترتیبه علی شئ من الثلاثة وانما یجب ترتیب الثلاثة الرمی ثم الذبح ثم الحلق لکن المفرد لا ذبح علیه فیجب علیه الترتیب بین الرمی والحلق فقط.

ولمافی الشامی: (۲/۵۲۳، طبع سعید)

(قوله لوجوب الترتیب) ای ترتیب الثلاثة: الرمی ثم الذبح ثم الحلق علی ترتیب حروف قولک رذح، أما الطواف فلا یجب ترتیبه علی شئ منها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن ندیم سواتی

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۲۸

﴿یوم النحر کے دن جمرۃ العقبہ کی رمی کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص سے یوم النحر کے دن بغیر کسی عذر کے جمرۃ العقبہ کی رمی ترک ہوگئی تو کیا اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حاجی سے یوم النحر کے دن جمرۃ العقبہ کی رمی اگر رہ گئی، تو اس پر لازم ہے کہ باقی ایام میں رمی میں اسکی قضاء کرے، اور دم بھی دیدے۔

لمافی المبسوط السرخسی: (۴/۶۴ تا ۶۵، طبع بیروت)

أن وقت رمی جمرة العقبة یوم النحر بالنص قال رسول الله ﷺ ان اول نسکنا فی هذا الیوم رنها ب تمام الیوم بغروب الشمس..... فان لم یر مها حتی یصبح من الغد رماها لبقاء وقت جنس الرمی لکن علیه دم للتاخیر ..... ورمی جمرة العقبة یو م النحر نسک

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تام فكما ان تركه يوجب الدم فكذالك تاخيره عن وقته وكذالك ان ترك الاكثر منها لان الأكثر بمنزلة الكل.

ولما في كتاب الاختيار:(۲۱۱/۱)

ولوترك رمي الجمار كلها او يوم النحر واحدة او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة.

ولما في الهنديه:(۲۴۷/۱،طبع رشيديه)

ولو ترك الجمار كلها او رمي واحدة او جمرة العقبة يوم النحر فعليه شاة وان ترك اقلها تصدق لكل حصاة نصف صاع الا أن تبلغ قيمته شاة فينتقص ماشاء

ولما في الهدايه :(۲۹۶/۱،طبع رحمانيه)

وان ترك رمي جمرة العقبة في يوم النحر فعليه دم لان ترك كل وظيفة هذااليوم رميا وكذااذاترك الاكثر منها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۴ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر:

﴿اگر طواف کے دوران جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا حکم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ اگر آدمی طواف کر رہا ہو اور جماعت کھڑی ہوجائے تو اس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے وضاحت فرمائیں؟ مستفتی: محمد عثمان

﴿جواب﴾ اس صورت میں آدمی کو چاہیے کہ نماز میں شامل ہوجائے اور طواف روک دے اور نماز ادا کرنے کے بعد بناء کرے یعنی جتنا طواف رہ گیا ہے اس کو پورا کرے نئے سرے سے طواف کرنا ضروری نہیں ہے۔

لما في الدر:(۴۹۷/۲،طبع سعيد)

ولو خرج منه أو من السعي الى جنازة أو مكتوبة أو تجديد وضوء ثم عاد بنى.

قال الشامي رحمه الله

(قوله بنى)اى على ما كان طافه ولا يلزمه الاستقبال فتح ,قلت :ظاهره انه لو استقبل لا شئ عليه فلا يلزمه اتمام الاول لان هذا الاستقبال للاكمال بالموالاة بين الاشواط

ولما في البحر الرائق:(۳۹/۲،طبع سعيد)

وفي المحيط لو خرج من طوافه الى جنازة أو مكتوبة أو تجديد وضوء ثم عاد بنى

ولما في بدائع الصنائع:(۱۳۰/۲،طبع سعيد)

والموالاة في الطواف ليست بشرط حتى لو خرج الطائف من طوافه لصلوة جنازة أو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مكتوبة أو لتجديد وضوء ثم عاد بنى على طوافه ولا يلزمه الاستقبال لقوله تعالى ((وليطوفوا بالبيت العتيق)مطلقاً عم شرط الموالاة ،وروى عن رسول الله ﷺ انه خرج من الطواف ودخل السقاية فاستقى فسقى فشرب ثم عاد وبنى على طوافه ـ والله اعلم

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق المکی

۲۴ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۲۶۴

﴿اگر طواف کے چکر سات سے زیادہ لگا دیئے تو کیا حکم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ اگر کوئی آدمی طواف کے چکر سات سے زیادہ لگا دے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: محمد عرفان

﴿جواب﴾ طواف کرنے والے کو اگر معلوم ہو کہ یہ مثلاً آٹھواں چکر ہے اور اس کے سات چکر مکمل ہو چکے ہیں تو ایسی صورت میں اسے اگلا طواف مکمل کرنا ہوگا یعنی سات چکر پورے کرنے ہونگے لیکن اگر اس نے آٹھویں چکر کو ساتواں چکر سمجھ کر لگایا ہے تو اس صورت میں چونکہ وہ اپنے ذمہ سے واجب کو ساقط کر رہا ہے نہ کہ کسی دوسرے طواف کو شروع کر رہا ہے لہذا اتمام یعنی اس اگلے طواف کو پورا کرنا لازم نہیں ہے۔

لما في التنوير والدر:(۴۹۶/۲،طبع: سعيد)

(فلو طاف ثامناً مع علمه به)فالصحيح انه(يلزمه اتمام الاسبوع للشروع)اى لانه شرع فيه ملتزماً بخلاف ما لو ظن انه سابع لشروعه مسقطاً لا مستلزماً بخلاف الحج

قال الشامي رحمه الله

(قوله مع علمه به)اى بانه ثامن لكن فعله بناء على الوهم أو الوسوسة لا على قصد دخول طواف آخر ،فانه حينئذ يلزم اتفاقاً (قوله لشروعه مسقطاً لا ملزماً)اى لانه شرع فيه لاسقاط الواجب عليه وهو اتمام السبعة لا ملزماً نفسه بشوط مستانف حتى يجب اكماله لما تبين له انه ثامن

ولما في البحر الرائق:(۳۲۹/۲،طبع:سعيد)

واختلفوا في منعه للزيادة حتى لو طاف ثامناً وعلم انه ثامن اختلفوا فيه والصحيح انه يلزمه اتمام الاسبوع لانه شرع فيه ملزماً بخلاف ما اذا ظن انه سابع ثم تبين له انه ثامن فانه لا يلزمه الاتمام لانه شرع فيه مسقطاً لا ملتزماً كالعبادة المظنونة كذا في المحيط۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق المکی

۲۴ جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۲۷۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اگر طواف کے چکروں میں شک پڑ جائے تو کیا حکم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ اگر کوئی آدمی طواف کر رہا ہو اور اسے شک پڑ جائے کہ اس نے کتنے چکر لگائے ہیں تو اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ نفلی طواف میں اس طرح شک پیش آئے تو غالب گمان پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔فرض یا واجب طواف میں شک آجائے تو طواف لوٹانا ضروری ہے البتہ کسی معتبر ذریعہ سے مثلاً ایک یا دو ثقہ آدمی اگر کہہ دیں کہ ہم نے نوٹ کیا ہے آپ کے اتنے چکر ہو گئے ہیں تو ان کی بات پر عمل کرے۔

(لما فی رد المحتار ۲/۶۹۴طبع سعید)

(تنبیہ)لو شک فی عدد الاشواط فی طواف الرکن اعادہ ولا یبنی علی غالب ظنہ بخلاف الصلوۃ،وقیل اذا کان یکثر ذلک یتحری،ولو اخبرہ عدل بعدد یستحب ان یاخذ بقولہ،ولو اخبرہ عدلان وجب العمل بقولھما لباب قال شارحہ ومفھومہ انہ لو شک فی اشواط غیر الرکن لا یعیدہ بل یبنی علی غلبۃ ظنہ لان غیر الفرض علی التوسعۃ والظاھر ان الواجب فی حکم الرکن لانہ فرض عملی۔

(ولما فی البحر الرائق ۲/۳۳۱طبع سعید)

ولو شک فی عدد الاشواط فی طواف الرکن او العمرۃ اعادہ ولا یبنی علی غالب ظنہ بخلاف الصلوۃ وقیل اذا کا ن یکثر ذلک یتحری ولو اخبرہ عدل بعدد یستحب أن یاخذ بقولہ ولو اخبرعدلان وجب الاخذ بقولھما۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ضیاءالحق انکی

۱۲رجب المرجب ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر:۳۳۷۹

﴿اگر کوئی طواف میں حطیم کو شامل نہ کرے تو کیا حکم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ اگر کوئی بندہ حطیم کو طواف کے چکروں میں شامل نہ کرے بلکہ حطیم اور کعبہ کے بیچ سے چکر لگائے تو کیا اس کا طواف ہو جائیگا یا اعادہ ضروری ہے؟ مستفتی:حاجی ربنواز

﴿جواب﴾ حطیم شریف بیت اللہ میں داخل اور اس کا حصہ ہے لہذا طواف کرتے ہوئے اس کو شامل کرنا ضروری ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر کوئی آدمی حطیم کو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

چھوڑ کر طواف کرے تو یہ درست نہیں ہے بلکہ طواف کا اعادہ لازم ہے البتہ اعادہ میں اگر پورے مطاف کا چکر لگا کر اعادہ کرے یا صرف حطیم کے گرد چکر لگا کر اعادہ کرے دونوں صورتیں جائز ہیں۔

(لما فی التنویر والدر ۲/۴۹۲ طبع سعید)

(وطاف بالبیت طواف القدوم ویسن) هذا الطواف (للآفاقی) لانه القادم (واخذ) الطائف (عن یمینه مما یلی الباب) فتصیر الکعبة عن یساره (جاعلا) قبل شروعه (ردائه تحت ابطه الیمنی ملقیاً طرفه علی کتفه الایسر) استنانا (وراء الحطیم) وجوباً لان منه ستة اذرع من البیت فلو طاف من الفرجة لم یجز

قال الشامی رحمه الله

(قوله لم یجز) قال القاری فی شرح النقایة ولو طاف من الفرجة لا یجزیه فی تحقق اکماله ولا بد من اعادة الطواف کله لتحققه وان اعاد من الحطیم وحده أجزأه بان یاخذ علی یمینه خارج الحجر حتی ینتهی الی آخره ثم یدخل الحجر من الفرجة ویخرج من الجانب الاخر او لا یدخل الحجر وهو ان یرجع ویبتدیء من اول الحجر هکذا یفعل سبع مرات ویقضی صفته من رمل وغیره

(ولما فی البحر الرائق ۲/۳۲۷ طبع سعید)

(قوله وطف مضطبعاً وراء الحطیم آخذا عن یمینک مما یلی الباب سبعة اشواط ..... واما ادخال الحطیم فی طوافه فهو واجب لان الحطیم ثبت کونه من البیت بخبر الواحد حتی لو ترکه یؤمر باعادة الطواف من الاصل او اعادته علی الحطیم ما دام بمکة ولو لم یعد لزمه دم

(ولما فی البدائع الصنائع ۲/۱۳۱ طبع سعید)

ویطوف من خارج الحطیم لان الحطیم من البیت علی لسان رسول الله ﷺ فانه روی عن عائشة رضی الله عنها ان النبی ﷺ قال لها ان قومک قصرت بهم النفقة فقصروا البیت عن قواعد ابراهیم علیه السلام وان الحطیم من البیت ولو لو حدثان عهدهم بالجاهلیة لرددته الی قواعد ابراهیم علیه السلام ولجعلت له بابین باباً شرقیاً وباباً غربیاً، ولو طاف فی داخل الحجر فعلیه ان یعید لان الحطیم لما کان من البیت فاذا طاف فی داخل الحطیم فقد ترک الطواف ببعض البیت والمفروض هو الطواف بکل البیت لقوله تعالیٰ (ولیطوفوا بالبیت العتیق).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اٰلکی

۲۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۷۴

﴿سیدھے ہاتھ سے طواف کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کعبۃ اللہ کا طواف قدوم کرتے ہوئے اگر آدمی سیدھے ہاتھ سے طواف شروع کرے تو کیا حکم ہے؟ براہ کرم فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: محمد شفیق

﴿سوال﴾ مطاف الحمدللہ ہمیشہ بھرا رہتا ہے اس لئے نو وارد آدمی اگر سیدھے ہاتھ سے طواف شروع کریگا تو بہت جلد اس کو غلطی کا احساس ہو جائیگا پھر جیسے احساس ہو طواف دیگر لوگوں کی طرح حجر اسود کے بالمقابل آکر استلام مسنون کے بعد الٹے ہاتھ سے شروع کرے بالفرض ساتویں چکر تک اس کو اگر احساس نہیں ہوا تو یہ طواف معتبر نہیں ہے واجب طواف ہو تو دوبارہ اعادہ ضروری ہوگا، جب تک مکہ مکرمہ میں ہے کسی بھی وقت اس کا اعادہ کرے، اور بغیر اعادہ کے اگر وطن لوٹ آیا تو واجب ذمہ باقی رہنے کی وجہ سے دم واجب ہے۔

لما فی الصحیح المسلم ج ۱/ ۴۰۰ (طبع قدیمی)

عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ ان رسول اللہ ﷺ لما قدم مکۃ اتی الحجر فاستلمہ ثم مشی علی یمینہ فرمل ثلاثا ومشی اربعا۔

ولما فی الشامی ج ۲/ ۴۹۲ (طبع سعید)

(واخذ) الطائف (عن یمینہ مما یلی الباب) فتصیر الکعبۃ علی یسارہ لان الطائف کالمؤتم بہا والواحد یقف عن یمین الامام ولو عکس اعادہ مادام بمکۃ فلو رجع فعلیہ دم (قولہ ولو عکس) بان اخذ عن یسارہ وجعل البیت عن یمینہ الخ

ولما فی الھندیۃ (۱/ ۲۲۴ طبع رشیدیہ کوئٹہ)

وینبغی ان یبدأ بالطواف من جانب الحجر الذی یلی الرکن الیمانی فیکون مارا علی جمیع الحجر بجمیع بدنہ لیخرج من خلاف من یشترط المرور کذلک علیہ وشرحہ ان یقف مستقبلا علی جانب الحجر بحیث یصیر الحجر عن یمینہ ثم یمشی کذلک مستقبلا حتی یجاوز الحجر فاذا جاوزہ انفتل وجعل یسارہ الی البیت وھذا فی الافتتاح خاصۃ

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد داؤد فاروقی ٹانکوی

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۲۰۳۳

﴿حالت حیض میں طواف وداع کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت نے حالت حیض میں طواف وداع کیا تو اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ مستفتی: بھائی کعب

﴿جواب﴾ حائضہ عورت طواف وداع چھوڑ کر چلی جائے تو اسکی گنجائش ہے کوئی دم وغیرہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

واجب نہیں ہے۔ لیکن حیض کی حالت میں طواف کرنے کی گنجائش نہیں ہے، کسی نے کرلیا دانستہ یا غیر دانستہ ہر دونوں صورتوں میں دم واجب ہے۔

لما فی المسلم:(۱/۴۲۷،طبع قدیمی)

حدثنا سعید بن منصور وابوبکر بن ابی شیبة واللفظ لسعید قالا حدثنا سفیان عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباس قال امر الناس ان یکون اخر عهد هم بالبیت الا انه خفف عن المرأة الحائض.

ولما فی الهدایه: (۱/۲۸۸،طبع رحمانیه

فان طاف بعد الوقوف وطواف الزیارة انصرفت من مکة ولا شئی علیه لطواف الصدر لانه علیه السلام رخص للنساء الحیض فی ترک طواف الصدر.

ولما فی التنویر مع الدر والرد:(۲/۵۵۰،طبع: سعید

(اوطاف القدوم)لوجوبه بالشروع (اوللصدر جنبا)او حائضا(اوللفرض محدثاولو جنباًفبدنة) ــ(قوله لوجوبه با لشروع)اشار الی ان الحکم کذلک فی کل طواف هو تطوع ، فیجب الدم لو طافه جنباً،والصدقة لو محدثاکما فی الشرنبلالیة عن الزیلعی ، وأفاد أن الکفارة تجب بترک الواجب الا صطلا حی بلا فرق بین الأ قوی والأضعف،فان ما وجب بالشروع دون ما وجب بایجابه تعالیٰ کطواف الصدر لاشتراکهما فی الوجوب الثابت بالدلیل الظنی.

ولما فی الهدایة :(۱/۲۹۵،طبع رحمانیه)

ومن طاف طواف الصدر محدثا فعلیه صدقة.ــولوطاف جنباًفعلیه شاة لأنه نقص کثیر الخ

ولما فی الفقه الاسلامی وادلته: (۱/۱۳۲،طبع رشیدیه)

الفرق بین حیض والجنابة:عرفنا أن ما یحرم علی الحائض منحوها أکثر مما یحرم علی الجنب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا چمنی

۲صفرالخیر۱۴۳۳ھ　　　　　　　　　　　　　　فتویٰ نمبر:۳۱۲۴

﴿احرام سے نکلنے کیلئے حلق یا قصر کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج وعمرہ کرنے کے بعد حلق کرنا ضروری ہے یا قصر کرنا بھی جائز ہے، اگر جائز ہے تو اس کی کوئی مقدار متعین ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی تفصیل سے آگاہ فرمائیں؟　　　　مستفتی: اُسامہ بھائی

﴿جواب﴾ احرام سے نکلنے کیلئے حلق اور قصر دونوں جائز ہیں، البتہ مردوں کیلئے حلق افضل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، جبکہ عورتوں کیلئے قصر ضروری ہے، حلق وقصر کرانے میں کم ازکم مقدار چوتھائی سر کا حلق یا قصر کرنا ہے، اس سے کم حصہ حلق اور قصر کرانے سے احرام سے نہیں نکلتا، اور چوتھائی سر کے قصر کرانے میں کم ازکم مقدار ایک انگلی کی پورے کی برابر بال کٹانا ہے، ایک پورے سے کم قصر کرنے سے وہ حلال نہیں ہوگا، اور اگر بال بہت کم ہوں یا پہلے سے سر مونڈا ہو ہے، تو اسکی صورت میں استرہ چلانا ضروری ہے، مزید یہ کہ حلق اور قصر حدود حرم میں ضروری ہیں۔

لما فی خلاصة الفتاوی: (۱/۲۸۰طبع: رشیدیه)

والحلق والتقصير مشروعان فی حق الرجل للتحليل عن الاحرا والحلق افضل وفی المرأة التقصير قدر ربع الرأس يقصر من كل شعر قدرانملة فان لم يكن علی رأسه شعر يجر الموسی علی رأسه والاجراد واجب والحق يتوقف بالمكان وهوالحرم وبالزمان وهويوم النحر عند ابی حنيفة حتی لو أخره عن الحرم اوعن يوم النحر يلزمه الدم۔

ولما فی بدائع الصنائع: (۲/۱۴۱، طبع: سعید)

وأما مقدار الواجب فاماالحلق فالافضل حلق جميع الرأس ......ولو حلق بعض الرأس فان حلق أقل من الربع لم يجزه وان حلق ربع الرأس أجزأه ويكره أماالجواز فلان ربع الرأس يقوم مقام كله......أماالتقصير علی التقدير فيه بالانملة لما روينا من حديث عمر لكن اصحابنا قالوا يجب ان يزيد فی التقصير علی قدر الأنملة لان الواجب هذا القدر من اطراف جيمع الشعر.....

ولما فی ارشاد الساری: (ص:۱۵۳)

(وأما التقصير فاقله قدر أنملة)......(من شعر ربع الرأس والحق مسنون للرجال۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۱۸۴

﴿احرام کی حالت میں کسی کے حلق کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھائی اور بہن عمرہ کیلئے گئے تھے بھائی نے عمرہ کے افعال پورے کئے تھے۔ لیکن بہن نے ابھی تک عمرہ کی افعال پوری نہیں کئے تھے، بلکہ احرام میں تھی اسی حالت میں بھائی نے بہن کو کہا کہ میرے سر کے بال کاٹ دو، بہن نے اسکے سر کے بال صاف کئے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اس صورت میں بہن پر دم یا صدقہ وغیرہ تو نہیں آتا؟ اگر آتا ہے تو یہ کیا کرے۔

﴿جواب﴾ بہن چونکہ ابھی تک احرام میں تھی، اس لئے بھائی کے بال کاٹنا جائز نہیں تھا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اگر چہ بھائی احرام سے نکلنے کے مرحلہ میں تھا لہذا بہن پر صدقہ واجب ہے اور توبہ استغفار بھی کریں دم واجب نہیں ہے۔

(لمافی الشامی: ج ۵۵۷/۲ سعید)

اعلم ان الحالق والمحلوق اما ان یکون محرمین او حلالین ،او الحالق محرما والمحلوق حلالا او بالعکس ،ففی کل علی الحالق صدقة الا ان یکونا حلالین ،وعلی المحلوق دم الا ان یکون حلالا نهایة

(لمافی لهندیة: ج ۲۶۸/۱ باب الجنایات قدیمی)

حلق رأس محرم او حلال وهو محرم علیه صدقة سواء کان بأمره او بغیر امره طائعا کان المحلوق رأسه او مکرها کذا فی غایة السروجی شرح الهدایة ،لو حلق الحلال رأس محرم بأمره او بغیر امره کانت الکفارة علی المحرم ولا یرجع بذلک علی الحالق

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۴۰۷۰

﴿طواف قدوم آفاقی کے حق میں سنت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں حج کے دوران طواف قدوم کا کیا حکم ہے؟ آیا سنت ہے یا واجب؟ مستفتی: جاوید صاحب

﴿جواب﴾ طواف قدوم آفاقی کے حق میں سنت ہے واجب نہیں۔

لمافی البحر: (۳۳۲/۲ طبع سعید)

أی طف هذا الطواف لاجل القدوم وهذا الطواف سنة للآفاقی دون المکی لانه کتحیة المسجد لا یسن للجالس فیه.

ولمافی کنزالد قائق: (ص ۷۶، طبع قدیمی) وهو سنة لغیر المکی.

ولمافی الهدایة: (۲۲۳/۱ طبع رحمانیه)

وهذا الطواف طواف القدوم ویسمی طواف التحیة وهو سنة ولیس بواجب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۶۳

﴿یوم النحر میں طواف صدر، طواف زیارت کا قائم مقام ہو سکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کوئی شخص یوم النحر سے پہلے طواف زیارت کر لے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور یوم النحر میں طواف صدر کرلے، بعد میں اسکو معلوم ہو کہ طواف زیارت یوم النحر سے پہلے درست نہیں ہوتا تو کیا طواف صدر طواف زیارت کے قائم مقام بن سکتا ہے؟　　مستفتی محمد عاطف

﴿جواب﴾ طواف زیارت کا وقت یوم النحر کے طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے، اس وقت طواف صدر کی نیت یا نفلی طواف کی نیت سے بھی اگر کوئی طواف کریگا تو شرعاً طواف زیارت ہی شمار ہوگا، اسلئے کہ طواف میں اصل اعتبار موقع اور وقت کا ہوتا ہے۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں طواف صدر کی نیت سے طواف بھی طواف زیارت شمار ہوگا، اسلئے کہ طواف زیارت فرض ہے پہلے فرض کی ادائیگی ضروری ہے اور طواف صدر واجب ہے اور واجب رہ جانے کی صورت میں دم واجب ہوتا ہے۔

لما فی الدر مع الرد: (۲/۵۲۵، طبع امدادیہ)

فلو طاف بعد ارادة السفر ونوى التطوع أجزأه عن الصدر كما لو طاف بنية التطوع في ايام النحر وقع عن الفرض.

وفی الشامیة: (فلو طاف) الحاصل كما في الفتح وغيره ان من طاف طوافا في وقته وقع عنه، نواه بعينه اولا او نوى طوافا اخر الى قوله...... ولو كان في يوم النحر وقع للزيارة...... الا اذا كان الثاني اقوى. وفي التنوير مع الدر: (۲/۵۳۸، طبع امدادیہ)

ولما ایضا فی التنویر مع الدر: (۲/۵۸۲، طبع امدادیہ)

(لو ترك اقل سبع الفرض) يعني ولم يطف غيره حتى لو طاف للصدر انتقل الى الفرض ما يكمله ثم ان بقي اقل الصدر فصدقة والا فدم.

وفی الشامیة: (ثم ان بقي اقل الصدر): اي ان بقي عليه اقل اشواط الصدر...... فما لو كان للصدر ستة وانتقل منها ثلاثة يبقى عليه أكثر الصدر وهي اربعة فيلزمه الدم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز الرحمٰن عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹/۳/۲۲ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۲۲۹

﴿نماز عصر ادا کرنے کے بعد طواف کے نوافل پڑھنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارا عمرہ کرنے کا ارادہ ہے اور اندازہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ جس وقت ہم پہنچیں گے تو عین عصر کی نماز کا وقت ہوگا، ہم جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں گے تو طواف کے بعد نماز اسی وقت ادا کریں یا مغرب کے بعد؟ اور وقت ہو تو سعی کریں یا نہ کریں؟

﴿جواب﴾ طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل جہاں تک ہو سکے بلا تاخیر ادا کرنے کا حکم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، عصر کے بعد نوافل پڑھنا خواہ طواف کے ہوں مکروہ ہے۔

لہٰذا یہ نوافل آپ نماز مغرب کے فوراً بعد ادا کریں اور مغرب سے پہلے سعی کا موقع ملے تو سعی کرلیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، یہ تو اس صورت میں ہے اگر آپ کو جماعت ملتی ہے، جماعت نہ ملنے کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر دو رکعت نفل پڑھیں اور بعد میں عصر کی نماز ادا کریں بشرطیکہ عصر کا مکروہ وقت داخل نہ ہو چونکہ وہاں نماز جلدی ہو جاتی ہے کافی وقت ہوتا ہے۔

لہٰذا مکروہ وقت داخل ہونے سے پہلے تک فرض نماز پڑھنے کا موقع مل رہا ہے تو نماز مؤخر کردیں، جماعت تو ویسے بھی نکل چکی ہے اور اس کے بعد پھر سعی کریں، دوران سعی مغرب کا وقت ہوجائے تو نماز سے فارغ ہو کر سعی کے باقی ماندہ چکر پورے کرلیں۔

لما فی الشامی:(۲۷۵/۱،طبع سعید)

(قوله وركعتي الطواف) ظاهره ولو كان الطواف في ذلك الوقت المكروه ولم اره صريحا،ويدل عليه ماأخرجه الطحاوي في شرح الآثار عن معاذ بن عفراء أنه طاف بعدالعصرا وبعد صلاة الصبح ولم يصل فسئل عن ذلك فقال:نهىٰ رسول الله ﷺ عن صلاة بعدالصبح حتىٰ تطلع الشمس،وعن صلاة بعدالعصر حتىٰ تغرب الشمس ثم رايته مصرحا به في الحلية وشرح اللباب.

ولما في الشامي:(۴۹۲/۲،طبع سعيد)

(ثم أبتدأبالطواف)......وأفاداطلاقه أنه لا يكره الطواف في الأوقات التي تكره فيها الصلاة.كما صرح به في الفتح.قال الأ نه لا يصلي ركعتيه فيها بل يصبرالىٰ ان يدخل مالا كراهة فيه.

ولمافي الدرمع الرد:(۴۹۷/۲،طبع سعيد)

ولو خرج منه اومن السعي الىٰ جنازة أو مكتوبةاو تجديد وضوء ثم عاد بنىٰ .وفي الشامية:بقي ما اذا حضرت الجنازةأوالمكتوبة في أثناء الشوط هل يتمه اولا ؟ لم أر من صرح به عندنا وينبغي عدم الاتمام اذا خاف فوت الركعة مع الامام واذاعادللبناء هل يبني من محل انصرافه أويبتدئ الشوط من الحجر؟والظاهرالأول قياساً على من سبقه الحدث في الصلاة ثم رأيت بعضهم نقله عن صحيح البخاري عن عطاء ابن أبي رباح التابعيّ وهو ظاهر قول الفتح بنى على ماكان طافه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۲۹۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد بغیر طواف کئے نکلنا مناسب نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ہم بغرض عمرہ مکہ مکرمہ میں عصر کی نماز کے وقت داخل ہوں اور نماز سے فارغ ہو کر طواف کیے بغیر اپنا سامان وغیرہ رکھنے کے لئے مکان پر چلے جائیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟　　　مستفتی: عادل بشیر صاحب ڈیفنس

﴿جواب﴾ مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ اپنا سامان محفوظ کرلیں، اس کے بعد مسجد حرام میں داخل ہو کر افعال عمرہ میں مشغول ہو جائیں بغیر عذر کے طواف کیے بغیر مسجد سے نکلنا مناسب نہیں، البتہ اگر وقت ایسا ہے کہ جماعت کے نکلنے کا اندیشہ ہے تو اس صورت میں نماز سے فارغ ہو کر سامان محفوظ کرنے کے لیے نکلنے کی گنجائش ہے۔

لما فی الدر مع الرد والرد: (۴۹۲/۲ طبع سعید)

(واذا دخل مکة بدأ بالمسجد) الحرام بعدما یأمن علی امتعته ـــــ وفی الشامیة: قلت: لکن قولهم تحیة هذا المسجد الطواف یفید انه لو صلی ولم یطف لا یحصل التحیة الا ان یخص بترک الطواف بلا عذر فمع العذر تحصل التحیة بالصلاة ثم رأیت فی شرح اللباب ایضاً ما یدل علی ذلک حیث قال فی موضع آخر ان تحیة هذا المسجد بخصوصه هو الطواف الا اذا کان له مانع فیصلی تحیة المسجد ان لم یکن وقت کراهة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۲۹۳

﴿عورت دوران حیض مجبوری کیوجہ سے طواف کرسکتی ہے یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے زمانے میں جبکہ حجاج کے آنے جانے ٹھہرنے کے ایام اور اوقات مقرر ہوتے ہیں کسی حاجی کو ویزے کے ایام اور اوقات کے بدلنے کا اختیار نہیں ہوتا۔

ان حالات میں حیض والی عورت کو اگر اپنے زمانہ طہر میں طواف زیارت کا موقع نہ ملے اور قانوناً انتظار بھی ناممکن ہو، نیز اگلے سال دوبارہ آنا بغیر کسی گناہ کے منشاء شریعت کے خلاف ہے تو ایسی صورت میں وہ کیا کریگی؟　　　مستفتی: حبیب الرحمٰن شورکوٹی

﴿جواب﴾ حالت ناپاکی میں بیت اللہ کا طواف کرنا شرعاً ناجائز ہے اسلئے حیض والی عورت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پر پاک ہونے تک انتظار کرنا ضروری ہے اور بصورت مجبوری ناپاکی کی حالت میں طواف زیارت کرنے کی گنجائش ہے، البتہ اس صورت میں دم (بدنہ) دینا واجب ہے نیز طواف سے پہلے غسل کرنا افضل ہے، مذکورہ عذر اور مجبوری کیوجہ سے امید ہے گنہگار نہ ہوگی، تاہم استغفار کرنا چاہیے، واضح رہے کہ دور حاضر میں ماہواری کو مؤخر کرنے کیلئے (دوا) استعمال کیجاتی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ اس دوا سے حیض کا خون کچھ عرصہ تک مؤخر ہوجاتا ہے، اس لئے مذکورہ بالا اشکال سے بچنے کیلئے اس دوا کا استعمال اہتمام سے کرنا چاہیے۔

لما فی فتاوی ابن تیمیة:(۶/۲۲۲-۲۲۲)

سئل عن امرءة حاضت قبل طواف الافاضة ولم یمکنها المقام بمکة هل تطوف او یلزمها دم ؟(الی ان قال) وابوحنیفة یجعل الدم بدنة اذا کانت حائضا اوجنبا فهذه التی لم یمکنها ان تطوف الا حائضا اولی بالعذر الخ(بحواله درس ترمذی لمفتی محمدتقی العثمانی:(۳/۲۱۸،طبع دارالعلوم)

ولما فی الفقه الاسلامی:(۳/۲۲۲۲،طبع رشیدیه)

واذا اضطرت المرءة اضطرارا شدیدا لمغادرة مکة قبل انتهاء مدة الحیض او النفاس ولم تکن قد طافت طواف الافاضة فتغتسل وتشد العصاظ الموضوع فی اسفل البطن شدا محکما ثم تطوف بالبیت سبعا طواف الافاضة ثم تسعی بین الصفا والمروة سبعا وعلیها ذبح بدنة(الی قوله)وذلک تقلیدا للحنفیة الذین یقولون بصحة الطواف حینئذ مع الحرمة ووجوب اهداء البدنة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۸۵۱

﴿حج کے فرائض وواجبات وسنن کا بیان﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے فرائض وواجبات وسنن کتنے ہیں اور ان میں کن کے چھوڑنے سے حج نہیں ہوتا اور کن کے چھوڑنے سے حج تو ہو جاتا ہے مگر اس میں نقصان لازم آتا ہے؟ مستفتی: محمد شفیق: شاہ فیصل کالونی ۴

﴿جواب﴾ حج کے فرائض تین ہیں: (۱) احرام باندھنا (۲) وقوف عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے زوال کے بعد سے یوم النحر دسویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے ایک لحہ عرفات میں ٹھہرنا۔ (۳) اکثر طواف افاضہ کرنا یعنی طواف زیارت کے چار چکر لگانا، جن کتب میں حج کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دو فرائض مذکور ہیں انہوں نے احرام کو نہیں لیا اور اس کو شرائط میں شمار کیا ہے۔

لمافی مراقی الفلاح:(ص ۲۶۵ طبع قدیمی)

ثم الاتیان برکنیه وهماالوقوف محرمابعرفات لحظة من زوال یوم التاسع الی فجریوم النحربشرط عدم الجماع قبله محرماوالرکن الثانی وهواکثرطواف الافاضة فی وقته وهومابعدطلوع فجریوم النحر.

ولمافی التاتارخانية:(۲/۳۲۱ طبع قدیمی)

وفی الکافی فرض الحج: الحرام والوقوف بعرفة وطواف الزیارة.

ولمافی التنویرمع الدر:(۲/۴۶۸ طبع امدادیه)

والحج (فرضه) ثلاثة (الاحرام) وهو شرط ابتداء وله حکم الرکن انتهاء حتی لم یجز لفائت الحج استدامته لیقضی به من قابل (والوقوف بعرفة) فی اوانه سمیت به لان آدم وحوا تعارفافیها (و) معظم (طواف الزیارة) وهما رکنان.

حج کے واجبات پانچ ہیں: (۱) وقوف مزدلفہ (۲) رمی جمار (۳) صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا (۴) حلق یا قصر کرنا (۵) طواف صدر کرنا، جن کتب میں اس سے زیادہ واجبات ہیں وہ اصل میں طواف کے واجبات ہیں اور طواف حج میں ہوتا ہے تو اس لحاظ سے وہ حج کے واجبات ہوگئے مگر نہ اصل حج کے واجبات پانچ ہی ہیں۔

وواجبه الوقوف بمزدلفة ورمی الجمار والسعی بین الصفاء والمروة والحلق وطواف الصدر وغیرهاسنن وآداب.(۲/۳۲۱ طبع قدیمی)

لمافی الهندية:(۱/۲۱۹ طبع رشیدیه)

اماواجباته فخمسة السعی بین الصفاء والمروة والوقوف بمزدلفة ورمی الجمار والحلق اوالتقصیر وطواف الصدر، کذافی شرح الطحاوی.

لمافی الشامی:(۲/۴۶۹ طبع امدادیه ملتان)

قلت: لکن واجبات الحج فی الحقیقة الخمسة الاول المذکورة فی المتن والذبح اماالباقی فهی واجبات له بواسطة لانهاواجبات للطواف ونحوه.

حج کی سنتیں سات ہیں: (۱) اول طواف قدوم کرنا اور طواف قدوم میں یا طواف فرض میں رمل کرنا (۲) میلین اخضرین کے درمیان سعی کرنا (۳) ایام نحر کی رات منیٰ میں گزارنا (۴) طلوع شمس کے بعد منیٰ سے عرفہ جانا (۵) طلوع شمس سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ جانا (۶) مزدلفہ میں رات گزارنا (۷) رمی کے درمیان ترتیب کا خیال کرنا، جن کتب میں اس سے زیادہ سنتیں مذکور ہیں تو انہوں نے مستحبات کو سنن میں شمار کیا ہے کیونکہ ان پر بھی سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الهندية:(۲۱۹/۱ ،طبع رشیدیه کوئٹه)

اما سننه فالطواف القدوم والرمل فيه او فى الطواف الفرض والسعى بين الميلين الأخضرين والبيتوتة بمنى فى ليالى ايام النحر والدفع من منى الى عرفة بعد طلوع الشمس ومن مزدلفة الى منى قبلها كذا فى فتح القدير والبيتوتة بمزدلفة سنة والترتيب بين الجمار الثلاث سنة۔

ولما فى الشامي:(۲۱۸/۱ ،طبع امدادیه ملتان)

الاول فلا فرق بين النفل وسنن الزوائد من حيث الحكم لانه لا يكره ترك كل منهما.

فرائض کے چھوڑنے سے حج ادا نہیں ہوگا اور واجبات میں سے کسی کے چھوڑنے سے اس کا بدل یعنی دم لازم آتا ہے اور سنن کے چھوڑنے سے حج تو ہوجاتا ہے مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

لمافی التاتار خانية:(۳۳۱/۲ ،طبع قدیمی)

ثم الركن لا يجزى عنه البدل ولا يتخلص عنه بالدم الا باتيان عينه والواجب يجزى عنه البدل اذا تركه ولو ترك السنن والآداب فلا شئ عليه وقد اساء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: بلال احمد غفرہ الاحد

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۹۵۵

﴿سر پر بال نہ ہونے کی صورت میں احرام سے حلال ہونے کا طریقہ﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی حج پر جارہا ہے اور اسکے سر پر بال بالکل نہیں ہیں تو کیا اس شخص کیلئے بھی احرام سے حلال ہونے کیلئے حلق ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو اسکا کیا طریقہ ہوگا؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اس آدمی کو احرام سے حلال ہونے کیلئے اپنے سر پر صرف استرہ پھیرنا کافی ہے اور یہ پھیرنا اس پر واجب ہے۔

لمافی الهندية:(۲۵۵/۱ ،طبع قدیمی)

واذاجاء وقت الحلق ولم يكن على راسه شعر بأن حلق قبل ذلك أو بسبب آخر ذكر فى الأصل أنه يجرى الموسى على رأسه لانه لو كان على رأسه شعر كان المأخوذ عليه اجراء الموسى وازالة الشعر فما عجز عنه سقط وما لم يعجز عنه يلزمه ثم اختلف المشايخ فى اجراء الموسى أنه واجب أو مستحب والاصح أنه واجب هكذا فى المحيط.

ولما فى ارشاد السارى:(ص ۱۵۳ ،طبع دار الكتب العربي)

(ومن لا شعر له على رأسه يجرى الموسى) وهو آلة الحلق (على رأسه وجوبا هو المختار وقيل استحبابا) وقيل استذانا وهو الأظهر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۳۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حالت احرام میں تولیہ سے چہرہ پونچھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ حالت احرام میں خیموں میں جاتے اور آتے وقت چہروں سے کپڑے لگ جاتے ہیں بعض لوگ تولیہ سے چہرہ پونچھتے ہیں یا کپڑا گیلا کرکے چہرے پر پھیرتے ہیں تو اس صورت میں دم واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ ان تمام باتوں سے بچنا چاہیے، حالت احرام میں چہرہ اور سر سے کپڑا لگنا منع ہے، تاہم لحہ دو لحہ کے لیے لگنے کی صورت میں کوئی دم یا صدقہ واجب نہیں ہوتا۔

لما فی البحر الرائق: (۲/۸ طبع سعید)

ولو دخل المحرم تحت ستر الكعبة فان كان يصيب وجهه ورأسه فهو مكروه لا شئ عليه.

ولما فی بدائع الصنائع: (۲/۱۸۶ طبع سعید)

فان دخل تحت ستر الكعبة حتىٰ غطاه فان كان الستر يصيب وجهه ورأسه يكره له ذلك لانه يشبه ستر وجهه ورأسه بثوب وان كان متجافيا فلا يكره لانه بمنزلة الدخول تحت ظله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ　　فتویٰ نمبر: ۲۳۳۶

﴿ملازمت کیلئے مکہ مکرمہ جانے والے پر میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ملازمت کے سلسلے میں مکہ مکرمہ جا رہا ہوں، کیا مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھ کر پھر عمرہ کرنا ضروری ہے جبکہ میں ملازمت کے لئے جا رہا ہوں نہ کہ حج یا عمرہ کرنے کیلئے؟ اور اگر مجھے کمپنی والے براہ راست اپنے دفتر وغیرہ میں طلب کریں جو کہ مکہ مکرمہ میں ہے تو میں عمرہ کا کیا کروں؟

﴿جواب﴾ جو شخص میقات کے باہر سے کسی بھی کام سے مکہ مکرمہ میں داخل ہونا چاہتا ہو اسکو بغیر احرام کے میقات سے گزرنا جائز نہیں، ایسے شخص پر لازم ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھے اور پھر عمرہ کرکے احرام سے نکلنے کے بعد اپنی ضرورت ملازمت وغیرہ میں مصروف ہو، یہ مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف کی عظمت کا حق ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ "کوئی شخص میقات سے بغیر احرام کے نہ گزرے، کسی مسلمان کمپنی سے امید نہیں کہ وہ اس سے منع کرے گی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی الهداية:(۱/۲۵۳،طبع رحمانيه)

ثم الأفاقی اذا انتهیٰ اليها(ای الی الميقات) علی قصد دخول مكة عليه ان يحرم قصد الحج او العمرة او لم يقصد عندنا لقوله ﷺ لايجاوز احد الميقات الا محرما لان وجوب الاحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوی فيه الحاج والمعتمر وغيرهما.

ولمافی التنويرمع الدر:(۲/۲۸۲،طبع امداديه)

(وحرم تاخير الاحرام عنها) كلها(لمن) ای لآفاقی (قصد دخول مكة) يعنی الحرم (ولولحاجة)غيرالحج.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:فیاض احمد

۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۸۷۱

﴿حالت احرام میں گھٹنے کے درد کیلئے پیڈ کا استعمال جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں میرے گھٹنے میں درد ہے،درد کو ختم یا کم کرنے کیلئے کپڑے سے تیار شدہ گرم پیڈ استعمال ہوتا ہے اسکا حالت احرام میں استعمال جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی:شفیع اللہ

﴿جواب﴾ گھٹنے میں درد کی وجہ سے کپڑے سے تیار شدہ پیڈ پہننا پٹی باندھنے کے حکم میں ہے اس لئے حالت احرام میں پہننے کی گنجائش ہے۔

لمافی الشامی:(۲/۴۸۸،طبع:سعید کراچی)

وستر الوجه(قوله والراس)۔۔(قوله بخلاف الميت)۔۔(قوله وبقية البدن)ای بالجر عطفا علی الميت ای وبخلاف ستر البدن سوی الراس والوجه فانه لاشیئ عليه لوعصبه ويكره ان كان بغير عذر.

ولمافی الهندیه:(۱/۲۲۲،طبع:رشیدیه،کوئٹه)

والمحرام من لبس المخيط هواللبس المعتاد حتی لواتزر بالقميص والسراويل اووضع القباء علی كتفه وادخل منكبيه ولايدخل يديه لاباس به كذافی فتاوی قاضيخان.

ولمافی التاتارخانيه:(۲/۴۷۰،طبع:قديمی كراچی)

والحاصل ان المحرم ممنوع عن لبس المخيط علی الوجه المعتاد حتی لواتزر بالسراويل اوارتدی بالقميص اوتشح به بان ادخله تحت يده اليمنی والقاه علی كتفه اليسری فلاباس به.

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد داؤد فاروقی ناگوری

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر:۲۰۳۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿احرام سے پہلے یا بعد میں عطر لگانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ احرام باندھنے سے پہلے اور احرام باندھنے کے بعد عطر لگانے کا کیا حکم ہے؟ باحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ احرام باندھنے سے قبل بدن پر تیل استعمال کرنا درست ہے، اسطرح ہر قسم کی خوشبو بھی بدن پر استعمال کرنا جائز ہے، تاہم کپڑوں پر خوشبو استعمال کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ وہ خوشبو ایسی نہ ہو کہ احرام کے بعد اس کا جسم باقی رہے، احرام کے بعد جن خوشبوؤں کی جسامت کپڑوں پر باقی رہتی ہو تو ایسی خوشبوؤں کا استعمال درست نہیں۔

لما فی الهندیة:(۱/۲۲۲ طبع رشیدیه)

واجمعوا علی انه یجوز التطیب قبل الاحرام بمالا یبقیٰ عینه بعد الاحرام وان بقیت رائحته وکذا التطیب بما یبقیٰ عینه بعد الاحرام کالمسک والغالیة عندنا لایکره فی الروایات الظاهرة کذافی فتاوی قاضیخان هو الصحیح هکذا فی المحیط ولا یجوز التطیب فی الثوب بما یبقیٰ عینه علی قول الکل علی احدی الروایتین عنهما قالوا:وبه ناخذ کذافی بحر الرائق هکذا فی قاضیخان:(۱/۲۸۵ طبع)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی عفااللہ عنہ

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۷۵

﴿ایام تشریق میں عمرہ کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص ایام تشریق میں عمرہ کرے تو کیا اس کا عمرہ اداء ہوگا یا نہیں؟ بینوا وتوجروا　　　　مستفتی:محمد صادق

﴿جواب﴾ پانچ دن کے علاوہ سال کے تمام ایام میں عمرہ جائز ہے، البتہ ان پانچ دنوں میں (یوم عرفہ، یوم النحر اور ایام تشریق) عمرہ کرنا مکروہ ہے، اگر کسی نے ایام تشریق میں عمرہ اداء کیا تو کراہت کے ساتھ اداء ہو جائیگا۔

لما فی فتاوی قاضی خان:(۱/۲۶۵ طبع قدیمی)

العمرة عندنا سنة ولیس بواجبة ووقتها السنة الا خمسة ایام تکره فیها العمرة لغیر القارن یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق

ولما فی کتاب الاختیار:(۱/۲۰۲ طبع قدیمی)

(وتکره یوم عرفة والنحر وایام التشریق) منقول عن عائشہؓ والظاهر انه سماع من النبی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولان عليه في هذه الايام باقي افعال الحج ،فلو اشتغل بالعمرة ربما اشتغل عنها فتفوت ،ولو ادها فيها جاز مع الكراهة كصلاة التطوع في الاوقات الخمسة المكروهة

ولما في الهندية :(۱/ ۲۳۷،طبع:رشيديه)

العمرة عندنا سنة وليس بواجبة ووقتها السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن يوم عرفة ،ويوم النحر ،وايام التشريق

ولما في الهداية: (۱/ ۲۱۵،طبع:رحمانيه)

والعمرة لا تفوت وهي جائزة في جميع السنة الا خمسة ايام يكره فيها وهي يوم عرفة، ويوم النحر وايام تشريق لما روى عن عائشةؓ انها كانت تكره العمرة في هذه الايام الخمسة ولان هذه ايام الحج متعينة له ...... ولا ظهر من المذهب ما ذكرنا ، ولكن مع هذا لو اداها في هذه الايام صح ويبقى محرما بها فيها لان الكراهة لغير وهو تعظيم امر الحج وتخليص وقته له فيصح الشروع

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۳رجب المرجب ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۳۳۰۳

﴿باب الحج عن الغير﴾

﴿دوسرے کی طرف سے حج ادا کرنے کا بیان﴾

﴿حج بدل دو طرح کا ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جدہ میں سکونت اختیار کرنے والا شخص پاکستان میں مقیم والدین کی طرف سے فریضہ حج بدل ادا کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اور کیا حج بدل ہر شخص کرسکتا ہے یا صرف وہ شخص کرسکتا ہے کہ جس نے خود حج کیا ہو؟ اور حج بدل کس کی طرف سے کرانا ضروری ہوتا ہے؟ براہ کرم فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مستفتی کو ممنون ومشکور فرمائیں۔ مستفتی: ابو عابد من مکہ

﴿جواب﴾ حج بدل دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ کسی پر حج فرض ہو لیکن بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے خود حج نہ کرسکے پھر وہ کسی دوسری کو حکم کرے کہ میری طرف سے حج اداء کرے یا وصیت کرے کہ مرنے کے بعد میری طرف سے کوئی حج اداء کرے اور اس کے انتقال کے بعد اتنا مال ترکہ میں چھوڑا ہو کہ کل مال کے ایک تہائی سے حج کے اخراجات پورے ہوسکتے ہوں حج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بدل کی یہی اصلی صورت ہے جسکے فقہاء نے تفصیلی احکامات بیان فرمائے ہیں یہ حج بدل ورثاء پر ضروری ہوتا ہے بشرطیکہ ترکہ کے ایک تہائی سے خرچے پورے ہوسکے اس طرح کا حج بدل مرحوم کی وطن سے کرنا ضروری ہوتا ہے جدہ سے نہیں ہوسکتا۔ اور حج بدل کی دوسری صورت یہ ہے کہ مرحوم نے کوئی وصیت نہیں فرمائی ہو یا اسکی زندگی میں اس پر کوئی حج فرض نہیں تھا اور اولاد اسکی طرف سے حج اداء کرے یا کسی کو بھیجدے اور مرحوم کی طرف سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھے اور اسی کی نیابت میں تمام مناسک اداء کرے تو اس سے بھی مرحوم کا فرض حج اداء ہوجاتا ہے اس قسم کی حج بدل کیلئے وہ شرائط نہیں ہے جو پہلی قسم کیلئے ہیں ایسا حج بدل جدہ سے بھی ہوسکتا ہے اور ہر دونوں صورتوں میں ایسا شخص بھی کرسکتا ہے جس نے پہلے خود حج نہ کیا ہوتا ہم اولی یہ ہے کہ ایسا شخص حج بدل کرے کہ جس نے پہلے خود حج کیا ہو۔

لمافی الشامی:۵۹۸/۲(طبع سعید)

حج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط لكن بشرط دوام العجز الى الموت ــــ الخ

ولمافی الهنديه :۲۵۸/۲(رشيدية)

وان مات عن وصيته لا يسقط الحج عنه ولذا حج عنه يجوز عندنا باستجماع شرائط الجواز .

ولمافی الشامی:۶۰۰/۲(طبع سعید)

فـفـي منـاسـك السـروجي :لومات رجل بعد وجوب الحج ولم يوص به فحج رجل عنه أوحج عـنـه ابيه أوامه عن حجة الاسلام من غير وصية قال ابوحنيفة يجزيه انشاء الله ــ لانـه ايـصـال الثواب فلا يختص بأحد من قريب أوبعيد ــ الحادى عشر:أن يحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث والافمن حيث يبلغ.

لمافی الدر المختار:۶۰۳/۲(طبع سعید)فجاز حج الصرورة بمهملة من لم يحج.

ولمافی التنقيح الحامديه:ج ۱۲/۱(حقانيه)

يـجـوز لـمـن لـم يحج عن نفسه أن يحج عن غيره لكنه خلاف الافضل ويسمى حج الـصـرورة من الصر ر وهو الشدة ــــــــ (سئل)في الحاج عن الغير هل الافضل فـي حـقـه أن يعود الى بلد آمره(الجواب)نعم على الاظهر فيكون أداء ه على طبق اداء لـمـيـت لو فرض اداؤه فان الغالب منه انه كان يعود الى بلده الفرض ،والمسئلة فى مناسـك القارى .

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: فضل حق زیزاروی

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ　　فتوی نمبر: ۳۰۹۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿حج بدل کر لینے سے اپنے ذمہ سے حج کا فریضہ ساقط نہیں ہوگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے متعلق کہ

(۱) ایک شخص سعودی عرب میں رہتا ہے وہ ایام حج میں والدین کی طرف سے نفلی حج کر لے جبکہ خود حج فرض ادا نہیں کیا ہے، کیا ایسی صورت میں اس کے حج کا فریضہ ادا ہو جائیگا ؟

(۲) والدین میں سے کسی ایک پر حج فرض ہو گیا تھا لیکن وصیت کئے بغیر انتقال ہو گیا، اب بیٹا ایک ایسے شخص کو حج بدل کے لئے بھیجنا چاہتا ہے جس پر خود بھی حج فرض ہو چکا ہے اور ابھی تک اس نے ادا نہیں کیا ہے تو کیا ایسے شخص کو بھیجنا شرعاً درست ہے؟ بینوا تو جروا۔

﴿جواب﴾ (۱) صورت مسئولہ کے مطابق ایام حج میں والدین کی طرف سے نفلی حج کر لینے سے خود اس کے ذمہ سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۲۰۸-۲۰۹،طبع سعید)

(لو اهل بحج عن أبويه أو غيرهما)......(متبرعا فعين بعد ذلك جاز) لانه متبرع بالثواب فله جعله لاحدهما أولهما.

وفی الشامية:قال فی الشرنبلالية قلت:وتعليل المسالة يفيد وقوع الحج عن الفاعل فيسقط به الفرض عنه وان جعل ثوابه لغيره ويفيد ذلك لاحاديث التی رواها فی الفتح......عن جابرؓ انه عليه السلام قال من حج عن ابيه و أمه فقد قضی عنه حجته و كان له فضل عشر حجج.

ولما فی تقرير الرافعی:(ص۱۶۲،طبع سعيد)

(قول الشارح من حج عن أبويه فقد قضی عنه حجته) قال الشيخ الرحمتی هو علی تقدير مضاف:أی عن احد أبويه لانه لو أحرم عنهما لم يجز واحدا منهما فی سقوط الفرض لان الحجة الواحدة لا تجزيء عن اثنين والثواب الموعود مطلق سواء أحرم عن أبيه وأمه ، ويحتمل ان يعود الضمير الی من حج يعنی يسقط فرض الحاج ويحصل الثواب لمن عينه من أبويه وهذا بعيد.

(۲) حج فرض ہونے کے بعد ادائیگی میں بلا وجہ تاخیر نہیں ہونی چاہیے، زندگی میں ادا نہ کر سکا تو مرض الموت میں وصیت کرنا ضروری ہے بغیر وصیت کے اولاد کے ذمہ لازم نہیں ہوگا، تاہم کوئی وارث اپنی خوشی سے کسی کے ذریعے حج بدل کرانا چاہے تو بڑی سعادتمندی ہے ایسی صورت میں ایسے شخص سے حج بدل کرانا بہتر ہے جس نے خود حج کر لیا ہو اور جس کے ذمہ خود حج کا فریضہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

باقی ہو اس کا حج بدل کے لئے جانا مناسب نہیں ہے، تاہم ایسے شخص کے جانے کی صورت میں میت کی طرف سے حج کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔

لما فی التاتارخانیة:(۲/۲۰۰مطبع قدیمی)

ومن مات وعليه فرض الحج ولم يوص به لم يلزم الوارث أن يحج عنه وان احب أن يحج عنه حج وأرجوا أن يجزيه ان شاء الله تعالى.

ولما فیها ایضاً:(۲/۲۰۷مطبع قدیمی)

والافضل للانسان اذا أراد أن يحج رجلا عن نفسه فان الذى لم يحج عن حجة الاسلام عن نفسه۔۔۔يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر.

ولما فی الولوالجیة:(۱/۲۸۷،طبع فاروقیہ پشاور)

ومن حج عن رجل ميت بغير أمره حجة الاسلام جاز عنه ان شاء الله تعالى لأن النبى صلى الله عليه وسلم قال للخثعمية "أرأيت لوكان على أبيك دين قضيته أما كان يقبل منك فالله أحق أن يقبل" فالنبى ﷺ شبه الحج بقضاء الدين وجاز للوارث قضاء دين الميت بغير أمره فكذا يجوز الحج عنه وقوله : ان شاء الله تعالى على القبول لا على الجواز لانه شبهه بقضاء الدين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی غفرلہ
۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۵۰۹

﴿میت کی طرف سے حج ادا کیا جائے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے ذمہ دو تین سال سے حج فرض تھا، اس سال وہ ادائیگی فرض کیلئے گھر سے روانہ ہو گیا بیت اللہ پہنچ گیا مگر ایام حج سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا، اس صورت میں فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر زید اسی سال حج کیلئے جاتا جس سال اس کے ذمہ فرض ہوا تھا تو حج بدل کی وصیت نہ ہوتی لیکن یہ چونکہ بلا کسی شرعی عذر کے تاخیر سے حج کیلئے گیا اور حج کے ارکان ادا نہ کر سکا اس لئے اس کے ذمہ حج بدل کی وصیت واجب تھی، اب ان کے رشتہ داروں میں سے کوئی بھی اس کی طرف سے حج کرے تو انشاء اللہ فرض حج کے قائم مقام ہو جائے گا اور مرحوم بری الذمہ ہو جائیگا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲/۶۰۲،طبع سعید)

(خرج) المكلف (الى الحج ومات فى الطريق واوصى بالحج عنه)انما تجب الوصية به اذا اخره بعد وجوبه اما لوحج من عامه فلا.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفی الشامیة:قوله:وکان فی الطریق ارادبه موته قبل الوقوف بعرفة ولو کان بمکة بحر.

ولمافی الشامی:(۲۰۰/۲،طبع سعید)

ففی مناسک السروجی لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم یوص به فحج رجل عنه او حج عن ابیه او امراته عن حجة الاسلام من غیروصیة قال ابو حنیفة یجزیه انشاء الله وبعد الوصیة یجزیه من غیر المشیة ثم اعاد فی شرح اللباب المسئلة فی محل آخر وقال فلو حج عنه الوار ث اواجنبی یجزیه وتسقط عنه حجة الاسلام ان شاء الله تعالی لانه ایصال للثواب وهولا یختص باحد من قریب اوبعید علی ماصرح به الکرمانی والسروجی.

ولمافی الولوالجیة:(۲۸۷/۱،طبع فاروقیه پشاور)

ومن حج عن رجل میت بغیر امره حجة الاسلام جاز عنه انشاء الله تعالی لان النبی علیه الصلاة والسلام قال للخثعمیة: ارایت لو کان علی ابیک دین قضیته اماکان یقبل منک فالله احق ان یقبل فالنبی ﷺ شبه الحج بقضاء الدین وجاز للوارث لانه شبهه بقضاء الدین. وکذافی اعلاء السنن:(۵۰۲/۱۰،طبع دارالکتب العلمیةبیروت)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد حسن غفراللہ لہ

۱۴جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۵۴۷

﴿بغیر وصیت کے حج بدل کرنے کی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ ہمارے والد مرحوم پر حج فرض تھا، نہ انھوں نے زندگی میں حج ادا کیا اور نہ حج بدل کے بارے میں کوئی وصیت کی اور وفات پاگئے،اب ہم ان کیطرف سے حج بدل ادا کرنا چاہتے ہیں تو یہ حج انکے فرض حج کا بدل ہوگا یانہیں؟

﴿جواب﴾ آپ کے والد نے جب حج کی وصیت نہیں کی تو آپ لوگوں پران کی طرف سے حج بدل ادا کرنا ضروری نہیں ہے اگرآپ لوگ تبرعاان کی طرف سے حج بدل ادا کرینگے تو اللہ کی رحمت سے امید کیجاتی ہے کہ مرحوم کافرض حج ادا ہوجائے گا۔

لمافی الولواجیة:(۲۸۷/۱،طبع فاروقیه پشاور)

ومن حج عن رجل میت بغیر امره حجة الاسلام جازعنه ان شاء الله تعالی لان النبی ﷺ قال للخثعمیة،اریت لوکان علی ابیک دین فقضیته اماکان یقبل منک فالله احق ان یتقبل ،فالنبی ﷺشبه الحج بقضاء الدین ،وجاز للوارث قضاء دین المیت بغیر امره فکذایجوزالحج عنه وقوله ان شاء الله تعالی علی القبول لاعلی الجواز لانه شبهه بقضاء الدین.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامی:(۶۰۶/۲،طبع سعید)

قید بالوصیۃ لانہ لو کان لم یوص فتبرع عنہ الوارث بالحج أو الاحجاج یصح کما قدمہ المصنف" ای یصح عن المیت عن حجۃ الاسلام ان شاء اللہ تعالیٰ کما قدمناہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرلہ

۱۰ رجب ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر: ۱۰۷۰

﴿جسکی طرف سے حج کیا جارہا ہو مال اس کی طرف سے ہونا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا بھائی سلیم اس سال اپنے دوست جہانزیب کی طرف سے حج بدل کیلئے جارہا ہے، جہانزیب فالج کا مریض ہے اور اس پر حج فرض ہے، اس لئے سلیم کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیجنا چاہتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ سلیم اپنے مال سے حج بدل کرسکتا ہے یا جہانزیب کے مال سے حج ادا کرنا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ اگر جہانزیب کا مرض دائمی ہے اور صحت یابی کی امید نہیں ہے تو سلیم کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے لیکن حج بدل کیلئے ضروری ہے کہ اکثر یا کل مال جہانزیب کی طرف سے ہو اگر سلیم اپنے مال سے حج ادا کرنا چاہتا ہے تو اسکی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ پہلے اپنا مال جہانزیب کو ہبہ کردے پھر وہی مال جہانزیب حج کیلئے سلیم کو دیدے۔

لما فی الھندیۃ:(۲۸۳/۱،طبع قدیمی)

ولجواز النیابۃ فی الحج شرائط .منھا ان یکون المحجوج عنہ عاجزا عن الاداء بنفسہ ولہ مال ومنھا استدامۃ العجز من وقت الاحجاج الی وقت الموت.ومنھا الامر بالحج فلا یجوز حج الغیر عنہ بغیر امرہ ومنھا نیۃ المحجوج عنہ ومنھا ان یکون حج المامور بمال المحجوج عنہ فان تطوع الحاج عنہ بمال نفسہ لم یجز عنہ حتی یحج بمالہ.

ولما فی الدر المختار:(۱۲/۲-۱۵،طبع امدادیہ)

(تقبل النیابۃ عند العجز فقط)لکن(بشرط دوام العجز الی الموت ونیۃ الحج عنہ ھذا اذا کان المرض یرجی زوالہ)—وبقی من الشرائط النفقۃ من مال الآمر کلھا او اکثرھا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر: ۱۰۱۱

﴿حج بدل کرانے کے بعد عذر زائل ہوگیا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو آدمی ایسا بیمار ہوا کہ حج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پر جانے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور اس پر حج فرض ہے اس نے دوسرے آدمی سے حج بدل کرالیا اب وہ آدمی صحت یاب ہو گیا اور اس کے پاس اتنا مال بھی ہے کہ وہ دوبارہ حج کر سکتا ہے تو کیا اس پر دوبارہ حج فرض ہے یا نہیں؟

مستفتی: نثار احمد پشاور

﴿جواب﴾ حج بدل کسی ایسی بیماری کی وجہ سے کرایا جس سے عموماً مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں پھر واقعتاً وہ بیماری زائل ہو گئی اس صورت میں دوبارہ خود اس کو حج کرنا ضروری ہے اور اگر بیماری ایسی لاعلاج تھی جس سے عموماً مریض صحت یاب نہیں ہوتے لیکن اس مریض کو اللہ تعالیٰ نے شفاء دی تو ایسی صورت میں دوبارہ حج ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

لما فی الهندية:(۱/۲۸۳طبع قدیمی)

(ومنها) استدامة العجز من وقت الاحجاج الى وقت الموت هكذافى البدائع حتى لو احج عن نفسه وهو مريض يكون مراعى فان مات اجزاه وان تعافى بطل وكذا لو احج عن نفسه وهو محبوس كذا فى التبيين.

ولمافى التنوير مع الدر:(۲/۵۹۸-۵۹۹طبع سعید)

(والمركبة منهما) كحج الفرض تقبل النيابة عند العجز فقط لكن (بشرط دوام العجز الى الموت) لانه فرض العمر حتى تلزم الاعادة بزوال العذر هذا اى اشتراط دوام العجز الى الموت (اذا كان العجز كالحبس والمرض يرجى زواله) اى يمكن وان لم يكن كذلك كالعمى والزمانة سقط الفرض بحج الغير عنه فلا اعادة مطلقا سواء استمر به ذلك العذر ام لا.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عبداللہ غنی عنہ

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:۹۶۷

﴿محرم کا خرچہ نہ ہو تو عورت پر حج بدل کروانا لازم نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے پاس اتنا خرچہ ہے کہ جس سے وہ خود حج کر سکتی ہے لیکن محرم کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتی ہے تو کیا مذکورہ صورت میں اس عورت پر حج فرض ہے یا نہیں؟ اور اگر فرض ہے تو کیا اپنی جگہ کسی محرم کو حج بدل کے لیے بھیجنا اس پر لازم ہے یا نہیں؟

مستفتی: بختاج محمد

﴿جواب﴾ عورت پر حج تب فرض ہوگا جب سفر کے لیے کوئی محرم ساتھ ہو، اس کے بغیر اس پر حج فرض نہیں ہے، لہٰذا جس عورت کے پاس اتنا مال ہے جس سے وہ صرف اپنا ذاتی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

خرچہ برداشت کرسکتی ہے محرم کا خرچہ برداشت نہیں کرسکتی یا محرم ساتھ جانے کو تیار نہیں تو اس پر حج فرض نہیں ہے اور اپنی جگہ کسی دوسرے کو بھیجنا بھی کوئی ضروری نہیں اور اگر محرم اتفاق سے اپنے خرچے پر حج کے لئے جا رہا ہے تو اس صورت میں بھی ایسی عورت پر حج فرض ہوگا، ضروری نہیں ہے کہ عورت ہی محرم کا خرچہ برداشت کرے، البتہ محرم ساتھ ہونا ضروری ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(٢/٤٦٢،طبع امدادیه)

(ومع زوج أومحرم) بالغ الی قوله مع وجوب النفقة لمحرمها علیها.

وفی الشامیة:(قوله مع وجوب النفقة)أی فیشترط أن تکون قادرة علی نفقتها ونفقته.

ولمافی الهندیة:(١/٢١٩،طبع رشیدیه)

وتجب علیها النفقة والراحلة فی مالها للمحرم لیحج بها.

ولمافی الکفایة فی آخرفتح القدیر:(٢/٤٠٢،طبع رشیدیه)

ونفقة المحرم علیها لانها تتوصل به الی اداء الحج فصار کشراء الراحلة وفی فتاوی أبی حفصٍ لایلزمها الحج حتیٰ تجد محرما یحملها من ماله وهی من مالها وعن محمدٍ اذا وجدت محرماً لاینفق من مالها لزمها الحج والا فلا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

٢٣ ربیع الاول ١٤٣٠ھ　　　　فتوی نمبر: ٢٠٩٧

﴿عذر کی وجہ سے حج بدل کرانا درست ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک عورت جنکی عمر تقریباً 70 سال کے لگ بھگ ہے چلنے پھرنے میں ٹھیک ہیں لیکن بڑھاپے کی وجہ سے نسیان کا مرض لاحق ہے کہ بات کو فوراً بھول جاتی ہیں مثلاً کوئی مہمان آئے تو بار بار مصافحہ کرتی ہیں یا اپنی دوائی اگر کوئی نہ دیکھ رہا ہو تو اس خیال سے کہ میں نے نہیں کھائی دوبارہ کھانے لگتی ہیں، ان پر حج فرض ہوا تھا جو ابھی تک ادا نہیں کیا، اب وہ بار بار حج کا ذکر کرتی رہتی ہے کہ ان کو حج کروایا جائے، نیز انکا کوئی محرم بھی نہیں جسکو وہ اپنے ساتھ حج پر لے جائیں اور اگر کوئی ہو بھی تو وہ اسکا خرچہ برداشت نہیں کرسکتی، کیا ہم انکی طرف سے کسی کو حج بدل کیلئے بھیج سکتے ہیں؟ کیا اس نسیان کے مرض کا اعتبار ہوگا جبکہ اگر وہ خود جائیں تو انکو اس مرض کی وجہ سے اپنی جگہ وغیرہ تلاش کرنے اور دوسرے افعال حج ادا کرنے میں کافی پریشانی ہوگی۔

﴿جواب﴾ مذکورہ خاتون کے پاس اگر کسی وقت اتنا مال آگیا تھا کہ جس سے اس پر حج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فرض ہوگیا تھا کہ وہ اپنا اور اپنے محرم کا خرچہ برداشت کرسکتی تھی مگر کسی وجہ سے حج ادا نہ کرسکی تو اب ایک تو محرم نہ ہونیکی وجہ سے معذور ہے کہ خود حج پر نہیں جاسکتی یا کوئی محرم ہو تو اسکا خرچہ برداشت نہیں کرسکتی، دوسرے بڑھاپے کی وجہ سے جو نسیان کا مرض لاحق ہوا ہے اسکی وجہ سے بھی معذور شمار ہوگی، لہٰذا اسکا کسی کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیجنا درست ہے۔

لما في ارشاد الساري: الى منا سك الملا علي قاري: (ص ۲۸۷، دار الكتب العلمية)

(والمرض الذي لا يرجى زواله) أي كالزمن والفالج (وذهاب البصر) أي بأن صار أعمى (والعرج) بفتحتين (والهرم) بفتحتين: أي الكبر أي الذي لا يقدر على الاستمساك معه (وعدم المحرم) أي بالنسبة الى المرأة (وعدم امن الطريق) أي باعتبار الغلبة (كل ذلك اذا استمر الى الموت) الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۴

﴿حج بدل کا حکم﴾

﴿سوال﴾ وہ کون کون سے اعذار ہیں جنکی وجہ سے آدمی کسی دوسرے کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ اگر کسی شخص پر حج فرض ہوگیا اور اس نے ادائے حج کا زمانہ بھی پایا مگر باوجود قدرت کے کسی وجہ سے حج ادا نہ کیا پھر وہ حج سے معذور اور عاجز ہوگیا تو اس پر فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی کو بھیج کر حج بدل کرائے یا وصیت کرے کہ میرے بعد میری طرف سے حج کرایا جائے، وہ اعذار جنکی وجہ سے آدمی کسی کو اپنی طرف سے حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے درج ذیل ہیں:

(۱) کسی نے اس کو قید کرلیا یا زبردستی مکہ معظمہ جانے سے روک دیا (۲) کوئی ایسا مرض پیش آگیا جس سے صحت کی امید نہیں مثلاً اپاہج یا نابینا یا لنگڑا ہوگیا یا بڑھاپے کا ضعف ایسا ہوگیا کہ خود سواری پر سوار نہیں ہوسکتا (۳) راستہ مامون نہیں رہا سفر کرنے میں جان و مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے (۴) چوتھی صورت خاص عورتوں کیلئے ہے کہ کوئی محرم ساتھ جانے کیلئے نہ ملا۔

ان سب صورتوں میں اسکو معذور سمجھا جائے گا بشرطیکہ یہ اعذار موت تک مسلسل جاری رہے ہوں اگر یہ اعذار قبل الموت رفع ہوجائیں مگر پھر زمانہ حج پانے کی صورت میں حج کرنے کی نوبت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نہ آئے تو حج بدل کرانا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

لما فی ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری:(ص۲۸۷،طبع دار الکتب العلمیۃ)

(ويتحقق العجز بالموت والحبس والمنع) اى وبحدوثهما بالاكراه (والمرض الذى لا يرجى زواله) أى كالزمن والفالج (وذهاب البصر) أى بان صار أعمى (والعرج) بفتحتين (والهرم) بفتحتين أى الكبير أى الذى لايقدر على الاستمساك معه (وعدم المحرم) أى بالنسبة الى المرأة (وعدم أمن الطريق) اى باعتبار الغلبة (كل ذلك اذا استمر الى الموت الخ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم : شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر : ۳۰۵

﴿والدین کی طرف سے حج کرنے میں زیادہ ثواب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض حج ادا کرنے کے بعد اپنے لئے نفلی حج کرنا افضل ہے یا والدین کی طرف سے حج کرنا افضل ہے؟

﴿جواب﴾ فرض حج ادا کرنے کے بعد نفلی حج کی توفیق ہو تو والدین کی طرف سے ادا کرنا چاہیے، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے والدین کے علاوہ خود حج کرنے والے کو بھی اس کا پورا ثواب ملیگا، بعض روایات میں ہے کہ اس طرح حج کرنے کا ثواب دس گنا بڑھ جاتا ہے، والدین کی ارواح کو اس کی باقاعدہ بشارت دی جاتی ہے کہ آپکی طرف سے آپکی اولاد نے حج ادا کیا ہے اور قیامت کے روز نیک لوگوں کیساتھ اس شخص کو اٹھایا جائیگا۔

لما فی فتح القدیر:(۴۸/۳،طبع رشیدیہ)

واعلم أن فعل الولد ذلك مندوب اليه جدا لما أخرج الدارقطني عن ابن عباسؓ قال عليه الصلاة والسلام قال من حج عن أبويه أو قضىٰ عنهما مغرما بعث يوم القيامة مع الابرار وأخرج أيضا عن جابر أنه عليه الصلاة والسلام قال من حج عن أبيه وأمه فقد قضىٰ عنه حجته وكان له فضل عشر حجج وأخرج أيضا عن زيد بن أرقمؓ قال قال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم اذا حج الرجل عن والديه تقبل منه و منهما واستبشرت أرواحهما وكتب عند الله برا.

ولما فی التنویر مع الدر:(۶۰۸/۲-۶۰۹-۶۱۰،طبع سعید)

بخلاف ما لو أهل بحج عن أبويه او غيرهما من الأجانب(حال كونه متبرعا فعين

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بعد ذلک) جاز لأنه متبرع بالثواب فله جعله لأحدهما أولهما، وفي الحديث "من حج عن أبويه فقد قضى عنه حجته، وكان له فضل عشر حجج، وبعث من الأبرار"

الجواب صحیح عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب رضوان اللہ حقانی

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۹۳

﴿بیوی کا شوہر کی جانب سے حج کروانا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا انکی جائیداد میرے پاس ہے ابھی تقسیم نہیں ہوئی، اب میں چاہتی ہوں کہ انکی جانب سے کسی کو حج کرواؤں کیونکہ نہ انہوں نے اپنی زندگی میں حج کیا اور نہ وصیت کی جبکہ ان پر حج فرض تھا انکو ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور میرے دو لڑکے ہیں ایک تو مالدار ہے دوسرا متوسط درجہ کا ہے، کیا دوسرے لڑکے کو ان کی جانب سے حج پر بھیج سکتی ہوں؟ جب کہ اس لڑکے نے خود بھی حج نہیں کیا۔

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں جائیداد پر ورثاء کا حق ہے انکی اجازت کے بغیر آپکو مشترکہ جائیداد میں تصرف کا حق نہیں لیکن اگر تمام ورثاء بالغ ہیں اور خوشی سے اجازت دیں تو پھر آپ شوہر کی جانب سے مشترکہ جائیداد میں سے بھی حج کرواسکتی ہیں یا پھر اس حصہ میں سے جو آپ کا ذاتی بنتا ہے کرواسکتی ہیں، شوہر کی طرف سے حج کروانے کی صورت میں بلاشبہ انکو ثواب ملیگا بلکہ انکا فرض حج ادا ہو جائیگا، آپ کے جس لڑکے پر حج فرض ہے اسکو بھیجنا جائز نہیں ہے لیکن جس پر حج فرض نہیں تو ایسے لڑکے کو بھیجنا جائز ہے اگرچہ اس نے خود حج نہیں کیا۔

البتہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کا انتخاب کریں جس نے اپنی طرف سے حج کیا ہو اور حج کے ارکان، سنن مستحبات کو جانتا ہو تاکہ وہ آپکے شوہر کی طرف سے صحیح حج ادا کر سکے اور ایسی صورت میں تینوں کو مکمل حج کا اجر و ثواب ملیگا یعنی آپکے شوہر کو اور خرچہ برداشت کرنے والوں کو اور حج کرنے والے کو بھی اور آپکے شوہر کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئیگی۔

لما في الشامي: (۵۹۵/۲، طبع سعيد)

(لغيره) أي سواء كانت صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلك

ولما فيها أيضا: (۶۰۳/۲، طبع سعيد)

(فجاز حج الضرورة) ... قال في البحر: والحق أنها تنزيهية على الآمر لقولهم والأفضل

(الخ) تحريمية على الصرورة المامور الذى اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه لانه اثم بالتاخير.

لما فى ارشاد السارى:(ص۲۸۶ طبع دار الكتب العلمية)

اعلم ان الاصل فى هذاان الانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره من الاموات والاحياء حجا أوصلاة أو صوما أو صدقة أو غيرها كتلاوة القرآن و سائر الاذكار فاذا فعل شيأ من هذاو جعل ثوابه لغيره جاز بلا شبه ويصل اليه عند اهل السنة والجماعة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد زبیر اکرام

۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۵۲۱

﴿کسی دوسرے آدمی کی طرف سے عمرہ کرنا کیسا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ کیا ایک آدمی دوسرے کی جانب سے عمرہ سکتا ہے؟وضاحت فرمائیں۔ مستفتی:محمد طیب کراچی

﴿جواب﴾ عمرہ اور نفلی حج اس طرح دیگر تمام نفلی عبادات باقاعدہ کسی دوسرے کی طرف سے ادا کرنا یا اپنی طرف سے ادا کرکے ان عبادات کا ثواب کسی کو دینا دونوں طرح جائز ہے۔

(لما فى رد المحتار۲/۵۹۵طبع سعيد)

(قوله بعبادة ما)اى سواء كانت صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراء ة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك.

(ولما فى البحر الرائق۲/۵۹)

لما كان الحج عن الغير كالتبع أخره والاصل فيه ان الانسان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلوة أو صوماً أو صدقة أو قراء ةقرآن أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة أو غير ذلك عند اصحابنا للكتاب والسنة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ضیاء الحق آنکی

۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر......

﴿متفرقات مسائل حج﴾

﴿نفلی حج اور صدقہ میں سے کونسا عمل افضل ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک عزیز کو اللہ رب العزت نے مال سے خوب نوازا ہے۔وہ ہر سال عمرہ اور نفلی حج کیلئے جاتا ہے،میں نے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ان کو مشورہ دیا کہ ان کی برادری میں کافی بے روزگار اور پریشان حال لوگ ہیں بجائے نفلی حج وعمرہ کے ان کی مدد کرے تا کہ وہ برسرروزگار ہوں۔اسی طرح علاقہ میں پانی کی بڑی قلت ہے، لہٰذا اس کار خیر کیلئے ٹیوب ویل وغیرہ کا انتظام کرے۔اب پوچھنا یہ ہے کہ ان کار ہائے خیر اور نفلی حج وعمرہ میں افضل اور زیادہ باعث ثواب عمل کونسا ہے؟ برائے مہربانی شریعت اسلامیہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔　　مستفتی: نور محمد دکاندار عبدل خیل ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ فرض حج کرنے کے بعد نفلی حج کے سلسلہ میں جتنی رقم خرچ ہوتی ہے، وہ پوری بجائے نفلی حج کے انتہائی غریب ومجبور نیک لوگوں خصوصاً قریبی رشتہ داروں، یتیم اور بیواؤں پر خرچ ہوتو اس کا اجر وثواب نسبتاً زیادہ ہے۔البتہ حج میں ایک خاص ماحول ملتا ہے اور بسا اوقات بڑی مشقت پیش آتی ہے، مختلف لوگوں کے ساتھ اختلاف میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے تو اس مجاہدہ کے ساتھ روحانی ترقی ہوتی ہے، جس سے آئندہ کی زندگی میں پیش آنے والے حالات وکیفیات کا مقابلہ آسان ہوجاتا ہے اور اعمال میں بھی مدد ملتی ہے اس لئے ایسے لوگوں کیلئے حج میں زیادہ فائدہ ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے اجر وثواب بھی زیادہ ہے چنانچہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں علامہ شامی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ حج کرنے سے پہلے امام صاحب صدقہ کا ثواب زیادہ بتاتے تھے، لیکن جب خود حج کیا اور اس سلسلہ میں پیش آنے والی مشقتوں سے واسطہ پڑا تو حج کی افضلیت کا فتویٰ دیدیا۔

لما فی کتاب التجنیس والمزید: ۲/۲۶۴ (طبع ادارۃ القرآن)

رجل حج مرۃ واراد ایحج مرۃ اخری ،فالحج افضل ام الصدقۃ ؟المختار ان الصدقۃ افضل ،لان الصدقۃ اذاکان تطوعا یعود نفعھاالی الغیر والحج لایعود نفعہ الی الغیر۔

ولمافی ارشادالساری: ۳۱۶ (طبع دار الکتب العربی بیروت)

اداحج عن فرضہ فالصدقۃ افضل عن الحج ای علی ماھوالمختار کمافی التجنیس والمزید ومنیۃ المفتی وغیرھا ولعل تلک الصدقۃ محمولۃ علی اعطاء الفقیر الموصوف بغایۃ الفاقۃ اوفی حالۃ المجاعۃ۔

ولمافی الشامی: ۲/۶۲۱ (طبع ایچ ایم سعید)

(قولہ ورجح فی البزازیۃ افضلیۃ الحج)حیث قال الصدقۃ افضل من الحج تطوعا کذاروی عن الامام لکنہ لماحج وعرف المشقۃ افتی بأن الحج افضل ومرادہ أنہ لوحج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مثلاً واتفق الفا فلو تصدق بهذا الالف على المحاويج فهو افضل لا أن يكون صدقة فلس افضل من انفاق الف في سبيل الله.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: عزیز احمد غفرلہ ولوالدیہ

۱۳ صفر الخیر ۱۴۳۵ھ　　فتویٰ نمبر: ۳۹۱۴

﴿بغیر احرام میقات سے تجاوز کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ پاکستان سے شوال کے مہینے میں کاروبار کی نیت سے طائف جارہا تھا، چونکہ بندہ کا جدہ سے براستہ مکہ ہوکر جانے کا ارادہ تھا، اور شروع سے دل میں یہ بات بھی تھی کہ حج وعمرہ اداء کرکے طائف چلا جاؤنگا، لیکن بندہ کا ویزا حج اور عمرہ کا نہیں تھا اس لئے بغیر احرام باندھے میقات سے تجاوز کرگیا پھر مکہ میں دو دن گذارنے کے بعد مسجد عائشہؓ سے احرام باندھ کر حج اور عمرہ ادا کیا، اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے بندہ کے ذمہ دم وغیرہ لازم ہے یا نہیں؟　　مستفتی: فاروق خان

﴿جواب﴾ جو آفاقی شخص مکہ یا حدود حرم میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو خواہ حج یا عمرہ کی نیت ہو یا کسی اور غرض کی تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ میقات سے احرام باندھے، اور اگر بغیر احرام باندھے داخل ہو جائے تو دم لازم ہو جائیگا۔

صورت مذکورہ میں بھی چونکہ دخول مکہ کا ارادہ تھا اور بغیر احرام باندھے آگے چلا گیا تو اسپر لازم تھا کہ میقات کی طرف لوٹتے اور میقات سے احرام باندھ لیتے چونکہ اس نے میقات شرعی سے احرام نہیں باندھا، بلکہ مسجد عائشہؓ سے احرام باندھا ہے تو اب اسپر تجاوز میقات بغیر احرام کی وجہ سے دم واجب ہے۔

لما في بدائع الصنائع: (۱۶۴/۲ طبع سعید)

لو اراد ان يجاوزة هذه المواقيت لدخول مكه لا يجوز له ان يجاوزها الا محرما سواء اراد بدخول مكة النسك من الحج أو العمرة أو التجارة او حاجة اخرى عندنا.

ولما في التنوير مع الدر: (۴۷۷/۲ طبع سعید)

وحرم تاخير الاحرام عنها كلها لمن اى الآفاقي قصد دخول مكة يعني الحرم ولو لحاجة غير الحج، اما لو قصد موضعا من الحل كخليص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحق باهله فله دخول مكة بلا احرام وهو الحيلة لمريد ذالك.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامی:(۲/۵۸۳،طبع:سعید)

ثم التقييد بالخروج الى الميقات لاجل السقوط لا للاجزاء، لان الواجب عليه بدخول مكة بلا احرام أمران :الدم والنسك

ولما فی الهدایه:(۱/۲۵۳،طبع:رحمانیه)

ثم الآفاقي اذا انتهى اليها على قصد دخول مكة عليه ان يحرم قصد الحج او عمرة او لم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز احد الميقات الا محرما ولأن وجوب الاحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فستوى فيه الحاج والمعتمر وغيرهما

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۳۰ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:۳۲۸۴

﴿دوران حج تجارت کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص حج کرنے کیلئے مکہ مکرمہ جائے تو کیا وہاں حج کے دوران تجارت یعنی خرید وفروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ حاجی کیلئے تجارت منع نہیں ہے، لیکن اس نیت سے جو حج کرنے جائیگا تو اس کو حج کا کماحقہ ثواب نہیں ملے گا، اگرچہ حج بلا کراہت ہوجائیگا۔

لما فی قوله تعالیٰ(سورة البقرة ایت ۱۹۸)

ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم فاذا افضتم من عرفت فاذكروا الله عند المشعر الحرام واذكروه كما هداكم وان كنتم من قبله لمن الضالين

ولما فی روح المعانی: (۲/۱۵۸،طبع:رشیدیه)

(ليس عليكم جناح)اى حرج فى (أن تبتغوا)اى تطلبوا(فضلا من ربكم)اى رزقا منه تعالىٰ بالربح بالتجارة فى مواسم الحج اخرج البخارى وغيره عن اب عباس رضى الله عنه قال كانت عكاظ ومجنة وذوالمجاز اسواقافى الجاهلية فتأثموا أن تجروافى الموسم ،فسألوا رسول الله ﷺ عن ذلك فنزلت واستدل بها على بباحة التجارة وال جارة وسائر انواع المكاسب فى الحج وان ذلك لا يحبط آجرأولا ينتقص ثوابا،

ولما فی احکام القرآن الجصاص: (۱/۳۲۲،طبع:قدیمی)

قال الله عقيب ذكر الحج والتزودله (ليس عليم جناح ان تبتغوا فضلا من ربكم)بمعنى المخاطبين بأول الاية وعم المأمورون بالتزودللحج واباح لهم التجارة فيه .....فى مواسم الحج .

ولما فی صحیح البخاری: (۱/۲۳۸،طبع:قدیمی)

قال اب عباس كان ذوالماز وعكاظ تجر الناس فى الجاهلية فلما جاء الاسلام كانهم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کر هوا ذلک حتی نزلت ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم في مواسم الحج

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:

﴿طواف میں رمل کرنا فقط پہلی تین چکروں میں سنت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گذشتہ سال حج کرنے گیا طواف کرتے وقت پہلی چکر میں رمل کرنا بھول گیا پھر میں نے اس کے بعد والی تین چکروں میں رمل کیا تو کیا اس طرح کرنے سے سنت پر عمل ہو گیا یا نہیں؟ مستفتی: سید جمال شاہ

﴿جواب﴾ جس طواف کے بعد صفا و مروہ میں سعی کا حکم ہے تو اسے طواف کی پہلی تین چکروں میں مرد حضرات کیلئے رمل کا حکم ہے پہلی تین چکروں میں کوئی نہیں کر سکا تو بعد کی چکروں میں کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے لهذا آئندہ کیلئے خیال رکھئے۔

لما في الشامي: (۲/۴۹۸ طبع سعيد)

(ورمل) أي مشي بسرعة مع تقارب الخطا وهز كتفيه (في الثلاث الاول) استنانا (فقط) فلو تركه أو نسيه ولو في الثلاث لم يرمل في الباقي (استنانا) ففي مسلم وابي داؤد والنسائي عن ابن عمرؓ قال (رمل رسول الله من الحجر الى الحجر ثلاثا ومشى أربعا)

ولما في البحر الرائق: (۲/۳۴۹ طبع سعيد)

(قوله ترمل في الثلاثة الاول فقط) بيان للسنة أي في الاشواط الثلاثة الاول دون غيرها.

ولما في بدائع الصنائع: (۲/۱۴۷ طبع: سعيد)

فيطوف بالبيت سبعة أشواط يرمل في الثلاثة الاول.

ولما في الشامي: (۲/۴۹۸ طبع: سعيد)

ولو مشى شوطا ثم تذكر لا يرمل الا في شوطين وان لم يذكر في الثلاثة لا يرمل بعد ذلك أي لان ترك الرمل في الاربعة سنة. فلو رمل فيها كان تاركا للسنتين وترك احدهما أسهل بحر ُولو رمل في الكل لا يلزم شئ والوجيه وينبغي أن يكره تنزيها لمخالفة السنة بحر،

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوہاٹی

۲۴ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر: ۳۳۳۷

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿طواف کرنے میں خنثیٰ مشکل عورت کے حکم میں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنثیٰ مشکل طواف میں رمل کرے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ طواف میں رمل کرنا مردوں کیلئے سنت ہے۔ عورتوں کیلئے طواف میں رمل کرنا سنت نہیں ہے۔ اور خنثیٰ مشکل طواف میں رمل کرنے میں عورتوں کے حکم میں ہے۔ (یعنی جو حکم عورتوں کا ہے وہی خنثیٰ مشکل کا بھی ہے)

لما في تنوير الابصار: (٥٢٨/٢، طبع: سعيد)

(ولا ترمل) ولا تضطبع (ولا تسعى بين الميلين ولا تحلق بل تقصر) (وتلبس المخيط) والخفين والحلي (ولا تقرب الحجر في الزحام) لمنعها من مماسة الرجال (والخنثى المشكل كالمرأة فيماذكر)

ولما في بحر الرائق: (٣٥٥/٢، طبع: سعيد)

(المرأة كالرجل غير انها تكشف وجهها لا رأسها وتلبي جهرا ولا ترمل ولا تسعى بين الميلين ولا تحلق رأسها ولكن تقصر رأسها (وتلبس المخيط) ولغنثى المشكل في جميع ماذكرنا كالمرأة احتياطا

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ارشد سعید کوہاٹی

١٠ صفر الخیر ١٤٣٣ھ — فتویٰ نمبر: ٣٣٣١

﴿روضہ اقدس ﷺ کی زیارت افضل مستحبات میں سے ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص حج یا عمرہ کیلئے مکہ مکرمہ جائے تو کیا اُس پر روضہ اقدس ﷺ کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ جانا لازم ہے؟ شرعاً اس کیا حکم ہے؟

مستفتی: محمد صادق

﴿جواب﴾ حج یا عمرہ کرنے والا جب حج اور عمرہ کے افعال سے فارغ ہو جائے تو ان کو چاہئے کہ وہ روضہ اقدس ﷺ کی زیارت کیلئے مدینہ منورہ چلا جائے اس لئے کہ روضہ اقدس ﷺ کی زیارت افضل مستحبات میں سے ہے، آپ ﷺ نے اسکی بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔

لما في حاشية الطحطاوي: (ص: ٧٤٥، طبع: قديمي)

على سبيل الاختصار تبعا لما قال في الاختيار لما كانت زيارة النبي ﷺ من افضل

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

القرب واحسن المستحبات بل تقرب من درجة مالزم من الواجبات فانه ﷺ حرض عليها وبالغ في الندب اليها فقال:من وجد سعة ولم يزرني فقد جفاني اوقال ﷺ من زار قبري وجبت له شفاعتي وقال ﷺ من زارني بعد مماتي فكأنما زارني في حياتي.

ولما في كتاب الاختيار:(۱/۲۲٦)

ولما جرى الرسم ان الحجاج اذا فرغوا من مناسكهم وقفلوا عن المسجد الحرام قصدوا المدينة زائرين قبر النبي ﷺ اذاهي من افضل المندوبات والمستحبات بل تقرب من درجة الواجبات ،فانه ﷺ حرض عليها وبالغ في الندب اليها

ولما في الهندية:(۱/۲٦۵ طبع رشيديه)

خاتمة في زيارة قبر النبي ﷺ قال مشايخنا رحمهم الله تعالىٰ انها أفضل المندوبات وفي مناسک الفارسي وشرح المختار انها قريبة من الوجوب لمن له سعة والحج ان كا فرضا فالا حسن ان يبدأبه ثم يثني بالذيارة وان كان نفلا كا ن بالخيار

ولما في فتح القدير (ج۳/ص۱٦۷ طبع رشيديه)

المقصد الثالث:في زيارة قبر النبي ﷺ قال مشايخنا رحم هم الله تعالىٰ :من افضل المندوبات وفي مناسک الفارسي وشرح المختار أنها قريبة من الوجوب لمن له سعة —وأخرج لادار قطني عنه عليه الصلاة ولسلام من جاء ني زائر لا تعلمه حاجة الا زيارتي كان حقا على ان أكون له شفيعا يوم القيامة

ولما في الدرمع الرد (ج۲/ص۱۲٦)سعيد

وزيارة قبره مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة يبدأبالحج لو فرضا ،ويخير لو نفلا .

في الشامي تحت قوله:مندوبة اى باجماع المسلمين (قوله بل قيل واجبة)....انها قريبة من الوجوب لمن له سعة.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب

۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر:

﴿موبائل کے ذریعے روضہ رسول ﷺ پر سلام پڑھنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کے چند ماہ قبل بعض ساتھی عمرہ کرکے واپس آئے بندہ بھی ان کو ملنے چلا گیا، اسی دوران ایک ساتھی بتا رہا تھا کہ میں روضہ رسول پر حاضری دے رہا تھا کہ گاؤں سے ایک آدمی کا فون آگیا تو میں نے اس کو کہا کہ میں روضہ رسول ﷺ پر حاضری دے رہا ہوں میں آواز اوپن کرتا ہوں آپ صلوۃ وسلام پڑھ لیں، اب پوچھنا یہ ہیکہ ایک آدمی پاکستان میں ہو اور دوسرا آدمی روضہ رسول ﷺ پر موبائل فون کے

آواز کو اوپن کرے اور یہ درود و سلام پڑھے تو کیا اس طرح کرنا درست ہے یا نہیں؟ براہ کرم اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

مستفتی: قاری سلیم اللہ خالد صاحب

﴿جواب﴾ روضہ اقدس پر خود حاضر ہو کر صلاۃ و سلام پیش کرنا یا کسی دوسرے کے ذریعے پیش کرنا تو بلاشبہ پسندیدہ اور ثابت عمل ہے، لیکن موبائل کے ذریعے سلام پیش کرنا اس عمل اور مقدس مقام کے احترام کا منافی عمل معلوم ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے حال پر رحم فرمائے اب تو ان مقدس مقامات کے احترام کی بھی پرواہ نہیں کرتے وہاں جا کر بھی تصویر کشی ہوتی ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور جیبوں سے میوزک کی آوازیں آتی ہیں معلوم نہیں ان لوگوں کے عمرہ، حج اور زیارت روضہ اقدس باعث اجر و ثواب ہوگا یا نقصان کا باعث؟

لما فی الهندیه:(۱/۲۶۵،طبع: رشیدیه)

فیتوجه الی قبره ﷺ فیقف عند رأسه مستقبل القبلة ....ثم یقول السلام علیک یا نبی الله ورحمة الله وبرکاته اشهد انک رسول الله ....ولا یرفع صوته ولا یقتصد کذافی غایة السروجی ،ویبلغه سلام من اوصاه فیقول السلام علیک یا رسول الله من فلان بن فلان........الخ

ولما فی فتح القدیر:(۲/۱۶۸،طبع: رشیدیه)

ثم یقول فی موقفه:السلام علیک یارسول الله ،السلام علیک یا خیر خلق الله ،اسلام علیک یا خیرة الله من جمیع خلقه........هذا ولیبلغ سلم من اوصاه بتبلیغ سلامه فیقول :السلام علیک یا رسول الله من فلان بن فلان او فلان بن فلان یسلم علیک یا رسول الله ،یروی عمر بن عبد العزیز علیه الرحمة کان یوصی بذلک ویرسل البرید من الشام الی المدینة الشریفة بذلک.

ولما فی مراقی الفلاح:(ص:۲۸۳ طبع:قدیمی کتب خانه)

ثم تنهض متوجها الی القبر الشریف فتقف بمقدار اربعة ازرع بعیدا عن المقصور الشریفه بغایة الادب......وتقول السلام علیک یاسیدی یا رسول الله السلام علیک یا نبی الله لسلام علیک یا حبیب الله السلام علیک یا نبی الرحمة ...... وتبلغه سلام من اوصاک به فتقول السلام علیک یارسول الله من فلان بن فلان یتشفع بک الی ربک فاشفع له.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: شاہ جہان غفرلہ ولوالدیہ

۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

فتویٰ نمبر: ۳۳۷۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿روضہ رسول کی زیارت کرنے والے کو سلام کا کہنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی حج کرنے جا رہا ہو تو دوسرا آدمی اس کو کہے کہ میرے سلام بھی حضور اکرم ﷺ کو پہچانا، لیکن ایک غیر مقلد کہنے لگا کہ یہ طریقہ درست نہیں، اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا یہ طریقہ حضور اقدس ﷺ کے روضہ اقدس پر سلام کسی غائب کے ذریعے پہچانا جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی: محمد اسحاق ڈیفنس فیز ۲

﴿جواب﴾ روضہ اقدس کی حاضری کے موقع پر آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا یا کسی دوسرے کی طرف سے سلام پیش کرنا بلا شبہ جائز اور پسندیدہ عمل ہے سلف وصالحین کا معمول رہا ہے، اور ثبوت کے لئے سلام پیش کرنے سے متعلق جو احادیث وارد ہیں وہی کافی ہیں، سلام پیش کرنا اپنی طرف سے ہو یا کسی اور کی طرف سے اسمیں فرق کرنا محتاج دلیل ہے، لہٰذا غیر مقلدین کے پاس اگر کوئی صحیح حدیث ایسی ہے تو وہ حوالہ دے دیں تا کہ ہمارے علم میں بھی اضافہ ہو۔

دراصل جو لوگ آپ ﷺ کی قبر اطہر میں حیات کے قائل نہیں ہیں وہی لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

لما فی فتح القدیر:(۱۷۰/۳، طبع: رشیدیه)

هذا وليبلغ سلام من اوصاه بتبليغ سلامه فيقول:السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان أو فلان بن فلان يسلم عليك يا رسول الله، يروى ان عمر بن عبد العزيز رحمه الله تعالى كان يوصى بذلك ويرسل البريد من الشام الى المدينة الشريفة بذلك.........الخ

ولما فی الهندیه:(۲۶۵/۱ طبع: رشیدیه)

ويبلغه سلام من اوصاه فيقول:السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يستشفع بك الى ربك فاشفع له ولجميع المسلمين..........الخ

ولما فی مراقی الفلاح:(ص:۲۷۳، طبع: قدیمی کتب خانه)

وتبلغه من اوصاك به فتقول السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يتشفع بك الى ربك فاشفع له وللمسلمين ثم تصلى عليه........الخ

واللہ اعلم بالصواب: شاہ جہان غفرلہ ولوالدیہ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۳۶۹

۴ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نفلی حج کے لئے والدین کی اجازت ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نفلی حج ادا کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے لیکن اس کے والدین بوڑھے ہیں وہ اجازت نہیں دیتے تو کیا والدین کے اجازت کے بغیر نفلی حج کے لیے جانا درست ہے؟ مستفتی: محمد عادل پشاور

﴿جواب﴾ فرض حج کے لیے والدین کی اجازت ضروری نہیں ہے لیکن نفلی حج کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے بغیر اجازت کے جانا کراہت سے خالی نہیں ہے، نفلی حج ادا کرنے کی فضیلت وثواب اپنی جگہ لیکن ہماری شریعت نے والدین کی اطاعت وفرمانبداری پر بہت زور دیا ہے لہذا نفلی حج ادا کرنے کے لیے والدین کی اجازت ضروری ہے۔

لما في الهنديه:(۱/۲۲۰،کتاب المناسک ،الباب الاول في تفسير الحج)

ويكره الخروج الى الحج اذا كره احد ابويه ان كان الوالد محتاجا الى خدمة الولد ،وان كان مستغنياً عن خدمته فلا بأس۔وفي الملتقط حج الفرض اولى من طاعة الوالدين وطاعتهما اولى من حج النفل.

ولما في بحر الرائق:(۲/۳۰۸،کتاب الحج طبع سعيد)

اذا اراد الابن ان يخرج الى الحج وابوه كاره لذلك ان كان الاب مستغنيا عن خدمته فلا بأس به وان كان محتاجا يكره .. وهذا كله في حج الفرض اما في حج النفل فطاعة الوالدين اولى مطلقاً.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۱۱ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ — فتوی نمبر: ۲۷۷۲

﴿بغیر عذر کے سواری پر سعی کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حج کے ایام میں صفا ومروہ کے درمیان بغیر عذر شرعی کے سواری (وہیل چیئر) پر سعی کرے تو اس کی حج کی سعی ہوگئی یا نہیں؟ اور صفاء ومروہ کے درمیان سعی واجب ہے یا فرض؟ مستفتی: بشیر احمد چارسدہ

﴿جواب﴾ حج اور عمرہ کی سعی پیدل کرنا واجب ہے لہذا سعی یا سعی کے اکثر چکر بلا عذر چھوڑ دیے یا بلا عذر سوار ہو کر کیے تو حج ہوگیا لیکن دم واجب ہوگا اور سعی کو پیدل لوٹانے سے دم ساقط ہو جائے گا اور اگر سعی عذر کی وجہ سے سوار ہو کر کی تو کچھ واجب نہ ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما في الهنديه (۱/۲۴۷ رشيديه)
و لو طاف راكبا أو ...... و حجه تام فعليه الدم و المروة و من ترك السعي بين الصفا و المروة و حجه تام فعليه الدم و من ترك السعي بين الصفا و المروة راكبا او محمولا ان كان ذالك من عذر يجوز ولا محمولاأو سعى بين الصفا والمروة راكبا او محمولا ان كان ذالك من عذر يجوز ولا يلزمه شئ وان كان من غير عذر فما دام بمكة فانه يعيد واذا رجع الى اهله فانه يريق لذالك دما عندنا كذا في المحيط.

ولما في الهنديه (ج ا ص ۲۴۷ طبع رشيديه)
العمرة عندنا سنة ...... و اما ركنها فالطواف و اما واجباتها فالسعي بين الصفا و المروة و الحلق أو التقصير كذا في ال

ولما في بدائع الصنائع (۱/۱۳۴ طبع: سعيد)
ان كان قادراً على المشي بنفسه فحمل أو ركب يلزم ، لأن السعي بنفسه عند القدرة على المشي واجب فاذا تركه فقد ترك الواجب من غير عذر فيلزم الدم كذا في البحر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد عمران چارسدہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۹۲

﴿ہوائی جہاز میں عورت بغیر محرم کے حج کے لئے چند گھنٹوں کا سفر کرسکتی ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی پاکستان میں ہے اور میں مکہ مکرمہ میں ہوں تو کیا میری بیوی ہوائی جہاز میں پاکستانی ایئرپورٹ سے سعودیہ ایئرپورٹ تک بغیر محرم کے حج کے لئے آسکتی ہے؟ نیز ہماری اتنی وسعت نہیں کہ ان کے بھائی یا کسی اور محرم کو بھی حج کے لئے بلائیں جبکہ ہوائی جہاز میں چند گھنٹے لگتے ہیں؟

﴿جواب﴾ پاکستانی ایئرپورٹ سے سعودیہ ایئرپورٹ تک اگر چہ دوران سفر چند گھنٹے لگتے ہیں لیکن بلاشبہ سفر شرعی ہے اور آپ علیہ السلام نے بغیر محرم کے کسی عورت کا سفر کرنا حرام قرار دیا ہے، آپ کی بیوی پر مذکورہ صورت میں حج فرض نہیں ہے، البذا جب وسعت ہو تو بیوی کو حج کرائے، بغیر محرم کے آپ کی اجازت سے اگر اس نے سفر کیا تو حج اگر چہ ادا ہو جائیگا لیکن بغیر محرم کے سفر کرنے کا گناہ آپ دونوں کو ضرور ہوگا۔

لما في الشامي:(۲/۴۶۲ مطلب في قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع، سعيد)
(قوله في سفر)ثلاثة أيام ولياليها فيباح لها الخروج الى مادونه لحاجة بغير محرم، بحر، وروى عن أبي حنيفةؒ وأبي يوسفؒ كراهة خروجها وحدها مسيرة يوم واحد، وينبغي أن

يكون المفتوى عليه لفساد الزمان شرح اللباب ويؤيده حديث الصحيحين "لايحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الأخر أن تسافر مسيرة يوم وليلة الامع ذى محرم عليها"......
لكن قال فى الفتح :ثم اذاكان المذهب الأول فليس للزوج منعها اذاكان بينها وبين مكة أقل من ثلاثة أيام.

ولمافى الهندية:(۱/۲۱۸-۲۱۹،كتاب المناسك،طبع رشيديه كوئته)

(ومنها المحرم للمرأة) شابة كانت أو عجوزا اذاكانت بينهما وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام.

ولمافى مختصر القدورى:(ص ۷۳،كتاب الحج،طبع قديمى كراچى)

ويعتبر فى حق المرأة أن يكون لها محرم يحج بها أو زوج ولا يجوز لها أن تحج بغيرهما اذاكان بينها وبين مكة مسيرة ثلثة أيام فصاعدا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۱۳ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۰۳۱

﴿دوران حج خاوند مرجائے تو بیوی کیلئے شریعت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میاں بیوی فریضہ حج ادا کرنے کیلئے مکہ مکرمہ گئے تو اس دوران عورت کا خاوند فوت ہوگیا تو کیا یہ عورت اکیلے حج مکمل کرلے۔ یا واپس آجائے؟

﴿جواب﴾ میاں بیوی فریضہ حج ادا کرنے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اس کے بعد خاوند کا انتقال ہوگیا۔ تو اس صورت میں دیگر خواتین کی رفاقت میں یہ خاتون حج کے ارکان مکمل کرلے مردوں سے پردے کا اہتمام کرتے ہوئے اور جتنا ممکن ہو دور رہے ارکان حج سے فارغ ہوتے ہی گھر واپس ہو اور محرم کو بلانا ممکن ہو تو اس کو بلالینا ضروری ہے تاکہ بغیر محرم کے سفر کرنے کی نوبت نہ آئے۔علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے العرف الشذی میں لکھا ہے:

لمافى جامع الترمذى:(۱/۱۳۶،باب كراهية ان تسافر المرأة وحدها طبع فاروقى ملتان)

ومذهب ابى حنيفةؒ ان سفر الحج ان كان ثلاثة ايام فلا تسافر الا ومعها محرما واذاكان اقل من ثلاثة ايام فيجوز لها السفر.وقال العلامةؒ ايضا:والمحقق فيها ان يدار الامر على الفتنه وعدمها ويحول الامر الى رأى من ابتلى به ولا يكون فيه تحديد الايام وهذا ما تحقق لى من المذهب وان كان لم يصرح به احد.

ولمافى بدائع الصنائع:(۲/۱۲۲،طبع سعيد)

وان كانت بائنا او كانت معتدة عن وفاة فان كان الى منزلها اقل من مدة سفر والى مكة مدة سفر فانها تعود الى منزلها لانه ليس فيه انشا سفر فصار كانها فى بلدها وان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کان الی مکۃ اقل من مدۃ سفر والی منزلھا مدۃ سفر مضت الی مکۃ لانھا لاتحتاج الی المحرم فی اقل من مدۃ السفر.

واللہ اعلم بالصواب: اسلام بادشاہ کھیتی
الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتوی نمبر: ۳۳۲
۱۷ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

﴿حاجی کیلئے آبِ زمزم ساتھ لے جانا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ حاجی جو اپنے ساتھ اپنے علاقوں میں آب زمزم لے جاتے ہیں، کیا یہ لے جانا درست ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ حاجیوں کا اپنے ساتھ اپنے علاقوں میں آب زمزم لے جانا مستحب عمل ہے۔

لما فی ردالمحتار: (۶۲۵/۲، طبع سعید)

ویستحب حملہ الیٰ البلاد، فقد روی الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنھا" أنھا کانت تحملہ و تخبر أن رسول اللہ ﷺ کان یحملہ "وفی غیر الترمذی "أنہ کان یحملہ وکان یصبہ علی المرضی ویسقیھم وأنہ حنک بہ الحسن والحسین رضی اللہ عنھما.

واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتوی نمبر: ۴۲۰
۱۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

﴿عورت ایک سفر میں ایک ہی عمرہ کرے تاکہ زیادہ بال کاٹنے کی نوبت نہ آئے﴾

﴿سوال﴾ میری خالہ عمرہ کیلئے گئیں اور وہاں جا کر بارہ عمرے کیے، واپس آئیں تو ان کے بال گردن تک رہ گئے تھے، میں نے پوچھا کہ خالہ آپ نے بال کیوں کاٹے؟ تو انہوں نے کہا میں ہر دفعہ جب عمرہ کرتی تھی تو ایک پورے جتنے بال کاٹتی اور اب اتنے رہ گئے، پوچھنا یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے میری خالہ کا ہر دفعہ بال کٹوانا درست ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو کیا ہم بھی اسی طرح کریں؟

﴿جواب﴾ بال عورت کیلئے زینت ہیں اور حدیث میں عورت کیلئے بال کٹانے کی ممانعت بھی آئی ہے، اس لئے حج اور عمرہ میں عورت کیلئے صرف تقصیر بقدر انملہ یعنی پورے کے بقدر بال کاٹنے کا حکم ہے لیکن ایک موقع پر کئی عمرے ادا کرنا اور بار بار بال کاٹنا شریعت میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ اسکی گنجائش معلوم ہو رہی ہے کیونکہ ایک عورت اگر بار بار عمرہ کریگی تو ہر مرتبہ وہ اپنے بال کاٹے گی، اس سے حلق کی نوبت آجائیگی جبکہ حلق کو عورت کے حق میں مثلہ قرار دیا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، دوسری بات یہ ہے کہ طواف کرنا عمرہ کرنے سے افضل ہے، اس لئے آپ کی خالہ کو بھی ایک عمرہ کرنے کے بعد طواف میں مشغول رہنا چاہیے تھا، آپ کو بھی چاہیے کہ جب عمرہ کیلئے جائیں تو ایک دفعہ عمرہ کرنے کے بعد کثرت سے طواف کریں تا کہ یہ فساد لازم نہ آئے۔

لمافی بدائع الصنائع :(۱۴۱/۲، طبع سعید)

ولاحلق على المراة لماروى عن ابن عباسؓ عن النبى ﷺ انه قال ليس على النساء حلق وانماعليهن تقصيروروت عائشةؓ ان النبى ﷺ انه نهى المراة ان تحلق راسهاولان الحلق فى النساء مثلة ولهذالم تفعله واحدة من نساء رسول الله ﷺ ولكنها تقصر فتاخذمن اطراف شعرهاقدرانملة......لان الله تعالى زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب على ماروى فى الحديث ان لله تعالى ملائكة تسبيحهم سبحان من زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب.

ولمافى منحة الخالق على بحرالرائق:(۳۳۵/۲،طبع سعيد)

هل اكثارالطواف افضل ام اكثار الاعتماروالاظهرتفضيل الطواف لكونه مقصودا بالذات ولمشروعية فى جميع الحالات ولكراهة بعض العلماء اكثارهافى سنته ...... وعن القاضى العلامة ابراهيم بن ظهيره ان الارجح تفضيل الطواف على العمرة اذاشغل مقدارزمن العمرة الخ.

ولمافى ارشادالسارى:(ص ۱۴۳،طبع بيروت لبنان)

بقى الكلام فى ان اكثارالطواف افضل ام اكثارالاعتمار؟والاظهرتفضيل الطواف لكونه مقصودابالذات ولمشرعية فى جميع الحالات ولكراهة بعض العلماء اكثارهافى سنة مع ان بعض الفقهاء قالواالعمرة مختصة بالافاقى الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین
۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ | فتویٰ نمبر: ۷۴۹

﴿ایک عمرہ میں حلق کے بعد دوبارہ احرام سے نکلنے کیلئے استرہ پھرانا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرہ کرنے کے بعد استرے سے سر منڈوایا، اس کے بعد جب دوسرا عمرہ کیا تو چونکہ اس کا سر پہلے سے استرے سے مونڈھا ہوا تھا تو اب کیا کرے؟ سر پر استرا پھیر لے یا پھر ویسے ہی چھوڑ دے۔

﴿جواب﴾ جب ایک عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق کروالیا یعنی سر منڈوالیا تو دوسرے اور تیسرے عمرے کی ادائیگی کے بعد سر پر صرف استرہ پھیرنا ضروری ہے، اسی کو فقہاء کرام نے حلق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے قائم مقام قرار دیا ہے۔

لمافی التاتارخانیۃ:(۲/۲۰۵،طبع قدیمی)

واذا جاء وقت الحلق ولم یکن علی راسہ شعر بان کان حلق قبل ذلک او بسبب آخر ذکر فی (الاصل) انہ یجری الموسیٰ علی راسہ.وکذافی الھندیۃ:(۱/۲۳۱،طبع رشیدیہ)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمد ضیاءالدین

۶ رجب۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر:۱۰۵۰

﴿حرمین شریفین میں عورت کی نماز کا حکم﴾

﴿سوال﴾ دوران حج خواتین وحضرات کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے،ناواقفیت کی بناپر حرم مکہ میں اگر خواتین کو خواتین کی مخصوص جگہوں پر نماز ادا کرنے میں دقت پیش آتی ہو یادیر ہوجانے کی بناپر راستوں میں نماز ادا کی گئی ہو اور چند خواتین کے آگے اور پیچھے دائیں اور بائیں مرد ہوں تو کیاان کی نماز ہوجائے گی یایہ نماز لوٹانی پڑے گی؟ ام شعیب دہلی کالونی کراچی

﴿جواب﴾ احناف کا مذہب یہ ہے کہ عورت اگر مردوں کی صف میں مردوں کے محاذاۃ کھڑی ہوجائے اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت کی ہوتو پھران مردوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جن کے محاذاۃ میں ایک یازیادہ عورتیں کھڑی ہوں اور اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہ کی ہوتو پھر عورتوں کی نماز فاسد ہوجائے گی جبکہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حرمین شریفین کے ائمہ حضرات عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کرتے اس لئے جو عورتیں حرمین شریفین کے اندر مردوں کے محاذاۃ میں کھڑی ہوجاتی ہیں،ان کی نماز نہیں ہوتی اس لئے ان کے لئے نماز کالوٹانا ضروری ہے مردوں کے لئے لوٹانے کا حکم نہیں ہے۔

لمافی حلبی کبیر:(ص۵۲۲،طبع سہیل اکیڈمی)

(العاشر) ان ینوی الامام امامۃ النساء ھکذا قالوا ولاشک ان ھذاداخل فی اشتراط الشرکۃ فانہ اذا لم ینوامامۃ النساء لایصح اقتداوھا بہ فلم توجد الشرکۃ وذلک لان نیۃ امامۃ النساء شرط فی صحۃ اقتدائھن عندنا.....وفی روایۃ انما تشترط نیۃ امامتھااذا اقتدت محاذیۃ لرجل فان اقتدت غیر محاذیۃ لہ یصح اقتداؤھا.

ولمافی الشامی:(۲/۳۱۴-۳۲۰،طبع امدادیہ)

(واذا حاذتہ) ولوبعضو واحد......(ان نوی) الامام وقت شروعہ لابعدہ (امامتھا).....(والا)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ینوها(فسدت صلاتها)(قوله: فسدت صلاتها)......وظاهر عود الضمیر فی صلاتها علی المرأة المحاذية:ای الامام اولمقتدانها لو اقتدت غیر محاذية لاحد صح اقتداؤها وان لم ینوها ...... وذكر في النهاية هنا ان هذا قول ابی حنیفة الاول.وظاهره ان قوله الاخیر اشتراط النية مطلقا والعمل على المتاخر كما لا يخفى،ولهذا اطلق فی متن المختار قوله ولا تدخل المراة فی صلاة الرجال الاان ینوبها الامام ومثله فی متن المجمع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: خضر حیات کمالوی

۱۵ رجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۸۲

﴿تلبیۂ حج میں کمی کرنا مکروہ ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے دوران جو پڑھا جاتا ہے "لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک الخ" اس میں کمی زیادتی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ اس مرتبہ میرا حج کرنے کا ارادہ ہے اور میرے ایک ساتھی کا کہنا ہے کہ اس میں کمی زیادتی کر سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ حج کے دوران جو تلبیہ پڑھا جاتا ہے اس میں کمی نہیں کر سکتے کیونکہ اس میں کمی کرنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ زیادتی کر سکتے ہے کیونکہ زیادتی مستحب ہے۔

لما فی الهندية:(۱/۲۲۳،طبع رشیدیه)

قال الكرخيؒ یاتی بها ولا ینتقص منها كذا فی المحيط وان زاد علیها فهو حسن بان یقول لبیک اله الخلق لبیک غفار الذنوب لبیک وسعدیک والخیر كله بیدیک والرغباء الیک كذا فی محیط السرخسیؒ واما النقص فمكروه اتفاقا كذا فی البحر.

ولما فی التنوير مع الدر:(۲/۴۸۲،طبع سعید)

(ولاتنقص) منها فانه مكروه ای تحريما لقولهم انها مرة شرط والزيادة سنة ويكون مسيئاً بتركها وبترك رفع الصوت بها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز عفی عنہ

۳ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۹۴۱

﴿مغرب کی نماز مزدلفہ میں پڑھنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ عرفات سے مزدلفہ جاتے وقت مغرب کی نماز راستہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں پڑھی، اب پوچھنا یہ ہے کہ یہ نماز صحیح ہے یا مزدلفہ میں دوبارہ پڑھنا لازم ہے؟

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں مزدلفہ پہنچنے کے بعد مغرب کی نماز دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، حجاج کیلئے اس رات مغرب وعشاء کی نماز کیلئے وقت اور مکان شارع علیہ السلام نے متعین فرمادیا ہے یعنی عشاء کے وقت مقام مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو ایک ساتھ ادا کرنا ضروری ہے، لہٰذا مغرب کے وقت میں پڑھنا ایسا ہے گویا وقت سے پہلے پڑھ لی۔

لمافی صحیح البخاری :(۲۲۶/۱،طبع قدیمی)

عن أسامة بن زيد أن النبي ﷺ حيث أفاض من عرفة مال الى الشعب فقضى حاجته فتوضأ فقلت يارسول الله تصلي قال الصلوة أمامك.

وفي حاشيته: الصلوة في هذه الليلة مشروعة في مابين يديك اى في المزدلفة....الخ.

وفي سنن أبي داؤد:(۲۸۱/۱،طبع رحمانيه)

ولما في التنوير مع الدر:(۵۰۹/۲،طبع سعيد)

(ولو صلى المغرب) والعشاء (في الطريق أو) في (عرفات أعاده) للحديث "الصلوة أمامك.....فتوقتتا بالزمان والمكان والوقت فالزمان ليلة النحر والمكان مزدلفة والوقت وقت العشاء. الخ.

ولما في البحر:(۳۴۱/۲،طبع سعيد)

(قوله: ولم تجز المغرب في الطريق) أى لم تحل صلاة المغرب قبل الوصول الى مزدلفة للحديث "الصلوة أمامك" قاله حين قيل له الصلاة يا رسول الله وهو في طريق مزدلفه أى وقتها فدل كلامه انها لاتحل بعرفات بالطريق الاولى وأشار اليه أن العشاء لاتحل بالطريق الاولى وان كان بعد دخول وقتها لان صاحبة الوقت وهي المغرب اذا كانت لاتحل به فغيرها أولى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: محمد احمد عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

فتویٰ نمبر: ۱۰۸۹

﴿طواف وسعی میں کسی وجہ سے وقفہ کرنے سے کوئی اثر نہیں پڑتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عمرہ پر جارہی ہوں، ویسے تو میں الحمد للہ چل پھر سکتی ہوں، گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے نماز کرسی پر بیٹھ کر پڑھتی ہوں بعض اوقات جب زیادہ چلنا ہوتا ہے تو میرا سانس اکھڑ جاتا ہے تو کیا میں سعی وقفہ وقفہ سے کروں یا کرسی پر کروں؟ جبکہ میں نے کتاب میں پڑھا ہے کہ اگر چل سکتے ہیں تو کچھ ٹھہر کو کچھ عمر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور کچھ مغرب کے دوران کر کے سعی پوری کی جا سکتی ہے، اس دوران ہوٹل سے ہو کر باقی چکر پورے کر سکتے ہیں یا حرم میں ہی رہنا ہوگا؟

مستفتیہ: ام عادل ڈیفنس

﴿جواب﴾ آپ نے کتاب میں جو پڑھا ہے کہ ''اگر چل سکتے ہیں تو کچھ (چکر) ظہر کو لگائے کچھ عصر اور کچھ مغرب کے دوران لگا کر سعی پوری کی جا سکتی ہے'' یہ درست ہے اور یہ معذور کیلئے بتایا گیا ہے آپکو بھی چونکہ عذر ہے، اسلئے یہ ترتیب اختیار کرنا چاہیں تو اختیار کر سکتی ہیں اور اپنی رہائش پر بھی جانا چاہتی ہیں تو اس کی بھی گنجائش ہے، تاہم رہائش گاہ پر نہ جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔

لمافی الدر المختار:(۲/۴۹۷،طبع سعید)

قال العلاء:"ولو خرج منه او من السعی الیٰ جنازة او مکتوبة اوتجدید وضوء ثم عاد بنیٰ.

وفی الشامیة:اذاخرج لغیرحاجة کره ولا یبطل فقد قال فی اللباب ولا مفسد للطواف و عد من مکروهاته تفریقه أی الفصل بین اشواطه تفریقا کثیرا وکذا قال فی السعی بل ذکر فی منسکه الکبیر لو فرق السعی تفریقاً کثیرا کأن سعی کل یوم شوطااواقل لم یبطل سعیه ویستحب ان یستأنف.وفی فقه السنة:(۱/۲۲۹-۲۳۰،طبع دار الکتب پشاور)وفیهاایضا:(۱/۲۱۶طبع دار الکتب پشاور)

ولمافی ارشادالساری الی مناسک الملاعلی القاری:(ص ۱۲۱ طبع دارالکتاب العربی)

(والموالاة بین اشواطه) هذا مخالف بظاهره لما قاله فی الکبیر والموالاة لیست بشرط بل هی مستحبة فلوفرق السعی تفریقاًکثیراًکأن سعیٰ کل یوم شوطااواقل لم یبطل سعیه ویستحب ان یستأنف......اذالسعی لیس عبادة مستقلة ولذالایعدتکراره طاعة بخلاف الصلاة والطواف و نحوهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　واللہ اعلم بالصواب: محمد شاکراللہ

۲ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ　　فتویٰ نمبر: ۱۲۶۷

﴿میدان عرفات میں ظہر وعصر کی نماز ایک ساتھ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک حاجی صاحب نے میدان عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھی ہے، کیا عصر کی نماز اس کے ذمہ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

مستفتی: حاجی نورالواحد پشاور

﴿جواب﴾ میدان عرفات میں امام حج کی اقتدا میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ پڑھنے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کی صورت میں عصر کی نماز واجب الاعادہ نہیں۔

اگر بعض افراد امام حج کے علاوہ آپس میں مل کر الگ دونوں نمازوں کی جمع صوری (ظہر کی نماز مثل اول کے اخیر میں اور عصر کی نماز مثل ثانی کے اول میں) پڑھیں، اس صورت میں بھی عصر کی نماز واجب الاعادہ نہیں۔

اگر دونوں نمازیں مثل اول میں ادا کردیں، تو انکو چاہیے کہ عصر کی نماز لوٹائیں کیونکہ حج میں کثرت مجمع کی وجہ سے بار بار صفیں بنانا دشوار ہوتا ہے، اسی کی خاطر امام حج یا انکے نائب کی اقتدا میں جمع کی شرط کے ساتھ دونوں نمازیں وقت ظہر میں پڑھنا جائز قرار دی گئی ہیں، لہٰذا انفرادی جماعت میں اصلاً کوئی دشواری نہیں ہوتی، اسلئے اپنے وقت سے پہلے ادا نہ ہوگی اور پڑھی گئی نماز عصر کا اعادہ ضروری ہوگا، اسی طرح نماز ظہر جماعت کے ساتھ اور عصر کی نماز وقت سے پہلے انفرادی پڑھنے سے بھی نماز عصر کا اعادہ ضروری ہے۔

لما فی المبسوط:(۱۲/۴ ،طبع دار المعرفة)

(قال)فان صليت الظهر والعصر مع الامام فحسن ,والحاصل انه كما زالت الشمس يوم عرفة يصلى الامام بالناس الظهر والعصر بعرفات هكذا روى جابرؓ فى حديثه.

ولما فى اللباب فى شرح الكتاب:(۱۷۱/۱ ،طبع قديمى)

ومن صلى (فى رحله وحده) او مع جماعة بغير الامام الاعظم (صلى كل واحدة منهما فى وقتها) المعهود (عند ابى حنيفةؒ) لان المحافظة على الوقت فرض بالنصوص فلا يجوز تركه الا فيما ورد الشرع به، وهو الجمع بالجماعة مع الامام.

ولما فى المبسوط:(۱۵/۴-۱۶ ،طبع دار المعرفة)

(قال) وان لم يدرك الجمع مع الامام وأراد أن يصلى وحده كل صلاة لوقتها..... وانما ورد النص بجمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الصلاتين والخلفاء من بعده فلا يجوز الجمع الا بتلك الصفة. وفى التاتار خانية:(۲۲۲/۲ ،طبع قديمى)

ولما فى ردالمحتار:(۵۲۱/۲ ،طبع امداديه)

(فلا تجوز العصر للمنفرد فى احداهما) فلو صلى وحده لم يصل العصر مع الامام... ومثله مالو صلى الظهر فقط مع الامام لا يصلى العصر الا فى وقتها.

ولما فى المبسوط:(۱۶/۴ ،طبع دار المعرفة)

(قال) ولو فاته الظهر مع الامام وأدرك العصر معه، عند ابى حنيفةؒ لم يجمع بينهما ايضا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: ادریس غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

فتویٰ نمبر: ۱۱۲۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿عرفات ومزدلفہ میں جمع بین الصلاتین اور تقدیم وتاخیر﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ میدان عرفات میں خیموں میں نماز ادا کرنے والے بعض افراد جمع بین الصلاتین کرتے ہیں اور بعض عصر کی نماز اپنے وقت میں پڑھنے کو ضروری جانتے ہیں، اس اختلاف کیوجہ سے پاکستانیوں کے خیموں میں عجیب سا انتشار ہوتا ہے، براہ کرم اس مسئلہ کی پوری تحقیق کریں، آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مکی لوگ بھی تھے اور مدنی بھی پھر تقریبا ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ مسجد نمرہ میں تو نہیں آسکتے، ظاہر ہے صحابہ کرامؓ نے الگ جماعتیں بھی ادا کی ہونگی، کیا تاریخ نے صحابہ کرامؓ کا عمل ظاہر نہیں کیا ہے؟ انکے عمل کی اتباع ہمارے لئے کافی ہے۔

﴿جواب﴾ حجۃ الوداع کے موقع پر مسجد نمرہ کے علاوہ باہر خیموں میں کوئی ایک جماعت بھی صحابہ کرامؓ کی ثابت نہیں ہے اور ایسا کیونکر ہوسکتا تھا، صحابہ کرامؓ تو عام دنوں میں بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے اس قدر حریص تھے کہ سخت بیماری کی حالت میں دو آدمیوں کے سہارے سے بھی مسجد میں جانا ممکن ہوتا تو ضرور جاتے۔

اس لئے ظاہر یہی ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کی ہے، مسجد نمرہ کے اندر تمام افراد نہیں آسکتے تھے لیکن اسکے متصل میدان عرفات میں صفوں کا قیام اور ایک جماعت کے ساتھ تمام کا نماز اداء کرنا ظاہر ہے اور الگ الگ جماعتوں کا قیام موجودہ دور کے غیر مقلدین کا شیوہ ہے جو کہ جماعت کی حکمت کے بھی خلاف ہے، اس مسئلہ میں احناف کا موقف یہ ہے کہ ہر نماز اپنے وقت میں ادا کرنا قرآن وحدیث کے قطعی دلائل سے ثابت ہے۔

لہٰذا اپنے اپنے وقت میں نماز پڑھنا فرض ہے، اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے، البتہ صرف ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی حیات میں عرفہ کے روز جمع بین الصلاتین کیا ہے، لہٰذا جن صفات کے ساتھ آپ ﷺ نے خلاف معمول جمع بین الصلاتین کیا، ان تمام صفات کے ساتھ احناف بھی جمع بین الصلاتین کے قائل ہیں، اس لئے فرمایا کہ جمع بین الصلاتین کے لئے شرط ہے کہ عرفہ کے روز، میدان عرفات یا اس کے قریب احرام کی حالت میں، امام وقت یا اس کے نائب کی اقتداء میں ظہر اور پھر عصر کی نماز ایک ہی وقت میں ادا کی جائے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مذکورہ صفات کے ساتھ آپ ﷺ نے جمع بین الصلاتین کیا ہے، ان صفات کی رعایت کیساتھ ہوتو احناف نہ صرف جائز بلکہ عین سنت کے مطابق جانتے ہیں اوران کی رعایت کئے بغیر مثلاً الگ جماعت یاانفرادی نماز اگر کوئی پڑھتا ہے توایسی صورت میں ہرنماز کواپنے وقت میں ادا کرنا فرض جانتے ہیں، ورنہ اصل حکم یعنی اپنے اپنے وقت میں نماز ادا کرنے کا جواصل حکم ہے اسکے خلاف لازم آئے گا، یہ تو ظہر اور عصر کی نماز کا حکم تھاچونکہ عرفہ میں عصر کی نماز کووقت سے پہلے پڑھناعام معمول کے خلاف ہے۔

اس لئے جواز کے لئے ان تمام صفات کی رعایت ضروری ہے جن صفات کے ساتھ آپ ﷺ سے ثابت ہے، مغرب اور عشاء کی نماز مزدلفہ میں عشاء کے وقت میں پڑھناضروری ہے، مغرب کی نماز مزدلفہ سے پہلے راستہ میں یامغرب کے وقت میں عشاء سے پہلے پڑھناجائز نہیں ہے، عشاء کے وقت مزدلفہ میں پڑھناضروری ہے جماعت کیساتھ ہوخواہ انفرادی۔

یہاں یہ شبہ نہ ہوکہ مغرب کی نماز کووقت کے بعد پڑھنے کے لئے وہ شرائط کیوں نہیں ہیں جوعصر کی نماز کے لئے احناف کے ہاں ہیں؟ اسلئے کہ دونوں میں بڑافرق ہے، مغرب کی نماز کو تاخیر سے پڑھنے کوعصر کی نماز کووقت سے پہلے پڑھنے پر قیاس نہیں کیاجاسکتا، اس لئے کہ

(۱) مغرب کی نماز کومغرب کے وقت راستے میں پڑھنے کوآپ ﷺ نے باقاعدہ منع فرمایا۔

لمافی اعلاء السنن:(۱۰/۱۲۷ طبع دار الکتب العلمیة)

عن اسامة بن زيد قال ردفت رسول الله ﷺ من عرفات، فلما بلغ رسول الله ﷺ الشعب الايسر الذى دون المزدلفة أناخ فبال، ثم جاء فصببت عليه الوضوء، فتوضاء وضوء خفيفا فقلت الصلاة يارسول الله فقال الصلاة امامک، فركب رسول الله ﷺ حتى اتى المزدلفة فصلى الخ.

ولمافی صحیح البخاری:(۱/۲۲۶ طبع قدیمی)

عن اسامة بن زيد انه سمعه يقول دفع رسول الله ﷺ من عرفة فنزل الشعب، فبال ثم توضا ولم يسبغ الوضوء، فقلت له الصلاة قال: الصلاة امامک فجاء المزدلفة فتوضاء فاسبغ ثم أقيمت الصلاة فصلى المغرب ثم اناخ كل انسان بعيره فى منزله ثم اقيمت الصلاة فصلى ولم يصل بينهما.

(۲) جماعت کی روایات مختلف ہیں، ایک ساتھ پڑھنے کی بھی ہیں اور دونوں نمازوں کے درمیان کھاناتناول فرمانااور ہرایک کوکچھ وقفہ کے ساتھ پڑھنے کی بھی روایات ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی صحیح البخاری:(۱/۲۲۷،طبع قدیمی)

عن ابن عمرؓ قال جمع النبی ﷺ بین المغرب و العشاء بجمع کل واحدة منهما باقامة ولم یسبح بینهما ولا علی اثر کل واحدة منهما.

ولما فی جامع الترمذی:(۱/۱۰۸،طبع فاروقی ملتان)

حدثنا محمد بن بشار نا یحیٰ بن سعید القطان نا سفیان الثوری عن ابی اسحٰق عن عبدالله بن مالک ان ابن عمر صلی بجمع فجمع بین الصلاتین باقامة و قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فعل مثل هذا فی هذا المکان......واما ابو اسحاق فانما روی عن عبدالله و خالد ابنی مالک عن ابن عمر والعمل علی هذا عند اهل العلم انه لایصلی صلٰوة المغرب دون جمع فاذا أتیٰ جمعا وهو المزدلفة جمع بین الصلاتین باقامة واحدة ولم یتطوع فیما بینهما وهو الذی اختار بعض اهل العلم و ذهبوا الیه وهو قول سفیان الثوری "قال سفیان وان شاء صلی المغرب ثم تعشی ووضع ثیابه ثم اقام فصلی العشاء.

ولما فی صحیح البخاری :(۱/۲۲۷،طبع قدیمی)

حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا زهیر قال حدثنا ابو اسحق قال سمعت عبد الرحمان بن یزید یقول حج عبدالله فاتینا المزدلفة حین الاذان بالعتمة اوقریبا من ذلک فامر رجلا فاذن و اقام ثم صلی المغرب وصلی بعدها رکعتین ثم دعا بعشائه فتعشی ثم امر (رجلا) فاذن و أقام قال عمرو ولا اعلم الشک الامن زهیر ثم صلی العشاء رکعتین فلما طلع الفجر قال (ابن مسعود) ان النبی ﷺ کان لایصلی هذه الساعة الاهذه الصلاة،فی هذا المکان،من هذا الیوم،قال عبدالله (ابن مسعود) هما صلاتان تحوّلان عن وقتهما صلاة المغرب بعدما یاتی الناس المزدلفة والفجر حین یبزغ الفجر قال رأیت النبی صلی الله علیه وسلم یفعله.

ولما فی جامع الترمذی:(۱/۱۰۸،طبع فاروقی ملتان)

وقال بعض اهل العلم یجمع بین المغرب والعشاء بالمزدلفة باذان وا قامتین یؤذن لصلاة المغرب و یقیم ویصلی المغرب ثم یقیم ویصلی العشاء.

ولما فی اعلاء السنن:(۱۰/۱۲۶،طبع دار الکتب العلمیة)

عن اسامة بن یزید مرفوع:فجاء المزدلفة،فتوضأ فأسبغ ثم اقیمت الصلوة فصلی المغرب،ثم أناخ کل انسان بعیره فی منزله،ثم أقیمت الصلاة،فصلی ولم یصل بینهما.

(۳) مزید یہ کہ کسی بھی نماز کا وقت نکلنے کے بعد دوسرے وقت میں پڑھنا عام شرعی حکم ہے لیکن وقت داخل ہونے سے پہلے عرفہ کے علاوہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے۔

ولما فی قوله تعالیٰ:(سورة البقرة،آیت ۲۳۸) حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی.....الأیة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی قولہ تعالی:(سورۃ النساء،آیت ۱۰۳)
ان الصلاۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا...... الآیۃ.
ولمافی ردالمحتار:(۲/۵۲۰،طبع امدادیہ)
تنبیہ:اقتصر من الشروط علی الامام والاحرام،وزاد فی اللباب تقدیم الظہر علی العصر ، حتی لو تبین للامام وقوع الظہر قبل الزوال أو بغیر وضوء والعصر بعدہ أو بوضوء أعادهما جميعا والزمان وهو يوم عرفة والمكان وهو عرفة وماقرب منها ، والجماعة فالشروط ستة.
ولمافی اللباب فی شرح الکتاب:(۱/۱۸۱،طبع قدیمی)
ومن صلی (فی رحلہ وحدہ) اومع جماعۃ بغیر الامام الأعظم (صلی کل واحدۃ منہما فی وقتہا) المعہود (عند ابی حنیفۃ)لان المحافظۃ علی الوقت فرض بالنصوص،فلا یجوز ترکہ الأ فیما وردالشرع بہ،وہوالجمع بالجماعۃمع الامام،وکذافی الہدایۃ:(۱/۲۲۵،باب الاحرام،طبع رحمانیہ)
ولمافی الدرالمحتار:(۲/۵۱۹،طبع امدادیہ)
وصلی بہم الظہروالعصربأذان واقامتین،وشرط (لصحۃ ہذاالجمع الامام الاعظم أونائبہ والاصلواوحدانا) (فلوصلی وحدہ لم یصل العصرمع الامام)
وفی التاتارخانیۃ:(۲۲۲-۲۲۴،طبع قدیمی)
فالمراد بالامام الامام الاعظم او نائبہ مقیما کان او مسافرا ، فلا یجوز الجمع مع الامام غیرہما...... وان لم یدرک فارادأن یصلی وحدہ فی رحلہ أوبجماعۃ صلی کل صلاۃفی وقتہاعندابی حنیفۃوفی((شرح الطحاوی))الصحیح قول ابی حنیفۃ.
ولمافی اعلاء السنن:(۱۰/۱۲۶،طبع دارالکتب العلمیۃ)
ولا یخفیٰ انہ صلی اللہ علیہ وسلم وان کان قد نزل بنمرۃ ولکن اصحابہ ،وہم اکثرمن مائۃ الف،لم ینزلوا کلہم بنمرۃ، بل نزلوابعرفات، ثم خرجوا منہابعد زوال الشمس الی المسجد للجمع بین الصلاتین ثم عادو الیہا ، للوقوف ، ہذا ہو الظاہر من حالہم ، فان نمرۃ لایسع مائۃالف کما لا یخفی، وفی القول بانقطاع الوقوف للخروج الی المسجد حرج عظیم و ہومدفوع بالنص، فعلی القول بخروج نمرۃ و مسجدہا عن عرفات یکون الذہاب بعد زوال الشمس الی المسجد للجمع بین الصلاتین کخروج المعتکف من معتکفہ لصلاۃ الجمعۃ اتفاقاأوللغسل المسنون علی قول ولایفوت بہ واجب الوقوف الی الغروب بعد تحققہ فافہم.
ولمافی الشامی:(۲/۵۲۵،طبع امدادیہ)
(وصلی العشائین باذان واقامۃ)لأن العشاء فی وقتہا لم تحتج للاعلام)علۃ للاقتصار ہنا علی اقامۃ واحدۃ،بخلاف الجمع فی عرفۃ فانہ با قامتین ، لان الصلاۃ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الثانية هناك تؤدى فى غير وقتها فتقع الحاجة الى اقامة أخرى للاعلام بالشروع فيها أما الثانية هنا فهى فى وقتها فتستغنى عن تجديد الاعلام كالوتر مع العشاء .بدائع. قوله:(كما لا احتياج هنا للامام) فلو صلاهما منفردا جاز"......"وذكر فى اللباب أن الجماعة سنة فى هذا الجمع ، ثم قال وشرائط هذا الجمع : الاحرام بالحج ،وتقديم الوقوف عليه ، والزمان والمكان،والوقت الخ.

وفى اعلاء السنن:(۱۰/۱۲٦-۱۲۷ طبع دار الكتب العلمية)

قال فى (البدائع) والقياس (اى قياس الجمع بين المغرب والعشاء بمزدلفه) على الجمع الأخر (اى الجمع بين الظهر والعصر بعرفة) غير سديد ،لان هناك الصلاة الثانية وهى العصر تؤدى فى غير وقتها ......والصلاة الثانية ههنا وهى العشاء تؤدى فى وقتها فيستغنى عن تجديد الاعلام كالوتر مع العشاء اه.

وفى المبسوط:(۴/۲۲ طبع دار المعرفة بيروت لبنان)

وان كان المراد به الوقت فقد تبين ان وقت المغرب فى حق الحاج لا يدخل بغروب الشمس وأداء الصلاة قبل الوقت لا يجوز والدليل عليه انه مأمور بالتاخير لا لان فى الاشتغال با لصلاة انقطاع سيره فان أداء الصلاة فى وقتها فريضة فلا يسقط بهذا العذر ولكن الامر بالتاخير للجمع بينهما بالمزدلفة وهذا المعنى يفوت باداء المغرب فى طريق المزدلفة فعليه الاعادة بعد الوصول الى المزدلفة ليصير جامعا بين الصلاتين كما هو المشروع نسكا".

وفى اعلاء السنن:(۱۰/۱۲۹ طبع دار الكتب العلمية)

قلت:ويمكن ان يقال فى تقرير الاستدلال ان الجمع بين المغرب والعشاء فى وقت العشا بمزدلفة واجب بدليل حديث اسامة هذا وليس بفرض لكونه من خبر الأحاد فمن صلى المغرب قبل غياب الشفق او بعده قبل الوصول الى المزدلفة فقد ترك الواجب فيؤمر با عادة الصلاة ما دام يمكن تداركه ولا يؤمر بها بعد طلوع الفجر".

وفى ارشاد السارى :(ص ۱۴۰ طبع دار الكتاب العربى)

وكان ينبغى ان يقال انه حرام لان الجمع بمزدلفة واجب وأداء ها حينئذ فاسد الا انه لما كان التدارك يمكنه با عادته بمكانه و زمانه عدمكروها ثم فسادها موقوف لانه يجب عليه الاعادة ما لم يطلع الفجر فاذا لم يعدها انقلب صحة.

وفى الشامى:(۲/۵۲۷ طبع امداديه)

(الصلاة امامك)......فقال لاسامة الصلاة يا رسول الله ومعنى الحديث وقتها الجائز اومكانها......(وهذا)اى عدم جواز ما صلاه فى طريق المزدلفة المفهوم من قوله (اعاده ما لم يطلع الفجر)

وفى اعلاء السنن :(۱۰/۱۲۸ طبع دار الكتب العلمية)

قال ابن المنذر:لا اختلاف بينهم ان السنة ان يجمع الحاج بين المغرب والعشاء

"والاصل فی ذالک ان النبی ﷺ جمع بینهما رواه جابرؓ وابن عمرؓ وابوایوب واحادیثهم صحاح کذافی المغنی.

ولمافی ارشادالساری:(ص ۱۲۲،طبع دارالکتاب العربی)

قال ﷺ لمن قال له فی وقت المغرب امانصلی یارسول الله الصلاة امامک ای وقتها وراءک".

ولمافی العنایة علی هامش فتح القدیر:(۲/۲۹۳،طبع رشیدیه)

"وقول قوله تعالیٰ:ان الصلاة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا.....الآیة ونحوها لیس فیها دلالة قاطعة علی تعیین الاوقات وانما دلالتها علی ان للصلاة أوقاتاوتعیینها ثبت اما بخبر جبریلؑ او بغیره من الآحاداوبفعله علیه السلام.....ثم یعمل بفعله علیه الصلاة والسلام وهو انه جمع بینهمابالمزدلفة ولا یجوز ان یکون قضاء فتعین ان یکون ذالک وقته".

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب:محمد ادریس عفی عنہ

۱۵ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

فتویٰ نمبر:

﴿فضائل مدینہ منورہ وروضہ مبارکہ ومسجد نبوی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عوام الناس میں مدینہ وروضہ مبارکہ اور مسجد نبوی کے بہت سارے فضائل سننے میں آتے ہیں آپ صاحبان سے گزارش یہ ہے کہ مدینہ وروضہ ومسجد نبوی کے ایسے فضائل بتائیں جو قرآن وحدیث میں ہوں؟

﴿جواب﴾ نبی کریم حبیب اللہ ﷺ کے ساتھ محبت وعقیدت ایمان کا حصہ ہے،جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا آپ ﷺ کے ساتھ محبت کے ضمن میں مدینہ منورہ سے محبت کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے کسی کی ذات سے سچی محبت کا فطری تقاضا ہے کہ اس کی درودیوار سے بھی محبت ہو۔

امر علی الدیار دیار لیلی ☆ اقبل ذاالجدار وذاالجدار

وماحب الدیار شغفن قلبی ☆ ولکن حب من سکن الدیار

اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کو بھی مدینہ منورہ سے بڑی محبت تھی ایک روایت میں آپ ﷺ نے دعا کی اور تمنا کی اللهم لا تجعل منایانا بمکة اے اللہ ہم کو موت مکہ مکرمہ میں نہ دیجئے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی روح مبارکہ کو مدینہ منورہ میں قبض فرمایا،مدینہ کی فضیلت بہت سی احادیث سے ثابت ہے من جملہ ان میں سے چند روایات مندرجہ ذیل ہیں:

کہ ایمان مدینہ کی طرف ایسا سکڑ جائیگا جیسا کہ سانپ اپنے بل کی طرف سکڑ جاتا ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فى وفاء الوفاء:(۱/۳۷،دار احیاء التراث العربی)

یوشک الایما ن ان یأرز الی المد ینة کما تارز الحیة الی جحرھا.

اور صحیحین کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ مجھے ایسی بستی کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جائیگی اور کھا جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام شہروں پر غالب آئیگی (امرت بقریة تا کل القری)

اور بزار کی روایت جو حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا بلاشبہ شیاطین اس بات سے مایوس ہوئے کہ میرے اس شہر (مدینہ) یا جزیرۃ العرب میں شیاطین کی عبادت کی جائے لیکن آپس کے اختلاف اور جھگڑوں سے مایوس نہیں ہوئے۔

لما فى وفاء الوفاء:(۱/۳۸،دار احیاء التراث العربی)

عن علیؓ قال قال النبی ﷺ ان الشیاطین قد ینست ان تعبد ببلدی ھذا و بجزیرۃ العرب و لکن التحریش بینھم.

اور حضرت عباسؓ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ مدینہ سے نکلا تو آپ ﷺ نے مدینہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ رب العزت نے اس جزیرہ کو شرک سے پاک کیا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ نے اس بستی کو شرک سے پاک فرمایا اگر ستارے ان لوگوں کو گمراہ نہ کریں آپؐ نے فرمایا حقیقتا اللہ بارش نازل فرماتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر بارش اس پچھتر نے اور اس پچھتر (ستارے) نے نازل کی۔

لما فى وفاء الوفاء:(۱/۳۸،دار احیاء التراث العربی)

عن العباسؓ قال خرجت مع رسول اللہ ﷺ من المدینة فالتفت الیھا وقال ان اللہ قد برأ ھذہ الجزیرۃ من الشرک وفی روایة ان اللہ قد طھر ھذہ القریة من الشرک ان لم تضلھم النجوم قال ینزل اللہ الغیث فیقولون مطرنا بنوء کذا وکذا.

اس طرح آپ کے روضۂ مبارکہ کے بھی بہت فضائل احادیث میں آئے ہیں ایک روایت جسکے راوی حضرت عمرؓ ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا جس نے میری زیارت کی تو میں ایسے شخص کی شفاعت کرونگا یا ایسے شخص کے بارے میں گواہی دونگا اور جس شخص کو دو حرموں (مدینہ یا مکہ) میں کسی میں بھی موت آ گئی قیامت میں اسکو امن والوں میں اٹھائینگے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی وفاء الوفاء(۲/۱۳۴۴،دار احیاء التراث العربی)
عن عمرؓ قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من زار قبری او قال من زارنی کنت له شفیعا او شهیدا ومن مات فی احد الحرمین بعثه الله فی الأمنین یوم القیامة.

اور ایک دوسری روایت میں ہیکہ جس شخص نے میری زیارت کا قصد کیا وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں ہوگا۔

لما فی وفاء الوفاء(۲/۱۳۴۴،دار احیاء التراث العربی)من زارنی متعمدا کان فی جواری یوم القیامة

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے مدینہ آکر میری زیارت کی تو میں قیامت کے دن اس کے لئے شفیع اور گواہ بنوں گا اور اس طرح مدینہ کے اندر مسجد نبوی ہے اس میں نماز پڑھنے کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کجاوے مت کسو سوائے تین مساجد کے (۱) میری مسجد (۲) مسجد حرام اور (۳) مسجد اقصیٰ کے۔

لما فی وفاء الوفاء(۲/۲۱۵،دار احیاء التراث العربی)
لاتشد الرحال الا الی ثلاثة مساجد مسجدی و المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ.

اور ایک روایت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء کے لئے خاتم ہوں اور میری مسجد تمام انبیاء کی مساجد کے لئے خاتم ہے، مسجدوں میں سب سے زیادہ حق اس بات کا جن کی زیارت کی جائے اور جن کی طرف کجاوے باندھ کر سفر کیا جائے وہ (۱) مسجد حرام ہے (۲) اور مسجد نبوی اور میری مسجد میں ایک نماز ادا کرنا باقی مساجد میں ہزار نمازوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے۔

لما فی وفاء الوفاء(۲/۲۲۰،دار احیاء التراث العربی)
عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء احق المساجد ان یزار وتشد الیه الرواحل المسجد الحرام ومسجدی وصلاة فی مسجدی افضل من الف صلاة فی ماسواه من المساجد الا المسجد الحرام.

اور مسلسل چالیس نمازیں مسجد نبوی میں جو شخص ادا کرتا ہے اسکو دو پروانے ملتے ہیں (۱) پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا اور (۲) پروانہ قیامت کے دن نجات کا ملے گا۔

لما فی فقه الاسلامیه:(۲/۲۳۹۷،طبع رشیدیه)
من صلی فی مسجدی اربعین صلاة لاتفوته صلاة کتبت له براءة من النار ونجاة یوم القیامة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :محمد طیب حسن زئی

۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۶۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿کتاب النکاح﴾

﴿نکاح کے مسائل کا بیان﴾

﴿منگنی صرف وعدہ نکاح ہے نکاح نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ منگنی ہو جانے کے بعد لڑکی کو اس لڑکے کے نکاح میں دینا واجب سمجھا جاتا ہے، یہاں تک کہ لڑکے کے برے اخلاق وعادات یا کسی دوسرے عذر کی وجہ سے لڑکی والے اس نکاح کو منع کر دیں تو پھر ان کو سخت طعن وتشنیع کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔کیا شریعت میں نکاح کی طرح منگنی کے بعد بھی عقد نکاح لازم ہو جاتا ہے؟ نیز ہمارے علاقے میں منگنی کے وقت ایجاب وقبول نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک دعاء پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ برائے مہربانی شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ منگنی نکاح نہیں ہے وعدہ نکاح ہے بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا جائز نہیں ہے اور شرعی عذر ہو تو جائز ہے، ایسی بات پر لعن طعن یا بائیکاٹ کرنا جہالت ہے جس کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لما في الفقه الاسلامي وادلته:(۹/۶۴۹۲،طبع:رشيديه)

الخطبة مجرد وعدبالزواج ،وليست زواجا،فان الزواج لايتم الابانعقاد العقد المعروف ،فيظل كل من الخاطبين اجنبياعن الآخر،ولايحل له الاطلاع الاعلى المقدارالمباح شرعاوهو الوجه والكفان.

ولمافي البحر:(۳/۸۳،طبع:سعيد ،كراچی)

لوقال هل اعطيتنيهافقال اعطيتک ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح.

ولمافي الدر:(۳/۱۲،طبع:سعيد كراچی)

وان كان للوعد فوعد ،وفي الشامية:لوقال هواعطيتنيهافقال اعطيتک ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح.

واللہ اعلم بالصواب: عزیز احمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ — الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۳۱۱۹ — ۲ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ

﴿نکاح میں خطبہ کی حیثیت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اگر کوئی شخص بھولے سے بغیر خطبہ کے نکاح پڑھائے اور پھر بعد میں یاد آجائے تو کیا نکاح منعقد ہوجائیگا کہ نہیں؟ براہ کرم فقہ حنفی کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: مولوی رحمت سلام

﴿جواب﴾ نکاح ایجاب وقبول سے عبارت ہے، البتہ گواہوں کی موجودگی نکاح کیلئے شرط ہے خطبہ رکن یا شرط نہیں ہے، خطبہ کے بغیر بھی ایجاب وقبول سے نکاح ہوجاتا ہے بشرطیکہ گواہوں کی موجودگی میں ہو، البتہ خطبہ نکاح کیلئے سنت ہے قصداً چھوڑنا غلط ہے بھولے سے رہ جائے تو نکاح کا اعادہ ضروری نہیں ہے، ہاں خطبہ پڑھ کر دوبارہ بھی کرلیا جائے تو بہتر ہے تاکہ سنت کی جو کمی رہ گئی تھی وہ بھی پوری ہو، تاہم پہلا والا نکاح معتبر ہے۔

لمافی الدر مع الرد:ج۳،۸/۱(طبع :سعید)

ویندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه فى مسجد يوم جمعة بعاقد رشيد وشهود عدول ـــ وفى الشامية:وينعقد أى النكاح أى يثبت ويحصل انعقاده بالايجاب والقبول۔

ولمافى التنوير مع الدر:(۳/۲۱۔۲۲،طبع :سعيد)

(و)شرط(حضور)شاهدين (حرين)أوحرة وحرتين(مكلفين سامعين قولهمامعا)

ولمافى اعلاء السنن:ج۱۱/۸(طبع :دارالكتب العلميه)

عن رجل من بنى سليم قال :خطبت الى النبى صلى الله عليه وسلم امامة بنت عبدالمطلب فانكحنى من غير أن يتشهد فدل ذلك على جواز النكاح بغير خطبة مع عدم كراهة ،فالخطبة له مستحبة.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

واللہ اعلم بالصواب: فضل حق زیزاروی
فتوی نمبر:۴۰۶۱

﴿اپنی لڑکی فلاں کو دیدی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی لڑکی کا رشتہ آیا تو اس شخص نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار کرکے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی زید کو دی ہے لیکن اسکا یہ اقرار نکاح کی نیت سے نہیں تھا پھر مذکورہ لڑکی کا نکاح زید کے علاوہ کسی اور سے ہوا، پوچھنا یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح زید سے ہوا یا نہیں؟ اسی طرح دوسرے نکاح کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت منگنی کی ہے نکاح کی نہیں اور منگنی صرف وعدہ نکاح ہے، لہٰذا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ صحیح ہے، البتہ بلاوجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الشامی:(۱۷/۳،طبع سعید)

فان قامت القرینة علی عدمه لا ینعقد،فلو طلب من امرأۃ الزنی فقالت:وهبت نفسی منک فقال الرجل قبلت لایکون نکاحا کقول ابی البنت وهبتها لک لتخدمک فقال قبلت الا اذا أراد به النکاح وهکذافی البحر:(۳/۸۶-۸۷،طبع سعید)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:حبیب الوہاب

۲۰ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۵۳

﴿وٹہ سٹہ میں ایک عورت کے مقابلے میں دو لینا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید بکر کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط پر کراتا ہے کہ بکر اپنی دو بہنوں کا نکاح زید کے بیٹوں کے ساتھ کرائے گا،لہذا ایسا کرنا ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی:عبدالستار صاحب

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں زید کی بیٹی کا نکاح بکر کیساتھ صحیح ہوگیا ہے،البتہ یہ شرط کہ "بکر اپنی دو بہنوں کا نکاح زید کے بیٹوں سے کرائیگا" فاسد ہے،اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس طرح کا نکاح شرعا اگرچہ صحیح اور معتبر مانا جاتا ہے لیکن اس کے مفاسد عام مشاہدہ میں آتے ہیں اس لئے اس سے بچنا چاہیے۔

لما فی سنن ابی داؤد:(۱/۳۰۰،طبع رحمانیہ)

عن ابن عمران رسول اللہ ﷺ نهی عن الشغار زاد مسدد فی حدیثه قلت لنا فع ماشغار قال ینکح ابنته الرجل وینکح ابنته بغیر صداق وینکح اخت الرجل فینکحه اخته بغیر صداق.

ولما فی الشامی:(۳/۱۰۶،طبع سعید)

(ووجب مهر المثل فی الشغار)هو ان یزوجه الاخر بنته علی أن یزوجه الاخر بنته أواخته مثلا معاوضة بالعقدین ، ومنهی عنه لخلوه عن المهر ،او جبنا فیه مهر المثل فلم یبق شغارا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد احمد عفی عنہ

۱۰رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۶۲۶

﴿نکاح میں گواہوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ شاہدہ کا نکاح زید سے کراتے وقت نکاح کے گواہ ایک سنی اور ایک آغا خانی کو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نامزد کیا گیا تھا جبکہ مجلس نکاح میں دوسرے سنی مسلمان بھی موجود تھے، کیا یہ نکاح درست ہے؟ جبکہ شرع کی روشنی میں دو مسلمان گواہوں کا ہونا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ نکاح وغیرہ میں گواہی کا نصاب یہ ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد، دو عورتیں ہوں، مذکورہ صورت میں ان دونوں نامزد گواہوں (ایک سنی دوسرا آغا خانی) کے علاوہ چونکہ دوسرے مسلمان (جن کو اگرچہ باقاعدہ گواہ نامزد نہیں کیا گیا تھا) بھی موجود تھے اور مذکورہ عقد نکاح ان کے سامنے ہوا تھا جو کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے کافی ہے، لہٰذا مذکورہ عقد درست ہے۔

لما فی التنویر مع الدر: (۴۶۱/۵، طبع سعید)

هی لغة: خبر قاطع و شرعاً (اخبار صدق لاثبات حق)......(وشرطها) احد و عشرون شرطاً...... العقل الكامل......ونصابها...... لغيرها من الحقوق سواء كان مالاً أو غيره كنكاح......رجلان أو رجل و امرأتان.

ولما فی الشامی: (۴۷۱/۵، طبع سعید)

قوله (والنكاح) قال فی جامع الفصولين: الشهادة بالسماع من الخارجين من بين جماعة حاضرين فی بيت عقد النكاح بأن المهر كذا يقبل. لا ممن سمع من غيرهم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: محمد شریف حسین غفرلہ

۲۷ رجب ۱۴۲۸ھ | فتویٰ نمبر: ۵۷۶

﴿حال یا استقبال کے صیغوں سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کی دو بیٹیاں ہیں دونوں نابالغ ہیں کوئی مرد ولی موجود نہیں ہے، عورت (ان بچیوں کی ماں) نے ایک دفعہ کہا کہ میں اپنی یہ دونوں بچیاں نکاح میں دیتی ہوں اگر کوئی ان سے نکاح کرنا چاہے دوسری طرف ایک آدمی نے کہا کہ میں اپنے دو بیٹوں سے انکا نکاح کرنا چاہتا ہوں جاوید جو کہ بالغ ہے اس کا نکاح بڑی لڑکی سے اور انس جو کہ چھوٹا ہے اسکا نکاح چھوٹی لڑکی سے، پوچھنا یہ ہے کہ یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر منعقد ہو جاتا ہے تو بلوغت کے بعد ان بچیوں کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

مستفتی: ظہور احمد

﴿جواب﴾ نکاح کے انعقاد کے لئے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول دونوں یا ان میں سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ایک ماضی کے صیغے کیساتھ ہو مثلاً الفاظ ایسے ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی آپ کے بیٹے کے نکاح میں دے دی اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کرلیا یا ایک کہے کہ میں دینا چاہتا ہوں اور دوسرا کہے کہ میں نے قبول کرلیا۔

مذکورہ صورت میں دونوں ولی نکاح نے چاہنے کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس سے صرف ارادہ نکاح یا وعدہ نکاح ثابت ہورہا ہے اور ارادہ نکاح یا وعدہ نکاح سے نکاح متحقق نہیں ہوتا، لھذا مذکورہ صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا۔

لمافی الدر المختار:(۹/۳،طبع سعید)

وینعقد بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضی کزوجت نفسی أو بنتی أوموکلتی منک ویقول الآخر تزوجت وینعقد أیضاً بما:أی بلفظین وضع احدهماله والآخر للاستقبال أوللحال.

ولمافی الهندیة:(۲۹۸/۱،طبع قدیمی)

ینعقد بالایجاب والقبول وضعا للمضی أو وضع أحدهما للمضی والآخر لغیره مستقبلا کان کالامر أوحالا کالمضارع کذافی النهر الفائق.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب :عبداللہ عفی عنہ

کیم جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ

فتویٰ نمبر:۹۳۶

﴿خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے ہونا چاہیے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام ومفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے ہونا چاہئے یا بعد میں؟ اگر خطبہ ایجاب وقبول کے بعد پڑھا جائے تو اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

مستفتی ابو حذیفہ

﴿جواب﴾ خطبہ نکاح ایجاب وقبول سے پہلے مسنون ہے، ہاں ایجاب وقبول کے بعد پڑھے جانے کیوجہ سے برکت میں کمی ہوگی۔

لمافی سنن ابی داؤد:(۳۰۶/۱،طبع رحمانیه)

عن رجل من بنی سلیم قال خطبت الی النبی صلی الله علیه وسلم امامة بنت عبدالمطلب فانکحنی من غیران یتشهد،قال محشیه:یتشهد:ای یخطب،فدل علی جواز نکاح بغیر خطبة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی البحر الرائق:(۸۱/۳،طبع سعید)
ویستحب ان یکون النکاح ظاھراوان یکون قبلہ خطبۃ وان یکون عقدہ فی یوم الجمعۃ.
ولما فی الدر المختار:(۸/۳،طبع سعید)
ویندب اعلانہ وتقدیم خطبۃ وکونہ فی مسجدیوم جمعۃ.

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب:فرمان اللہ غفرہ اللہ
۲ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ
فتوی نمبر:۹۳۷

﴿فارم نکاح پر نکاح خواں کے علاوہ کسی اور کے دستخط کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾(۱)میں اللہ والا ٹاؤن کا نکاح خواں اور جسٹرار ہوں مختلف لوگ آکر فارم لے جاتے ہیں اور رجسٹریشن کا وعدہ کرتے ہیں کہ آپ ہی سے رجسٹریشن کرائیں گے پھر رجسٹریشن کسی اور سے کراتے ہیں جسکی وجہ سے فارم کم ہو جاتے ہیں،اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(۲)نکاح خوانی کے کالم پر کوئی دوسرا شخص جس نے نکاح نہ پڑھایا ہو اپنا نام پتہ لکھ سکتا ہے یانہیں؟(۳)مختلف لوگ نکاح خوانی کیلئے نام لکھواتے ہیں مگر نکاح کسی دوسرے صاحب سے پڑھواتے ہیں اس بارے میں تفصیل سے بتا دیجئے۔

﴿جواب﴾(۱)جولوگ رجسٹریشن کا وعدہ کر کے فارم لے جاتے ہیں اور پھر رجسٹریش کسی اور سے کراتے ہیں یہ وعدہ خلافی ہے جسکی وجہ سے گناہ گار ہیں۔

(۲)نکاح خوانی کے کالم پر صرف نکاح خواں یا وہ جسکو اجازت دیدے دستخط کرسکتا ہے، انکے علاوہ کا دستخط کرنا خلاف شرع وخلاف قانون ہے۔

(۳)نکاح پڑھوانے کیلئے باقاعدہ نام لکھوا کر وقت مقرر کرلیا اور آپ نے بھی اس وقت کو اس کام کیلئے دیگر مصروفیات سے فارغ کردیا تو بلاوجہ کسی اور سے نکاح پڑھوانا اور آپکو منتظر رکھنا ایذاء مسلم ہے،اس سے بچنا ضروری ہے،کوئی ضرورت پیش آجائے تو اطلاع کرنا چاہیے لیکن ان تمام صورتوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا نکاح صحیح ہے۔

لما فی قولہ تعالی:(بنی اسرائیل،آیت ۳۴)واوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا.
ولما فی الاشباہ والنظائر:(ص ۲۸۱،طبع قدیمی)الخلف فی الوعد حرام.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی المرقاۃ:(۱۰۲/۹ طبع رشیدیه)

واعلم ان الوعدامرمامور الوفاء به فی جمیع الادیان حافظ علیه الرسل المتقدمون.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرہ اللہ

۱۴۲۸ھ　　　　فتویٰ نمبر:

﴿نکاح خوانی کی اجرت لینا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں یہ رواج ہے کہ نکاح خوانی کے لئے جس مولوی صاحب کو لایا جاتا ہے تو لوگ اسکو نکاح خوانی کی اجرت دیتے ہیں یا وہ مولوی صاحب پہلے سے خود طے کرتے ہے کہ میں اتنے پیسے لونگا، کیا یہ دونوں صورتیں جائز ہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ مولوی صاحب کو نکاح خوانی کی اجرت دینا جائز ہے اور اگر مولوی صاحب پہلے سے خود طے کرلیں اور نکاح پڑھوانے والے اس کو قبول کرلیں تو یہ بھی جائز ہے۔

لما فی الهندیة:(۳۴۵/۳ طبع رشیدیه)

والمختار للفتوی انه اذا عقدبکرایاخذدینارا وفی الثیب نصف دینارویحل له ذلک هکذا قالوا فی البرجندی.

ولما فی الدر مع الرد:(۶۴/۶ طبع سعید)

ولا یستحق المشترک الاجرحتی یعمل کالقصارونحوه قوله حتی یعمل لان الاجارة عقدمعاوضة فتقتضی المساواة بینهما فمالم یسلم المعقودعلیه للمستاجرلا یسلم له العوض والمعقودعلیه هوالعمل او اثره علی مابیناه فلابدمن العمل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز عفی عنہ

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۹۴۷

﴿نومسلمہ کا نکاح﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ منکوحہ کافر اگر مسلمان ہوکر دارالاسلام آجائے تو اس کیلئے نکاح شرعی کب جائز ہوگا؟ اور عدت گذارنا اس پر لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: محمد عظیم گاؤں عبدل خیل ضلع لکی مروت

﴿جواب﴾ اگر عورت مسلمان ہوکر دارالحرب سے ہجرت کرکے آجائے تو دارالاسلام میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

داخل ہونے سے نکاح سابق ختم ہوجائے گا اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد ورنہ مفتٰی بہ قول کے مطابق بغیر عدت گذارے وہ نکاح کرسکتی ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳/۱۹۳-۱۹۲،طبع سعید)

(ولو اسلم زوج الكتابية) ولو مآلاً كما مر (فهي له و) المرأة (تبين بتباين الدارين) حقيقة وحكما (لا) بـ (السبي فلو خرج) أحدهما (الينا مسلماً) أو ذمياً أو أسلم أو صار ذمة في دارنا (أو اخرج مسبياً) وأدخل في دارنا (بانت) بتباين الدارين ،اذ أهل الحرب كالموتى ولا نكاح بين حي وميت..... (ومن هاجرت الينا) مسلمة أو ذمية (حائلاً بانت بلا عدة) فيحصل تزوجها،أما الحامل فحتى تضع على الأظهر لا للعدة بل لشغل الرحم بحق الغير.

وفي الشامية:(قوله ومن هاجرت الينا الخ) ألمهاجرة التاركة دار الحرب الى دار الاسلام على عزم عدم العود،وذالك بأن تخرج مسلمة أو ذمية أو صارت كذلك بحر وهذه المسئلة داخلة فيما قبلها،لكن ما مر فيما اذا خرج أحدهما مهاجراً وقعت الفرقة بينهما والمقصود من هذه أنه اذا كانت المهاجرة المرأة ووقعت الفرقة فلا عدة عليها عند أبي حنيفة سواء كانت حاملاً أو حائلاً فتزوج للحال ،الا الحامل فتربص لا على وجه العدة بل ليرتفع المانع بالوضع.

ولما فی البحر الرائق:(۳/۲۱۲،طبع سعید)

(قوله وتنكح المهاجرة الحائل بلا عدة):أى [illegible] بحامل.....اذا خرجت المرأة مسلمة أو ذمية وتركت زوجها في دار الحرب فقد بانت فلا عدة عليها ان لم تكن حاملاً فتزوج للحال عند الامام وقالا عليها العدة،لأن الفرقة وقعت بعد الدخول في دار الاسلام فيلزمها حكم الاسلام ولأبي حنيفة أنها أثر النكاح المتقدم وجبت اظهار الخطره ولا خطر لملك الحربي ، ولهذا لا تجب على المسبية.

ولما فی الهدایة مع فتح القدیر:(۳/۲۰۰،طبع رشیدیہ)

(واذا خرج أحد الزوجين الينا من دار الحرب مسلماً وقعت البينونة بينهما) الخ.

ولما فی الهدایة مع فتح القدیر:(۳/۲۰۳،طبع رشیدیہ)

(واذا خرجت المرأة الينا مهاجرة جاز لها أن تتزوج ولا عدة عليها وان كانت حاملاً لم تتزوج حتى تضع حملها)

واللہ اعلم بالصواب:محمد طیب عفا اللہ عنہ | الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر:۲۸۳۷ | ۲۹محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

﴿ناجائز تعلقات والی سے شادی کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

زید اور صائمہ اکٹھے کالج میں پڑھتے تھے، انکے آپس میں ناجائز تعلقات تھے مگر ابھی تک ان سے زنا سرزد نہیں ہوا، البتہ شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چھوا اور گپ شپ لگائی ہے جس سے منی خارج ہوئی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا اب زید کے لئے صائمہ سے شادی کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ جبکہ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ جس سے ناجائز تعلقات ہوں، اس سے شادی کرنا صحیح نہیں ہے۔

﴿جواب﴾ غیر محرم عورت سے اختلاط اور اسکو شہوت سے چھونا گناہ کبیرہ ہے، لہٰذا زید اور صائمہ دونوں سخت گنہگار ہو گئے ہیں، سچے دل سے توبہ کریں لیکن یہ کہنا کہ اب انکا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا، غلط ہے بلکہ اب تو صائمہ کا زید ہی سے بلا تاخیر نکاح کرنا زیادہ بہتر ہے تاکہ دوبارہ گناہ کا کوئی خطرہ نہ رہے۔

لمافی الشامی:(۴۸/۲، کتاب النکاح، طبع سعید)

وصح نکاح حبلی من زنا: ای عندهما وقال أبو یوسف لا یصح والفتوی علی قولهما.

ولمافی المحیط البرهانی:(۱۰۸/۲، کتاب النکاح، ألفصل الرابع، ادارة القرآن.....)

قال أبو حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالی یجوز أن یتزوج امرأة حاملا من الزنا ... والفتوی علی قول أبی حنیفة ومحمد رحمهما الله تعالی

ولمافی البحر:(۹۶/۲، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، طبع سعید کراتشی)

لو زنا امرأة رجل لم تحرم علیه وجاز له وطؤها عقب الزنا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۹۵

﴿اپنی مزنیہ سے نکاح اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا اور عورت کو حمل ٹھہر گیا پھر زید نے اسی عورت سے شادی کر لی، اور شادی کے بعد اس حمل سے بچہ پیدا ہوا! تو کیا زید کا اپنی مزنیہ سے نکاح کرنا درست ہے؟ اور جو بچہ پیدا ہوا اس کا نسب زید سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی: ریاض احمد

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں زید کا نکاح اس عورت سے صحیح ہے اور زنا کا وہ خود اگر دعویٰ نہیں کرتا اور بچے کو اپنا بچہ مانتا ہے تو اس بچے کا نسب زید سے ثابت ہوگا اور لوگوں کیلئے مناسب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نہیں اس کی غلطی پر اور معصوم بچے کی نسل پر تبصرہ کریں۔

لما في المحيط البرهاني:(۴/۱۷۲،۱۷۳،ثبوت النسب،طبع:دار القرآن)

رجل زنى بامرأة وحبلت منه،فلما استبان حملها تزوجها الذى زنى بها ،فالنكاح جائز وان جاء ت بالولد بعد النكاح لستة أشهر فصاعداً تثبت النسب منه،ويرث منه،لأنها جاء ت في مدة حمل تام عقيب نكاح صحيح،وان جاء ت به لأقل من ستة أشهر لا يثبت النسب ولا يرث منه،الا أن يقول:هذا الولد مني،ولم يقل من الزنا.

ولما في التنوير مع الدر:(۴/۴۸،۴۹،طبع:سعيد)

(و)صح نكاح (حبلى من زنا لا)حبلى (من غيره)أى الزنى.........

ولما في الشامي:(۴/۴۹،طبع:سعيد)

(قوله والولد له)اى ان جاء ت بعد النكاح لستة أشهر مختارات النوازل،فلو لأقل من ستة أشهر من وقت النكاح ،لا يثبت النسب ولا يرث منه ،الا ان يقول هذا الولد مني ولا يقول من الزنى خانية وكذا ثبوته مطلقا اذا جاء ت به لستة أشهر من النكاح لاحتمال علوقه بعد العقد وان ما قبل العقد كان انتفاخا لا حملا ويحتاط في اثبات النسب ما أمكن.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد شعیب عفی عنہ

۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۳۰۸۸

﴿انسان کے لئے جنیہ سے شادی کرنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے کوہستان میں ایک آدمی نے ایک شادی انسان سے کی ہے جبکہ دوسری شادی جنیہ سے کی ہے تو اسکی جنیہ سے یہ شادی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ انسان اور جن دو الگ الگ جنس ہیں اور شریعت میں ایک جنس کی دوسری جنس کے ساتھ نکاح کی بالکل اجازت نہیں۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اس شخص کا جنیہ سے نکاح کر لینا شرعی اعتبار سے غلط ہے۔

لما في قوله تعالى:(سورة النحل،آيت ۷۲)والله جعل لكم من انفسكم ازواجا......الأية.

ولما في قوله تعالى:(سورة التوبة،آيت ۱۲۸)لقد جاء كم رسول من انفسكم......الأية.

ولما في ردالمحتار:(۴/۶۱-۶۲،باب النكاح،طبع امداديه)

لا تجوز المناكحة بين آدم والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس ومفاد المفاعلة أنه

لايجوز للجني أن يتزوج انسية أيضا..... ألأصح أنه لايصح نكاح آدمي جنية كعكسه لاختلاف الجنس، فكانوا كبقية الحيوانات.

ولمافي منحة الخالق على البحر:(۵۸/۱،موجبات الغسل،طبع سعيد کراچی)

وكذااذاظهر للرجل من الانس جنية في صورة آدمية فوطئها فانه يجب عليه الغسل..... ومن ثم علل به بعضهم حرمة التناكح بينهما.فينبغي حينئذ ان لايجب الا بانزال كماوطء البهيمة والميتة.

ولمافي الاشباه والنظائر:(ص۳۲۰،أحكام الجان،طبع قديمي)

لاتجوزالمناكحة بين آدمي والجن وانسان الماء لاختلاف الجنس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۱محرم الحرام ۱۴۳۲ھ

فتویٰ نمبر:۲۷۹۸

﴿ختنہ کیے بغیر نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری دو مہینے بعد شادی ہونے والی ہے جبکہ میں پیدائشی مختون (ختنہ کیا ہوا پیدا) ہوں، اب ساتھی مجھے کہہ رہے ہیں کہ جب تک آپ ختنہ نہیں کرو گے تب تک آپکی شادی صحیح نہیں ہوگی اور شادی کے بعد اہلیہ سے تعلقات رکھنا وغیرہ سب کچھ حرام ہوگا، پوچھنا یہ ہے کہ میرے لئے ختنہ کرنا ضروری ہے؟ اور کیا ختنہ کیے بغیر نکاح نہیں ہوگا؟

مستفتی: مستقیم، کورنگی کراچی

﴿جواب﴾ ختنہ پر نکاح کی صحت کا کوئی مدار نہیں ہے بلکہ یہ شعائر اسلام میں سے ایک مستقل سنت ہے اور اسکی اپنی اہمیت ہے لیکن اگر آپ کے بارے میں تجربہ کار لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ مختون پیدا ہوا ہے تو آپ پر ختنہ کرنا لازم نہیں ہے۔

لمافي الهندية:(۳۵۷/۵،طبع رشيديه)

قيل في ختان الكبير اذاأمكن أن يختتن نفسه فعل والا لم يفعل الاأن يمكن أن يتزوج أو يشترى ختانة فتختنه.

ولمافي اختلاف الأئمة العلماء:(۳۲۲/۱،طبع دارالكتب العلمية،بيروت لبنان)

اتفقواعلى أن الختان في حق الرجال والخفاض في حق الأنثى مشروع ثم اختلفوافي وجوبه فقال ابوحنيفةؒ ومالكؒ هوسنة في حقهماوليس بواجب وجوب فرض ولكن يأثم تاركه.

ولمافي قاضيخان:(۲۱۲/۳،فصل في الختان،طبع:قديمي)

واذالم يكن مدجلدة الصبي ليقطع الابتشديدوحشفته ظاهرة لورأهاانسان يراه كأنه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ختن قالوا: ينظر اليه الثقات وأهل البصر من الحجامين فان قالوا هو على خلاف مايمكن الاختتان فانه لايشدد عليه ولايتعرض بل يترك ويكون ذلك عذرا والواجبات تسقط بالأعذار فالسنة أولى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ذیشان احمد ملازئی

۸ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۸۱

﴿رخصتی کے بعد نکاح سے پہلے لڑکی سے تعلق کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکے کی شادی ہونے والی ہے اور لڑکی کے گھر والوں نے رخصتی کرا کے لڑکی کو انکے گھر منتقل کیا، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ رخصتی کے بعد عقد نکاح سے پہلے لڑکے کے والد کیلئے، جو اس لڑکی کا سسر بنے گا، اس لڑکی سے شرعی پردہ ہے یا نہیں؟

مستفتی: محمد علی کورنگی کراچی

﴿جواب﴾ نکاح کئے بغیر رخصتی کا رواج غلط ہے نکاح رخصتی سے پہلے یا کم از کم ساتھ ہونا ضروری ہے، نکاح سے پہلے بننے والا سسر غیر محرم ہے، تو بننے والا شوہر بھی غیر محرم اور اجنبی ہے، البتہ ایسی لڑکی جس سے شادی کا ارادہ ہو پسند کرنے کی غرض سے دیکھنا جائز ہے شوہر پسند کرے یا اس کا والد اس نظر سے دیکھے تو اسکی گنجائش ہے لیکن یہ مرحلہ رخصتی سے پہلے کا ہے، لہذا رخصتی کے ساتھ بلا تاخیر نکاح ضروری ہے۔

لمافی قوله تعالى: (سورة النور پاره ۱۸، آیت ۳۱)

وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن ويحفظن فروجهن ولايبدين زينتهن الا ماظهر منها وليضربن بخمرهن على جيوبهن ولايبدين زينتهن الالبعولتهن...... الآية.

ولمافی ردالمحتار: (۱۱/۳، طبع سعید)

لوقال هل أعطيتنيها فقال أعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح.

ولمافی الدرالمختار: (۱۲/۳، طبع سعید)

أو هل أعطيتنيها أن المجلس للنكاح وان للوعد فوعد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ذیشان احمد ملازئی

۲۹ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۹۴۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بیرون ممالک میں نکاح کرنے کی ایک صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں سے جو لوگ مزدوری کیلئے یا تعلیم حاصل کرنے کیلئے بیرون ممالک میں جاتے ہیں اور وہاں جا کر نکاح کر لیتے ہیں اور یہ نکاح باقاعدہ طور پر دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کے ساتھ کیا جاتا ہے لیکن عقد نکاح کے وقت یہ نیت ہوتی ہے کہ جب تک تعلیم حاصل کرتے رہینگے، اس وقت تک نکاح کو برقرار رکھیں گے اور جب واپس جائینگے تو طلاق کے ذریعے نکاح کو ختم کریں گے یعنی مستقل وہاں رہنے کی نیت نہیں ہوتی، پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح نکاح کا شرعاً کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ نکاح کے وقت دل میں پختہ عزم ہو کہ ایک خاص مدت تک اس کو بیوی بنا کر رکھوں گا اور پھر طلاق دیکر چھوڑ دوں گا اس عزم وارادہ کو صرف دل میں اگر پوشیدہ رکھا، بیوی بننے والی خاتون پر ظاہر نہیں کیا بلکہ اس کو یہ تأثر دیا کہ تاحیات باوفا شوہر رہوں گا تو یہ دھوکہ ہے اور مروت کے خلاف ہے، شریعت مطہرہ دھوکہ اور خلاف مروت باتوں کی ہرگز اجازت نہیں دیتی، اس صورت میں اگرچہ نکاح ہو جاتا ہے لیکن دھوکہ اور فریب کا گناہ ضرور ہے، اس لئے کہ نکاح کا مدار گواہوں کی موجوگی میں ایجاب وقبول پر ہے، دل ہی دل میں رکھے پوشیدہ ارادہ پر نہیں ہے اور اگر باقاعدہ ظاہر کر دیا اور نکاح کے وقت طے کر دیا کہ فلاں مدت تک بیوی بنا کر رکھوں گا پھر طلاق دیکر چھوڑ دونگا تو یہ اہل تشیع کے ہاں رائج متعہ ہے، اہل السنّت والجماعت کے ہاں اس کی ہرگز گنجائش نہیں ہے۔

لما في الهندية:(۱/۲۱۲،طبع قديمی)

لوتزوجها مطلقا وفي نيته أن يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح.

ولما في البحر الرائق:(۳/۱۰۸، طبع سعيد)

ولوتزوجها وفي نيته أن يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح لأن التوقيت انما يكون باللفظ.

ولما في التنوير مع الدر:(۳/۵۱،طبع سعيد)

(وبطل نكاح متعة ومؤقت)وان جهلت المدة أو طالت في الأصح وليس منه مالو نكحها على أن يطلقها بعد شهر أو نوى مكثه معها مدة معينة.

ولما في مجمع الأنهر:(۱/۴۸۸،طبع المنار)

ولو تزوج بنية أن يقعد معها مدة نواها فالنكاح صحيح لأن التوقيت انما يكون باللفظ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما في فتح القدير:(۲/۳۶، ۳۷۷ طبع رشيديه)

ونكاح المتعة باطل وهو أن يقول لامرأة خالية من الموانع أتمتع بك كذا مدة عشرة أيام مثلاأو يقول أياما أومتعيني نفسك أياما أو عشرة أياما أو يذكر أياما بكذامن المال..... والحاصل أن معنى المتعة عقد موقت ينتهي بانتهائها الوقت فيدخل فيه ما بمادة المتعة والنكاح الموقت أيضا فيكون النكاح الموقت من افراد المتعة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :محمد عمران غفرلہ ولوالدیہ

۲صفرالمظفر ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۸۳۱

﴿نکاح میں تعلیق کی ایک صورت کاحکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ نکاح کیا: (۱) زید اپنی سابقہ بیوی کو چھ مہینے کے اندر اندر طلاق دے گا اگر طلاق نہیں دی تو یہ نکاح باطل تصور ہوگا (۲) اس دوران (چھ ماہ) میں لڑکی اپنے والد کے ہاں مقیم ہوگی اور زید کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا، اب چھ ماہ سے زائد عرصہ ہوا ہے لیکن زید نے نہ پہلی بیوی کو طلاق دی اور دوسری بیوی کو بھی رکھا ہے۔

لہٰذا اب مطلوب یہ ہے کہ (۱) اس وعدہ طلاق سے اسکی پہلی بیوی کو طلاق ہو جائیگی یا نہیں؟
(۲) سابقہ بیوی کو چھ ماہ کے اندر طلاق نہ دینے کی وجہ سے دوسری بیوی کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ (۱) اس صورت میں زید کی سابقہ بیوی کو طلاق نہیں ہوگی کیونکہ اس کے شوہر نے صرف وعدہ طلاق کیا ہے اور محض وعدہ طلاق سے طلاق نہیں ہوتی جب تک اپنے کیے وعدہ پر عمل نہ ہو۔

لما في فتح القدير:(۴/۷، كتاب الطلاق طبع رشيديه)

ولايقع باطلقك الااذاغلب في الحال.

(۲) سابقہ بیوی کو طلاق نہ دینے کے باوجود دوسری بیوی سے کیا ہوا نکاح صحیح ہوگا، اس لئے کہ اس نے نکاح اگرچہ پہلی بیوی کی طلاق سے معلق کیا تھا لیکن چونکہ اس نے یہ الفاظ استعمال کئے تھے ''نکاح باطل تصور ہوگا'' اور اس قسم کے الفاظ سے طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لئے یہ نکاح درست ہوگا۔

لما في الهندية:(۱/۶ ۳۱ طبع قديمي)

امرأة قالت لزوجها مراطلاق ده فقال الزوج: داده گير و كرده گير او قال داده باد و كرده باد ان نوى يقع ويكون رجعيا وان لم ينو لايقع وفيهما لوقال: داده انگار او كرده انگار لايقع وان نوى.

ولما فی عمدۃ القاری:(۱۹۸/۲۰،طبع رشیدیہ)

الشروط التی تشترط فی عقد النکاح وھی علی انواع منھا ما یجب الوفاء بہ کحسن الشعرۃ ومنھا ما لا یلزم کسوال طلاق اختھا......وقال عطاء اذا شرطت انک لا تنکح ولا تتسری ولا تذھب ولا تخرج بھا بطل الشرط اذا نکحھا.

ولما فی صحیح البخاری:(۲۸۰/۲،طبع رحمانیہ)

عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال :لایحل لامراۃ تسئل طلاق اختھا لتستفرغ صحفتھا فانما لھا ماقدر لھا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:محمد فاروق چارسدوی

۲۵محرم الحرام ۱۴۳۲ھ فتویٰ نمبر:۲۷۹۲

﴿تحریری صورت میں نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ (۱) اگر کسی کی طرف سے مجلس نکاح میں تحریری صورت میں بغیر اس کی موجودگی کے ایجاب پیش کیا جائے اور فریق ثانی گواہوں کے سامنے اس ایجاب کو قبول کرے تو کیا اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟ (۲) آج کل نکاح کے وقت نکاح نامہ فارم پُر کرنا لازمی ہوتا ہے کیا نکاح کے انعقاد کیلئے شرعاً یہ فارم پُر کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ (۱) اگر چہ بہتر یہ ہے کہ دونوں عاقدین یا ان کے وکلاء مجلس نکاح میں موجود ہوں لیکن اگر کوئی فریق خود یا اس کا وکیل نہ ہو مگر اس کی طرف سے ایجاب مستند تحریری شکل میں موجود ہو اور فریق ثانی گواہوں کی موجودگی میں قبول کرے تو نکاح درست اور صحیح ہوگا۔

لما فی بدائع الصنائع:(۲۳۲/۲،فصل وأما شرائط الرکن،طبع سعید)

ولو أرسل الیھا رسولا وکتب الیھا بذلک کتابا فقبلت بحضرۃ شاھدین سمعا کلام الرسول وقراءۃ الکتاب جاز ذلک لاتحاد المجلس من حیث المعنی لان کلام الرسول کلام المرسل لانہ ینقل عبارۃ المرسل وکذا الکتاب بمنزلۃ الخطاب من الکاتب فکان سماع قول الرسول وقرأۃ الکتاب سماع قول المرسل وکلام الکاتب معنی.

(۲) نکاح عاقدین کے ایجاب وقبول کا نام ہے بشرطیکہ دو گواہوں کے سامنے کیا جائے، نکاح منعقد ہونے کے لئے نکاح نامہ فارم پُر کرنا اسٹامپ لکھوانا شرعاً ضروری نہیں، تاہم آج کل کے حالات کے پیش نظر قانونی گرفت سے بچنے کے لئے نکاح نامہ فارم پُر کرنا بہتر ضرور ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الهداية:(۲/۳۲۵-۳۲۶،طبع رحمانیه)

قال النكاح ينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي..... قال ولا ينعقد نكاح المسلمين الابحضور شاهدين عاقلين حرين بالغين مسلمين رجلين اورجل وامرأتين عدولا كانوااوغير عدول اومحدو دين في القذف،قال اعلم ان الشهادة شرط في باب النكاح لقوله عليه السلام (لانكاح الابشهود)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صلاح الدین

۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۵۷

﴿نکاح کے وقت تین مرتبہ ایجاب وقبول کا شرعی حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت ایجاب وقبول اگرایک مرتبہ کہا جائے تواس سے نکاح درست ہوگا یانہیں؟ جبکہ ہمارے علاقے میں تین مرتبہ ایجاب وقبول کہنے کولازمی سمجھا جاتا ہے؟

مستفتی:سلطان ولی

﴿جواب﴾ ایجاب وقبول (عقد نکاح میں ہو یا بیع وشرا کے معاملے میں) صرف ایک ہی مرتبہ کافی ہے،دوسری،تیسری مرتبہ اس کا تکرار کرنا بے سود اور فضول ہے کسی علاقے میں اس کو تین مرتبہ کہنے کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں تو یہ ان کی غلطی ہے علماء کو چاہیے کہ اس غلط رواج کو بدل دیں۔

لما فی الدر مع الدر:(۲/۶۹ طبع امدادیه)

(وينعقد)ملتبساً(بايجاب)من احدهما(وقبول)من الاخر.

ولما فی البحر:(۳/۸۱،طبع سعيد)

(وينعقدبايجاب وقبول وضعاًللمضي اواحدهما)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۸ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۱۰۲

﴿ایجاب اور قبول کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد علی نے اپنے بیٹے کے لئے اپنے بھائی عبدالمتین سے بیٹی کا رشتہ مانگا تو عبدالمتین نے اس شرط پر ہاں کردی تھی کہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جب تمہارا بیٹا عالم بنے گا تو بیٹی دوں گا تو کیا محمد علی اور اس کا باپ دعوی کرنے کا حق رکھتے ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ محمد علی کا بیٹا عالم بھی نہیں بنا اور لڑکی بھی اس سے شادی کرنے کو پسند نہیں کرتی، قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی: عبدالمتین کراچی

﴿جواب﴾ محمد علی اور عبدالمتین نے اپنے بچوں کا باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ اگر نکاح نہیں کیا ہے تو یہ صورت زیادہ سے زیادہ منگنی کی ہے اور منگنی کی حیثیت شریعت میں وعدہ نکاح سے زیادہ نہیں ہے اور جہاں تک ممکن ہو وعدہ پورا کرنا چاہئے لیکن مذکورہ صورت میں وعدہ مشروط تھا، شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے بیٹی کا نکاح میں دینے سے انکار خلاف وعدہ بھی نہیں ہے۔

مزید یہ کہ اس وعدہ کا تعلق اپنے ذاتی عمل سے نہیں ہے بلکہ اپنی لڑکی کے نکاح سے متعلق ہے اور لڑکی خود عاقل بالغ ہے اگر وہ راضی نہیں ہے تو عبدالمتین کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ زبردستی اپنے بھتیجے کے نکاح میں لڑکی دیدے، ایسے وعدوں کو پورا کرنا کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ اس کا خلاف ضروری ہے۔

لمافی الھدایۃ:(۳۲۵/۲طبع رحمانیہ)

النکاح ینعقدبالایجاب والقبول بلفظین.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد غفرلہ ولوالدیہ

۲/۱/۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۲۰

﴿مذاق میں کیا گیا نکاح منعقد ہو جاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکے اور لڑکی نے آپس میں گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کیا، دونوں عاقل بالغ ہیں، اب لڑکا کہتا ہے کہ تم نے میرے ساتھ نکاح کرلیا ہے اور لڑکی کہتی ہے کہ میں تو مذاق کر رہی تھی، میرا نکاح کا ارادہ نہیں تھا، سوال یہ ہے کہ مذاق میں گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد یاسین پشاوری

﴿جواب﴾ شریعت اسلامی میں بعض امور ایسے ہیں جن میں مذاق اور حقیقت دونوں برابر ہیں، ان میں ایک نکاح بھی ہے، اس لئے نکاح مذاق ہی میں کیوں نہ ہو منعقد ہو جاتا ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اب یہ لڑکی اس لڑکے کی بیوی ہے، طلاق کے بغیر دوسری جگہ شادی نہیں کرسکتی ہے۔

لمافی جامع الترمذی:(۱/۱۴۲،طبع فاروقی ملتان)

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم ثلاث جدھن جد وھزلھن جد النکاح والطلاق والرجعة.وکذافی مشکوۃ المصابیح:(۱/۲۸۴،طبع سعید)

ولمافی مرقاۃ المفاتیح:(۶/۲۹۱،طبع رشیدیہ)

قال القاضی:اتفق أھل العلم علی ان طلاق الھازل یقع فاذاجری صریح لفظة الطلاق علی لسان العاقل البالغ،لاینفعه أن یقول:کنت فیه لاعباًأوھازلاًلأنه لوقبل ذٰلک منه لتعطلت الأحکام وقال:کل مطلق أوناکح أنی کنت فی قولی ھازلاًفیکون فی ذٰلک أبطال أحکام اللہ تعالیٰ۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ

۱۴ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۰۳۳

﴿نکاح کے فارم پر دستخط رضامندی کی دلیل ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیٹی کا رشتہ ایک جگہ کرایا ہے، نکاح فارم پر میری بیٹی نے دستخط بھی کی ہے، لیکن باقاعدہ طور پر ہم نے اس سے پوچھا نہیں ہے۔اب سوال یہ ہے کہ کیا دستخط کرنے سے اسکی اجازت ہوگئی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ لڑکی کا نکاح نامے پر دستخط کرنا آپ کے کئے ہوئے فیصلے پر رضامندی کا اظہار ہے، بشرطیکہ دستخط بغیر جبر واکراہ کے ہوں اور دستخط کرتے ہوئے اس کو اس بات کا علم ہو کہ نکاح کیلئے مجھ سے دستخط کرائے جاتے ہیں۔

لما فی البحر:(۷/۱۴۰،طبع سعید)

والعلم للوکیل بالتوکیل فلو وکله ولم یعلم فتصرف توقف علی اجازۃ المؤکل او الوکیل بعد علمه ـــــ ویثبت العلم اما بالمشافھة اوالکتاب الیه او الرسول الیه .وھکذافی کتاب ''آپ کے مسائل اور انکا حل''

لما فی المحیط البرھانی:(۳/۵۷،طبع بیروت)

اعلم ان السکوت من البکر البالغة جعل رضی بالنکاح سواء استامرھا الولی قبل النکاح او زوجھا الولی قبل الاستمار ،فبلغھا الخبر فسکتت،فالاصل فی ذلک قوله

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

"البكر تستامر في نفسها وسكوتها رضاها" ـــ وهذا لان النكاح لا ينعقد على البكر البالغة الا برضاها ،انما يعرف من جهتها ،وهي تستحيي من الرضا صريحا لما فيه من اظهار الرغبة في الرجال ،فلو لم يكتف بجواز النكاح الضاح بسكوتها ،فاتت مصالح النكاح ،وانما جاز السكوت من البكر البالغة اذنا۔

ولما في التنوير مع الدر :(۵۸/۳طبع سعيد)

ولاتجبر البالغة على النكاح فان استاذنها هو)اى الولي وهو السنة (او وكيله او رسوله او زوجها)وليها واخبرها رسوله او فضولي عدل فسكتت)عن رده مختارة ـــ فهو اذن

ايضافي التنوير مع الدر :(۶۲/۳طبع سعيد)

وكذا اذا زوجها الولي عندها)اى بحضرتها (فسكتت)صح (في الاصح ان علمته كما مر والسكوت كالنطق في سبع وثلاثين مسالة .فان استاذنها غير الاقرب فلاعبرة لسكوتها (بل لابد من القول كالثيب)البالغة لا فرق بينهما الا في السكوت لان رضاهما يكون بالدلالة كما ذكره بقوله (او ما هو في معناه)من فعل يدل على الرضا (كطلب مهرها) ونفقتها وتمكينها من الوطء

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب :ریحان اللہ

۷ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ | فتویٰ نمبر :۳۷۷۵

﴿نکاح متعہ کی شرعی حیثیت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ متعہ کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیونکہ میرا ایک دوست کہتا ہے کہ متعہ جائز ہے اور قرآن سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں: (فمااستمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن) تو کیا مذکورہ آیت کریمہ سے متعہ ثابت ہوجاتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ آیت مذکورہ میں "فمااستمتعتم به منهن"، سے متعہ مراد نہیں ہے، آپکا دوست کونسی تفسیر کے حوالہ سے یہ مراد لیتا ہے؟ مستند تفاسیر سے ہٹ کر اپنی رائے سے قرآن کریم کی تفسیر کرنا گمراہی ہے، تفسیر مظہری روح المعانی اور دیگر مستند تفاسیر میں اس لفظ سے متعہ مراد لینے کو منع کیا ہے، جیسا کہ تفسیر مظہری: (۷۵/۲، طبع رشیدیہ) اور روح المعانی: (۹/۵، طبع رشیدیہ) اور احکام القرآن: (۲۲۹/۲، طبع ادارۃ القرآن) میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں، اس کے علاوہ احادیث میں واضح طور پر متعہ کو حرام قرار دیا ہے، دراصل چند ایک خاص موقعوں پر یا چند دنوں کیلئے صحابہ کرامؓ کو متعہ کی اجازت ملی تھی جس کو بعد میں ہمیشہ کیلئے حرام قرار دیا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی المظهری:(۲/۷۵،طبع رشیدیه)

روی مسلم عن الربیع بن سبرة بن معبدالجهنی ان اباه حدثه انه کان مع رسول الله ﷺ فقال یاایها الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان الله قدحرم ذلک الیٰ یوم القیامة.وکذافی الشامی:(۲/۱۲۷،طبع امدادیه)

ولمافی احکام القرآن للجصاص:(۲/۲۱۴،طبع قدیمی)

عن علی بن ابی طالبؓ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم "نهی عن متعة النساء یوم خیبروعن أکل لحوم الحمر الانسیة.وکذافی المظهری:(۲/۷۶،طبع رشیدیه)وکذافی الشامی:(۲/۱۲۵،طبع امدادیه)

ولمافی تفسیرالمظهری:(۲/۷۸،طبع رشیدیه)

وقال أکثر المفسرین:المتعة لیست مرادة من هٰذه الاٰیة بل معنیٰ قوله:فمااستمتعتم به منهن ماانتفعتم وتلذذتم بالجماع من النساء بالنکاح الصحیح فاتوهن اجورهن:ای مهورهن کذاقال الحسن ومجاهد واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ قال الاستمتاع النکاح وهو قوله:واٰتوالنساء صدقٰتهن نحلةً.وکذافی احکام القرآن:(۲/۲۳۱،طبع ادارة القرآن)وکذا فی روح المعانی تفصیلاً:(۵/۹،طبع رشیدیه)

ولمافی الشامی:(۲/۱۲۵ طبع امدادیه)

روی عن علیؓ ان رسول الله ﷺ "نهی عن متعة النساء یوم خیبروعن أکل لحوم الحمر الانسیة" واستمرالامرعلی ذلک حتیٰ فتح مکة حیث ثبت ان النبی ﷺ اباحها ثلاثة ایام وفی بعض الروایات انه اباحها یوم اوطاس ولکن الحقیقة ان ذلک کان فی یوم الفتح ومن قال یوم اوطاس فذلک لاتصالهابهاثم حرمهارسول الله ﷺ بعدذلک الی یوم القیامة.

ولمافی الهندیة:(۱/۲۸۳،طبع رشیدیه)

نکاح المتعة باطل لایفیدالحل ولایقع علیهاطلاق ولاایلاء ولاظهارولایرث احدهمامن صاحبه.

والله اعلم بالصواب:رضوان الله
الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفاالله عنه

فتویٰ نمبر:۱۸۹۳
۱۲صفرالخیر ۱۴۳۰ھ

﴿میسج سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرے دوست نے اپنی کزن سے میسج پر کہا کہ میں تم سے نکاح کرتا ہوں اور اس لڑکی نے بھی کہا کہ مجھے قبول ہے،ان کا کوئی گواہ موجود نہیں ہے تو اس صورت میں اس کا نکاح ہوگیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مستفتی:عبدالعزیز،سنہری مسجد

﴿جواب﴾ مسئولہ صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوا ہے،نکاح کے منعقد ہونے کے لئے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرنا شرط ہے۔

لمافی الهدایة:(۳۲۶/۲،طبع رحمانیه)

ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین اورجل و امرأتین عدولا کانوا......اعلم ان الشهادة شرط فی باب النکاح لقوله ﷺ: لانکاح الا بشهود.

لمافی التنویرمع الدر:(۲۱/۳،طبع سعید)(و)شرط (حضور)شاهدین(حرین)اوحروحرتین.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد زبیر اکرام

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۶۹۶

﴿بوقت رخصتی دو بھائیوں کی بیویوں کا غلطی سے تبادلہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ دو بھائیوں کا نکاح ایک ہی گھر میں اور ایک ہی وقت میں ہوا لیکن رخصتی کے وقت دونوں کی بیویوں کا گاڑی میں بٹھاتے وقت غلطی سے تبادلہ ہوگیا اور ہر ایک کی بیوی دوسرے کے گھر پہنچ گئی اور ہر ایک نے دوسرے کی بیوی کیساتھ رات بھی گزاری، اس بات کا انکشاف دوسرے دن ہوا تو ہر ایک کو پشیمانی ہوئی، اب اس مسئلہ کا شرعاً کیا حل ہے؟ یعنی دونوں کے لئے اپنی اپنی بیوی کا لانا ضروری ہے یا اسی متبادلہ بیوی کو برقرار رکھیں تو تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں؟ نیز اس صورت میں مہر کا کیا حکم ہے؟ سائل:محمد سجاد

﴿جواب﴾ اس طرح مغالطہ کی صورت میں بہتر یہ ہے کہ ہر ایک اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور عدت گزارے بغیر جس کے ساتھ رات گزاری ہے نئے حق مہر کے ساتھ نیا نکاح کرے بشرطیکہ ہر ایک اس عورت پر راضی ہو، طلاق کی صورت میں مقرر شدہ مہر کا آدھا حصہ واجب الاداء ہوگا، البتہ مطلقہ معاف کرنا چاہے تو معاف کرسکتی ہے اور اگر طلاق نہ دینا چاہیں بلکہ ہر ایک اپنی بیوی کو رکھنا چاہے تو جس نے جماع کیا ہے اس کے ذمہ اس عورت کی عزت کا مہر مثل بھی واجب ہے اور جس عورت کے ساتھ جماع ہوا ہے جب تک عدت پوری نہ گزرے شوہر کے لئے اس سے ملنا جائز نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة البقرة،ایت ۲۳۷)

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقدفرضتم لهن فریضة فنصف مافرضتم الاان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

يعفون او يعفوالذى بيده عقدة النكاح وان تعفوا اقرب للتقوى.

ولمافى قوله تعالى:(سورة الاحزاب،آيت ۴۹)

يا ايها الذين آمنوا اذا نكحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها فمتعوهن وسرحوهن سراحاً جميلاً ...الآية.

ولمافى التاتارخانية:(۱۱۲/۳،طبع قديمى)

(وفي جامع الجوامع)اخوان تزوجا اختين فادخلت امرأة كل واحد منهما على آخر و دخلا كان على الواطئ مهرالمثل وترد كل واحدة الى زوجها ولا يطأواحد حتى تنقضى عدتها واستحسن بعض العلماء ان يطلق كل واحدامرأته ويتزوج التى دخل بها(وفي المنتقى وعلى كل واحدمنهماالامرأته نصف المهروللتى وطأها مهرمثلها)

ولمافى ردالمحتار:(۲۸۲/۳،طبع امداديه)لوزفت اليه غيرامرأته فوطئها لزمه مهرمثلها.

ولمافى الاشباه والنظائر:(ص ۳۲۹،طبع قديمى)

الذى يحرم على الرجل وطئ زوجته مع بقاء النكاح الحيض والنفاس..... وعدةوطئ الشبهة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: ابوخزیمہ محمد کفایت اللہ

۲۲ صفر ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۹۲۴

﴿ نکاح اور دعوت ولیمہ کی شرعی حیثیت ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے فرض ہے یا واجب؟ (۲) ولیمہ کا مسنون وقت کونسا ہے؟　　　مستفتی: زاہد علی

﴿جواب﴾ ویسے عام حالات میں عام لوگوں کیلئے نکاح سنت مؤکدہ ہے، البتہ کسی پر شہوت کا اس قدر غلبہ ہو کہ حرام کاری میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو اور بغیر نکاح کے اس سے بچنا مشکل ہو جبکہ نکاح پر اسے قدرت بھی حاصل ہے تو اس کیلئے نکاح فرض ہے شہوت کا اتنا غلبہ نہ ہو کہ بڑے گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو لیکن اس سے بے خوف بھی نہیں یعنی کسی درجہ میں اس کا اندیشہ ہو یا بدنظری وغیرہ جیسے گناہوں میں مبتلا رہنے کا اندیشہ ہو تو نکاح واجب ہے، بلا وجہ نکاح نہ کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

لمافى الدرالمختار:(۶/۳،طبع سعيد)

(ويكون واجبا عند التوقان) فان تيقن الزنا الابه فرض نهاية وهذا ان ملك المهر والنفقة والا فلا اثم بتركه بدائع (و)يكون(سنة)مؤكدة فى الأصح فيأثم بتركه و يثاب ان نوى تحصينا وولدا قوله عند التوقان..... والمراد شدةالاشتياق كما فى الزيلعى أى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بحيث يخاف الوقوع في الزنا ... قلت: وكذا فيما يظهر لو كان لا يمكنه منع نفسه عن النظر المحرم أو عن الاستمناء بالكف فيجب التزوج وإن لم يخف الوقوع في الزنا.

ولما في الهندية: (۲۶۷/۱، طبع رشيديه)

(وأما صفته) فهو أنه في حالة الاعتدال سنة مؤكدة وحالة التوقان واجب وحالة خوف الجور مكروه.

(۲) ولیمہ کا صحیح وقت رخصتی کے بعد ہے یعنی میاں بیوی کی ملاقات کے بعد تاہم نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے ولیمہ کرنے سے بھی سنت ادا ہو جائیگی۔

لما في اعلاء السنن: (ج ۱۱ ص ۱۷، طبع دار الكتب بيروت)

وقال في فتح الباري وحديث أنس في هذا الباب صريح في أنها أي الوليمة بعد الدخول لقوله فيه أصبح عروسا بزينب فدعا القوم. كذا في الهندية: (۳۴۳/۵، طبع رشيديه)

ولما في الشامي: (۲۲۷/۱، طبع سعيد)

قوله دعي الى وليمة هي طعام العرس وقيل الوليمة اسم لكل طعام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب

۲۲ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ | فتویٰ: ۱۵۱۷

﴿دعوت ولیمہ سنت سے ثابت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ولیمہ سنت سے ثابت ہے یا نہیں؟ ایک دوست کا کہنا ہے کہ ولیمہ سنت سے ثابت نہیں کیونکہ عرب لوگوں میں اسکا رواج نہیں ہے، برائے مہربانی شریعت کی روسے جواب دیکر مطمئن فرمائیں۔ سائل: محمد سراج

﴿جواب﴾ بلاشبہ ولیمہ سنت مطہرہ سے ثابت ہے، صحیح بخاری اور دیگر تمام کتب صحاح میں دعوت ولیمہ سے متعلق احادیث موجود ہیں جن میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے علاوہ آپ ﷺ کا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کا استحبابی حکم فرمانا بھی واضح طور پر منقول ہے، اس کے علاوہ جمہور علماء کرام کا اس پر ہمیشہ عمل رہا ہے اور آج تک امت میں یہ عمل سنت سمجھ کر رائج ہے، البتہ فرض یا واجب نہیں یعنی کوئی نہ کرے تو اسکو ملامت کرنا بھی درست نہیں، عرب لوگوں میں کسی عمل کا رائج ہونا یا نہ ہونا یا عام لوگوں کا کسی مستحب عمل سے صرف نظر کرنا شرعی احکام کیلئے کوئی معیار نہیں ہے صحیح احادیث میں دعوت ولیمہ کا حکم ہے اور ثبوت کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی صحیح البخاری:(۲/-۷۸۳،طبع رحمانیه)

عن انس رضی الله عنه قال:ماأولم النبی صلی الله علیه وسلم علیٰ شئی من نسائه ماأولم علیٰ زینب أولم بشاة......وعنه قال:ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اعتق صفیة وتزوجها وجعل عتقها صداقها وأولم علیها بحیس......وعنه یقول :بنی النبی صلی الله علیه وسلم بامرأة فارسلنی فدعوت رجالاً الیٰ الطعام.

ولمافی مشکوٰة المصابیح:(ص۲۷۸،طبع سعید)

عن انس قال:ان النبی صلی الله علیه وسلم رأی علیٰ عبدالرحمٰن بن عوف أثر صفرة فقال "ما هذا"؟ قال انی تزوجت امرأة علیٰ وزن نواة من ذهب .قال: "بارک الله لک" أولم ولوبشاة.(متفق علیه)

ولمافی مرقاة المفاتیح:(۶/ ۲۳۵،طبع رشیدیه)

(أولم ولوبشاة)ای اتخذولیمة قال ابن الملک تمسک بظاهره من ذهب الیٰ ایجابها والأکثر علیٰ ان الأمر للندب.قیل انها تکون بعدالدخول وقیل عندالعقدوقیل عندهماواستحب اصحاب مالک ان تکون سبعة ایام.والمختار علیٰ أنه علیٰ قدرحال الزوج.

ولمافی الهندیة:(۵/ ۳۴۳،طبع رشیدیه)

ولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة وهی اذا بنی الرجل بامرأته ینبغی أن یدعوالجیران والاقرباء والاصدقاء ویذبح لهم ویصنع لهم طعاما......ولابأس بأن یدعویومئذمن الغد وبعد الغد.ثم ینقطع العرس والولیمة کذافی الظهیریة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:محمد کفایت اللہ

۲۹جمادی الاول ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۲۲۰۲

﴿موبائل فون کے ذریعہ نکاح کیلئے گواہ بنانا﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرایک لڑکااورلڑکی آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں اوراس مجلس میں گواہ موجودنہیں ہیں اوروہ کسی کوفون کرکے گواہ بنائیں اورایجاب وقبول کریں تواس سے نکاح منعقدہوجاتا ہے یانہیں؟　　　　مستفتی:خائستہ رحمٰن

﴿جواب﴾ نکاح میں گواہوں کاایجاب وقبول کے الفاظ کاسننا کافی نہیں ہے،باقاعدہ اسی مجلس میں ان کاموجودہونا بھی ضروری ہے،اسکے بغیرنکاح منعقدنہیں ہوگا،لہٰذاموبائل فون کے ذریعہ کسی کوایجاب وقبول کے الفاظ سناکرگواہ بناناکافی نہیں ہےاس سے نکاح نہیں ہوگا۔

لمافی الشامی:(۳/۲۱،طبع سعید)

(و)شرط(حضور)شاهدین(حرین)أوحروحرتین مکلفین سامعین قولهمامعا(قوله

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وشرط حضور شاهدين)أى يشهد ان على العقد،أماالشهادة على التوكيل بالنكاح فليست بشرط لصحته كماقدمناه عن البحر.

ولمافي الهداية:(۲/۳۲۶طبع رحمانيه)

ولاينعقد نكاح المسلمين الا بحضورشاهدين عاقلين حرين بالغين......ان الشهادة شرط في باب النكاح لقوله ﷺلانكاح الا بشهود.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ والله اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی

۹رجب ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۶۷۲

﴿رخصتی اور ولیمہ میں بدعات وغیرہ سے بچنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دیندار ساتھیوں میں اس بات کو کافی اہمیت دیجاتی ہے کہ رخصتی کے وقت اپنی بیٹی کو لڑکے کے گھر خود لیجاتے ہیں، لڑکے کے گھر والوں کو بھی اس کی چاہت ہوتی ہے جبکہ باقی رسومات مثلاً دعوت ولیمہ میں مرد اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، اس سے اتنا پرہیز نہیں کیا جاتا؟ مستفتی:عبدالرؤف

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ رخصتی کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسنون طریقہ جس پر آپ نے اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی فرمائی، وہ یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کو یہ حکم دیا کہ وہ خود حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے گھر پہنچادیں، لہذا بہتر یہی ہے کہ لڑکی والے اس کو لڑکے کے گھر خود لیجائیں، البتہ اگر لڑکے والے خود لیجانا چاہیں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافي سنن ابن ماجة:(ص۱۳۷،طبع قديمي)

عن عائشة وام سلمةؓ قالتاأمرنا رسول الله ﷺ ان نجهز فاطمةؓ حتى ندخلهاعلى عليؓ......الخ.

رخصتی کا یہ طریقہ مسنون و مستحسن ہے اور شادی کیلئے باعث برکت بھی ہوگا بشرطیکہ اسکے ساتھ ساتھ ناجائز اور حرام رسومات سے بھی اجتناب ہو، صرف رخصتی کا یہ طریقہ اختیار کرنا باقی ولیمہ کے موقع پر حضرات وخواتین کے اختلاط کی پرواہ نہ کرنا دینداروں کے خلاف طنز وشکایت کا باعث ہے، بعض اوقات مستحسن امور کو زیادہ اہمیت دینا اور حرام کی پرواہ نہ کرنا بڑی دوری کا باعث ہوجاتا ہے، خصوصاً جن کو اللہ تعالیٰ نے کچھ نسبت سے نوازا ہے انہیں اسکا بہت زیادہ خیال

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

رکھنا چاہیے۔ ''حسنات الابرار سیأت المقربین'' روح المعانی: (۱/ ۳۱۸، طبع رشیدیہ)

لما فی التنویر مع الدر: (۶/ ۳۴۸، طبع سعید)

(فان قدر علی المنع فعل والا) یقدر (صبر ان لم یکن ممن یقتدیٰ به فان کان) مقتدیٰ (ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد) لان فیه شین الدین.

وفی الشامیة: (قوله فعل): ای فعل المنع وجوبا ازالة للمنكر (قوله صبر): ای مع الانكار بقلبه قال علیه السلام من رأی منكم منكرا ...... الخ وساق بعد هذا فی التبیین ما رواه ابن ماجه ان علیاً قال صنعت طعاما فدعوت رسول الله صلی الله علیه وسلم فجاء فرأی فی البیت تصاویر فرجع قلت مفاد الحدیث انه یرجع ولو بعد الحضور وانه لاتلزم الاجابة مع المنكر اصلا.

ولما فی الهدایة: (۴/ ۴۵۵-۴۵۶، طبع رحمانیه)

فان قدر علی المنع منعهم فان لم یقدر یصبر وهذا اذالم یکن مقتدیٰ به فان كان ولم یقدر علی منعهم یخرج ولا یقعد لان فی ذلک شین الدین وفتح باب المعصیة علی المسلمین ..... الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن پورنوی

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۹۱

﴿کسی مہینے میں شادی کرنا منحوس نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہے علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلامی مہینوں میں کوئی ایسا مہینہ ہے جسمیں نکاح کرنا منحوس ہو؟ مستفتی: شاھد ابوبکر مسجد

﴿جواب﴾ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کسی دن، مہینے یا زمانے میں کوئی نحوست نہیں بلکہ نحوست اگر ہوتی ہے تو وہ انسان کے اپنے اعمال واخلاق کے اعتبار سے ہوتی ہے، زمانے کا اس میں کوئی اثر نہیں، زمانہ بھی تو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے ایک مخلوق ہے جسمیں اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی خرابی نہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم: (۲/ ۲۳۷، طبع قدیمی)

كما روی عن ابی هریرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: قال الله تبارك وتعالی یسب ابن آدم الدهر وانا الدهر بیدی اللیل والنهار "قال النووی فی شرح هذا الحدیث: واما الدهر الذی هو الزمان فلا فعل له بل هو مخلوق من جملة خلق الله تعالی.

اور یہ دور جاہلیت کا ایک باطل عقیدہ تھا کہ وہ بعض چیزوں کو منحوس سمجھتے تھے اور اس سے بد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

شگونی لیتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا اور مسلمانوں کو ایک اسلامی عقیدے کی تلقین کر کے فرمایا:

لمافی صحیح البخاری:(۲/۸۴۸،طبع رحمانیہ) لاعدویٰ ولاطیرۃ ولاھامۃ ولاصفر.

اور فرمایا کہ نحوست اگر کسی چیز میں ہوتی تو گھر بیوی اور گھوڑے میں ہوتی ،اسی طرح یہ بھی دور جاہلیت کا ایک غلط عقیدہ تھا کہ وہ بعض مہینوں میں نکاح کو منحوس سمجھتے تھے جیسے شوال کا مہینہ اسکی تردید کیلئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی کافی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شوال ہی میں ہوا اور رخصتی بھی اس لئے حضرت عائشہ رضی عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ لوگ شوال میں نکاح کو منحوس سمجھتے ہیں حالانکہ میرا نکاح اور رخصتی بھی شوال ہی میں ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بیوی ہے جو مجھ سے زیادہ خوش نصیب ہو۔

لہٰذا یہ سمجھنا کہ فلاں مہینے میں نکاح کرنا ممنوع یا منحوس ہے ،ایک غلط عقیدہ ہے جو کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہیں۔

ولمافی صحیح البخاری :(۲/۲۶۹،کتاب النکاح برقم الحدیث:۵۰۹۴،طبع رحمانیہ)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال :ذکروا الشؤم عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم "فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم :ان کان الشؤم فی شیء ففی الدار والمرأۃ والفرس.

ولمافی الصحیح للمسلم:(۱/۴۵۶،کتاب النکاح،طبع قدیمی)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شوال وبنیٰ بی فی شوال فأی نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان احظی عندہ منی، قال وکانت عائشۃ (رضی اللہ عنہا) تستحب أن تدخل نسائها فی شوال.

قال النووی رحمہ اللہ:فی شرح ھذا الحدیث:فیہ استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال ،وقد نص اصحابنا علی استحبابہ واستدلوا بھذا الحدیث،وقصدت عائشۃ (رضی اللہ عنہا) بھذا الکلام رد ماکانت الجاھلیۃ علیہ ومایتخیلہ بعض العوام الیوم من کراھۃ التزوج والتزویج والدخول فی شوال وھذاباطل لااصل لہ وھو من آثار الجاھلیۃ کانو یتطیرون بذلک.

ولمافی الشامی :(۳/۸،طبع سعید)

(تنبیہ)قال فی البزازیۃ:والبناء والنکاح بین العیدین جائز وکرہ الزفاف والمختار أنہ لایکرہ لانہ علیہ الصلاۃ والسلام تزوج بالصدیقۃ فی شوال وبنی بھافیہ.

واللہ اعلم بالصواب: عباد اللہ صوابی | الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۲۹۱۴ | ۲۲ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿شوال اور ذیقعدہ میں نکاح کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ لوگ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان دو مہینوں میں رخصتی سے احتراز کرتے ہیں خیال یہ کیا جاتا ہے کہ ان دنوں میں شادی کے ساتھ نحوست آتی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ان دونوں مہینوں میں نکاح اور رخصتی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مستفتی: سردار علی بشامی

﴿جواب﴾ مہینے اور دن سب اللہ تعالیٰ کے ہیں کسی بھی مہینے میں شادی کرنے سے کوئی نحوست نہیں آتی، یہ ایک غلط عقیدہ ہے بلکہ ایک لحاظ سے ان دنوں میں شادی کرنا باعث برکت ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے خود شوال کے مہینے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح کیا اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی بھی اسی مہینہ میں ہوئی ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے ذریعہ امت کو دین اسلام کا بہت بڑا حصہ ملا ہے کس قدر برکت کی شادی تھی۔

لمافی البزازیۃ:(۱۴۷/۱ مطبع قدیمی)

والنكاح بين العيد ين جائز و كره بعضهم الزفاف والمختار انه لا يكره لانه عليه الصلوة والسلام تزوج بالصديقة في شوال و بنى بها فيه و تاويل قوله: عليه الصلوة والسلام لانكاح بين العيد ين ان صح انه عليه الصلوة والسلام كان رجع من العيد في اقصر ايام الشتاء الى الجمعة فعرض عليه الانكاح فقاله حتى لايفوته الرواح في الوقت الافضل الى الجمعة.

ولمافی الترمذی:(۲۲۸/۲ مطبع فاروقی ملتان)

عن ابی موسیؓ قال مااشكل علينا اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث قط، فسالنا عائشة الا وجدنا عندها منه علما وفي المرقاة خذوا ثلث دينكم من بيت الحميراء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۴۱۶

﴿عقد نکاح مسجد میں منعقد کرنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ مسجد میں عقد نکاح منعقد کرنے کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ مسجد میں عقد نکاح منعقد کرنا مستحب اور باعث برکت ہے بشرطیکہ مسجد کے آداب کی رعایت رکھی جائے، آج کل عموماً عقد نکاح کے دوران لوگ ایسے امور کا ارتکاب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کرتے ہیں جو آداب مسجد کے خلاف بلکہ بعض تو شرعاً ممنوع ہوتے ہیں۔

مثلاً تصویریں کھینچنا اور فلم بندی کرنا وغیرہ، مذکورہ بالا امور خصوصاً تصویر کشی اور فلم بندی جیسے امور سے احتراز نہ ہو سکے تو ایسی صورت میں مسجد سے باہر کسی دوسری جگہ اس مجلس کو منعقد کیا جائے، ورنہ مسجد کی بے حرمتی کا الگ گناہ ہوگا۔

لما في جامع الترمذي: (۱۲۹/۱، طبع فاروقی ملتان)

قال رسول الله ﷺ اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف.

ولما في الدر المختار: (۸/۳، طبع سعید)

ويندب اعلانه وتقديم خطبة وكونه في مسجد.

ولما في اعلاء السنن: (ج ۱۱ ص ۱۷، طبع دار الكتب العلمية)

ان النبي ﷺ حضر في املاك (اي نكاح) فأتى بطباق عليها جوز ولوز وتمر فنثرت فقبضنا ايدينا فقال ما بالكم لا تاخذون فقالوا لانك نهيت عن النهبى فقال ما نهيتكم عن نهبى العساكر خذوا على اسم الله فجاذبنا وجاذبناه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالرزاق غفرلہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۱۱

﴿نکاح کس جگہ بہتر ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں شادی کے موقع پر نکاح عورت (دلہن) کے گھر پڑھایا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ مرد (دولہا) کے گھر پڑھانا بہتر ہے۔ براہ کرم شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟ مستفتی: الطاف حسین

﴿جواب﴾ نکاح دلہن یا دولہا کسی کے بھی گھر میں پڑھایا جا سکتا ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ نکاح مسجد میں پڑھایا جائے۔

لما في جامع الترمذي: (۱۲۹/۱، طبع: فاروقی کتب خانہ ملتان)

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربو عليه با لدفوف.

ولما في الدر المختار مع الرد المختار: (۸/۳، طبع: سعید)

ويندب اعلانه وتقديم الخطبة وكونه في مسجد يوم جمعة. قال الشامي: (قوله: في مسجد) للامر به في الحديث.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی البحر الرائق:(۴/۱۲۳،طبع:رشیدیہ)
واشار المصنف بکونه سنة او واجباً الی استحباب مباشرة عقد النکاح فی المسجد لکونه عبادة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب:تنویرالرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ
۲۱ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ
فتوی نمبر:۲۸۰۶

﴿صرف اس طرح کہنا''بیٹی دے دی''اس سے نکاح نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ نابالغ بچی کے بارے میں والد نے بھتیجے کو یا اس کے والد کو کہدیا کہ میں نے آپ کو اپنی فلان بچی دے دی ہے. باقاعدہ نکاح نہیں ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟
مستفتی:پٹواری صاحب پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ نکاح میں ایجاب وقبول رکن ہے.اور گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول ہونا شرط ہے.اس کے بغیر نکاح نہیں ہوتا مذکورہ صورت میں صرف وعدہ نکاح ہوا ہے،باقاعدہ نکاح نہیں ہوا لہذا اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے،تاہم کوئی خاص وجہ نہ ہوتو وعدہ پورا کرنا چاہئے اور اسی بھتیجے سے اس کا نکاح ہونا چاہئے.اور یہ لڑکی اب اگر بالغہ ہے تو اسکی اجازت ضروری ہے.اسکی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکے گا.

لما فی البحر الرائق:(۳/۸۳،طبع:سعید)
وان کان مبدؤا بالتا،نحو تزوجنی بنتک وقال فعلت ینعقد به ان لم یقصد الاستیعاد لانه یتحقق فیه هذاالاحتمال.کماذکره اسبیجابی لوقال هل اعطیتنها ان کان المجلس للوعد فوعد وان اکان للعقد فنکاح

(ولمافی الشامیه تحت قوله(اذالم ینو الاستفهام)ج۳/۱۱ طبع سعید)
قال فی شرح الطحاوی(لوقال هل اعطیتها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعدفوعدوان کان للعقدفنکاح.قال الرحمتی فعلمنا ان العبر ةلمایظهرمن کلامهما لابنیتهما.

وایضا:(۳/۱۵،طبع:سعید)
(قوله لایشترط)ای فیماکان بلفظ التزویج و نکاح بخلاف ماکان کنایة لمایأتی من انه لابد فیه من نیة اوقرینة.....

(وایضا فی تنویر الابصار مع الدرالمختارج۳/۹ طبع سعید)
(وینعقد)متلبسا(بایجاب)من احدهما وقبول من الاخر.....

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی العالمگیریة:(۱/۲۶۹،طبع: رشیدیه)

ومنها أن یکون الایجاب و القبول فی مجلس واحدحتی لو اختلف المجلس بان کاناحاضرین فاوجب أحدهما فقام الأخر من المجلس قبل القبول، وان کان اشتغل بعمل یوجب اختلاف المجلس لا ینعقد......

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویرالرحمٰن عفی اللہ عنہ

۲صفرالخیر۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:۳۴۴۳

﴿نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے ورنہ جماع نہیں زنا شمار ہوگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بکر اور خالدہ دونوں مشورے سے اپنے اپنے گھر سے بھاگ گئے اور کسی دوسرے علاقے میں جا کر خفیہ طور پر نکاح کیا، بوقت نکاح صرف ایک شخص اور ایک کم سن بچہ موجود تھا اور وہی دونوں نکاح کے گواہ بھی مقرر ہوئے تو کیا یہ نکاح صحیح ہے؟ اور اگر صحیح نہیں تو کیا اسکے نتیجے میں کیا گیا جماع، زنا موجب حد ہوگا یا نہیں؟ برائے مہربانی شریعت مطہرہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ نکاح کیلئے دو عاقل، بالغ، مسلمان، گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے، مذکورہ صورت میں ایک گواہ کم سن نابالغ ہے جسکی گواہی کا اعتبار نہیں، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور اسکے نتیجے میں جماع کرنا حرام اور ناجائز ہے اور اس پر توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے، البتہ یہ ایسا زنا نہیں جو موجب حد ہو لیکن دو عاقل، بالغ گواہوں کی موجودگی میں دوبارہ ایجاب وقبول کرنا ضروری ہے اور ان دونوں کو چاہیے کہ لڑکی کے والدین سے معافی بھی مانگیں۔

لمافی التنویرمع الدر:(۳/۲۱ طبع سعید)

(و)شرط(حضور)شاهدین(حرین)اوحروحرتین(مکلفین سامعین قولهما معا)علی الاصح.

ولمافی البدائع:(۲/۲۵۲-۲۵۳،طبع سعید)

ومنها الشهادة وهی حضور الشهود......واما صفات الشاهد الذی ینعقد به النکاح وهی شرائط تحمل الشهادة للنکاح فمنها العقل ومنها البلوغ ومنها الحریة فلاینعقدالنکاح بحضرة المجانین والصبیان.

ولمافی البدائع:(۷/۳۵،طبع سعید)

وکذلک وطء امرأة تزوجها بغیر شهود او بغیر ولی عند من لا یجیزه لا یوجب الحد لان العلماء اختلفوا منهم من قال یجوز النکاح بدون الشهادة والولایة فاختلافهم یورث شبهة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الهندیة:(۲/۱۶۲،طبع قدیمی)

وان کان النکاح مختلفا فیه کالنکاح بلا شهود او بلا ولی فلا حد علیه اتفاقا لتمکن الشبهة عند الکل.

واللہ سبحانہ اعلم: افتخار احمد گلگتی

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۲۰۹۳

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

﴿نکاح کی وکالت پر گواہ بنانے کا حکم اور گواہ بننے کی شرائط﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک عورت کسی کو اپنے نکاح کا وکیل بنائے تو اس کیلئے گواہوں کی موجودگی ضروری ہے یا بغیر گواہوں کے بھی یہ وکالت صحیح ہے اور اگر کوئی کسی معاملہ کے ہوتے وقت وہاں موجود ہو تو کیا اسکو یہ کہنا ضروری ہے کہ آپ اس معاملہ پر گواہ رہو یا اس کے بغیر بھی صرف موجودگی گواہ بننے کیلئے کافی ہے؟

﴿جواب﴾ وکالت بغیر گواہوں کے بھی صحیح اور معتبر ہے۔البتہ قاضی کے ہاں ثابت کرنے کیلئے گواہوں کی ضرورت پیش آسکتی ہے، نیز کسی معاملہ پر گواہی دینے کیلئے ضروری نہیں ہے کہ اس موقع پر باقاعدہ گواہ بننے کیلئے اس سے کہے، بلکہ معاملہ کے موقع پر موجود ہر شخص کی گواہی معتبر ہے بشرطیکہ گواہی کی شرائط پوری اس میں موجود ہوں یعنی وہ گواہی دینے کا اہل ہو اور اسکی موجودگی اور مشاہدہ میں وہ معاملہ ہوا ہو.

لما فی الشامی(۳/۹۵،طبع: سعید)

واعلم انه لاتشترط الشهادة علی الوکالة بالنکاح بل علی عقد الوکیل وانما ینبغی ان یشهد علی الوکالة اذا خیف جحد الموکل ایاها.

ولما فی التنویر مع الدر(۵/۴۶۲،طبع: سعید)

وشرائط التحمل ثلاثة(العقل الکامل)وقت التحمل،والبصر،ومعاینة المشهود به الا فیما یثبت بالتسامع.

ولما فی بدائع الصنائع(۶/۲۶۶،طبع: سعید)

واما الشرائط فی الاصل فنوعان نوع هو شرط تحمل الشهادة ونوع هو شرط اداء الشهادة(اما)الاول فثلاثة احدها ان یکون عاقلا وقت التحمل فلا یصح التحمل من المجنون والصبی الذی لا یعقل لان تحمل الشهادة عبارة عن فهم الحادثة وضبطها ولا یحصل ذالک الا بآلة الفهم والضبط وهی العقل والثانی ان یکون بصیرا وقت التحمل عندنا فلا یصح التحمل من الاعمی۔۔۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الثالث ان یکون التحمل بمعاینۃ المشھود بہ بنفسہ لابغیرہ الافی اشیاء مخصوصۃ یصح التحمل فیھا بالتسامع من الناس لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام للشاھد اذا علمت مثل الشمس فاشھد والا فدع ولا یعلم مثل الشمس الا بالمعاینۃ بنفس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صدیق انور

۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ فتوی نمبر: ۲۱۷۷

﴿نکاح کے لئے عورت کا وکیل بنانا گواہوں کی موجودگی میں زیادہ بہتر ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں امام صاحب (نکاح خواں) بوقت نکاح عورت سے اسکے نکاح کا وکیل بنوانے کے لئے خود بمع دو گواہوں کے جاتے ہیں پھر خطبہ نکاح کے وقت وکیل دولہا کے سامنے ایجاب کرتا ہے۔

پوچھنا یہ ہے کہ عورت سے وکیل بنوانے کے لئے گواہوں کا اور نکاح خواں کا جانا صحیح ہے، نیز وکیل کون ہوسکتا ہے؟ ہمارے ہاں رواج ہے کہ لوگ وکیل ایسے شخص کو بناتے ہیں جو کہ شادی شدہ ہو اگرچہ وہ غیر محرم اور کہیں دور کا رشتہ دار ہو پھر وہ عورت اس وکیل کو اپنے بھائی جیسا شمار کرتی ہے اور وکیل بھی اسے اپنی بہن شمار کرتا ہے اور بیاہ کے موقعوں پر اسکو حقیقی بہن کیطرح ضرور دعوت دیتے ہیں اور عید جیسے موقعوں پر عیدی وغیرہ اور تحفے تحائف بھی بھیجتے ہیں، اس سے پردہ بھی نہیں کرتے۔

مستفتی: منصور خان کوہائی شکر درہ جانک

﴿جواب﴾ کوئی بھی عاقل، بالغ مرد ہو خواہ عورت محرم ہو خواہ غیر محرم ہو وکیل بن سکتا ہے اور وکالت صحیح ہونے کے لئے گواہوں کا موجود ہونا بھی کوئی ضروری نہیں ہے، نکاح ہو جائیگا لیکن بہتر یہ ہے کہ وکیل ایسا شخص ہو جو کہ خود ولی بھی ہو مثلاً باپ، دادا بھائی تایا وغیرہ اور وکالت پر دو گواہ بھی ہوں تاکہ بعد میں قاضی کے سامنے وکالت ثابت کرنے کی ضرورت اگر پڑے تو گواہوں کی مدد سے وکیل اپنی وکالت ثابت کرسکے۔

ولی اور محرم کی موجودگی میں بلاضرورت غیر محرم کو کوئی عورت اگر وکیل بناتی ہے تو نکاح اگرچہ ہو جائیگا لیکن ایسا کرنا حیادار عورت کے مقام کے خلاف ہے، اس سے گریز کرنا چاہیے اور جو کہا گیا ہے کہ وہ شخص غیر محرم اس عورت کا بھائی ہو جاتا ہے، اس سے کوئی بھی بھائی نہیں بنتا، دونوں کا آپس میں پردہ ضروری ہے، علماء کو چاہیے کہ اپنے علاقہ میں اس تاثر کو ختم کریں اور ایسے علاقہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں غیر محرم کو وکیل مقرر کرنے سے بھی منع کریں۔

لمافی الشامی:(۹۵/۳طبع سعید)

واعلم أنه لاتشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل عقد الوكيل، وانما ينبغي أن يشهد على الوكالة اذاخيف جحد الموكل اياها. وكذافي الشامية:(۲۲۲/۴،طبع امدادیه)

ولمافی الهداية:(۱۸۷/۳طبع رحمانیه)

ويشترط ان يكون الوكيل ممن يعقل العقد ويقصده لانه يقوم مقام الموكل في العبارة فيشترط ان يكون من اهل العبارة حتى لوكان صبيا لايعقل اومجنونا كان التوكيل باطلا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نثارمحمود کوہاٹی

۹محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۱۸۳۵

﴿اگر بیوی کہے کہ فلاں عورت سے شادی نہ کرنا تو اسکا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری مرحومہ بیوی مرنے سے پہلے مجھے نصیحت کرتی رہتی تھی کہ میرے مرنے کے بعد فلاں جگہ شادی نہ کرنا اس کے علاوہ جہاں چاہئے شادی کر لینا، اب اس کے انتقال کے بعد میرا رشتہ وہیں بن رہا ہے، اورعزیز واقارب میں سے بعض بھی منع کر رہے ہیں، کہتے ہیں کہ آپ کو تو بیوی نے یہاں شادی کرنے سے منع کیا تھا. اب یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا شرعاً یہاں سے شادی کرنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ یہ تو آپ کے علم میں ہوگا کہ آپکی مرحومہ بیوی فلاں جگہ رشتہ لینے سے کیوں منع کرتی تھی؟ کسی معقول وجہ سے اگر منع کرتی تھی اور اب عزیز واقارب بھی اس رشتہ پر اتفاق نہیں کر رہے ہیں، تو اس کے علاوہ رشتہ میں آپ کے لئے زیادہ خیر کی توقع ہے اگر چہ یہاں پر رشتہ کرنا شرعاً منع نہیں ہے. ویسے رشتہ کے انتخاب میں آپ ﷺ نے امت کو جو تعلیم دی ہے کہ عموماً بیوی کا انتخاب حسب نسب، خوبصورتی اور دینداری کی بنیاد پر کیا جاتا ہے آپ تمام صفات سے دینداری اور تقوی کو ترجیح دیں تو تیرے دونوں ہاتھ برکت سے بھر جائیں گے، آپ ﷺ کی اس تعلیم پر آپ عمل کریں تو بڑی برکت کی امید ہے

لما في قوله تعالىٰ سورة النساء، ايت ۳

وان خفتم ألا تقسطوا في اليتمىٰ فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنىٰ وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ما ملكت ايمانكم ذلك ادنىٰ الا تعولوا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی مشکوٰۃ المصابیح:(ص ۲۶۷،طبع:سعید)

عن ابی هریرۃ قال :قال رسول اللہ ﷺ تنکح المرأۃ لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک متفق علیہ

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :عزیزاللہ آغا عفی عنہ

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر:۳۲۴۹

﴿والد کا بالغ اولاد کی شادی میں تاخیر کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک بیٹا ہے جسکی عمر ۲۵ سال ہے، میں نے ابھی تک اسکی شادی نہیں کرائی اور وہ بار بار مطالبہ کر رہا ہے، اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتا ہے اگر تم نے شادی نہ کرائی اور مجھ سے کوئی غلط کام سرزد ہو گیا، تو آپ بھی برابر کے شریک ہونگے، اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا شرعاً اس کی بات درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اولاد کیلئے شادی کا بندوبست کرنا انکے حقوق میں سے ہے، اولاد بالغ ہو اور ازدواجی حقوق بجالانے کی قابل ہو، اور تلاش کرنے پر مناسب رشتہ بھی ملے، اس کے باوجود والدین اس کا انتظام نہ کریں، تو ایسی صورت میں خدانخواستہ کوئی غلط کام سرزد ہو جائے تو بلاشبہ والد بھی اس جرم میں برابر کا شریک سمجھا جاتا ہے۔

ولما فی مشکوٰۃ المصابیح:(ص:۲۷۱،طبع سعید)

وعن ابی سعید وابن عباسؓ قال :قال رسول اللہ ﷺ من ولد له ولد فلیحسن اسمه وأدبه فاذابلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه علی ابیه .وعن عمر بن الخطابؓ وانس بن مالکؓ عن رسول اللہ ﷺ قال فی التوراۃ مکتوب من بلغت ابنته اثنتی عشر سنة ولم یزوجها فاصابت اثماً فاثم ذلک علیه .رواهما البیهقی فی شعب الایمان

ولما فی مرقاۃ المفاتیح :(۲۴۳/۶،طبع رشیدیہ)

(فلیزوجه)ای معناه التسری (فان بلغ)ای وهو فقیر (ولم یزوجه)ای الاب وهو قادر (فاصاب)ای الولد (اثما)ای من الزنا ومقدماته (فانما اثمه علی ابیه)ای جزاء اثمه علیه للتقصیر ، وهو محمول علی الزجر والتهدید للمبالغة والتاکید قال الطیبی رحمة الله علیه ای جزاء الاثم علیه حقیقة ،ودل هذا الحصر علی أن لا اثم علی الولد مبالغة لانه لم یتسبب لما یتفادی ولده من اصابة الاثم ،

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :عزیزاللہ آغا عفی عنہ

۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ فتویٰ نمبر:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿کس عمر میں نکاح کرنا چاہیے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے متعلق کہ کس عمر میں نکاح کرنا شرعاً پسندیدہ یا ضروری ہے؟

مستفتی: حاجی محمد دین

﴿جواب﴾ بالغ ہونے کے بعد جب لڑکی نیا گھر نبھانے اور شوہر کے حقوق انجام دینے کے قابل ہو جائے تو اس وقت نکاح ورخصتی زیادہ بہتر ہے جس کے لیے کم از کم اٹھارہ سال کی عمر موزوں بتائی جاتی ہے اس سے پہلے عام حالات میں ضروری نہیں ہے البتہ اگر لڑکی سے متعلق زنا وغیرہ گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو بلوغت کے بعد بلا تاخیر نکاح ورخصتی کرنا ضروری ہے ایسی صورت میں مناسب رشتہ ملنے کے باوجود تاخیر کرنا سخت گناہ ہے خدانخواستہ گناہ ہوا تو والد بھی برابر کا شریک ہوگا۔

لما فی الترمذی:(۱/۱۲۷، طبع فاروقی)

عن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال لہ یا علی ثلاث لا تؤخرھا۔ الصلوۃ اذا انت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفواً.

ولما فی مرقاۃ المفاتیح:(۶/۲۴۲، طبع: رشیدیہ)

عن عمر بن الخطاب وانس بن مالک رضی اللہ عنھما عن رسول اللہ ﷺ قال: فی التوراۃ مکتوب (من بلغت ابنتہ اثنتی عشرۃ سنۃ ولم یزوجھا ای وجد لھا کفواً فاصابت اثماً ای ما اثم بہ من الفواحش (فاثم ذلک) ای اصابتھا (علیہ) ای علی ابیھا (رواھما البیھقی فی شعب الایمان)

ولما فی التنویر:(۳/۶ طبع: سعید)

(ویکون واجبا عند التوقان) فان تیقن الزنا الا بہ فرض نھایۃ وھذا ان ملک المھر والنفقۃ والا فلا اثم بترکہ بدائع (و) یکون (سنۃ) مؤکدۃ فی الاصح فیاثم بترکہ ویثاب ان نوی تحصینا وولدا (حالۃ الاعتدال) ای القدرۃ علی وطء ومھر ونفقۃ ورجح فی النھر وجوبہ للمواظبۃ علیہ والانکار علی من رغب عنہ (ومکروھا لخوف الجور) فان تیقنہ ذلک حرم

ولما فی الھندیہ:(۱/۲۹۵، طبع: قدیمی)

واما صفتہ: فھو انہ فی حالۃ الاعتدال سنۃ مؤکدۃ وحالۃ التوقان واجب وحالۃ خوف الجور مکروہ کذا فی الاختیار شرح المختار.

واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق اتکی — الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۲۱۱ — ۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿چودہ سال کی عمر میں لڑکی کی رخصتی جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی جس کی عمر ۱۴ سال ہے اور کنواری ہے، آپ حضرات سے یہ مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ اگر اس کے والد کی رضامندی سے اس کا باقاعدہ نکاح ہو جائے اور رخصتی بھی ہو جائے تو شرعاً اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ چودہ سال کی عمر میں بھی لڑکی کو ماہواری آسکتی ہے اور ایسی لڑکی شرعاً بالغ شمار ہوتی ہے اور لڑکی اگر بالغ ہو تو نکاح کے لئے اس کے والد کی رضامندی کافی نہیں ہے، البتہ لڑکی خود بھی راضی ہو تو والد صاحب اس سے باقاعدہ گواہوں کی موجودگی میں اجازت لے اور شرعی طریقے سے اس کا نکاح کر لے تو رخصتی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

البتہ رخصتی کے لئے لڑکی راضی نہ ہو تو زبردستی رخصتی مناسب نہیں ہے اس لئے کے اٹھارہ سال سے کم عمر کی لڑکی عموماً شوہر اور اس کے گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی متحمل نہیں ہوتی، اس لئے مناسب عمر اور تربیت کے بعد ہی رخصتی کرنا زیادہ بہتر ہے بشرطیکہ اس سے پہلے کسی فتنہ یا گناہ میں مبتلا ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو ایسا کوئی خطرہ ہو تو والد صاحب ہی بچی کے مستقبل کا بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں، اس لئے ایسی صورت میں پہلے رخصتی کرنا زیادہ بہتر ہے بلکہ ضروری ہے۔

لما فی الهدایه (۱۵۸/۳، ۱۵۹، طبع: رحمانیه)

و بلوغ الجارية بالحيض والحبل فان لم يوجد فحتى يتم لها سبع عشرة سنة و هذا عند ابى حنيفه و قالا اذا تم للغلام والجارية خمس عشرة سنة فقد بلغا و هو رواية عن ابى حنيفة ...... و ادنى المدة لذالک فى حق الغلام اثنتا عشرة سنة و فى حق الجارية تسع سنين۔

ولما فى التنوير (۶/ ۱۵۴، طبع : سعيد)

و ادنى مدته له اثنتا عشرة سنة و لها تسع سنين۔

ولما فى التنوير مع الدر (۵۸/۳، طبع: سعيد)

(و لا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ (فان استأذنها هو) اى الولى وهو السنة ...... (فسكتت) ...... (او ضحكت غير مستهزئة او تبسمت او بكت بلا صوت) ...... (فهو اذن)

و فى الشامية: (قوله و هو السنة) بان يقول لها قبل النكاح فلان يخطبك او يذكرك فسكتت، و ان زوجها بغير استئمار فقد اخطأ السنة و توقف على رضاها بحر عن المحيط۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الهندیة (۱/۲۸۷، طبع: رشیدیه)

لا یجوز نکاح احد علی بالغة صحیحة العقل من اب او سلطان بغیر اذنها بکرا کانت او ثیبا فان فعل ذالک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازتها اجاز وان ردته بطل.

واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی
الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتویٰ نمبر: ۳۱۰۶
۸ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ

﴿نابالغہ منکوحہ سے جماع کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نابالغ لڑکی سے نکاح ہونے کے بعد جماع کر سکتے ہیں؟ اگر کر سکتے ہیں تو کس عمر سے؟ مستفتی ڈاکٹر حازم

﴿جواب﴾ نابالغ لڑکی سے نکاح کے بعد جماع کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ جماع کی صلاحیت رکھتی ہو، نابالغ لڑکی کس عمر میں جماع کی صلاحیت رکھتی ہے؟ چونکہ طبائع مختلف ہیں، اس لئے عمر کی تعیین مشکل ہے، طبیعت، صحت جسامت وغیرہ پر اس کا مدار ہے، تاہم فقہاء کرام نے کم از کم نو سال کی نابالغہ لڑکی سے جماع کرنے کی گنجائش دی ہے، لیکن نو سال کی عمر میں پہنچ کر بھی اگر جماع کی طاقت نہ رکھتی ہو تو ایسی لڑکی کیساتھ جماع کرنے سے گریز کیا جائے۔

لمافی البزازیة: (۱/۱۰ اطبع قدیمی)

اراد الدخول بالصغیرة ان بنت خمس لایدخل وان تسعا یدخل وقیل ان هی ضخمة یدخل بها وان مهزولة لا واکثر المشائخ علی ان لا عبرة للسن بل للطاقه وکذا ختان الصبی.

ولمافی التنویر: (۶/۱۵۴ طبع سعید) وادنی مدته له اثنتاعشرة سنة ولها تسع سنین.

واللہ اعلم بالصواب: عبد الستار غفرلہ ولوالدیہ
الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ
فتویٰ نمبر: ۸۳۷
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ

﴿ازدواجی حقوق ادا نہ کر سکنے والے کیلئے نکاح کرنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص ازدواجی حقوق ادا کرنے سے قاصر ہو یا کچھ کمزور ہو تو اس کیلئے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی محمد حسن سواتی

﴿جواب﴾ عام حالت اعتدال میں جبکہ زنا وغیرہ میں واقع ہونے کا خطرہ نہ ہو اور کوئی کمزوری یا مہر اور نفقہ کی مجبوری بھی نہ ہو، نکاح کرنا سنت ہے، تاہم جو شخص ازدواجی حقوق سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بالکل قاصر ہو یا مہر اور نفقہ سے عاجز ہو اور حقوق ادا کرنے میں حق تلفی کا قوی اندیشہ ہو تو اس کیلئے نکاح کرنا ناجائز ہے۔

لما في التنوير مع الدر:(۲/۷،طبع سعيد)

(و) يكون (سنة) مؤكدة في الاصح...... (حال الاعتدال):أي القدرة على الوطء ومهر ونفقة اه.
وفي الشامية:قوله:(أي القدرة على الوطء):أي الاعتدال في التوقان...... وان لا يكون في غاية الفتور كالعنين...... وفي البحر:والمراد حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن.فلو لم يقدر علىٰ واحد من الثلاثة أو خاف واحدا من الثلاثة:أي الاخيرة فليس معتدلا فلا يكون سنة في حقه كما أفاده في البدائع اه.

ولما في البحر:(۲/۸۰،طبع سعيد)

(قوله وهو سنة وعند التوقان واجب)...... والمراد بها حالة القدرة على الوطء والمهر والنفقة مع عدم الخوف من الزنا والجور وترك الفرائض والسنن فلو لم يقدر علىٰ واحد من الثلاثة او خاف واحدا من الثلاثة فليس معتدلا فلا يكون سنة في حقه اه.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:خلیل اللہ دیروی

۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۳۷۷

﴿رخصتی کے بعد تجدید نکاح اور رسم "نکاح بھائی" کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے علاقے میں یہ عام رواج ہے کہ منگنی میں ایک دفعہ عقد نکاح ہو جاتا ہے پھر رخصتی کے بعد دولہا کے گھر میں زوجین کی ملاقات سے پہلے تجدید نکاح کیا جاتا ہے جسمیں دلہن کے پاس نامحرم آدمی دو گواہوں کے ساتھ جاتا ہے کہ میں آپ کیطرف سے نکاح کا وکیل ہوں، کیا آپ کو منظور ہے؟ کافی دیر کے بعد وہ ہاں کر دیتی ہے، یہ وکیل پھر دلہن کا نکاح بھائی قرار دیا جاتا ہے اور اس سے حقیقی بھائی کیطرح پردہ نہیں کیا جاتا کیا شرع کی رو سے یہ کام جائز ہے؟ سائل:عبد الحق دیروی

تنقیح:تجدید نکاح کیوں کرایا جاتا ہے؟

جواب تنقیح:والد اکثر بیٹی سے پوچھے بغیر اسکا نکاح کراتا ہے جس کو بعض مرتبہ بیٹی رد کر دیتی ہے۔

﴿جواب﴾ نکاح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ باپ یا تو خود یا کسی معتمد ذریعے مثلاً لڑکی کی ماں وغیرہ سے لڑکی کو یہ بتائے کہ فلاں کی طرف سے آپ کے متعلق رشتے کا پیغام آیا ہے، میں آپ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کیلئے یہ رشتہ پسند کرتا ہوں پھر اس کے بعد اس کے پاس اتنی دیر تک رہے کہ اگر وہ جواب دینا چاہے تو دے سکے، جواب دینے پر اسے مجبور نہ کیا جائے بلکہ خاموشی بھی کافی ہے۔

اس کے بعد والد خود یا کسی وکیل کے ذریعے اسکا نکاح کرادے، اب نکاح منعقد ہو گیا دوبارہ تجدید کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

البتہ اگر باپ نے اپنی بالغ بیٹی سے پوچھے بغیر اسکا نکاح کردیا ہو اور بیٹی کو خبر ہوتے ہی اس نے اس کو رد کردیا ہو تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا، بعد میں بیٹی اگرچہ رضامندی ظاہر کردے نیا نکاح کرانا ضروری ہے اور نامحرم وکیل اور گواہوں کو دلہن کے پاس لے جانا حیا اور غیرت کے خلاف ہے، دلہن کیلئے یہ اجنبی ہے اور اجنبیوں کیطرح اس سے بھی پردہ ضروری ہے، ایسے رواج کو ختم کرنے کی کوشش کریں، تاہم وکالت اور نکاح صحیح ہے۔

لمافی تنویر الابصار:(۹/۳ طبع سعید): وینعقد بایجاب وقبول.

ولمافی التنویر مع الدر:(۵۸/۳، طبع سعید)

(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ (فان استأذنها هو) اى الولى وهو السنة..... (فسكتت)..... (او ضحكت غير مستهزئة او تبسمت او بكت بلا صوت)..... (فهو اذن)

وفي الشامية:(قوله وهو السنة) بان يقول لها قبل النكاح فلان يخطبك او يذكرك فسكتت وان زوجها بغير استئمار فقد اخطأ السنة وتوقف على رضاها بحر عن المحيط.

ولمافی الدر المختار:(۶۰/۳، طبع سعید)

ولو استأذنها فسكتت فوكل من يزوجها ممن سماه جاز ان عرف الزوج والمهر.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبیداللہ عابد

۱۹ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۵۶

﴿ولیمے کا سنت طریقہ اور برادری کی عورتوں کو اسمیں دعوت دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ ولیمے کا سنت طریقہ کیا ہے؟ اور برادری کے مردوں کے ساتھ عورتوں کو اسمیں شریک کیا جاسکتا ہے؟ سائل: محمد ابراہیم دیروی

﴿جواب﴾ ولیمے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ زوجین کے اجتماع (زفاف) کے بعد اہل برادری، پڑوسیوں، علماء، احباب اور فقراء کو حسب استطاعت کھانا کھلایا جائے، ولیمے کی دعوت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

شب زفاف کے بعد جتنا جلدی ہو جائے اتنا ہی سنت کے قریب ہوگا، نکاح کے بعد اور زفاف سے پہلے اگر ولیمہ کھلایا جائے تو اس سے بھی سنت ادا ہو جاتی ہے، ولیمے سے مقصود اخلاص اور اختصار ہو ریا اور اشتہار مقصود نہ ہو، نیز دعوت ولیمہ میں دیگر شرکاء کیساتھ فقراء کو بھی شریک کیا جائے، اس لئے کہ حدیث میں ایسے ولیمے کے کھانے کو شر الطعام قرار دیا ہے جسمیں اغنیاء کو تو دعوت دی گئی ہو لیکن فقراء کو محروم رکھا ہو۔

برادری کی عورتوں کے بارے میں تجربہ ہے کہ ان کا ایک جگہ جمع ہونا منکرات اور مکروہات مثلاً غیبت گوئی، تفاخر لباس و زیور وغیرہ سے عموماً خالی نہیں ہوتا، لہٰذا دعوت نہ دینے میں بچت ہے، البتہ جہاں ان مفاسد اور منکرات کا اندیشہ نہ ہو اور ان کیلئے الگ سے پردے کا اہتمام بھی کیا گیا ہو، تو دعوت دینے کی گنجائش ہے۔

لمافی صحیح البخاری:(۷۸۲/۲،طبع رحمانیه)

وعن انس بن مالکؓ..... وکان اول ماأنزل فی مبتنی رسول اللهﷺبزینب ابنة جحشؓ اصبح النبی ﷺ بها عروسا فدعاالقوم، فاصابوامن الطعام ثم خرجوا وبقی رهط منهم عندالنبی ﷺ..... الحدیث.

ولمافی اعلاء السنن:(ج۱۱ص۱۷،طبع دارالکتب العلمیةبیروت)

وحدیث انسؓ فی هذاالباب صریح فی انها:ای الولیمة بعدالدخول لقوله فیه اصبح عروسا بزینبؓ فدعاالقوم.

ولمافی المرقاة:(۳۳۵/٦،طبع رشیدیه)

قیل انها تکون بعد الدخول وقیل عند العقد وقیل عندهما واستحب اصحاب مالکؒ ان تکون سبعة ایام والمختارانه علی قدرحال الزوج.

ولمافی المرقاة:(۳۴۰/٦،طبع رشیدیه)

وعن ابی هریرةؓ قال:قال رسول الله ﷺ شرالطعام طعام الولیمةیدعی لهاالاغنیاء ویترک الفقراء..... الحدیث.

ولمافی صحیح البخاری:(۷۸۳/۲،باب ذهاب النساء والصبیان الی العرس،طبع رحمانیه)

عن انس بن مالکؓ قال ابصر النبی ﷺنساء وصبیا نا مقبلین من عرس فقام ممتنا قال اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ.

ولمافی روح المعانی:(ج۲۲ص۲۵۸،طبع رشیدیه)

واجیب بان الامربالاستقرارفی البیوت والنهی عن الخروج لیس مطلقاوالا لمااخرجهن ﷺبعدنزول الآیةللحج والعمرةولماذهب بهن فی الغزوات ولمارخصهن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لزیارة الوالدین وعیادة المرضی وتعزیة الاقارب وقد وقع کل ذلک کما تشهد به الاخبار.

ولما فی الهندیة:(۵/۳۴۳،طبع رشیدیه)

وولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة وهی اذا بنی الرجل بامرأته ینبغی ان یدعو الجیران والاقرباء والاصدقاء ویذبح لهم ویصنع لهم طعاما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبید اللہ عابد

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۵۴

﴿ٹیلیفون یا موبائل فون کے ذریعے سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ موبائل فون، ٹیلیفون کے ذریعے مجلس نکاح میں ایجاب وقبول کر لینے سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: عرباض شمس اورنگی

﴿جواب﴾ نکاح میں چونکہ دو گواہوں کا مجلس نکاح میں حاضر ہونا اور دونوں کا ایجاب و قبول سن لینا شرط کے درجہ میں ضروری ہے، اس لئے ٹیلیفون یا موبائل پر نکاح نہیں ہوسکتا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳/۲۱،طبع سعید)

(وشرط سماع کل من العاقدین لفظ الآخر)لیتحقق رضاهما (و)شرط(حضور) شاهدین (حرین) أو حر وحرتین(مکلفین سامعین قولهما معا) علی الأصح......الخ.

ولما فی البحر الرائق:(۳/۸۱-۸۷-۸۸،طبع سعید)

(وینعقد بایجاب وقبول وضعا للمضی أو أحدهما)......عند حرین أو حر وحرتین عاقلین بالغین مسلمین......واختلف فی اشتراط سماع الشاهدین معاً فنقل فی الذخیرة روایتین عن أبی یوسفؒ وجزم فی الخانیة بأنه شرط فکان هو المذهب فلو سمعا کلامهما متفرقین لم یجز ولو اتحد المجلس......فالحاصل أنه یشترط سماعهما معا مع الفهم علی الأصح......الخ.وهکذا فی الهندیة:(۱/۲۶۸،کتاب النکاح،طبع رشیدیه)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۵۴۱

﴿گواہوں کی غیر موجودگی میں والد کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی بہن اور بہنوئی کو مذاق میں کہتا تھا کہ میں نے اپنی بیٹی آپکے بیٹے کو دی ہے، جواب میں انکی بہن اور بہنوئی کہتے تھے کہ ہاں ہم راضی ہیں لیکن مستقل گواہوں کے سامنے مجلس نکاح منعقد نہیں کی تھی بلکہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مذاق ہی سمجھتے رہے، ایک دن انکی بہن و بہنوئی انکے گھر آئے تھے، اسی دوران یہ شخص گھر میں آیا تو اسکی اہلیہ نے انکے بھانجے کا نام لیکر کہا کہ فلاں کا سسر آگیا تو وہ غصہ ہوگیا اور کہا کہ یہ کیا کہہ رہی ہو تو اسی وقت اسکے بہنوئی نے کہا کہ اب تو آپ نے میرے بیٹے کیساتھ اسکا نکاح کرادیا ہے جب تک میرا بیٹا اسکو طلاق نہ دے اسوقت تک آپ کسی اور کیساتھ اسکی شادی نہیں کراسکتے تو کیاان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

مستفتی: غیب اللہ

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ والد کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کسی سے کرائے انکی طرف سے والد ہی کے ایجاب وقبول سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے خواہ مذاق ہی میں کہے بشرطیکہ واقعی ایجاب وقبول ہو، اور گواہوں کی موجودگی میں ہو، لیکن مذکورہ صورت میں چونکہ باقاعدہ نکاح منعقد نہیں ہوا تھا اور نہ ہی گواہ موجود تھے تو والد کے اسطرح کہنے کو ایجاب وقبول کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، لہٰذا اس سے کوئی نکاح منعقد نہیں ہوا، زیادہ سے زیادہ اسکو وعدہ نکاح کہہ سکتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی معقول عذر نہ ہو تو لڑکی کے والد کو چاہیے کہ انکا آپس میں نکاح کرکے باقاعدہ وعدہ کی پاسداری کریں۔

لمافی الهداية:(۲/۳۲۸،طبع رحمانيه)

فان زوجهما الاب اوالجد يعني الصغير والصغيرة فلا خيار لهما بعد بلوغهما لانهما كاملا الرأى وافر الشفقة فيلزم العقد بمباشرتهما كما اذاباشراه برضانهما بعد البلوغ.

ولمافی التنوير مع الدر:(۳/۲۱،طبع سعيد)

وشرط(حضور)شاهدين (حرين)او حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معا) على الاصح.

ولمافی الشامی:(۳/۱۱،طبع سعيد)

حتى قلنا لو صرح بالاستفهام اعتبر فهم الحال قال فی شرح الطحاوی لوقال هل اعطيتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح قال الرحمتى:فعلمنا ان العبرة لما يظهر من كلامهما لالنيتهما الا ترى انه ينعقد مع الهزل والهازل لم ينو النكاح.

ولمافی صحيح البخاری:(۱/۱۰،طبع قديمی)

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلى الله عليه وسلم قال اية المنافق ثلاث اذا حدث كذب واذا وعد اخلف واذا ؤتمن خان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد غفرلہ ولوالدیہ

۲۹ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ

فتویٰ نمبر: ۲۲۰۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿ولد الزنا کا نکاح کرتے وقت باپ کے نام کی جگہ کس کا نام لیا جائے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ ولد الزنا لڑکا کا نکاح کرتے وقت باپ کے نام کی جگہ کس کا نام لیا جائیگا؟ سائل: محمد زید

تنقیح: مذکورہ بچے کو کس بنیاد پر ولد الزنا قرار دیا گیا ہے، اسکی ماں کا کسی کے ساتھ نکاح ہوا تھا یا نہیں؟ اگر نکاح ہوا تھا تو کتنی مدت کے بعد بچہ پیدا ہوا؟

جواب تنقیح: اسکی ماں کا کسی سے نکاح نہیں ہوا تھا بلکہ اسکی ماں کنواری تھی۔

﴿جواب﴾ یہ لڑکا اگر مجلس نکاح میں خود موجود ہو اور گواہان اسکو دیکھ رہے ہوں تو اسکا اپنا نام ذکر کرنے سے نکاح منعقد ہو جائیگا اور اگر خود حاضر نہیں ہے اور نام ذکر کرتے وقت گواہان نکاح کے سامنے وہ ممتاز ہے تو پھر بھی صرف اسی کا نام ذکر کرنے سے نکاح منعقد ہو جائیگا۔

لما فی التنویر مع الدر: (۲۲/۲، طبع سعید)

ثم قال فی البحر وان کانت غائبة ولم یسمعوا کلامها بان عقد لها وکیلها فان کان الشهود یعرفونها کفی ذکر اسمها اذا علموا انه ارادها وان لم یعرفوها لا بد من ذکر اسمها واسم ابیها وجدها.

ولما فی التنویر مع الرد: (۱۵/۲، طبع سعید)

(ولا المنکوحة مجهولة) قلت وظاهره انها لو جرت المقدمات علی معینة وتمیزت عند الشهود ایضا یصح العقد وهی واقعة الفتوی لان المقصود نفی الجهالة وذالک حاصل بتعینها عند العاقدین والشهود وان لم یصرح باسمها.

ولما فی الهندیة: (۲۶۸/۱، طبع رشیدیه)

ولو کان الشهود یعرفونها وهی غائبة فذکر الزوج اسمها لا غیر وعرف الشهود انه اراد به المرءة التی یعرفونها جاز النکاح کذا فی محیط السرخسی.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبید اللہ عابد

۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۷۶

﴿نکاح کے معاملے میں بالغہ لڑکی کی اجازت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں والدین اپنے بچوں کی شادی کرتے ہیں لیکن ان سے مشورہ اور اجازت نہیں لیتے اور بچے بھی شرم وحیا کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں لیکن شادی کے بعد عموماً خاوند اور بیوی میں لڑائی چلتی رہتی ہے اور آخر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کار طلاق کی نوبت تک بات پہنچ جاتی ہے اور اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ میاں و بیوی چونکہ آپس میں شادی پر راضی نہیں تھے اس لیے یہ نوبت آگئی ہے کیا بچوں سے اجازت لینا اور ان کی پسند کا خیال کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ مستفتی: خرم شہزاد کوئٹہ

﴿جواب﴾ نکاح نہ صرف معاشرتی ضرورت ہے بلکہ اہم ترین عبادت بھی ہے۔ میاں بیوی کی ذاتی زندگی پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں پورا خاندان بھی اس کے اچھے یا برے نتائج سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لیے شوہر یا بیوی کے انتخاب کے معاملے میں جہاں شریعت دینداری اور تقویٰ کو ترجیح دینے کی سفارش کرتی ہے تو ساتھ ساتھ حسن و جمال حسب و نسب اور تہذیب و تمدن کا لحاظ کرنا بھی پسند کرتی ہے۔ اور اس رشتہ کی کامیابی کا مدار چونکہ میاں بیوی پر ہے اس لیے انتخاب کے معاملہ میں دونوں کی پسند کا لحاظ کرنا انتہائی ضروری ہے۔

آپ کے علاقے میں انتخاب کے معاملہ میں جوان اولاد کی رائے اور اتفاق کو اگر ضروری نہیں سمجھتے تو یہ بڑی حق تلفی ہے اولاد کے ساتھ خیر خواہی کے منافی ہے۔ اور یاد رہے کہ بالغ لڑکا ہو یا لڑکی نکاح کے معاملہ میں انکی اجازت شرط کے درجے میں ہے انکار کی صورت میں نکاح بالکل نہیں ہوگا لھذا اجازت اگرچہ بادل نخواستہ ہو نکاح کے لیے ضروری ہے۔

لما فی التفسیر المظہری:(۲/۶ طبع: رشیدیه)

قال رحمه الله تحت قوله (فانكحوا ما طاب لكم من النساء) فالاولىٰ ان يقال معناه ما استطاب منهن انفسكم ومالت انفسكم اليهن وهذا انسب بجميع التاويلات.

ولما فی سنن ابی داؤد:(۱/ ۳۰۲، طبع:مکتبه رحمانيه)

عن ابن عباس رضی الله عنه ان جاريةبكرا اتت النبی ﷺ فذكرت ان اباها زوجها وهی كارهة فخيرها النبی ﷺ.

ولما فی الترمذی:(۱/ ۲۱۱، طبع:فاروقی کتب خانه)

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا تنكح الثيب حتىٰ تستامر ولا تنكح البكر حتىٰ تستاذن واذنها الصموت.

ولما فی تنویر الابصار:(۲/ ۵۸ طبع: سعید)

ولا تجبر البالغة البكر علىٰ النكاح فان استاذنها هو او وكيله او رسوله او زوجها وليها فسكتت او ضحكت غير مستهزئة او تبسمت او بكت بلا صوت فهو اذن.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما رد المختار:(۵۸/۳،طبع: سعید)

(قوله ولا تجبر البالغة)ولا الحر البالغ والمكاتب والمكاتبة ولو صغيرين ح عن القهستانى (قوله البكر)اطلقها فشمل ما اذا كانت تزوجت قبل ذلک وطلقت قبل زوال البكارة فتزوج كما تزوج الابكار نص عليه فى الاصل بحر

(قوله وهو السنة)بان يقول لها قبل النكاح فلان يخطبک او يذكرك فسكتت وان زوجها بغير استئمار فقد اخطا السنة وتوقف علىٰ رضاها بحر عن المحيط .واستحسن الرحمتى ما ذكره الشافعية من ان السنة فى الاستئذان ان يرسل اليها نسوة ثقات ينظرن ما فى نفسها والام بذاك اولىٰ لانها تطلع علىٰ مالا يطلع عليه غيرها.

ولما فى الفتاوى العالمگيريه:(۲۸۷/۱، طبع قديمى كتب خانه)

لا يجوز نكاح احد علىٰ بالغة صحيحة العقل من اب او سلطان بغير اذنها بكرا كانت او ثيبا فان فعل ذلک فالنكاح موقوف علىٰ اجازتها فان اجازته جاز وان ردته بطل كذا فى السراج الوهاج.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انکی

۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۲۱۲

﴿لڑکی کا نکاح والدین کی اجازت کے بغیر اگرچہ صحیح ہے مگر گناہ ضرور ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی عاقلہ بالغہ اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر کسی لڑکے کیساتھ فرار ہوگئی وہ لڑکا کفو بھی نہیں ہے تو یہ بات والدین واولیاء اپنے لئے عار سمجھتے ہیں، کیا اسکا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ مستفتی: میر اسلم لکی مروت

﴿جواب﴾ اولاد جب بالغ ہو اور شادی کا بوجھ برداشت کرنے کے قابل ہو تو نکاح میں بلا وجہ تاخیر کرنا گناہ ہے، ایسی صورت میں کوئی لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو قصور والدین کا سمجھا جائے گا، عام حالات میں کوئی عاقل بالغ لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو نکاح اگرچہ صحیح اور معتبر ہے لیکن والدین کے ساتھ زیادتی ہے انکی حق تلفی ہے، اس لئے سخت گناہ ہے، البتہ غیر کفو میں شادی کرلے تو ولی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

لما فى مشكوة المصابيح:(۲۷۱/۲،طبع سعيد)

لقوله عليه السلام:قال رسول الله ﷺ من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه.... وعن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فى التوراة مكتوب من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذالک عليه.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی ردالمحتار:(۳/۸۴،طبع سعید)

فان حاصله ان المرأة اذا زوجت نفسها من کفء لزم علی الاولیاء وان زوجت من غیر کفء لا یلزم

ولما فی الهداية:(۲/۳۳۵،طبع رحمانیه)

وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وان لم يعقد عليها ولي بكرا كانت او ثيبا عند أبي حنيفةؒ.

ولما فی التنویر مع الدر:(۳/۵۸،طبع سعید)

(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ.

ولما فی الهداية:(۲/۳۲۱،طبع رحمانیه)

الا لا يزوج النساء الا الاولياء ولا يزوجن الا من الأكفاء.

ولما فی مشكوة المصابيح:(۲/۲۷۰،طبع سعید)

عن ابي موسى عن النبي ﷺ قال لا نكاح الا بولي...... وعن عائشةؓ ان رسول ﷺ قال ايما امرأة نكحت نفسها بغير اذن وليها فنكاحها باطل ،فنكاحها باطل ،فنكاحها باطل.

ولما فی الشامی:(۳/۸۴،طبع سعید)

قوله:الكفاءة معتبرة قالوا:معناه معتبرة في اللزوم على الاولياء حتى ان عند عدمها جاز للولي الفسخ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :اسلام بادشاہ بھیلی

۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۱۱۱

﴿مخطوبہ کو براہ راست دیکھنا مستحب ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ ایک آدمی نے بغرض نکاح ایک لڑکی کی تصویر دیکھی جسمیں اس لڑکی کے ساتھ اسکی والدہ کی تصویر بھی تھی ، دیکھنے کے دوران اس نے لڑکی کے بعض اعضاء کو شہوت سے چھوا جس کے ساتھ اسکی والدہ کے بعض اعضاء بھی مس ہوئے ،اب چونکہ اس سے نکاح ہونے والا ہے لیکن ایک ساتھی کے بتانے پر پتہ چلا کہ اس عمل کیوجہ سے مذکورہ لڑکی آپ پر حرام ہوگئی۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ جس لڑکی سے رشتہ ہونے کی پوری توقع ہو اسکو براہ راست دیکھنا مستحب ہے لیکن تصویر دیکھنے کے علاوہ شہوت سے چھونا شیطانی حرکت ہے، تاہم اس قبیح عمل کیوجہ سے وہ لڑکی آپ پر حرام نہیں ہوئی ،البتہ گناہ کے مرتکب ہونے کیوجہ سے صدق دل سے توبہ واستغفار کرنا آپ پر لازم ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی التنویر مع الدر:(۲۷۰/۲،طبع سعید)

(وکذا مریدنکاحہا)ولوعن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ.

ولمافی الخانیۃ علی ہامش الھندیۃ:(۳۶۲/۱،طبع رشیدیہ)

ولو نظر فی مرآۃ ورأی فیہا فرج امرأۃ فنظر عن شہوۃ لا تحرم علیہ امہا وابنتہا لانہ لم یر فرجہا وانما رأی عکس فرجہا.

ولمافی الھندیۃ:(۲۷۵/۱،طبع رشیدیہ)

ثم المس انما یوجب حرمۃ المصاہرۃ اذا لم یکن بینہما ثوب اما اذا کان بینہما ثوب فان کان صفیقا لا یجد الماسُّ حرارۃ الممسوس لا تثبت حرمۃ المصاہرۃ وان انتشرت آلتہ بذلک

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم: عبیداللہ عابد غفرلہ ولوالدیہ

۱۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۰۵۱

﴿ایجاب وقبول میں گونگے کا مخصوص اشارہ کافی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گونگے کے نکاح کا کیا طریقہ ہے؟ صرف اشارہ کافی ہے یا اس کے ساتھ ساتھ کتابت بھی ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ گونگے کے اشارہ سے ایجاب یا قبول اگر سمجھ میں آجاتا ہے تو یہی کافی ہے کتابت کی ضرورت نہیں ہے، البتہ گونگا خود لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو کتابت سے مقصد چونکہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے، اس لئے ایجاب وقبول کتابت سے ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۷۳۲/۶،طبع سعید)

(ایماء الأخرس وکتابتہ کالبیان)باللسان (بخلاف معتقل اللسان)وقال الشافعی:ہما سواء فی وصیۃ ...الخ.

وفی الشامیۃ:(قولہ:ایماء الأخرس)ای اشارتہ بحاجب أوید أو غیر ذلک اذا عرف القاضی اشارتہ والاینبغی أن یستخبر ممن یعرفہا من اخوانہ وأصدقائہ وجیرانہ حتی یقول بین یدی القاضی اراد بہذہ الاشارۃ کذا ویفسر ذلک ویترجم حتی یحیط علم القاضی بذلک وینبغی أن یکون عدلا مقبول القول ،لان الفاسق لاقول لہ بیری عن الولوالجیۃ ،واطلاقہ یفید اعتبار الایماء مع قدرتہ علی الکتابۃ وہو المعتمد لان کلامنہما حجۃ ضروریۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۲۱۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿صرف نکاح نامے پر دستخط کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ لڑکا نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا لوگوں نے زبردستی نکاح کر دیا تو نکاح منعقد ہو گیا ہے یا نہیں؟ اس صورت میں اگر مہر زیادہ مقرر کیا گیا ہو تو شوہر کے ذمہ واجب ہو گا یا نہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ صرف نکاح نامے پر دستخط کرنے سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: محمد ممتاز

﴿جواب﴾ عاقل بالغ لڑکے کو نکاح پر مجبور کرنا ظلم ہے سخت گناہ ہے، تاہم باقاعدہ زبان سے اگر قبول کر لیا ہے خواہ بادلِ نخواستہ ہو تو نکاح منعقد ہو گیا ہے اور نکاح سے متعلق حقوق کی ادائیگی ہر دونوں پر واجب ہو گئی ہے لیکن مہر مثل سے زائد مہر اگر مقرر کر دیا ہے تو زائد واجب نہیں ہے صرف مہر مثل شوہر کے ذمہ ہے لیکن نکاح نامے پر صرف دستخط زبردستی کرانے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

لما في الشامي: (۹/۱۹۲، طبع امدادیه)

نظمها ابن الهمامؒ بقوله يصح مع الاكراه عتق ورجعة، نكاح وايلاء، طلاق مفارق وفيء، ظهار واليمين ونذره وعلو لقتل شاب منه مفارق.

ولما في التنوير مع الدر: (۳/۱۲، طبع سعيد)

(فلا ينعقد) بقبول بالفعل كقبض مهر ولا بتعاط ولا بكتابة حاضر.

وفي الشامية: قوله: (ولا بكتابة حاضر) فلو كتب تزوجتك فكتبت قبلت لم ينعقد. بحر. والاظهر أن يقول فقالت قبلت.---الخ.

ولما في البدائع: (۷/۱۸۵، طبع سعيد)

وان كان المسمى اكثر من مهر المثل يجب قدر مهر المثل وتبطل الزيادة لان تسمية الزيادة على قدر مهر المثل لم تصح مع الاكراه فبطلت.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد غفر لہ

۳ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۱۸۷۷

﴿بالغ لڑکی کے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے اپنی بیٹی یعنی میری بہن جو کہ بالغ تھی کا نکاح اپنے بھتیجے کیساتھ بغیر اجازت کے کیا تھا اور اسی وقت میری بہن نے صاف انکار کر دیا تھا اور اسکے بدلے اپنے بیٹے یعنی میرے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بھائی کا نکاح اپنی بھتیجی کیساتھ کردیا تھا کیا یہ نکاح منعقد ہو چکا ہے یا میری بہن کے صاف انکار کے بعد ختم ہوگیا ہے؟ جبکہ میری بہن نے بعد میں رضامندی بھی ظاہر کردی تھی۔

﴿جواب﴾ نابالغ لڑکے یا لڑکی کے نکاح کا والد صاحب کو شریعت نے حق دیا ہے لیکن اولاد اگر بالغ ہے تو نکاح صحیح ہونے کیلئے اسکی اجازت ضروری ہے صراحۃً اجازت ہو خواہ دلالۃً لیکن بدوں اجازت کے نکاح معتبر نہیں ہے۔

مذکورہ صورت میں لڑکی بالغ تھی اور نکاح کی خبر پہنچنے پر اس نے صاف انکار کردیا تو اس سے نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں یکطرفہ ایجاب تھا جو کہ انکار کرنے سے باطل ہوگیا، بعد میں رضامندی کے اظہار سے نکاح منعقد نہیں ہوا پھر سے ایجاب وقبول ضروری ہے، اس لئے کہ ایجاب وقبول نکاح کے ارکان ہیں اور ہر ایک رکن کے حکم کا وجود دوسرے پر موقوف ہوتا ہے اور رد کرنے سے انکا خود اپنا بھی وجود باقی نہیں رہتا، لہذا انکار کرنے سے لڑکی نے ایجاب کو قبول نہیں کیا بلکہ رد کردیا، اس لئے ایجاب باقی نہ رہا، دوبارہ نکاح ضروری ہے، لڑکی اگر چاہے تو اسی سے دوبارہ ایجاب وقبول کے ذریعہ نیا نکاح کرلے اور چاہے تو دوسری جگہ نکاح کرلے۔

لمافی الهندية:(۲۸۸/۱،طبع رشيديه)

ولو زوجها وليها فقالت:لا ارضى ثم رضيت في المجلس لم يجز كذافي المحيط.

ولمافي خلاصة الفتاوى:(۲۶/۲،طبع رشيديه)

وفي المحيط البكر اذابلغها الخبر فقالت لاارضى ثم قالت رضيت لانكاح بينهما وعن هذا استحسن مشايخنا رحمهم الله تجديد العقد عند الزفاف لان البكر عسى تظهر الرد عند السماع.

ولمافي الدر المختار:(۶۰/۳،طبع سعيد)

ولو استأذنها في معين فردت ثم زوجها منه فسكتت صح في الاصح بخلاف ما لو بلغها فردت ثم قالت رضيت لم يجز لبطلانه بالرد ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف لان الغالب اظهار النفرة عند فجأة السماع. قوله بخلاف مالو بلغها الان نفاذ التزويج كان موقوفا على الاجازة وقد بطل بالرد.

ولمافي التاتارخانية:(۲۲۱/۲،طبع قديمي)

عن ابي يوسف اذا زوج رجل امرأة من رجل بغير امرها فبلغها فقالت: لاأجيز فقال: لها فعلى فقالت قد اجزت لم يجز وقد بطل النكاح حين ردت ثم قال اذا ردت ما قد وقع لم يكن لها ان تجيزه

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

۵ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر:۱۸۳۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نکاح میں جس لڑکی کا نام لیا اسی کا نکاح ہوگا﴾

﴿سوال﴾ اگر کسی آدمی کی دو بیٹیاں ہیں وہ بڑی کا نکاح کرانا چاہتا ہے عین نکاح کے وقت غلطی سے چھوٹی کا نام ذکر کردیتا ہے حالانکہ نکاح بڑی کا ہورہا تھا تو اس صورت میں بڑی کا نکاح ہوگا یا چھوٹی کا؟
مستفتی: عبیداللہ دیر

﴿جواب﴾ جس لڑکی کا نکاح ہورہا ہے اگر وہ نکاح کی مجلس میں موجود نہیں ہے اور لڑکی کا والد بھولے سے دوسری لڑکی کا نام لیکر ایجاب وقبول کرلیتا ہے تو اس صورت میں وہ لڑکی جس کا نام لیا گیا ہے اگر بالغ ہے تو نکاح اسکی اجازت پر موقوف ہوگا اجازت دے دے تو اسی کا یعنی چھوٹی کا نکاح ہوجائیگا، اجازت نہ دی تو اس کا بھی نکاح نہیں ہوگا، بڑی کا تو سرے سے ہوا ہی نہیں کیونکہ اسکا نام نہیں لیا لیکن اگر نکاح کے وقت لڑکی خود موجود ہے اور باپ اسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسکی طرف سے ایجاب وقبول کررہا ہے اور نام غلط ذکر کردیتا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا نکاح اسی کا ہوگا جس کی طرف اشارہ کیا ہے، نیز اگر وکیل لڑکی کے باپ کا نام غلط ذکر کردے تو بھی نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲۶/۳ طبع سعید)

(غلط وکیلها بالنكاح فی اسم ابيها بغير حضورها لم يصح) للجهالة وكذا لو غلط فی اسم بنته الا اذا كانت حاضرة واشار اليها فيصح ولو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسماها باسم الصغرى صح للصغرى.

ولمافی الشامی:(۲۶/۳ طبع سعید)

قوله:(ولو له بنتان) أی بأن كان اسم الكبرى مثلا عائشة والصغرى فاطمة فقال زوجتك بنتی الكبرى فاطمة وقبل صح العقد عليها وان كانت عائشة هی المرادة وهذا اذا لم يصفها بالكبرى أما لو قال زوجتك بنتی الكبرى فاطمة ففی الولوالجية: يجب أن لا ينعقد العقد على احداهما لأنه ليس له ابنة كبرى بهذا الاسم.

ولمافی قاضیخان بهامش الهندية:(۳۲۲/۱ طبع رشيديه)

امرأة وكلت رجلا بأن يزوجها فزوجها وغلط فی اسم أبيها لا ينعقد النكاح اذا كانت غائبة ......رجل له بنتان اسم الكبرى منهما عائشة واسم الصغرى فاطمة فقال الاب فی نكاح الكبرى زوجتك ابنتی فاطمة جاز النكاح على الصغيرة ولو قال زوجت ابنتی الكبرى فاطمة فقال الزوج قبلت قالوا: لا يجوز نكاح واحدة منهما.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الشامی:(۲/۲۵،طبع سعید)

(قوله والا لا)ای وان لم تکن حاضرة لایکون العقد نافذابل موقوفاعلی اجازتها.

والله اعلم بالصواب: محمد سجاد غفرلہ
الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

فتوی نمبر:۱۹۰۰
۱۴صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

﴿ایجاب وقبول میں نکاح کی نسبت جسکی طرف ہو نکاح بھی اسی کا ہوگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا لڑکا ہے اور شریف کی لڑکی آپس میں رشتہ کی بات طے ہوگئی تھی، نکاح کے لئے باقاعدہ خطبہ پڑھا گیا لیکن ایجاب و قبول کے الفاظ میں زید اور شریف نے غلطی کی، شریف نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکی نکاح میں دے دی، زید نے کہا میں نے قبول کرلی، بیٹے کی طرف نسبت نہیں کی تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟

بالفرض شریف یوں کہتا کہ میں نے اپنی لڑکی زید کے بیٹے کے نکاح میں دے دی اور زید کہتا میں نے قبول کرلی تو کیا حکم ہوتا؟

مستفتی: محمد خالد کراچی

﴿جواب﴾ شریف کی لڑکی اگر نابالغ ہے تو زید کیساتھ اسکا نکاح ہوگیا ہے اور اگر بالغ ہے اور اپنے والدصاحب کو عام اجازت دی ہے یعنی صرف زید کے بیٹے کیساتھ نکاح کرانے کا پابند نہیں بنایا تو اس صورت میں بھی نکاح زید کیساتھ ہوگیا ہے، زید کے بیٹے کیساتھ اب نکاح کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی، باپ کی بیوی بننے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے بیٹے پر حرام ہوگئی ہے اور اگر خاص زید کے بیٹے کیساتھ نکاح کرانے کی اجازت دی تھی تو اس صورت میں نکاح نہیں ہوا، نئے ایجاب وقبول کے ساتھ زید کے بیٹے سے نکاح ہوسکتا ہے اور دوسری صورت میں یعنی شریف نے کہا کہ میں نے زید کے بیٹے کے نکاح میں دی اور زید نے مطلقاً قبول کرلیا اپنے بیٹے کی طرف نسبت نہیں کی تو اس صورت میں بھی کوئی نکاح نہیں ہوا۔

لمافی الشامی:(۲/۲۶ طبع سعید)

لوقال ابوالصغیرة لأبی الصغیر زوجت ابنتی ولم یزدعلیه شیأفقال ابوالصغیر قبلت یتم النکاح للأب هوالصحیح ویجب أن یحتاط فیه فیقول قبلت لابنی...... وفی الشامیة:حیث یقول زوج ابنتک لابنی فیقول:له زوجتک فیقول الاول قبلت فیقع العقد للأب والناس عنه غافلون...... وبانه لایمکن للأب تطلیقها وعقده للابن ثانیا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لحرمتها على الابن مؤبدا ومثله مايقع كثيرا أيضا حيث يقول زوجتني بنتك لابني فيقول زوجتك فان قال الأول قبلت انعقد النكاح لنفسه...... زوجتك بنتي لابنك فيقول قبلت ويظهرلي أنه ينعقد للأب لاسناد التزويج وقول أبي البنت لابنك معناه لأجل ابنك فلايفيد. ...

ولمافي قاضيخان:(۱/۲۸۹،طبع قديمي)

رجل خطب لابنه الصغير امرأة فلما اجتمعا للعقد قال أبو البنت بالفارسية ترادادم بزنی این دختر بهزار درهم فقال أبو الابن پذيرفتم يجوز النكاح للأب لأن الأب اضاف النكاح الى نفسه وان جرت الخطبة بينهما لأجل الابن.

الجواب صحيح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد سجاد کشمیری

۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر ۱۹۰۷

﴿ولیمہ کب تک کرنے سے سنت ادا ہو جائیگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے موقع پر ولیمہ کرنا سنت ہے اگر کوئی شادی کے سترہ سال بعد ولیمہ کرے تو کیا سنت ادا ہو جائیگی؟

﴿جواب﴾ سنت ولیمہ ادا ہو جائیگی البتہ سنت وقت ادا نہیں ہوگی کیونکہ ولیمہ میں دراصل دو جہتیں ہیں (۱) سنت ولیمہ (۲) سنت وقت) اسی لیے اگر کوئی رخصتی کے فورا بعد ولیمہ کرے تو دونوں سنتیں ادا ہو جائیں گی کیونکہ ولیمہ کا مسنون وقت رخصتی کے بعد ہے اگرچہ دوسرے اقوال بھی ہیں لیکن ان کو اسی پر محمول کیا گیا ہے کہ سنت ولیمہ تو ادا ہو جائیگی البتہ سنت وقت ادا نہیں ہوگی.

تائید کے لیے دیکھیں. فتاوی عثمانی ۲/۳۰۲ فتاوی رحیمیہ ۸/۲۳۹ خیر الفتاوی ۴/۶۰۴

(لمافي اوجز المسالك ۹/۵۲۴)

ان عبدالرحمن بن عوف جاء الى رسول اللهﷺ وبه اثر صفرة فسأله رسول اللهﷺ فاخبره انه تزوج امرأة من الانصار فقال رسول اللهﷺ كم سقت اليها؟ زنة نواة من الذهب فقال له رسول اللهﷺ أولم ولو بشاة

(ولما في الردالمحتار ۶/۳۴۷ طبع سعيد)

(دعى الخ الى وليمة) هي طعام العروس وقيل الوليمة اسم لكل طعام والافضل ان يجيب اذا كانت وليمة والا فهو مخير والاجابة افضل وفي البناية اجابة الدعوة سنة وليمة أو غيرها وفي الاختيار وليمة العرس سنة قديمة ان لم يجبها أثم لقوله عليه السلام من لم يجب الدعوة فقد عصى الله ورسوله.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(ولما فی الهندیه ۵/۳۴۳ قدیمی کتب خانه)

ولیمة العرس سنة وفیها مثوبة عظیمة وهی اذا بنی الرجل بامرأته ینبغی ان یدعو الجیران والاقرباء والاصدقاء ویذبح لهم ویصنع لهم طعاما واذا اتخذ ینبغی لهم ان یجیبوا فان لم یفعلوا أثموا قال علیه السلام من لم یجب الدعوة فقد عصی الله ورسوله ولا بأس ان یدعوا یومئذ من الغد وبعد الغد ثم ینقطع العروس والولیمة کذا فی الظهیریة

(ولما فی قاضی خان ۲/۱۰۶ قدیمی کتب خانه)

رجل بنی بامرأة قالوا ینبغی ان یتخذ ولیمة ویدعو الجیران والاصدقاء والاقرباء ویصنع لهم طعاما ویذبح لقوله علیه السلام أولم ولو بشاة واذا اتخذ ولیمة ودعاهم کان علیهم ان یجیبوا فمن لم یجب کان أثما فلا باس بان یدعو لذلک الیوم وغدا وبعد غد ثم ینقطع العرس والولیمة .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق آملی

۲۸ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۲۲۶

﴿فصل فی الانکحة الصحیحة و الفاسدة﴾

﴿نکاح صحیح اور فاسد کا بیان﴾

﴿غیر کی منکوحہ سے نکاح شرعاً باطل اور کالعدم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے علاقے میں ایک مولوی صاحب نے ایک ایسی عورت کا نکاح پڑھایا جو دوسرے کی منکوحہ تھی اور اس عورت کا منکوحہ ہونا مولوی صاحب اور دیگر جو گواہ وغیرہ تھے سب کو معلوم تھا، از روئے شرع ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ نکاح پر نکاح نہیں ہوسکتا ایسا نکاح شرعاً کالعدم اور باطل ہے، مولوی صاحب اور دیگر شرکاء جن کو عورت کا منکوحہ ہونا معلوم تھا، اس کے باوجود دوسرا نکاح پڑھوایا گناہ کبیرہ اور فسق کے مرتکب ہوئے ہیں، اپنے فعل پر توبہ اور استغفار کریں، ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

لما فی المظهری: (۲/۶۲ مطبع رشیدیه)

والمحصنات من النساء عطف علی امهاتکم یعنی حرمت علیکم المحصنات من النساء: ای ذوات الازواج لا یحل للغیر نکاحهن مالم یمت زوجها او یطلقها وتنقضی عدتها من الوفات او الطلاق.

ولما فی الشامی:(۴/۵۱۶،طبع سعید)

اما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم انها للغير لانه لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلا.

ولما فی البحر الرائق:(۴/۱۴۲طبع سعید)

السادس المحرمة لحق الغير كمنكوحة الغير و معتدته.

ولما فی حجۃ اللہ البالغۃ لشاہ ولی اللہ الدہلوی:(۲/۲۳۳،طبع قدیمی)

ومنها: كون المرأة مشغولة بنكاح مسلم او كافر فان اصل الزنا هو الازدحام على الموطوءة من غير اختصاص احدهما بها.

ولما فی التنویر مع الدر:(۱/۵۵۹،طبع سعید)

(ولو ام قوما وهم له كارهون) ان الكراهة (لفساد فيه الخ).

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۷ صفر الخیر ۱۴۳۱ھ

فتویٰ نمبر: ۲۴۴۶

﴿رضاعی بیٹے کی حقیقی بہنوں کا نکاح رضاعی باپ کی اولاد کیساتھ درست ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عبدالباری کی چار بیویاں ہیں، ان میں سے ایک نے عبدالباری کے بھتیجے کو مدت رضاعت کے اندر دودھ پلایا تھا، اب عبدالباری کا ایک بیٹا جو دودھ پلانے والی بیوی کے علاوہ دوسری بیوی سے ہے، وہ عبدالباری کی رضاعی بیٹے یعنی بھتیجے کی حقیقی بہن کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے تو کیا شریعت کی رو سے ان کا آپس میں نکاح کرنا درست ہے؟

مستفتی: شاہ ولی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں جس بچے نے چچی کا دودھ مدت رضاعت کے دوران پیا ہے خود اس کے لئے اپنے چچا کی چاروں بیویوں کی اولاد کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں، البتہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) کی سگی اولاد اور سوکن کی اولاد کیلئے بھی باپ کے رضاعی بیٹے یعنی مذکورہ بھتیجے کی بہن بھائیوں کے ساتھ نکاح کرنا درست ہے۔

لما فی الدر المختار (۳/۲۱۷طبع سعید)

(وتحل اخت اخيه رضاعا) يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له اخ نسبي له اخت رضاعية وبالمضاف اليه كان يكون لاخيه رضاعا اخت نسبا وبهما و هو ظاهر (و) كذا (نسبا) بان يكون لاخيه لابيه اخت لام فهو متصل بهما.

وفی الشامية: وهو ظاهر كان يكون له اخ رضاعي رضع مع بنت من امرءة اخرى.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی فتح القدیر:(۳/۲۲۱،طبع رشیدیه)

(ویجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیه من الرضاع)لانه یجوزان یتزوج باخت اخیه من النسب وذلک مثل الاخ من الاب اذا کانت له اخت من امه جازلاخیه من ابیه ان یتزوجها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۲ صفرالخیر ۱۴۳۲ھ   فتوی نمبر: ۲۸۵۶

﴿فضولی بالغ لڑکے کا نکاح کرادیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے کے بارے میں کہ بکر کے والدین اسکی شادی زینب سے کروانا چاہتے ہیں جبکہ بکر کسی اور سے شادی کرنا چاہتا تھا، والدین کے زیادہ اصرار کی بناء پر بکر نے کہا کہ اگر میں نے زینب سے شادی کی تو اسکو تین طلاق ہیں اور بکر نے اس وقت طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی، اب والدین نے بکر کی شادی کروادی جبکہ بکر بوجہ ناراضگی عقد نکاح میں شریک نہیں رہا اور نہ ابھی تک زینب کے پاس گھر گیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ صورت میں نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو زینب کو طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر واقع ہوئی ہے تو کتنی؟

﴿جواب﴾ بکر کے والدین نے واقعی اس سے اجازت لئے بغیر اگر نکاح کرلیا ہے تو یہ نکاح بکر کی اجازت پر موقوف ہے، نکاح کی خبر پہنچنے پر اس نے صاف انکار کردیا ہو تو نکاح منعقد نہیں ہوا، زبان سے قبول کرلیا ہو تو اس صورت میں نکاح ہوگیا ہے اور ساتھ ساتھ تین طلاقیں بھی واقع ہوگئی ہیں، اب حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ اس سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

ایک صورت یہ ہے کہ بکر نے زبان سے صاف کوئی انکار نہیں کیا اور نہ قبول کے الفاظ زبان سے بولے ہیں تو اب گنجائش ہے کہ وہ بیوی کے پاس جائے اور اسکو بیوی کیطرح رکھے، اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

لما فی الدر مع الرد:(۵/۶۴۲-۶۴۳،کتاب الایمان مطلب حلف لایتزوج فزوجه طبع امدادیه)

(حلف لایتزوج فزوجه فضولی فاجاز بالقول حنث وبالفعل)......قوله فاجاز بالقول کرضیت وقبلت،نهر،وفی حاوی الزهدی:لوهنأه الناس بنکاح الفضولی فسکت فهو اجازة،قوله حنث هذا هو المختار کما فی التبیین وعلیه أکثر المشائخ والفتوی علیه کما فی الخانیة وبه اندفع ما فی جامع الفصولین من أن الأصح عدمه، بحر،قوله (وبالفعل)..... قلت:فلو بعث المهر أولا لم یکره التقبیل والجماع لحصول

الاجازة قبله...... (فكذا اجازنكاح فضولي بالفعل لا يحنث)...... فيصير في التقدير كانه قال ان تزوجتها وبتزويج الفضولي لا يصير متزوجاً كما في فتاوى العلامة قاسم.

ولما في الهندية: (۱/۲۸۷، كتاب النكاح، باب الأولياء، مكتبه رشيديه كوئٹه)

لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير اذنها بكراً كانت أو ثيباً فان فعل ذلك فالنكاح موقوف على اجازتها فان أجازته جاز.

ولما في قاضي خان: (۱/۳۰۰، كتاب النكاح، فصل في شرائط النكاح، طبع قديمی)

رجل زوج رجلاً امرأة بغير اذنه فبلغه الخبر فقال: نعم ما صنعت أو بارك لنا الله فيها أو قال أحسنت أو أصبت كان اجازة الا اذا علم أنه أراد به الاستهزاء لسوق الكلام على وجه الاستهزاء فحينئذ لا يكون اجازة.

لما في الفقه الحنفي وأدلته: (۲/۱۸۰، كتاب النكاح، حكم نكاح الفضولي، بيروت)

فلو زوج امرأة بغير أمرها من رجل وقبل الرجل أو زوج رجلاً بغير أمره ولم يكن حاضراً امرأة فقبلت: فانه ينعقد ويتوقف على اجازة الغائب.

ولما في الفقه الحنفي و أدلته: (۲/۲۳۳، باب الطلاق، دار الكلم الطيب)

وقوله لأجنبية ان تزوجتك فأنت طالق وقوله كل امرأة أتزوجها فهي طالق، فهو اضافة الطلاق الى ملك وليس طلاقاً قبل النكاح فمتى ماسمّى امرأة ثم تزوجها لزمه الطلاق.

ولما في درر الحكام: (۱/۸۱، ألقواعد الكلية، طبع رشيديه كوئٹه)

ألمادة (۸۲): ألمعلق بالشرط يجب ثبوته عند ثبوت الشرط.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۰۵

﴿دو حقیقی بہنوں سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام درجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں:

(۱) مسئلہ یہ ہیکہ اگر کسی شخص نے بیک وقت دو حقیقی بہنوں سے الفاظ ایجاب کہے اور ان دونوں بہنوں نے بیک وقت الفاظ قبول کہے، تو کیا ان دونوں میں سے کس بہن کا نکاح درست ہے؟

(۲) ایسی صورت میں اگر دونوں بہنوں میں سے کسی ایک سے اس نے صحبت کر لی، تو کیا دوسری بہن سے نکاح ٹوٹ جائیگا؟ مذکورہ دونوں صورتوں کا تفصیلی جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

﴿جواب﴾ بیک وقت دونوں بہنوں سے ایجاب وقبول کرنے سے کسی ایک سے بھی نکاح نہیں ہوتا یہ عقد باطل ہے اس لئے دونوں بہنوں میں سے کسی ایک سے صحبت کرنا ہرگز جائز نہیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، تاہم اگر یہ غلطی کی ہے تو جس عورت سے صحبت کی ہے صرف اس عورت پر عدت گزارنا واجب ہے، اوراس شخص کے ذمہ اس کے لئے حق مہر واجب ہے لیکن حق مہر اگر مہر مثل (یعنی اس عورت کی برادری کی عورتوں میں رائج مہر) سے اگر زیادہ مقرر ہوا تھا تو ایسی صورت میں صرف مہر مثل دینا کافی ہے، اور دونوں پر توبہ واستغفار بھی واجب ہے۔

لما في البدائع: ۲/۲۶۲ طبع سعيد

فنقول لا خلاف في ان الجمع بين الاختين في النكاح حرام لقوله تعالىٰ "وأن تجمعوا بين الاختين الخ.

لما في الشامي: ۳/۱ طبع سعيد

اما في مسئلة تزوجهما معاً في عقد واحد فالباطل نكاح كل منهما يقينا، فاذا كان التفريق قبل الدخول فلا مهر لهما ولا عدة عليهما، وان دخل بهما وجب لكل الاقل من المسمى ومن المهر المثل كما هو حكم النكاح الفاسد وعليهما العدة. هكذا في البحر: ۳/۹۱ طبع سعيد وفي الهندية: ۱/۲۰۶ قديمي كتب خانه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۸۲

﴿فصل في المهر والجهاز﴾

﴿جہیز اور مہر کے مسائل﴾

﴿مہر لڑکی کا ذاتی حق ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے کہ ہمارے علاقے میں شادی کے موقع پر یہ رسم ہے کہ نکاح سے قبل دُلہا والوں سے مال طلب کیا جاتا ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ وہ مال کبھی نقد رقوم کی صورت میں مثلاً پچاس ہزار، ایک لاکھ روپے اور کبھی زندہ جانوروں کی صورت میں مثلاً بیل یا بھیڑ، بکریاں طلب کی جاتی ہیں اور مذکورہ رقم سے دلہن کی برادری اور آنے والے مہمانوں کو کھانا دیا جاتا ہے اور دلہن کے مہر سے اتنی مقدار کی رقم منہا کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ہاں بعض علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور بعض علماء اس کی کچھ تاویل کرتے ہیں کہ اگر دلہن کی اجازت سے مذکورہ چیزیں طلب کی جائیں تو یہ ان کی طرف سے دعوت تصور کیا جائے گا اور کرنا بالکل حلال ہے اور بعض جگہ لڑکی کو جہیز میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سامان وغیرہ دینے کے لئے اس کے مہر سے قبل از نکاح رقم طلب کی جاتی ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح مال (نقد کی صورت میں ہو یا زندہ جانوروں کی صورت میں) طلب کرنا جائز ہے؟ کیا اس رقم سے مہمانوں کو کھانا کھلانا اور لڑکی کے مہر سے منہا کرنا شرعاً درست ہے؟ اور مذکورہ مسئلہ یعنی رقم طلب کرنے میں شریعت کی نظر میں لڑکی کی اجازت اور عدم اجازت کیا حیثیت رکھتی ہے؟ براہ کرم مدلل ومفصل جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: لطف الرحمٰن

﴿جواب﴾ مہر لڑکی کا حق ہے لڑکی کے والد وغیرہ کو مہر وصول کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اس مہر کو دعوت میں خرچ کرنے کے لئے لڑکی کی اجازت ضروری ہے لہٰذا جن علاقوں میں نکاح سے پہلے دلہا والوں سے پیسے یا جانور اگر لئے جاتے ہیں تو یہ جائز ہے ایسی چیزوں کو مہر معجل میں شمار کیا جائے گا کیونکہ ان علاقوں میں لڑکی کی طرف سے اول تو صراحۃً اجازت ہوتی ہے اگر صراحۃً نہ بھی ہو تو عرفاً اور دلالۃً ضرور ہوتی ہے لہٰذا تاویل کرنے والے علماء کرام کی رائے درست معلوم ہوتی ہے ہاں جہاں لڑکی صراحۃً منع کردے تو وہاں خرچ کرنا جائز نہیں ہوگا۔

رہی یہ بات کہ مہر کی کچھ رقم کا لڑکی کے لئے جہیز کا انتظام کرنے کے لئے نکاح سے پہلے مطالبہ کیا جاتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ سامان لڑکی کی ذاتی ملکیت سے خریدا جائے اور ایسی صورت میں باپ کے قبضہ کرنے سے شوہر کے ذمے سے اتنا مہر ساقط ہو جائے گا۔

لما فی الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید:(۱۲۳/۲ تا ۱۲۴، طبع: دار القلم دمشق)

والمهر حق المرأة وحدها تتصرف به كما تشاء فلا يجوز لوليها او لاى قريب من اقاربها ان يأخذ منه شيأ الا برضاها وطيب نفسها وما يفعله بعض الآباء والاولياء والاقرباء من اخذهم مهر المرأة كلا او جزأ لايجوز شرعا الا اذا اذنت المرأة لهم بذالک قال تعالى فان طبن لكم عن شيئ منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا(النساء).

ولما فی رد المحتار:(۱۳۰/۳ طبع: سعید کراچی)

ونظيرما فى الخانيه ماهو معروف بين الناس فى زماننا من ان البكر لها اشياء زائدة على المهر: منها ما يدفع قبل الدخول كدراهم للنقش والحمام وثوب يسمى لفافة المكتاب والثواب اخر يرسلها الزوج ليدفعها اهل الزوجة الى القابلة وبلانة الحمام ونحوها ومنها ما يدفع بعد الدخول كالأزار والخف ولمكعب واثواب الحمام وهذه مالوفة معروفة بمنزلة المشروط عرفا حتى لو اراد الزوج ان لايدفع ذلک يشترط نفيه وقت العقد او يسمى فى مقابلته دراهم معلومة يضمها الى المهر المسمى فى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

العقد.........وانت خبير بان هذه المذكورات تعتبرفى العرف على وجه اللزوم على انها من جملة المهر غير ان المهر منه ما يصرح بكونه مهراًمنه مايسكت عنه بناء على انه معروف لابد من تسليمه بدليل انه عند عدم ارادة تسليمه لابد من اشتراط نفيه او تسمية ما يقابله كما مر فهو بمنزلة المشروط لفظاًفلايصح جعله عدةوتبرعاً ـــوان شرطوا ان يدفع شيئ من ذلك لايجب وان سكتوا لايجب الا من صدق العرف من غير تردد فى الاعطاء لمثلها من مثله والعرف الضعيف لايلحق المسكوت عنه بالمشروط.

ولما فى الشامى:(۳/۱۶۱ طبع:سعيد كراچى)

ففى الهندية للأب والجد والقاضى قبض صداق البكر صغيرة كانت او كبيرة الا اذا نهته وهى بالغةصح النهى......... وفيهاقبض الأب مهرهاوهى بالغة او لا وجهزها او قبض مكان المهر عيناً ليس لها ان لا تجيز لان ولاية قبض المهر الى الآباء وكذا التصرف فيها

ولما فى البحر الرائق ،۳/۱۱۰ طبع: سعيد كراچى

وان قال الأب هى فى منزلى وانما اقبض المهر واجهزها به واسلمها اليه فالقاضى يأمر الزوج بالدفع اليه.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار بنوی عفی عنہ

۲ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۸۲۸

﴿نکاح سے قبل مخطوبہ کو کچھ دیا مہر میں شمار ہوگا یا نہیں؟﴾

﴿سوال﴾ الى ساداتى الكرام والعلماء العظام دام اقبالهم السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد،فى ديارنااذااراداحد ان يخطب امراة يطلب منه اولياء المرأة الاشياء الكثير فمنهامايصرف يوم النكاح كماهوعادتهم من اتخاذالطعام للمرأةوفيهاالبسة والفرشةتجيء المرأةبهاالى بيت زوجهابعدالنكاح ولايسمون شيئاآخرباسم المهرنعم يأخذون فى بعض المقام قدرامن الثمن باسم حق الارضاع فالسؤال من كريم سماحتكم هل هذه الاشياء مهرام لا؟واذاوقعت الفرقةبين المتزوج فهل للزوج ان يستردهاالاشياء المبعوثةاليهام لا؟

﴿جواب﴾ مدارهذه المسئلةعلى العرف فعامةالناس ان كانوايقصدون بتلك الاشياء اداء المهرفهى مهروالافلاوينبغى للعلماء ان يصرحوابذكرالمهرمراداعن هذه الاشياء لان لايبقى الخفاء ويجوزان يدخل مصارف الطعام فى المهربالتصريح

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بقی الجواب هل للزوج ان یستردبالاشیاء المبعوثةالیهام لا؟فنقول ماعطاه فی المهرفلارجوع فیه بعدالدخول اوالخلوةاوموت احدهماالااذاتخالعابالتراضی واما ماهداهاقبل العقدیسترده اذاکان باقیامالم تعوضه المرةلاهالکاویستردمااخذوا منه بطریق الرشوةلان الرشوةلا تملک بالقبض.

لمافی ردالمحتار:(۳/۱۳۰،طبع سعید)

وانت خبیر بان هذه المذکورات تعتبر فی العرف علی وجه اللزوم علی انهامن جملة المهرغیر ان المهر منه ما یصرح بکونه مهرا ومنه مایسکت عنه بناء علی انه معروف لابد من تسلیمه بدلیل انه عند عدم ارادة تسلیمه لابد من اشتراط نفیه او تسمیة ما یقابله کما مر فهو بمنزلة المشروط لفظا فلا یصح جعله عدة وتبرعا.....وقد رایت فی الملتقط التصریح بلزومه کما قلنا حیث ذکرفی مسئلة منع المرأةنفسها.....وکذلک المشروط عادة کالخف والمکعب ودیباج اللفافة ودراهم السکرعلی ما هو عادة اهل سمرقند وان شرطواان لایدفع شیء من ذلک لا یجب وان سکتواالا یجب الامن صدق العرف من غیر تردد فی الاعطاء لمثلها من مثله والعرف الضعیف لا یلحق المسکوت عنه بالمشروط اه ثم رایت المصنف افتی به فی فتاویه.

ولمافی الکفایة:(۹/۱۱،طبع رشیدیه)

سادسهاالزوجیةوقت الهبة حتی لو وهب لامراة ثم نکحها له ان یرجع فیهاولو وهب لامراته هبة ثم ابانها فلیس له ان یرجع فیها.

ولمافی رد المحتار:(۳/۵۹٦،طبع سعید)

ولارجوع فیما یهبه لزوجته والعبرة لوقت الهبة لا لوقت الرجوع فالزوجیة من الموانع من الرجوع کالموت ودفع الاب کدفع الابن فلا اشکال .بحر.

ولمافی مجمع الضمانات:(ص۵۹٦،طبع دارالکتب بیروت)

وهل للزوج ان یرجع فی المدفوع المذکور ام لا وهو الفرس والثیاب والدراهم بعد جریان العقد اوقبله ام لا قال الامام شمس الدین محمد الحریری النخعی الانصاری لا ینعقد النکاح باللفظین الاولیین وما دفعه الی هؤلاء قبل العقد فله الرجوع فیه بالشروط المعتبرة فی ذلک.

ولمافی الدرالمختار:(۳/۱۵٦،طبع سعید)

لواخذاهل المرأةشیئاعندالتسلیم فللزوج ان یسترده لانه رشوة.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :معراج الدین

۱٦ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر :۱۳۱۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مال کوئی بھی ہو حق مہر میں مقرر کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حق مہر میں کیا کیا چیزیں دینا جائز ہے، نقد رقم دینا ہی ضروری ہے یا دوسری اشیاء، پلاٹ، دوکان، سونے کے زیورات وغیرہ بھی دے سکتے ہیں؟ مستفتی: عاطف بونیر

﴿جواب﴾ حق مہر میں ہر وہ چیز مقرر کرنا جائز ہے جو مال متقوم ہو صرف نقد رقم ہی مقرر کرنا لازمی نہیں ہے، مذکورہ چیزیں بھی چونکہ مال متقوم ہیں لہذا ان چیزوں کو بھی مہر میں دینا جائز ہے۔

ولما فی قوله تعالی: (النساء الاية ۲۴) ﴿"ان تبتغوا باموالكم﴾

لما فی بدائع الصنائع: (۲/۲۷۷، بيان ما يصح تسمية مهر)

واما بيان ما يصح تسميته مهرا وما لا يصح وبيان حكم صحة التسمية وفسادها فنقول لصحة التسمية شرائط منها أن يكون المسمى مالاً متقوماً.

ولما فی الهندية: (۱/۳۰۲، الباب السابع فی المهر، طبع رشيديه)

المهر انما يصح بكل ما هو مال متقوم

ولما فی تفسير المظهری تحت هذه الاية: (۲/٦٧)

هذه الاية تقتضی ان المهر لا بد ان يكون مالاً لان الحل مقيد بالابتغاء بالاموال.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷٦۲

﴿مہر بیٹی کا حق ہے باپ استعمال نہیں کر سکتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ہمارے علاقے میں شادی کے موقع پر باپ مہر لے لیتا ہے، بعض علاقوں میں لڑکی کو ملتا نہیں یا کم ملتا ہے، باپ استعمال کر لیتا ہے اور بعض لوگ مہر لکھ دیتے ہیں ادا نہیں کرتے، شرعی حکم سے آگاہی فرمائیں۔ مستفتی: محمد عظیم

﴿جواب﴾ مہر عورت کا حق مالی ہے جو کہ خاوند کے ذمہ بوجہ عقد نکاح کے واجب ہوتا ہے اگرچہ ولایت کاملہ کی وجہ سے باپ مہر پر قبضہ کرنے کا حق رکھتا ہے لیکن قبضہ کرنے کے بعد بیٹی کو ادا کرنا ضروری ہے، چنانچہ اگر بیٹی بالغہ ہو تو مہر پر قبضہ کرنے سے باپ کو روکنے کا بھی اسے اختیار ہے، لہذا حق مہر کی وصولی کی حد تک باپ کو اختیار ہے ذاتی استعمال میں نہیں لا سکتا، اپنا حق سمجھ کر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بیٹی کا حق مہر کھانا حرام ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۱۲۰/۳،طبع سعید)

(وصح ضمان الولی مهرها ولو)المرأة(صغيرة)ولو عاقدا لانه سفير لكن بشرط صحته(وتطالب اياشاء ت)من زوجها البالغ او الولی الضامن.

وفی الشامية:(قوله صح ضمان الولی مهرها)ای سواء كان ولی الزوج او الزوجة صغيرين كانا او كبيرين،أما ضمان ولی الكبير منهما فظاهر لانه كالاجنبی.....وأماولی الصغيرين فلانه سفير ومعبر،فاذامات كان لها ان ترجع فی تركته.....وولاية قبض المهرله بحكم الابوة لاباعتبار انه عاقد ولذالايملك قبضه بعد بلوغهااذانهته بخلاف البيع.

ولما فی البدائع:(۲۹۰/۲طبع سعید)

وليس للاب ان يهب مهر ابنته عند عامة العلماء،وقال بعضهم له ذالك..... ولنا ان المهرملك المرأة وحقها لانه بدل بضعها وبضعها حقها وملكها والدليل عليه قول الله تعالى "وآتوالنساء صدقاتهن نحلة" اضاف المهر اليها فدل ان المهر حقها وملكها ...... فدل ذلك كله على ان مهرها ملكها وحقها وليس لاحد ان يهب ملك الانسان بغير اذنه ولهذالايملك الولی هبة غيره من اموالها فكذاالمهر.

اسی طرح اگر شوہر مہر لکھ دے اور ادا کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں اور ایسا خیال رکھنے والا سخت گنہگار ہے،حدیث میں ایسے شخص کیلئے وعید آئی ہے اور اسکو زانی کہا گیا ہے یعنی عذاب وعقاب میں وہ زانیوں کی طرح مبتلا ہوگا۔

لما فی الترغیب والترھیب:(۲/۶۶۶،کتاب النکاح طبع حقانیہ)

عن النبی صلى الله عليه وسلم:أيما رجل تزوج امرأة على ماقل من المهر اوكثر ليس فی نفسه ان يؤدی اليها حقها خدعها فمات ولم يؤد اليها حقها لقی الله يوم القيامة وهو زان

لما فی البدائع:(۲/۲۷۵طبع سعید)

اذاطلبت الفرض من الزوج يجب عليه الفرض حتى لو امتنع فالقاضی يجبره على ذلك ولولم يفعل ناب القاضی منابه فی الفرض.....وكذالها ان تحبس نفسها حتى يفرض لها المهر ويسلم اليها بعد الفرض.....الخ.

واللہ اعلم بالصواب:ظہور احمد شمس الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۱۱۸۹ ۱۲/۲/ ۱۴۲۹ھ

﴿نفسِ عقدِ نکاح سے مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوجاتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لڑکا اور لڑکی کا باقاعدہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نکاح ہونے کے بعد رخصتی سے پہلے لڑکے کا انتقال ہوگیا جبکہ دوران عقد نکاح مہر مقرر کرنے کے بعد لڑکی کے گھر بھیج دیا تھا، پوچھنا یہ ہے کہ اب اس کا کیا حکم ہے؟ مستفتی: محمد معاذ کاشکوڑ سواتی

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں نفس عقد نکاح سے طے شدہ مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوگیا تھا پھر ادائیگی مہر اور اس پر قبضہ کرنے سے لڑکی کی ملکیت بھی ثابت ہوگئی ہے، لہٰذا جو حق مہر لڑکے کے ذمہ ثابت ہوگیا تھا، وہ ادا ہوگیا ہے، اب شوہر کے انتقال کی صورت میں مہر کی واپسی کا مطالبہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

لمافی الدر مع الرد:(۱۰۲/۳،کتاب النکاح،باب المهر،طبع سعید)

(وتجب)العشرة(ان سماها أودونها و)يجب (الأكثر منها ان سمى)الأكثرويتأكد(عند وطء أوخلوة صحت)من الزوج(أوموت أحدهما)

وفي الشامية:(قوله:ويتأكد):اى الواجب من العشرة أوالأكثروأفادأن المهروجب بنفس العقد.....وانمايتأكدلزوم تمامه بالوطء ونحوه.

ولمافي الهداية:(۳۲۱/۲،كتاب النكاح،باب المهر،طبع رحمانيه)

ومن سمى مهراعشرةفمازادفعليه المسمى ان دخل بهاأومات عنها،لأنه بالدخول يتحقق تسليم المبدل(البضع)،وبه يتأكدفيتقرر(النكاح)بجميع مواجبه.

ولمافي الهداية:(۳۵۷/۲،كتاب النكاح،باب المهر،طبع رحمانيه)

واذامات الزوجان وقدسمى لهامهرافلورثتهاان يأخذواذلك(مهر)من ميراثه(زوج)وان لم يسم لهامهرافلاشيء لورثتهاعندأبي حنيفةؒوقالالورثتهاالمهرفي الوجهين ..... فوجه قولهماان مهرالمثل صاردينافي ذمته كالمسمى فلايسقط بالموت كمااذامات أحدهما.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۳۶۰۲

﴿مشروط معافی سے مہر معاف نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو شادی کے دس دن بعد تین طلاق دے کر گھر سے نکال دیا، بعد میں جب اسکو علم ہوا کہ مہر دینا پڑے گا تو کسی سے لکھوا کر لے آیا اور لڑکی کو دوبارہ بسا لیا، کچھ دنوں کے بعد مہر معاف کروا کر دوبارہ تین طلاق دیدیں، پوچھنا یہ ہے کہ مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟ نیز اس عورت کی عدت پہلی مرتبہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طلاق کے بعد شروع ہوگی یا دوسری مرتبہ طلاق کے بعد؟ بینوا توجروا مستفتی: عزیز احمد بلوچ

﴿جواب﴾ (۱) تین طلاق کے بعد مہر معاف کروانے کی غرض سے عورت کو بیوی کی طرح رکھنا حرام اور سخت گناہ ہے، ایسی صورت میں عورت نے اگر مہر معاف بھی کیا ہو تو اسے مشروط معافی تصور کرتے ہوئے کالعدم سمجھا جائے گا کیونکہ مہر کی معافی کے لئے ضروری ہے کہ عورت غیر مشروط طور پر پوری رضامندی سے مہر معاف کرے (۲) عورت کی عدت زوجین کے درمیان دوسری مرتبہ تفریق کے بعد سے شمار کی جائے گی۔

لمافی الهندية: (۲۱۳/۱ طبع رشیدیه)

وان حطت عن مهرها صح الحط كذا في الهداية ولا بد في صحة حطها من الرضا حتى لو كانت مكرهة لم يصح.

ولما في البحر: (۱۵۰/۳-۱۵۱ طبع سعید)

ولا بد في صحة حطها من الرضا حتى لو كانت مكرهة لم يصح ولذا قال في الخلاصة من كتاب الهبة اذا خوف امرأته بضرب حتى وهبت مهرها لا يصح --- ولو اختلفا في الكراهية والطوع ولا بينة فالقول لمدعي الاكراه ..... وفي كتاب النكاح منها اختلفا في هبة المهر فقالت: وهبته لك بشرط ان لا تطلقني وقال: بغير شرط فالقول قولها.

ولما في البحر: (۱۴۳/۴ طبع سعید)

(وتجب عدة اخرى بوطء المعتدة بشبهة وتداخلتا والمرئي منهما وتتم الثانية ان تمت الاولى) لان المقصود التعرف عن فراغ الرحم وقد حصل بالواحدة فيتداخلن.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم غفرلہ ولوالدیہ

۱۴ جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ فتوی نمبر: ۱۴۳۶

﴿اپنی بیوی سے مہر جبراً واپس لینا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے شمالی وزیرستان میں ایک ظالمانہ رسم چلی آرہی ہے، وہ یہ کہ شوہر بیچاری عورت کو بغیر کسی قصور کے طلاق دیتا ہے پھر اس سے اسکا مہر جبراً واپس لیتا ہے، نیز اسکی ادائیگی تک والد بیچارہ دوسری جگہ اسکی شادی بھی نہیں کراسکتا اور مہر ادا کرنے کے بعد پہلے شوہر کے گاؤں میں اگر کوئی اسکے ساتھ رشتہ کرنا چاہے تو والد وہاں اسکا رشتہ نہیں کراسکتا، شوہر یہ دباؤ ایسے جرگہ کے ذریعے ڈالتا ہے جو علاقے کے بااثر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ شوہر کیلئے مہر جبراً واپس لینا اور اسی طرح اس رسم کی باقی جزئیات شرعاً کیسی ہیں؟ سائل: اصغر علی وزیرستان

﴿جواب﴾ یاد رہے کہ نکاح کے بدلے میں بیوی کیلئے جو مہر مقرر ہوتا ہے، وہ بیوی کا حق ہوتا ہے اسی کو ملنا ضروری ہے، اسکی مرضی کے خلاف کسی کو اس میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہے، شوہر نے جب اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور پھر اس کے بعد اس سے جبراً مہر لیتا ہے تو یہ اس کیلئے قطعاً حلال نہیں ہے جو بھی اس کام میں اس کے ساتھ تعاون کریگا تو یہ ظلم اور گناہ میں تعاون شمار ہوگا جو کہ حرام ہے اور کبیرہ گناہ ہے، البتہ اگر بیوی کے والد وغیرہ نے نکاح میں کوئی رقم شوہر سے ناجائز لی ہو جیسا کہ اس علاقے میں یہ ظلم بھی عام رائج ہے تو یہ رشوت ہے جو کہ ہر صورت میں بیوی کے والد پر واپس کرنا لازم ہے خواہ طلاق نہ بھی ہو علماء وصلحاء سب کیلئے شرعی حکم ہے کہ اس طرح کے غلط رائج طریقوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔

لما جاء فی مشکوة المصابیح:(۲/۲۵۵،طبع قدیمی)لایحل مال امرئ الا بطیب نفس منه.

ولما فی کنزالعمال:(۱۰/۲۸۰،طبع رحمانیه)

انه لا یقتطع رجل مالا الا لقی الله عزوجل یوم القیامة وهو اجذم.

ولما فی الهدایة:(۲/۴۱۲،طبع رحمانیه)

لأن البضع فی حالة الدخول متقوم وفی حالة الخروج غیر متقوم والفقه انه شریف فلم یشرع تملکه الابعوض اظهار الشرفه فاما الاسقاط فنفسه شریف فلاحاجة الی ایجاب المال.

ولما فیها ایضا:(۲/۳۲۵،طبع رحمانیه)ثم المهر واجب شرعا ابانة لشرف المحل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبیداللہ عابد

۷ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۹۲

﴿مہر میں سونا لازم ہونے کی ایک مخصوص صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی کچھ عرصہ پہلے شادی ہوئی مہر مقرر کرتے ہوئے انہوں نے یہ کہا کہ اٹھارہ ہزار روپے ہے یا تین تولے سونا جبکہ اس وقت فی تولہ سونا چھ ہزار کا تھا، اب اگر وہ مہر ادا کرنا چاہے تو تین تولے سونا ادا کرے گا جسکی موجودہ قیمت فی تولہ کے حساب سے بھی بڑھ گئی ہے یا اٹھارہ ہزار روپے ادا کریگا؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں مہر مقرر کرتے ہوئے جب انہوں نے تین تولہ سونا یا اسکی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مالیت کا ذکر کیا تھا تو ان کا مقصد یہی تھا کہ عورت کو تین تولے سونا ملے جسکی قیمت اٹھارہ ہزار روپے بنتی ہے لیکن الفاظ یہ استعمال نہیں کئے، لہٰذا مقصد کا لحاظ رکھتے ہوئے ان پر تین تولہ سونا یا اسکی موجودہ قیمت ادا کرنا لازم ہوگا۔

لمافی قوله تعالی:(سورة النساء ،آیت ۲۴)فما استمتعتم به منهن فاتو هن اجورهن..... الآیة.

ولمافی شرح المجلة:(۱۶/۱ طبع رشیدیه)

العبرة فی العقود للمقاصد والمعانی لاللالفاظ والمبانی ولذا یجری حکم الرهن هی بیع الوفاء..... فلو قال اعرتک هذه الدار کل شهر بکذا واعطیتک ایاها بکذا او قالت لمن یرید نکاحها وهبتک نفسی بکذا وقال المدیون لدائنه بعتک هذا الثوب بالالف التی لک علیّ علی انی ان ادیتک الالف استرده وهکذا فقیل الآخر فالاول اجارة والثانی بیع والثالث تزویج والرابع رهن وهذه الالفاظ لاتخرج العقود عن معانیها ومقاصدها الموضوعة لها بل یترتب علیه احکام الاجارة والبیع والنکاح والرهن.

ولمافی الاشباه والنظائر:(ص ۳۰ طبع قدیمی)

صح لنا وضع قاعدة للفقه هی الثانیة الامور بمقاصدها کما علمت فی التروك وذکر قاضیخان فی فتاواه ان بیع العصیر ممن یتخذه خمرا ان قصد به التجارة فلا یحرم وان قصد به لاجل التخمیر حرم وکذا غرس الکرم علی هذا.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:سلمان احمد

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۳۶۷

﴿مہر معاف کرا کر عوض ادا نہ کرنے کی صورت میں مہر کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ آپ مجھے اپنے مہر سے بری کردیں تو میں آپ کو تین تولہ سونا ہبہ کرونگا تو عورت نے اپنے مہر سے شوہر کو بری کیا لیکن بعد میں عورت کے مطالبہ پر شوہر نے تین تولہ سونا ہبہ کرنے سے انکار کردیا، اب مسئلہ یہ دریافت کرنا ہے کہ بیوی شوہر سے اپنا مہر لے سکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں عورت اپنے شوہر سے مہر لے سکتی ہے۔

لمافی الهندیة:(۳۱۷/۲ طبع رشیدیه کوئٹه)

اذا قال الرجل لامراته ابرائتنی عن المهر حتی اهب لک کذا فابرأته ثم ابی الزوج ان یهبها قال نصیر:یعود المهر علیه کما کان.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی البزازیۃ:(۲/۲۶۵،طبع قدیمی)

قال لها:ابرئینی عن مهرک حتی اهب لک کذا فابرا ته ثم ابی الزوج ان یهب ما قال فالمهر علیه کما کان.

ولما فی قاضی خان علی هامش الهندیۃ:(۲/۲۸۲،طبع رشیدیه کوئٹه)

رجل قال لامراته ابرئینی عن مهرک حتی اهب لک کذاوکذا فابراته ثم ابی الزوج ان یهب منها ماقال کان المهر علیه کما کان.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۲۳صفرالخیر ۱۴۳۱ھ | واللہ اعلم بالصواب:عقیل احمد فتویٰ نمبر:۲۴۴۶

﴿عورت کے مطالبے پر طلاق دینے سے مہر ساقط نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکے اورلڑکی کا آپس میں نکاح ہوگیا مہر عند الطلب پچاس ہزار طے ہوا دونوں پیار ومحبت کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے کہ اچانک زندگی کا رخ بدل گیا،اور تلخیاں پیدا ہوگئی،بات بات پر لڑکی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے،ایک دن شوہر نے مجبور ہوکر طلاق دی۔اب پوچھنا یہ ہے کہ شوہر کے ذمہ مہر واجب ہوگا کہ نہیں؟ مستفتی:ایاز مسجد کا مؤذن صاحب

﴿جواب﴾ شوہر اگر مشروط طلاق دیتا کہ بیوی مہر کے حق سے دستبردار ہو تو طلاق دیتا ہوں،اور بیوی اس شرط کو منظور کرتی تو مہر ساقط ہوجاتا ویسے طلاق دینے سے مہر ساقط نہیں ہوتا اگرچہ طلاق کا مطالبہ بیوی نے کیا تھا۔

لما فی الهندیۃ:۱/۳۰۲(طبع رشیدیه)

والمهر یتاکد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحیحة وموت احد الزوجین سواء کان مسمی او مهر المثل حتی لایسقط منه شئی بعد ذلک الابالابراء من صاحب الحق

ولما فی الدر المختار:۳/۱۰۲(طبع سعید)

(وتجب عند وطء اوخلوة صحت)من الزوج(اوموت احدهما)اوتزوج ثانیافی العدة.

ولما فی البحر:۳/۱۲۲(طبع سعید)

(قوله فان سماهااو دونهافلهاعشرة بالوطء اوبالموت)لان بالدخول یتحقق تسلیم المبدل وبه یتاکد البدل وبالموت ینتهی النکاح نهایته والشئی بانتهاء ه یتقرر ویتاکد فیتقرر بجمیع مواجبه وسیاتی ان الخلوة کالوطء فحاصله ان المهر یجب بالعقد ویتاکد باحدی معان ثلث۔

الجواب صحیح:مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ ۲۳ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ | واللہ اعلم بالصواب:شفقت اللہ فتویٰ نمبر:۳۱۰۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿خودکشی سے مہر ساقط نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت کا اپنے شوہر کے ساتھ نبھاہ نہیں ہو رہا تھا اس لئے اس عورت نے خودکشی کر لی (نعوذ باللہ) شوہر نے اس کا حق مہر ادا نہیں کیا تھا اب عورت کا والد اپنی بیٹی کے حق مہر کا مطالبہ کر رہا ہے جبکہ شوہر کا کہنا یہ ہے کہ اس نے چونکہ میرے حقوق ادا نہیں کئے ہیں اور خودکشی کی ہے لھذا اس کا حق مہر ادا کرنا مجھ پر لازم نہیں ہے۔

غرض مسئلہ یہ ہے کہ کیا شوہر پر حق مہر ادا کرنا لازم ہے؟ اور اس حق مہر میں کس کا کتنا کتنا حق بنتا ہے؟ واضح رہے کہ اس عورت کی کوئی اولاد بھی نہیں ہے اور والدہ بھی نہیں ہے، صرف یہی شوہر اور والد ہیں۔ مستفتی: اسلم خان

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں شوہر پر پورے مہر کی ادائیگی لازم ہے حقوق ادا نہ کرنے اور خودکشی کرنے کی وجہ سے مہر ساقط نہیں ہوگا۔

اور عورت کے انتقال کی وجہ سے مہر کی رقم اسکی میراث میں سے شمار ہوگی، لہذا اس کے کفن دفن پر آنے والے مناسب اخراجات اور اس پر اگر قرضہ ہو تو اس کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ رقم اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگی، اور چونکہ اس کے ورثاء میں صرف اس کے والد اور شوہر ہیں لھذا یہ رقم ان کے درمیان آدھی آدھی تقسیم ہوگی۔

لما فی العالمگیریہ:(۱/۳۰۲،طبع: رشیدیہ کوئٹہ)

والمهر يتأكد باحدمعان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة وموت احدالزوجين سواء كان مسمى او مهر المثل حتى لايسقط منه شئ بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق كذا فى البدائع۔

ولما فيه ايضا:(۱/۳۰۶،طبع: رشيديه كوئٹه)

ولا خلاف فى ان احد الزوجين اذا مات حتف انفه قبل الدخول فى نكاح فيه تسمية انه يتأكد المسمى سواء كانت المرأة حرة او امة وكذا اذا قتل احدهما سواء قتل اجنبى او قتل احدهما صاحبه او قتل الزوج نفسه فاما اذا قتلت المرأة نفسها فان كانت حرة لايسقط عن الزوج شئ من المهر بل يتأكد الكل عندنا كذا فى البدائع.

ولما فى السراجى:(ص: ٦،طبع: قديمى)

اما الاب فله احوال ثلاث ـــــ والتعصيب المحض وذلك عند عدم الولد وولد الابن وان سفل ـــــ واما للزوج فحالتان النصف عند عدم الولد وولد الابن وان سفل ـالخ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد اویس غفرلہ ولوالدیہ

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۰۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مہر فاطمی کی اتباع میں مہر مثل سے کم مہر پر اپنی بیٹی کا نکاح کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید بڑا نیک آدمی ہے صلحاء کی مجالس میں حاضر ہوتا رہتا ہے، وہ اپنی دختر کا نکاح بکر کے ساتھ بعوض حق مہر ۵۰۰ پانچ سو درہم کرنا چاہتا ہے تاکہ سنت پر عمل ہو سکے اس وقت پانچ سو درہم کی مالیت تقریبا (۸۰۰۰) آٹھ ہزار روپیہ بنتی ہے جبکہ علاقہ میں مروجہ مہر مثل (۸۰۰۰۰) اسی ہزار روپے ہے۔

امید ہے کہ زید کی لڑکی حیا کی وجہ سے انکار نہیں کریگی لیکن اس پر راضی بھی نہیں ہوگی کیونکہ گاؤں میں اور انکے عزیز واقرباء میں اس سے کم حیثیت والی لڑکیوں کا مہر اسی ہزار (۸۰۰۰۰) ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مقرر ہوا ہے زید کا اسطرح کرنا صرف اس جذبہ پر مبنی ہے کہ مہر فاطمی جو کہ سنت ہے، اس کے علاوہ احادیث میں مہر کم مقرر کرنے کی فضیلت آئی ہے، لہٰذا میں بھی اپنی لڑکی کے لیے مہر فاطمی مقرر کرنا چاہتا ہوں، جب زید سے کہا گیا کہ فلاں عالم بھی اپنی لڑکی کے لئے ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) روپیہ مہر مقرر کرنا چاہتا ہے تو زید نے اس بات کو شنیع سمجھا اور اس عالم کے متعلق تعجب کا اظہار کرتے ہوئے افسوس کیا کہ ایسے عالم کے متعلق اس بات کا تصور بھی نہیں تھا،

اب سوال یہ ہے کہ زید کا اس طرح کرنا درست ہے یا نہیں؟ کیا زید اپنی لڑکی پر ظلم نہیں کر رہا؟

﴿جواب﴾ سوال مذکور میں دو باتیں قابل تحقیق ہیں:

اول یہ کہ اس جذبہ کی بنیاد پر کہ مہر فاطمی سنت ہے اپنی لڑکی کا مہر بھی انکی رضامندی کے بغیر مہر مثل سے بہت کم مہر فاطمی مقرر کرے یہ درست ہے یا نہیں؟ دوسری یہ کہ اس طرح رویہ جو سنیت مہر فاطمی کے بارے میں ذکر ہوا اور اس پر عمل نہ کرنے والے کے بارے میں ردعمل کس حد تک صحیح ہے۔

مہر چونکہ عورت کا حق ہے اسلئے ولی کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی دختر کی رضامندی کے بغیر مہر مثل سے بہت کم مہر مقرر کرے، لہٰذا زید کا اس طرح کرنا کہ مہر مثل تو اسی ہزار (۸۰۰۰۰) ہے اور وہ اپنی لڑکی کے لیے آٹھ ہزار مہر مقرر کرے یہ سنت پر عمل کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے جذبے کی پیروی کرنا ہے، مہر کم مقرر کرنے کی فضیلت اور اس میں خفت کرنے کی ترغیب احادیث میں آئی ہے لیکن اس سے قبل کہ کسی ایک عورت کا مہر کم مقرر کیا جائے، دیگر عورتوں کو ترغیب دینی چاہیے اور انکا ذہن بنانا چاہیے تاکہ ماحول بن جائے اور تمام عورتیں کم مہر پر راضی ہوں، ورنہ رواج کو ختم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کیے بغیر کسی ایک عورت کا اگر کوئی ولی مہر مثل سے بہت کم مقدار میں مہر مقرر کرے گا تو اس طرح کرنا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

لمافی حاشیة الشیخ شبلیؒ علی هامش تبیین الحقائق:(۲/۵۲۳،طبع سعید)

وقال قاضیخان فی شرح الجامع رجل زوّج ابنته الصغیرة بعشرة ومهر مثلها عشرة آلاف أو زوّج ابنه الصغیر امرأة بعشرة آلاف ومهر مثلها عشرة دراهم فهو جائز وقال ابو یوسف و محمدؒ لایجوز النکاح علی واحد منهما الاان یکون الحط والزیادة بقدر مایتغابن الناس فی مثله.

البتہ اگر باپ اس جذبہ کے علاوہ جو کہ وہ سنیت مہر فاطمی کے بارے میں رکھتا ہے کسی اور مصلحت سے مثلاً شوہر نیک متقی اور با اخلاق ہے اور اس سے زائد مہر پر راضی نہیں یا اس سے زیادہ مہر ادا کرنے کی وہ گنجائش نہیں رکھتا، مہر کم مقرر کرتا ہے تو اس میں مضائقہ نہیں، اس لئے کہ مہر مثل سے کم مہر مقرر کرنے میں اگرچہ لڑکی کو نقصان ہے لیکن دوسری جانب جو فائدہ حاصل ہو رہا ہے وہ اس نقصان کے مقابلہ میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

لمافی الشامی:(۳/۶۷،طبع سعید)

والظاهر من حال الصاحی أنه یتأمل أی أنه لوفور شفقته بالأبوة لایزوج بنته من غیر کفو أو بغبن فاحش الا لمصلحة تزید علیٰ هذا الضرر کعلمه بحسن العشرة معها وقلة الأذی ونحو ذلک.

مہر کم مقرر کرنے کی بڑی فضیلت احادیث میں آئی ہے: قاضی محمد ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں مہر میں غلو نہ کرنے کے استحباب پر اجماع نقل کیا ہے۔

لمافی المظهری:(سورة النساء، ۲/۵۱،طبع رشیدیه)

والمستحب اجماعاً ان لا یغالی فیه..... عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله ﷺ خیر النساء أیسرهن صداقاً وروی ابن حبان عن عائشةؓ انه ﷺ قال من یمن المرأة سهل أمرها وقلة صداقها وروی احمد والبیهقی اعظم النساء برکة أیسرهن صداقاً واسناده جید.

لیکن مہر مثل سے زیادہ مہر مقرر کرنا رخصت ہے یعنی اگر متعاقدین اپنی خوشی سے زیادہ مہر مقرر کرنا چاہیں تو مقرر کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

لمافی الزیلعی تبیین الحقائق:(۲/۵۲۲،طبع سعید)

اذ لایجب الاقتصار علی مهر المثل بل یجوز ذلک برضا الزوج عند عدم رضاها بمهر المثل.

ولمافی المظهری تحت قوله تعالیٰ:(سورة النساء ص ۵۱ طبع رشیدیه)

"واتیتم احدهن قنطاراً" ومن ههنا یظهر انه لاتقدیر لاکثر الصداق وعلیه

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

انعقد الاجماع وبهذه الاية استدلت امرأة على جواز المغالات فى المهر حين منع عنها عمرؓ فقال عمرؓ كلُ أفقه من عمرؓ حتىٰ المخدرات.

بلکہ امر مندوب پر اس قدر اصرار کرنا کہ باقی گھر والوں کی رضامندی یا ناراضگی کی کوئی پرواہ نہ کی جائے یا اس پر عمل کرنے والوں کو برا سمجھے یہ شرعاً گناہ ہے۔

ولما فى مرقاة المفاتيح:(۲۶/۲،طبع رشيديه كوئٹه)

من أصرعلى أمرمندوب وجعله عزماولم يعمل بالرخصة فقدأصاب منه الشيطان من الاضلال.

الغرض مہر میں غلو کرنا مذموم ہے بلکہ تقلیل اور کمی کرنا حسب سنت بہتر و افضل ہے لیکن اسکے خلاف میں غلو کرنا بھی مذموم و ناجائز ہے کہ مہر مثل کے خلاف لڑکی یا اس کے اولیاء کو مہر فاطمی پر مجبور کردیا جاوے یہ غلو اور جبر بھی بالکل خلاف سنت اور خلاف تعامل صحابہ کرام ہے خود حضرت فاروق اعظمؓ نے چالیس ہزار (۴۰۰۰۰) درہم مہر مقرر کیے ہیں جسکی مقدار سکہ رائج الوقت کے اعتبار سے تقریباً چھ لاکھ چالیس ہزار (۶۴۰۰۰۰) روپے ہے اور جس لڑکی کا یہ مہر مقرر ہوا وہ بھی حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو صحابہ کرام میں اتبع و اعلم بالسنۃ مشہور تھے انھوں نے اپنا اور اپنی صاحبزادیوں کا نکاح دس دس ہزار (۱۰۰۰۰) درہم مہر مقرر کر کے کیا ہے جسکی مقدار سکہ رائج الوقت کے اعتبار سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار (۱۶۰۰۰۰) روپیہ ہے، انکے علاوہ بہت سے صحابہ کرام نے اپنی صاحبزادیوں کے لئے دس دس ہزار درہم مہر مقرر کیا ہے حالانکہ مہر فاطمی کا مسنون اور افضل ہونا انکو بھی معلوم تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مہر کم یا زیادہ ہونا اور اسطرح کے دیگر معاملات زمانے کے حالات یعنی تنگی اور فراخی وغیرہ پر انکا مدار ہوتا ہے حضور ﷺ کے دور میں انتہائی تنگی تھی، اس لئے مہر کی مقدار بھی کم تھی اور صحابہ کرام کا دور فتوحات کا دور تھا سیم وزر کی کثرت تھی تو قدر مہر میں بھی اضافہ ہوا۔

لما فى تبيين الحقائق:(۵۲۲/۲،طبع سعيد)

ألاترى ان ابن عمرؓ تزوج صفية علىٰ عشرة الاف درهم وكان يزوج بناته علىٰ عشرة الاف وتزوج عمرؓ ام كلثوم بنت علىؓ من فاطمةؓ على اربعين الف درهم...... ويجوزان يكون ذلك مهر مثل كل واحدة منهن لانه يختلف باختلاف الزمان ولايدل ذلك على الفضيلة بل هو الظاهر لأن المال كان قليلاً فى زمن النبى ﷺ ثم اتسع المسلمون بعد ذلك لما حصل لهم من فتوح البلاد ولهذا روى عن كثير منهم مثل ذالك مع علمهم بمهر بنات النبى ﷺ ولازواجه حتىٰ روى عن حسن ابن على انه تزوج امرأة فساق اليها

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مائة جارية قيمة كل واحدة منهن ألف درهم وتزوج ابن عباسؓ شميلة علىٰ عشرة الاف درهم وتزوج أنس علىٰ عشرة الاف درهم ومعلوم أن عادتهم لم تجر بذلك والله اعلم.

الجواب صحیح: احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ — واللہ اعلم: العبد: عبدالرحمٰن ڈیروی عفااللہ عنہ

دارالافتاء دارالعلوم کراچی ۱۴، ۲۸/۱۱/ ۱۴۱۱ھ — ۲۷/۱۱/ ۱۴۱۱ھ

﴿رخصتی کو حق مہر کے علاوہ پیسوں پر معلق کرنا جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیٹی کا نکاح بکر سے کروایا اور نکاح کے وقت یہ طے ہوا تھا کہ رخصتی سے پہلے بکر لڑکی کے والد یعنی زید کو تیس ہزار روپے ادا کریگا جو حق مہر کے علاوہ ہوں گے، چنانچہ کچھ مجبوریوں کی وجہ سے پیسے ادا کرنے سے پہلے ہی رخصتی ہوگئی اور اب رخصتی کے بعد تقریباً چھ ماہ بھی گزر چکے ہیں۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا بکر اب بھی طے شدہ رقم اداء کرنے کا پابند ہے یا نہیں؟ مستفتی: منظور احمد

﴿جواب﴾ رخصتی کو اسطرح پیسوں پر معلق کرنا رشوت کا مطالبہ ہے جو شرعاً جائز نہیں ہے، لہٰذا بکر پر ہرگز لازم نہیں ہے کہ وہ زید کو طے شدہ پیسے دیدیں اور اگر بالفرض بکر پیسے ادا کر چکا ہوتا تب بھی زید سے اپنے پیسے واپس لینے کا اسے حق حاصل ہوتا۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱۵۶/۳،طبع سعید)

(اخذاهل المرأة شيئا عندالتسليم فللزوج ان يسترده)لانه رشوة.

وفى الشامية:(قوله عند التسليم)اى بأن ابى ان يسلمها اخوها ونحوه حتى يأخذ شيئا وكذا لوابى ان يزوجها فللزوج الاسترداد قائما اوهالكا لانه رشوة بزازية.

ولمافى الفتاوى الغيرية:(۴۸/۱،طبع حقانيه)

(سئل)فى امرأة ابىٰ اقاربها أن يزوجوها الا ان يدفع لهم الزوج كذا فوعدهم به هل يلزم ام لا (أجاب)لايلزم ولودفع له ان يأخذه قائماً اوهالكاً لانه رشوة كما فى البزازية وغيرها.

واللہ اعلم: افتخار احمد کلکتی — الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۲۳۳۶ — جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ

﴿حق مہر میں اضافہ کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر اپنی طرف سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

حق مہر میں اضافہ کرے تو وہ اضافہ نافذ ہوگا یا نہیں؟ اگر بعد میں شوہر اس زیادتی کا انکار کرے تو کیا شوہر کیلئے انکار کا حق ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اگر شوہر حق مہر میں اضافہ کرے اور عورت اس کو قبول کرلے تو نکاح کے بعد جماع یا خلوت صحیحہ ہونے سے یہ زیادتی لازم ہوگی، اب شوہر کیلئے انکار کی گنجائش نہیں، شوہر کے ذمہ یہ زیادتی لازم ہے اور عورت اسکی مالکہ متصور ہوگی اور اگر جماع یا خلوت صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے دونوں کے درمیان طلاق وغیرہ کے ذریعہ تفریق ہو جائے تو اس صورت میں یہ زیادتی باطل ہوگی اور اصل مہر کی مقدار کا نصف لازم ہوگا، البتہ شوہر کے انتقال کی صورت میں پورا مہر زیادتی سمیت عورت کا حق تصور ہوگا۔

لمافی الهندية:(۱/۳۱۲ طبع رشیدیه)

الزيادة في المهر صحيحة حال قيام النكاح عند علمائنا الثلاثة كذا في المحيط فاذا زاد في المهر بعد العقد لزمته الزيادة كذا في السراج الوهاج هذا اذا قبلت المرأة الزيادة...... والزيادة انما تتأكد باحد معان ثلاثة اما بالدخول واما بالخلوة الصحيحة واما بموت احد الزوجين فان وقعت الفرقة بينهما من غير هذه المعاني الثلاثة بطلت الزيادة وتنصف الاصل.

ولمافي الدر مع الرد:(۳/۱۱۱ طبع سعید)

(أو زيد) على ما سمى فانها تلزمه.(قوله فانها تلزمه):اى الزيادة ان وطى او مات عنها وهذا التفريع مستفاد من مفهوم قوله لا ينصف:اى بالطلاق قبل الدخول فيفيد لزومه وتأكده بالدخول ومثله الموت.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۹۷۷

﴿عقد نکاح کے وقت متعین ہونے والا مہر دینا لازمی ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری ہمشیرہ کی شادی کو چند سال ہو چکے ہیں اور اب گھریلو ناچاقیوں کیوجہ سے مسئلہ طلاق تک آپہنچا ہے، میرا بہنوئی طلاق دینا چاہتا ہے اور میری ہمشیرہ بھی اس پر راضی ہے، عقد نکاح کیوقت حق مہر کی جو رقم متعین ہوئی تھی وہ ایک لاکھ روپے پاکستانی عند الطلب تھا، اب پوچھنا یہ ہیکہ طلاق ہونے کے بعد حق مہر میری ہمشیرہ کو ملے گا یا نہیں؟　　مستفتی: محمد ارشد بتوسط قاری ابراہیم صاحب ڈیفنس فیز۲

﴿جواب﴾ نکاح کے وقت جو مہر مقرر کیا جاتا ہے وہ شوہر کے ذمے دینا واجب ہو جاتا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، مذکورہ صورت میں چونکہ مہر عند الطلب مقرر ہوا تھا لہٰذا جب بھی عورت مہر کا مطالبہ کرے اس کو مہر دینا ضروری ہے، اگر عورت نے مہر وصول نہیں کیا تھا اور شوہر نے طلاق دے دی تو پھر بھی عورت کو مہر دینا ضروری ہوگا، لہٰذا آپ کی ہمشیرہ کو حق مہر ملے گا۔

لما فی الدر مع الرد:(۴/۱۰۲،طبع: سعید)

(وتجب)العشرة(ان سماها أودونها)يجب(الاكثر)ويتاكد(عندوطء اوخلوة صحت)من الزوج(اوموت احدهما)

ولما فی الشامی:(۴/۱۰۲،طبع: سعید)

(قوله ويتاكد)اى الواجب من العشرة اوالاكثرو افادان المهر وجب بنفس العقد ....وانما يتاكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه.........قال فى البدائع :واذا تاكد المهربماذكر لايسقط بعد ذلك ،وان كانت الفرقة من قبلها لان البدل بعد تاكده لا يحتمل السقوط الا بالابراء كالثمن اذا تاكدبقبض المبيع.

ولما فی الهنديه:(۱/۳۰۳،طبع: رشيديه)

والمهر يتاكد باحد معان ثلاثة الدخول والخلوة الصحيحة و موت احد الزوجين سواء كان مسمى او مهرا لمثل حتى لا يسقط منه شئى بعد ذلك الا بالابراء من صاحب الحق.

ولما فی التاتارخانية:(۳/۱۳،طبع:قديمى كتب خانه)

فان سمى فى العقد مالا كان المملوك بالعقد مضمونابالمسمى.

ولما فی الهدايه:(۲/۳۰۶،طبع: رحمانيه)

ومن سمى مهرا عشرة فمازادفعليه المسمى ان دخل بها او مات عنها.لانه بالدخول يتحقق تسليم البدل(البضع)وبه يتاكدفيتقرر(النكاح)بجميع مواجبه.

والله اعلم بالصواب: شاہ جہان ڈیروی — الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۲۴۶ — ۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ

﴿والد کا جہیز واپس لینا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ ایک آدمی نے اپنی بیٹی کی شادی کی اور جہیز میں کافی سامان دیا، اب والد کہتا ہے کہ مجھے سامان واپس کیا جائے کیونکہ میں نے عاریۃً دیا تھا تو کیا والد صاحب کا کہنا صحیح ہے اور اسے سامان واپس دینا ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ اس بارے میں آپ کے علاقے میں رائج عرف کا اعتبار ہے، عام طور پر لوگ جہیز میں اتنا اگر سامان دیتے ہیں تو یہ سارا سامان جہیز شمار ہوگا اور والد صاحب کو واپس لینے کا حق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

حاصل نہیں ہے اور اگر رائج عرف سے زیادہ سامان اس شخص نے اپنی بیٹی کو دیا ہے تو زائد اشیاء واپس لے سکتا ہے۔

لما فی التنویر والدر:(٢/١٥٦-١٥٧،طبع: سعید)

(جهز ابنته ثم ادعى ان ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليك او قال الزوج ذلك بعد موتها ليرث منه وقال الاب او ورثته بعد موته (عارية)فالمعتمدان(القول للزوج ولها اذا كان العرف مستمرأ ان الاب يدفع قبله جهازاً لا عارية و)اما(ان مشتركاً)كمصر والشام(فالقول للاب كما كان اكثر مما يجهز به مثلها

ولما فی الهندية :(١/٣٥٩، طبع:قديمی)

جهز بنته وزوجها ثم زعم ان الذى دفعه اليها ماله وكان على وجه العارية عندها وقالت هو ملكي جهزتني به او قال الزوج ذلك بعد موتها فالقول قولهما دون الاب وحكى عن على السغدى ان القول قول الاب وذكر مثله السرخسى واخذ به بعض المشايخ وقال فى الواقعات ان كان العرف ظاهرا بمثله فى الجهاز كما فى ديارنا فالقول قول الزوج وان كان مشتركاً فالقول قول الاب كذا فى التبيين قال الصدر الشهيدؒ وهذا التفصيل هو المختار للفتوى كذا فى النهر الفائق

ولما فی النهر الفائق:(٢/ طبع:قديمی)

واقول فى البزازية عن المرغينانى فى الصحيح انه لا يرجع على الاب بشىء لان المال فى النكاح غير مقصود وقال قبله المختار فى مسئلة الجهاز ان العرف ان كان مستمراً ان الاب يدفع الجهاز ملكا لا عارية كما فى ديارنا فالقول للزوج وان كان مشتركاً فالقول للاب .قال الشهيدؒ وهذا التفصيل هو المختار للفتوى والعرف فى مصر مشترك.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انکی

٢٧ جمادی الثانی ١٤٣٣ھ　　　　فتویٰ نمبر: ٣٣٨٢

﴿رخصتی سے پہلے طلاق کی صورت میں نصف مہر ادا کرنا ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے دو بیٹوں کی شادی کی تھی، دلہنیں دونوں بہنیں تھیں، ان کے والد نے کہا تھا کہ رخصتی بعد میں کردینگے، اب صرف نکاح کردیتے ہیں، اب نکاح کے بعد رخصتی سے انکاری ہیں اور طلاق کا مطالبہ کرکے مہر کی رقم مانگ رہے ہیں، ہم کہہ رہے ہیں کہ خلع لے لو لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ طلاق دو اور مہر بھی، اب میں اپنے بیٹوں کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتی ہوں تو کیا کرسکتی ہوں یا نہیں؟ اور ان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لڑکیوں کا کیا کروں؟ جو میرے گھر بھی نہیں آئیں اور مہر کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

﴿جواب﴾ اس شخص نے دونوں بیٹیوں کا باقاعدہ نکاح تو کروایا اور اب رخصتی سے انکاری ہے، ہو سکتا ہے کوئی وجہ ہو بہرحال آپ بچوں کی دوسری جگہ شادی کرانا چاہتی ہیں تو شرعا اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، ان لڑکیوں کو خدانخواستہ طلاق دیدی تو ہر ایک کا آدھا حق مہر ادا کرنا ضروری ہوگا اور نکاح کے بعد تنہائی میں میاں کے ساتھ اگر ملاقات ہوئی ہے تو پورا حق مہر ادا کرنا ہوگا اگرچہ باقاعدہ رخصتی نہیں ہوئی۔

البتہ خلع کی صورت میں حق مہر واجب الادا نہیں رہیگا جسکی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ شوہر بیوی کو حق مہر سے دست برداری کی شرط پر طلاق دینے کی پیشکش کرے بیوی اگر منظور کرلے تو طلاق واقع ہوجائے گی اور شوہر کے ذمہ سے حق مہر ساقط ہوجائے گا۔

لمافی روح المعانی:(۲/۷۲۵،طبع رشیدیه)

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف مافرضتم ای فلهن نصف ماقدرتم وسميتم لهن من المهر.

ولمافی البحر:(۴/۷۲،طبع سعید)

ان القبول فی المعلق انما يكون بعدوجود الشرط.

ولمافی التنویرمع الدر:(۳/۴۳۹،طبع سعید)

ازالة ملك النكاح المتوقفة على قبولها بلفظ الخلع او مافی معناه.

ولمافی الشامی:(۳/۴۴۱،طبع سعید)

(قوله:بما يصلح للمهر)......الخلع بدل يصلح جعله مهرافانه يصح...... الخ.

ولمافی الشامی:(۳/۴۴۶،طبع سعید)

(قوله شرط للزوم المال):ای عليها وهو البدل المذكورفی الخلع.وقوله ومسقوطه:ای عن الزوج وهوالمهرالذی علیه......الخ.

والله اعلم بالصواب: انیس طالب
فتویٰ نمبر:۲۶۸۲

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

﴿وٹہ سٹہ میں ہر ایک عورت کا مہر الگ الگ مقرر ہو تو شغار نہیں کہلاتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں، علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی لڑکی ہندہ کا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نکاح عمرو کے لڑکے بکر کے ساتھ کیا اور عمرو کی لڑکی زینت کا نکاح اپنے لڑکے سے کرا دیا اور ہر ایک لڑکی کا مہر علیحدہ علیحدہ مقرر کیا گیا، اس قسم کا نکاح شرعاً نافذ و جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ شغار کہتے ہیں کیا واقعی یہ شغار ہے؟

مستفتی: سیف الرحمٰن ڈیرہ اسماعیل خان

﴿جواب﴾ شغار یہ ہے کہ بجائے مہر عورت کے بدلے عورت مقرر ہو، احادیث میں اس سے منع کیا ہے، وٹہ سٹہ میں ہر ایک کیلئے الگ مہر مقرر ہو تو یہ شغار نہیں کہلاتا، بلاشبہ یہ نکاح کی جائز صورت ہے لیکن جہاں تک ہو سکے وٹہ سٹہ سے بچنا چاہیے، اس لئے کہ جن علاقوں میں اس کا رواج ہے، وہاں مشاہدہ ہے کہ اگر ایک خاتون کے ساتھ شوہر کا رویہ بہتر نہیں ہے تو دوسری کیساتھ بھی ناروا سلوک کو روا سمجھا جاتا ہے پھر دونوں جانب عورتوں پر ظلم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۱۰۶/۳،طبع سعید)

(ووجب مهر المثل فی الشغار)هو ان یزوجه بنته علیٰ ان یزوجه الآخر بنته او اخته مثلاً معاوضة بالعقدین ، وهو منهی عنه لخلوه عن المهر، فأوجبنا فیه مهر المثل فلم یبق شغاراً

ولمافی البحر الرائق:(۱۵۵/۳،طبع سعید)

(قوله ویجب مهر المثل فی الشغار) لانه سمی مالا یصح صداقا فیصح العقد ویجب مهر المثل کما اذا سمی خمرا او خنزیرا والشغار فی اللغة الخلو یقال شغر الکلب اذا رفع احدی رجلیه لیبول وبلدة شاغرة اذا کانت خالیة من السلطان واما فی الاصطلاح فلتزویجه مولیته علی ان یزوّجه الاخر مولیته لیکون احد العقدین عوضا عن الاخر سواء کانت المولیة بنتا او اختا او امة سمی به لخلوه عن المهر وانما قیدنا بان یکون احدهما صداقا عن الاخر لانه لو لم یکن کذلک بان قال زوجتک بنتی علی ان تزوجنی بنتک ولم یزد علیه فقبل الاخر فانه لا یکون شغارا اصطلاحاً.

ولمافی سنن ابی داؤد:(۲۰۰/۱،طبع رحمانیه)

عن ابن عمر ان رسول اللهﷺ نهی عن الشغار زاد مسدد فی حدیث قلت لنافع ما الشغار قال ینکح ابنة الرجل وینکح ابنته بغیر صداق و ینکح اخت الرجل فینکح اخته بغیر صداق

واللہ اعلم بالصواب: محمد وارث خان

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۲۹۲

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

﴿خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دی تو مہر نصف ہوگا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں دو بھائیوں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کی شادیاں ایک ساتھ ہوئی تھی، غلطی کی وجہ سے دونوں نے اپنی بھابی سے محبت کی تھی، تو دونوں نے اپنی اپنی منکوحہ کو طلاق دی تا کہ جس سے محبت ہوئی ہے، اسی سے نکاح کیا جائے۔

اب پوچھنا یہ ہے کہ نہ تو اپنی بیوی سے خلوت صحیحہ ہوئی اور نہ جماع جبکہ مہر متعین ہے تو طلاق کی صورت میں شوہر پر مہر لازم آئیگا یا نہیں، اگر مہر ہوگا تو پورا ہوگا یا کم بھی ہوسکتا ہے۔

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں چونکہ نہ خلوت صحیحہ ہوئی اور نہ جماع، اس لئے طلاق واقع ہونے کی صورت میں متعین مہر کا آدھا لازم ہے۔

لقوله تعالى :(سورة البقرة :پاره ۲)

لاجناح عليكم ان طلقتم النسآء ما لم تمسوهن او تفرضوا لهن فريضة،فنصف ما فرضتم

لما في التنوير مع الدر :(۱۰۴/۴ طبع :رشيديه) ويجب (نصفه بطلاق قبل وطء او خلوة).

لما في المحيط البرهاني :(۱۵۵/۴ طبع :بيروت)

۲۱۰۴.وللمطلقة قبل الدخول بها نصف المفروض "لقوله تعالى :فنصف ما فرضتم ،وان لم يكن في النكاح مفروض فلها المتعه ،وان لم يكن في النكاح مفروض وفرض لها بعد العقد مهرا ،فرضيت به،اورفعت الامر الى القاضي ،ففرض لها مهرا ،ثم طلقها قبل الدخول بها ،فعلى قول ابى يوسف الاول لها نصف المفروض بعد العقد.

ولما في خلاصة الفتاوى :(۴۰/۲ طبع : رشيديه)

رجل قال لامراته ان خلوت بك فانت طالق فخلا بها وقع الطلاق ويجب نصف المهر ولم يذكر حكم العدة وينبغي ان لايجب لانه لا يمكنه الوطي في تلك الساعة .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ریحان اللہ

۴ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۷۶

﴿متعلقاتِ نکاح﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام کہ ہمارے علاقے میں یہ دستور چلا آرہا ہے کہ (۱) جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو لڑکی والے لڑکے والوں سے اپنے دوست واحباب کی دعوت کیلئے رقم کا مطالبہ کرتے ہیں، یہ رقم زیادہ بھی ہوتی ہے اور کم بھی، کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟ (۲) لڑکی والے جو رقم وصول کرتے ہیں اسکے بارے میں بسا اوقات لڑکی کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ اسکے حقِ مہر میں شمار کر کے لے لی گئی ہے۔

(۳) محفلِ نکاح میں مہر بہت زیادہ مقرر کیا جاتا ہے مگر لڑکی کو مہر میں سے کچھ بھی نہیں دیا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جاتا تو شوہر کے مرتے وقت لڑکی سے معاف کروالیا جاتا ہے یا پھر مقروض ہونیکی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے (نعوذ باللہ) (۴) لڑکی والے جو مذکورہ رقم وصول کرتے ہیں وہ پہلے ہوتی ہے جبکہ مہر بعد میں مقرر کیا جاتا ہے۔

﴿جواب﴾ اگر وہ رقم مہر میں محسوب کر کے لڑکے والوں سے لی جائے تو اُس میں تصرّف (جیسے اہلِ محلّہ کی دعوت وغیرہ) کے جواز کے لئے لڑکی کی اجازت شرط ہے، خواہ صراحۃً ہو یا دلالۃً اگر مہر میں محسوب کر کے نہ لی جائے تو فقہاءِ کرام نے ایسی رقم کو رشوت قرار دیکر ناجائز قرار دیا ہے۔

(۲) مہر چونکہ لڑکی کا حق ہے اس لئے اسکے والدین کو اُسمیں تصرف کرنے کیلئے لڑکی کی اجازت (خواہ صراحۃ ہو یا دلالۃ) شرط ہے عموماً لڑکی کی دلالۃ اجازت کارفرما ہوتی ہے یہ وہ صورت تھی کہ لڑکی بالغہ ہو اور اگر لڑکی نابالغہ ہو تو پھر اُسمیں تصرف کرنے کیلئے اس کی اجازت بھی کافی نہیں ہوتی بلکہ اس میں تصرف کے جواز کے واسطے وہ تمام شرائط پائی جانی ضروری ہونگی جو نابالغہ کے مال میں تصرف کیلئے درکار ہوتی ہیں۔

(۳) مہر شوہر کے ذمہ بیوی کا حق ہے جو شوہر کے لئے ہر حال میں ادا کرنا ضروری ہے جب تک ادا نہیں کریگا، اُس وقت تک شوہر بیوی کا مقروض رہیگا، البتہ بیوی طیب خاطر سے معاف کر دے تو معاف ہوجاتا ہے۔

(۴) مذکورہ رقم خواہ مہر مقرر ہونے سے پہلے لی جائے یا بعد میں بہر حال اس کے مہر میں شمار ہونے کے لئے لڑکی کی اجازت (صراحۃ ہو یا دلالۃ) شرط ہے یعنی لڑکی کی اجازت سے اگر خرچ ہوئی تو مہر میں سے شمار ہوگی ورنہ لڑکی کا حق باقی رہیگا۔

لمافی الشامی:(۱۲۱/۳،طبع سعید)

وفيها قبض الاب مهرها وهى بالغة اولا وجهزها او قبض مكان المهر عينا. ليس لها ان لا تجيزه لان ولاية قبض المهر الى الأ باء وكذا التصرف فيه.

ولمافی الهداية:(۳۲۵/۲،طبع رحمانيه)

ثم المهر واجب شرعا ابانة لشرف المحل.

ولمافی الدر:(۱۵۶/۳،طبع سعيد)

اخذاهل المراة شيئا عندالتسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وفی الشامیة:(عندالتسلیم)ای بان ابیٰ ان یسلمها اخوها او نحوه حتیٰ یاخذشیئا وکذا لو ابیٰ ان یزوجها فللزوج الاسترداد قائما اوهالکا لانه رشوة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم:محمد شریف حسین

۲۸ربیع الاول ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:۷۳

فصل فی الاولیاء والاکفاء

ولی اور کفو کا بیان

سیدہ غیر سید کا ہم کفو نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک سیدزادی نے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر سیدلڑکے سے نکاح کیا،اب اس لڑکی کے اولیاء نکاح فسخ کرنا چاہتے ہیں۔تو کیا شرعا بالغہ لڑکی کا کیاہوا نکاح اولیاء فسخ کر سکتے ہیں؟

جواب: کوئی بھی بالغہ لڑکی (سیدہ ہو یا غیر سیدہ) اگر اپنے اولیاء کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو اولیاء اگر فسخ کرنا چاہے تو کر سکتے ہیں۔

مذکورہ صورت میں سیدزادی نے غیر سید سے نکاح کیا ہے اور یہ دونوں آپس میں ہم کفو نہیں ہیں اس لئے اولیاء اگر فسخ کرلیں تو معتبر ہوگا۔

لما فی الشامی:(۳/۸۶،طبع:سعید)

قوله الكفائة معتبرة) قالوا معناه معتبرة فی اللزوم علی الاولياء حتی عند ان عدمها جاز للولی الفسخ ......(وتعتبر) الكفائة للزوم النكاح خلافاً لمالک (نسباً فقريش) بعضهم (أكفاء) بعض (و) بقية (العرب) بعضهم (أكفاء)

ولما فی الهنديه:(۱/۲۹۰،طبع:رشیدیه)

الكفائة تعتبر فی أشياء (منها النسب) فقريش بعضهم أكفاء لبعض كيف كانوا حتی ان القرشی الذی ليس بهاشمی يكون كفأ لهاشمی سواء كذا فی فتاوی قاضی خان.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ارشد سعید کوہاٹی

فتویٰ نمبر:۳۳۳۳

۲۹جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ

سیدہ کا نکاح غیر سید کے ساتھ اجازت ولی سے ہو تو جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں کہ بعض لوگوں میں یہ جو بات مشہور ہے کہ سیدہ لڑکی کا نکاح غیر سید سے کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ سید خاندان کا نسب غیر سید سے زیادہ اشرف واکرم ہے اگر کسی نے غیر سید کا نکاح سید قوم کی لڑکی کیساتھ کردیا تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ ان لوگوں کی یہ بات ازروئے شرع کہاں تک درست ہے؟

مستفتی: مولوی عبدالباسط ضلع بٹگرام

﴿جواب﴾ غیر سید آدمی سیدہ لڑکی کا کفو (ہمسر) نہیں ہے غیر کفو کے ساتھ نکاح ولی کے اجازت پر موقوف ہوتا ہے، لہٰذا سیدہ لڑکی کا نکاح ولی (والدوغیرہ) کی اجازت سے ہوتو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، ہاں لڑکی ازخود غیر سید کے ساتھ نکاح کرلے اور ولی کو منظور نہ ہوتو نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔

قال الله تعالى في القرآن (النساء ۲۴): ﴿واحل لكم ماوراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم﴾

ولما في ردالمحتار: (۶۷/۳ طبع: سعيد كراچی)

لا يزوج بنته من غير كفء وغبن فاحش الا لمصلحة تزيد على هذا الضرر كعلمه بحسن العشر معها وقلة الاذى ونحو ذالك.

ولما في المبسوط للسرخسي: (۲۲۵/۵_۲۲۶ طبع: دار المعرفة بيروت)

واذزوجت المرأة نفسها من غير كفء فللاولياء ان يفرقو بينهما لانها الحقت العار بالاولياء ـ واذا تزوجت المرأة من غير كفء ورضي به احد الاولياء جاز ذلك.

ولما في الهداية: (۳۲۱/۲ طبع: رحمانيه، لاهور)

الكفاءة في النكاح معتبرة ـ ثم الكفاءة تعتبر في النسب لانه يقع به التفاخر فقريش بعضهم اكفاء لبعض والعرب بعضهم اكفاء لبعض والاصل فيه قوله عليه السلام قريش بعضهم اكفاء لبعض بطن ببطن والعرب بعضهم اكفاء لبعض قبيلة بقبيلة والموالي بعضهم اكفاء لبعض رجل برجل.

ولما في البدائع: (۳۱۷/۲ طبع: سعيد كراچی)

وروى أن بلالا رضي الله عنه خطب الى قوم من الانصار فابوا ان يزوجوه فقال له رسول الله ﷺ قل لهم ان رسول الله ﷺ يامركم ان تزوجولي امرهم رسول الله ﷺ بالتزويج عند عدم الكفاءة ولو كانت معتبرة لما امر لان التزويج من غير كفء غير مامور به وقال رسول الله ﷺ ليس لعربي على عجمي فضل الا بالتقوى.

واللہ اعلم بالصواب: فضل حق ریزداری

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمن عفا اللہ عنہ

فتوی نمبر: ۲۰۴۵

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بچپن میں کرائے ہوئے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ ہمارے ہاں بچپن میں نکاح کروادیئے جاتے ہیں، بلوغت کے بعد اجازت نہیں لی جاتی بلکہ دوبارہ نکاح کر کے رخصتی کر دی جاتی ہے، ایسے ہی ایک لڑکی کا بچپن میں نکاح ہوا تھا لیکن خاندانوں کے اختلاف کی وجہ سے اس لڑکی کی رخصتی نہ ہو سکی جس لڑکے سے نکاح ہوا تھا اس نے دوسری جگہ شادی کر لی ہے مگر اس لڑکی کو طلاق نہیں دے رہا، کیا اس لڑکی کا نکاح جو بچپن میں ہوا تھا نافذ ہے یا نہیں؟ مستفتی جعلہ یوسفیہ

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ بچپن میں باپ دادا کا کرایا ہوا نکاح نافذ ہوتا ہے اور بلوغت کے بعد رد کرنے سے بھی رد نہیں ہوتا بشرطیکہ باپ دادا معروف بسوء الاختیار نہ ہوں اور ایک بار نکاح صحیح ہو جائے تو رخصتی کے وقت تجدید کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں لڑکی کا نکاح بچپن میں اگر والد یا دادا نے باقاعدہ ایجاب اور قبول کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں کرایا ہے تو یہ نافذ ہے لڑکے نے اگر دوسری جگہ نکاح کر لیا ہے تو اس سے پہلے والے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا لڑکی بدستور اس کی منکوحہ ہے طلاق یا خلع کے ذریعے ہی خلاصی ممکن ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۶۶/۳،طبع سعید)

(ولزم النكاح ولو بغبن فاحش)او زوجها (بغير كفء، ان كان الولي ابا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة وفسقا.

ولما في الهندية:(۲۸۵/۱،طبع رشيديه)

فان زوجهما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار......الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب نعمانی

۸ صفر الخیر ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۷۲

﴿چچا کی ولایت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیٹی اپنے بھائی کو گود دے دی، واضح رہے کہ بھائی کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی، اب لڑکی کا چچا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اسکی پرورش کرتا رہا یہاں تک کہ بچی جوان ہوگئی، اب بھائی (لڑکی کا چچا) اسکی شادی کرنا چاہتا ہے جبکہ بچی کا والد شادی پر راضی نہیں ہے اور وہ بچی کے واپس کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ لڑکی کے والد کا مطالبہ درست ہے؟ اور لڑکی کا چچا پرورش میں جو خرچہ اس پر کرتا رہا وہ لڑکی کے والد سے لے گا یا نہیں؟

مستفتی: محمد علی کورنگی کراچی

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ بچے کی پرورش کا حق سب سے پہلے ماں کو ہے ماں کی رضامندی کے ساتھ باپ نے اپنی بیٹی اگر اپنے کسی بھائی کو گود دے دی تو یہ شرعاً منع نہیں ہے لیکن پرورش کرنے سے وہ بھتیجی کا باپ قرار نہیں پاتا، زید اب بھی لڑکی کا بدستور باپ ہے گود دینے سے ابوۃ کا رشتہ ختم نہیں ہوا، لہٰذا لڑکی کے جملہ تصرفات میں اب بھی وہ چچا سے زیادہ حقدار ہے، اس لئے کہ والد ہی لڑکی کا ولی اقرب ہے اور چچا نے دوران پرورش جو خرچے کئے ہیں ان کا مطالبہ نہیں کرسکتا، یہ تو محض تبرع ہے، اب والد کی اجازت کے بغیر لڑکی کی رضامندی سے اگرچہ نکاح ہوجائے گا لیکن حق تلفی کیوجہ سے لڑکی، چچا اور لڑکی کا شوہر سب گنہگار رہوں گے۔

لما فی الدر مع الرد:(۸۱/۳ طبع سعید)

(وللولی الابعد التزویج بغیبة الاقرب)فلو زوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته ولو تحولت الولایة الیه لم یجز الا باجازته بعد التحول قهستانی و ظهیریة. وفی الشامیة:(قوله وللولی الابعد الخ)المراد بالابعد من یلی الغائب فی القرب کما عبر به فی کافی الحاکم وعلیه فلو کان الغائب اباها ولها جد وعم فالولایة للجد لا للعم.

لما فی البدائع :(۲/۲۵۰طبع سعید)

ثم انما یتقدم الاقرب علی الابعد اذا کان الاقرب حاضرا او غائبا غیبة غیر منقطعة.

لما فی الدر مع الرد:(۳/۵۵۷طبع سعید)

(او ابت ان تربیه مجانا و)الحال ان (الاقرب معسر والعمة تقبل ذالک)ای تربیه مجانا ولا تمنعه عن الام قیل لام اما ان تمسکیه مجانا او تدفعیه للعمة(علی المذهب)وهل یرجع العم والعمة علی الاب اذا أیسر قیل نعم مجتبی والعمة لیست قیما یظهر.(قوله مجتبی)هو شرح الزاهدی علی مختصر القدوری وذالک حیث قال فی النفقات وهل یرجع العم اوالعمة علی الأب اذا أیسر بما انفق علی الصغیر؟ثم رمز لبعض الکتب.لایرجع من یؤدی النفقة علی الأب ولو علی الابن بخلاف الأم اذا أیسر زوجها ثم رمز یرجع ثم رمز فیه اختلاف المشایخ.

واللہ اعلم بالصواب: طاہر زمان

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر:۲۹۸۴

ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿والد اپنی چھوٹی بچی کا نکاح اسکی مصلحت کے خلاف کرائے تو منعقد نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے کے بعض اثر ورسوخ والے لوگوں نے میرے والد صاحب کو ڈرا دھمکا کر میری ہمشیرہ جس کی عمر آٹھ یا نو سال ہے کا نکاح ایک چالیس سالہ شخص سے کروایا ہے تو کیا اس طرح زبردستی نکاح کروانے سے نکاح ہو جاتا ہے؟ اگر ہو جاتا ہے تو عمر میں اس قدر تفاوت کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

مستفتی: دولت شاہ

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں اگر بوقت نکاح آپ کی بہن نابالغ تھی اور آپ کے والد نے آپ کی بہن کی خیر خواہی اور مصلحت کو پیش نظر رکھے بغیر محض دباؤ میں آکر یہ نکاح کیا تھا تو اسکی دو صورتیں ہیں: (۱) مذکورہ شخص اگر آپکی بہن کا کفؤ نہیں یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ نکاح ہوا ہو تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا بلکہ اصلا باطل ہوگا۔

(۲) اور اگر مذکورہ شخص آپکی بہن کا کفؤ ہو اور نکاح بھی مہر مثل کے ساتھ ہوا ہو تو اگرچہ یہ نکاح منعقد ہو گیا ہے لیکن چونکہ دونوں کی عمروں میں بہت زیادہ تفاوت ہے، اس لئے آپکی بہن کو خیار بلوغ حاصل ہوگا، تاہم خیار بلوغ کے ساتھ ساتھ عدالت سے بھی اسکو فسخ کرانا ضروری ہوگا، لہٰذا اسے چاہیے کہ جس وقت آثار بلوغ ظاہر ہوں فوراً زبان سے کہدے کہ میں نے اپنا نکاح فسخ کر دیا اور اس پر گواہ بھی بنالے اور پھر کسی مسلمان جج کی عدالت میں دعویٰ دائر کرکے باقاعدہ نکاح فسخ کر دے۔ (مأخوذ جواہر الفقہ: ۱۲/۲) (احسن الفتاویٰ: ۱۲۴/۵، طبع سعید)

لما فی الشامی: (۶۶/۳-۶۷، طبع سعید)

(قوله مجانة وفسقا) فی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفهه او لطمعه لایجوز عقده اجماعا...... ثم اعلم ان ما مر عن النوازل من ان النكاح باطل معناه سيبطل كما فی الذخيرة لان المسالة مفروضة فيما لم ترض البنت بعدما كبرت كما صرح به فی الخانية والذخيرة وغيرهما وعليه يحمل ما فی القنية زوج بنته الصغيرة من رجل ظنه حر الاصل وكان معتقا فهو باطل بالاتفاق وعلم من عبارة القنية انه لا عرف فی عدم الكفائة بين كونه بسبب الفسق اوغيره حتى لو زوجها من فقير او ذی حرفة دنية ولم يكن كفؤا لم يصح فالقصر ابن الهمام كلامهم على الفاسق مما لاينبغی كما افاده فی البحر.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الفتاوی الخیریة:(۱/۲۰،طبع رشیدیه)

(سئل) فی الاب اذا علم منه سوء الاختیا وعدم النظر فی العواقب اذا زوج ابنته القابلة للتخلق بالخیر والشر بغیر کفؤ هل یصح ام لا؟

(اجاب) قال ابن فرشته فی شرح المجمع لو عرف من الاب سوء الاختیا رلسفهه او لطمعه لایجوز عقده اتفاقا ومثله فی الدرر والغرر وقال فی البحر فی شرح قول الکنز ولو زوج طفله غیر کفؤ وبغبن فاحش صح ولم یجز ذلک لغیر الاب والجد وقیده الشارحون وغیرهم بان لایکون الاب معروفا بسوء الاختیار حتی لو کان معروفا بذلک مجانة او فسقا فالعقد باطل علی الصحیح. قال فی الفتح القدیر ومن زوج ابنته الصغیرة القابلة للتخلق بالخیر والشر ممن یعلم انه شریر او فاسق ظهر سوء اختیاره ولان ترک النظر هنا مقطوع به فلا یعارضه ظهور ارادة مصلحة تفوق ذلک نظرا الی شفقة الابوة. فظاهر کلامهم ان الاب اذا کان معروفا بسوء الاختیار لم یصح عقده باقل من مهر المثل ولا باکثر فی الصغیر بغبن فاحش ولا من غیر الکفؤ فیهما سواء کان عدم الکفائة بسبب الفسق اولا حتی لو زوج بنته من فقیر او محترف حرفة دنیة ولم یکن کفوا فالعقد باطل فقصر المحقق ابن الهمامؒ کلامهم علی الفاسق مما لاینبغی وقد وقع فی اکثر الفتاوی فی هذه المسئلة ان النکاح باطل فظاهره انه لم ینعقد وفی الظهیریة یفرق بینهما ولم یقل انه باطل وهو الحق ولذا قال فی الذخیرة فی قولهم فالنکاح باطل ای یبطل. کلام البحر والمسئلة شهیرة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ سبحانہ اعلم: افتخار احمد گلگتی

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۴۲

﴿تایا کی اجازت کے بغیر نابالغ لڑکی کا نکاح ماں کرا لے اس کا اعتبار نہیں﴾

﴿سوال﴾ یتیم لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں نے کرایا تھا اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے جبکہ لڑکا ابھی تک نابالغ ہے اور لڑکی لڑکے کو پسند نہیں کرتی کہتی ہے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں لڑکی کا تایا بھی موجود ہے وہ اس رشتہ پر خوش نہیں تھے کیا اس لڑکی کیلئے نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہے؟

﴿جواب﴾ یتیم نابالغ لڑکی کا نکاح اس کی والدہ نے لڑکی کے تایا سے اجازت لیئے بغیر پڑھایا ہے اور تایا نے نکاح کے بعد بھی اس نکاح کی منظوری نہیں دی ہے تو یہ نکاح سرے سے ہوا نہیں فسخ کی ضرورت تب پیش آتی اگر نکاح درست ہوتا لیکن اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اب چونکہ لڑکی بالغ ہوگئی ہے دوسری جگہ چاہے نکاح کرسکتی ہے لیکن خود ایسا نازک فیصلہ نہ کرے تایا کی سرپرستی میں نکاح کرے ورنہ گناہ ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الدر المختار:(۸۱/۳،طبع سعید)

"وللولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب" فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی اجازته.

ولما فی الھندیة:(۲۸۵/۱،طبع رشیدیه)

وان زوج الصغیر او الصغیرة أبعد الأولیاء فان کان الأقرب حاضرا وھو من اھل الولایة توقف نکاح الأبعد علی اجازته.

ولما فی البحر:(۱۱۹/۳،طبع سعید)

وأما اذا کان أحدھما أقرب من الآخر فلا ولایة للأبعد مع الأقرب الا اذا غاب غیبة منقطعة فنکاح الأبعد یجوز اذا وقع قبل عقد الأقرب کذا ذکره الاسبیجانی.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:ظہور احمد شمس

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر:۱۳۵۶

﴿عاقلہ بالغہ کا نکاح جبرا درست نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان سوالات کے جوابات میں کہ(۱)ایک آدمی ایسی عورت سے شادی کرتا ہے جس کو والدین نے زبردستی نکاح کر کے رخصت کیا ہو،لڑکی رخصتی کے وقت بالغ تھی اور شادی سے انکار کر رہی تھی اور خودکشی کی دھمکی بھی دے رہی تھی اور رخصت ہونے کے بعد اس نے اس آدمی سے بھی کہا کہ میں تمہیں پسند نہیں کرتی اور تم کو اپنا شوہر نہیں مانتی،اپنی اور میری زندگی برباد مت کرو۔!

اس عورت سے نکاح کے وقت والد نے اجازت لئے بغیر خود فیصلہ کرلیا کہ میں نے اپنی بیٹی فلاں کو دے دی پھر اس شخص نے نکاح قبول کیا،لڑکی نے قبول نہیں کیا،پہلے اس دوران ایک مفتی صاحب سے مشورہ کیا تھا،مفتی صاحب نے زبانی فتویٰ دیا تھا کہ نکاح نہیں ہوا،لڑکی کو فوراً الگ کیا جائے،سو ایک آدمی نے اس لڑکی کو اس آدمی سے الگ کیا اور اس آدمی نے اس لڑکی کی رضامندی سے اس سے نکاح کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۲)جس آدمی نے اس لڑکی سے نکاح کیا ہے اس نے اپنے والدین کو اطلاع نہیں دی بعد میں لڑکے کے والدین نے لڑکے کیلئے ایک اور جگہ رشتہ طے کرلیا،لڑکی والے حق مہر ۲۵۰،۰۰۰ ڈھائی لاکھ رقم مقرر کر چکے تھے،جب کہ اس لڑکے کی پہلی بیوی کا حق مہر ۵۰۰۰ روپے تھا،دوسری بیوی نے شرعی تقاضوں کی پابندی نہیں کی،شوہر کا کہنا نہیں مانا،شوہر بیمار تھا،اس کی خدمت نہیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کی، اس کی بیماری میں اس کا ساتھ نہیں دیا، حق زوجیت مانگتی رہی اور اپنی رقم حق مہر طلب کرتی رہی، اس آدمی کے والدین نے مہر ادا کر دیا لیکن اس آدمی کے والدین اس سے ناراض ہوگئے، اس نے معافی مانگی، پاؤں پکڑے لیکن وہ نہ مانے پھر آخر کار یہ شرط رکھی کہ پہلی بیوی کو طلاق دے دو تو پھر تم سے راضی ہوں گا کیونکہ تم نے ہماری توہین کی ہے اور اپنی روایات کی خلاف ورزی کی ہے، والد صاحب کا یہ شرط رکھنا درست ہے یا نہیں؟

(۳) کوئی آدمی اپنی بیوی سے چھپ کر دوسری شادی کرتا ہے یہ شادی درست ہے یا نہیں؟ نیز ایک بیوی شوہر کو دوسری بیوی کی طلاق پر مجبور کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۴) معزز علماء کرام شریعت کی روشنی میں واضح فرمائیں کہ یہ آدمی اپنے والد صاحب کی عزت واحترام کرتا ہے اور ان کے سامنے اُف تک نہیں کرتا لیکن والد صاحب اسکو اپنے پاس آنے نہیں دیتے، کیا یہ آدمی گنہگار ہے؟ نیز اس آدمی کیلئے والد صاحب کو راضی کرنے کا کیا حل ہے؟

﴿جواب﴾ (۱) عاقل بالغ لڑکی کا نکاح صحیح ہونے کیلئے صراحۃً یا دلالۃً اسکی رضامندی شرط ہے، اسکے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا، مذکورہ صورت میں نکاح کے وقت اور اسکے بعد بھی لڑکی مسلسل انکار کرتی رہی کسی بھی موقعہ پر رضامندی یا بادل نخواستہ اس رشتہ کو قبول کرنے کا اظہار نہیں کیا یہاں تک کہ جدائی ہوئی تو ایسی صورت میں دوسرا نکاح صحیح ہے۔

لما فی الدر المختار: (۲/۵۹-۶۰ طبع سعید)

ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ فان استاذنها ـ فضحكت أو بكت بلا صوت فلو بصوت لم يكن اذنا ولا رداحتى لو رضيت بعـ ـه انعقد.

ولما فی الدر ایضا: (۲/۵۶، طبع سعید)

فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي ...... وله اذا كان عصبة الاعتراض في غير الكفء ...... ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه اصلا.

(۲) لڑکا شادی کرنے میں والدین سے اجازت لینے کا شرعاً پابند نہیں ہے، بہتر یہی تھا کہ وہ کسی طرح والدین کو بھی راضی کرتا تاکہ مذکورہ پریشانی کی نوبت نہ آتی، اب جبکہ شادی ہو چکی ہے اور میاں بیوی دونوں حسن معاشرت کیساتھ گھر بسا رہے ہیں تو والد صاحب کا پہلی بیوی کو طلاق دینے کا حکم غیر شرعی ہے، والدین کے ایسے حکم کی اطاعت ضروری نہیں ہے بلکہ شفقت پدری کا تقاضا یہ ہیکہ والد ایسا حکم نہ دے جس سے اولاد کے دنیاوی یا اخروی نقصان کا اندیشہ ہو۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مذکورہ صورت میں بیٹے کا دنیاوی نقصان کے علاوہ اخروی نقصان کا بھی قوی اندیشہ ہے مثلا طلاق کے بعد دونوں کے قلبی تعلق کی وجہ سے اگر باہمی تعلق قائم رہا تو بڑا گناہ ہوگا، والد صاحب کو چاہیے کہ اسکو توہین نہ سمجھیں اور برادری کی روایت کو شریعت کے قانون سے زیادہ حیثیت نہ دیں۔

ہاں حق مہر شوہر کے ذمہ واجب ہوتا ہے والد کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا اڑھائی لاکھ روپیہ بیٹے سے وصول کرے اسی طرح ایک بیوی کو شرعا یہ حق نہیں کہ وہ دوسری بیوی کی طلاق کا مطالبہ کرے لہذا شوہر کو چاہیے کہ دونوں بیویوں کیساتھ برابری کا سلوک کرے، والد صاحب کی قدر کرتا رہے اور باوجودیکہ وہ ناراض ہیں ان سے ملتا رہے، خدمت کا موقع ملے تو خدمت کرے اور صلوۃ الحاجۃ کے اہتمام کے علاوہ کثرت سے استغفار بھی کرے، انشاءاللہ والد صاحب کا دل نرم ہوجائے گا۔

لما فی قوله تعالی:(سورة النساء،ایت ۳)

فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث وربع......الأية.ولقوله عليه السلام: لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق(رواه ترمذی)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم

۸محرم الحرام ۱۴۲۹ھ　　　　فتوی نمبر:۱۲۰۷

﴿کیا لڑکی بالغ ہونے کے بعد والد کے وکیل کا نکاح فسخ کراسکتی ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیٹی نابالغ تھی، میں نے ایک شخص کو اجازت دی کہ میری بیٹی کا نکاح پڑھوادیں، میں خود نکاح کے موقع پر موجود نہیں تھا، اس شخص نے ایک لڑکے کے ساتھ میری بیٹی کا نکاح پڑھوایا، حق مہر بھی کوئی مناسب نہیں رکھا، ابھی وہ لڑکا اچھے اخلاق کا آدمی نہیں ہے، میری بیٹی بالغ ہوگئی ہے، کیا وہ اس نکاح کو فسخ کراسکتی ہے؟

مستفتی: راحت اللہ

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں لڑکی کا نکاح اگر واقعۃ غیر کفو یعنی ایسے فاسق، فاجر شخص کے ساتھ کیا ہوا ہے جو بوقت نکاح ہی کسی باعث عار گناہ مثلا شراب، جوے وغیرہ کا عادی تھا یا حق مہر اتنا کم مقرر کیا ہوا ہے جس پر معاشرے کے عرف ورواج میں عموما لوگ رضامند نہیں ہوتے تو پھر نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، اس لئے فسخ کرانے کی حاجت نہیں ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اورحق مہر اگرا تنا مقرر کیا ہوا ہے جس کو معاشرے کے عرف ورواج میں عموماً لوگ قبول کر لیتے ہیں، نیز شوہر بھی بوقت نکاح صالح تھا تو ایسی صورت میں نکاح تو منعقد ہوگا، البتہ بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے۔

لمافی الدر المختار:(۲/۶۷-۶۹،طبع سعید)

وان كان المزوج غيرهما:اى غير الاب وابيه ولو الام او القاضى اووكيل الاب لكن فى المهر بمثالو عين لو كيله القدر صح(لا يصح) النكاح (من غير كف، اوبغبن فاحش اصلا) ومافى صدر الشريعة صح ولهما فسخه وهم وايضافيها:(وان كان من كف وبمهر المثل صح و)لكن(لهما):اى لصغير وصغيرة وملحق بهما(خيار الفسخ) ولو بعد الدخول(بالبلوغ او العلم بالنكاح بعده)لقصور الشفقة......(بشرط القضاء)للفسخ.

ولمافى ردالمحتار(۲/۶۶طبع سعيد)

(ولو بغبن فاحش)هو مالا يتغابن الناس فيه اى لا يتحملون الغبن فيه احترازا عن الغبن اليسير وهو ما يتغابنون فيه: اى يتحملونه ، قال فى الجوهرة: والذى يتغابن فيه الناس مادون نصف المهر كذا قاله شيخنا موفق الدين وقيل مادون العشر اه فعلى الاول للغبن الفاحش هو النصف فمافوقه وعلى الثانى العشر فمافوقه تامل وقوله (اصلا) اى لا لازما ولا موقوفا على الرضا بعد البلوغ وقوله (لقصور الشفقة) أى ولقصور الراى فى الام قوله (للفسخ) اى هذا الشرط انما هو للفسخ لا لثبوت الاختيار.

وفى الشامية:وحاصله:انه اذا كان المزوج للصغير والصغيرة غير الاب والجد، فلهما الخيار بالبلوغ او العلم به فان اختار الفسخ لا يثبت الفسخ الابشرط القضاء، فلذا فرع عليه لقوله(فيتوارثان فيه)اى فى هذا النكاح قبل ثبوت فسخه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: رشید عالم مروتی

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ فتویٰ نمبر: ۹۷۱

﴿نکاح میں کفو کا اعتبار﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ نکاح میں ''کفو'' کس حد تک معتبر ہے؟ کن چیزوں میں اس کا اعتبار کیا جائے گا؟ کفو کا مطلب بھی واضح فرمائیں؟

﴿جواب﴾ کفو: لغت میں برابری کو کہتے ہیں اور فقہ کی اصطلاح میں زوجین میں مساوات مخصوصہ کو کہتے ہیں، نکاح میں کفاءت کو بہت اہمیت حاصل ہے، چنانچہ عورت اپنا نکاح اولیاء کی اجازت کے بغیر ''غیر کفو'' میں نہیں کرسکتی اور اگر اولیاء کی رضامندی کے بغیر نکاح کیا تو نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی التنویر مع الدر والرد:(۲/۵۶-۵۷،طبع سعید)

(ویفتی)فی غیر الکف،(بعدم جوازہ اصلاً)وھو المختار للفتوی.(قولہ وھو المختار للفتوی)وقال شمس الأئمۃ وھذا أقرب الی الاحتیاط وکذافی تصحیح العلامۃ قاسم لأنہ لیس کل ولی یحسن المرافعۃ والخصومۃ ولاکل قاض یعدل.

کفاءت جن چیزوں میں معتبر مانی جاتی ہے وہ نسب، آزادی، اسلام، دیانت (تقویٰ) مال اور حرفت ہے، عجم میں کفاءت باعتبار نسب کے معتبر نہیں لیکن حرفت میں اس کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ عرف میں جس حرفت کو حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو وہ اس حرفت کا ''کفو'' تصور نہیں کیا جائے گا جو عرف میں عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو مثلاً موچی عطار کا کفو نہیں بن سکتا، اسی طرح جولاہا طبیب کا کفو نہیں بن سکتا۔

لمافی ردالمحتار:(۴/۲۱۱،طبع امدادیہ)(فی العرب)أی اعتبار النسب انما یکون فی العرب.

تاہم عجم میں نسب کا معتبر نہ ہونا اس وقت ہے جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ کیا جاتا ہو لیکن اگر عرف میں اس تفاوت کا اعتبار کیا جاتا ہو تو پھر نسب میں بھی کفاءت معتبر ہوگی، چنانچہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب قدس اللہ سرہ امداد الفتاوی:(۲/۲۷۲،طبع دار العلوم کراچی) فرماتے ہیں:

''اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باہم عجم میں جو نسباً کفاءت معتبر نہ ہونا فقہاء نے لکھا ہے یہ بھی مقید ہے اس کے ساتھ جب عرف میں اس تفاوت کا اعتبار نہ ہو ورنہ ان میں بھی باعتبار نسب وقومیت کے معتبر ہوگا''

اس پر حضرت نے دار قطنی کی یہ حدیث پیش کی ہے:عن ابن عمرؓ مرفوعاً الناس أکفاء قبیلۃ بقبیلۃ وعربی بعربی ومولیٰ بمولی (ای عجمی بعجمی) الاحائکاأو حجاما پھر شامی کی اس عبارت سے حضرت نے استدلال کیا ہے۔

ولمافی ردالمحتار:(۴/۲۱۵،طبع امدادیہ)

أن الموجب ھو استنقاص اھل عرف فیدور معہ وعلی ھذا ینبغی أن یکون الحائک کفوًا للعطار بالاسکندریۃ لماھناک من حسن اعتبارھا وعدم عدھا نقصاً البتۃ، اللھم الا أن یقترن بھا خساسۃ غیرھا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم:محمد عزیز چترالی

۳ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ

فتوی نمبر:۲۵۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿نکاح کیلئے ولی کون بن سکتے ہیں؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام کہ لڑکی کے نکاح کے لیے ولی کون کون بن سکتا ہے؟ برائے مہربانی ترتیب کے ساتھ بیان کریں۔ مستفتی: حاجی سید بشیر احمد شاہ

﴿جواب﴾ شرعاً عصبات بالترتیب لڑکی کے نکاح کے لئے اس کے ولی ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) فروع یعنی بیٹا، پوتا، نیچے تک (۲) اصول یعنی باپ، دادا، پردادا اوپر تک (۳) باپ کی اولاد یعنی بھائی، بھتیجے اور بھتیجوں کی اولاد (۴) دادا کی اولاد یعنی چچا، چچا کے لڑکے، پوتے اگر مذکورہ افراد میں سے کوئی بھی نہ ہو تو حق ولایت بالترتیب مندرجہ ذیل حضرات کو حاصل ہوگی ماں، باپ کی ماں، بیٹی، بیٹی کی بیٹی، پوتی پڑپوتی، بیٹی کی بیٹی کی بیٹی اور اسی طرح نیچے تک پھر نانا، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں کی اولاد، چاہے مذکر ہو یا مؤنث اور پھر انکی اولاد اس کے بعد ذوی الارحام یعنی پھوپھی، ماموں، خالہ، چچا کی لڑکیاں اور پھر اسی ترتیب کے ساتھ انکی اولاد اور اس کے بعد حاکم پھر قاضی بشرطیکہ حاکم نے اس کی اجازت دی ہو پھر قاضی کا نائب بشرطیکہ قاضی نے نائب کو یہ ذمہ داری سپرد کی ہو ورنہ اس کے نکاح کا اعتبار نہیں ہوگا۔

لما في التنوير مع الدر:(۳/۷۶-۷۹،طبع سعید)

(الولي في النكاح)لا المال (العصبة بنفسه) وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة (بلاتوسط أنثى).....الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ
۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ	فتویٰ نمبر: ۲۳۹

﴿وٹہ سٹہ میں نابالغ اولاد کے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری دو بیٹیاں ہیں، ان میں سے ایک کا نکاح بلوغت سے قبل کر دیا تھا اور یہ نکاح بدل کی صورت میں تھا اور دوسری بیٹی کا نکاح تو نہیں ہوا تھا، صرف بات طے ہوگئی تھی اور دونوں لڑکیوں کا اس وقت بھی انکار تھا اور ابھی بلوغت کے بعد بھی انکار ہے تو اس وجہ سے ہم نے لڑکے والوں کو کئی بار کہا کہ نکاح کو فسخ کر دیں لیکن وہ لوگ اس بات کو نہیں مانتے بلکہ دھمکی دیتے ہیں کہ ہم آپکی لڑکیوں کو اٹھا کر لے جائیں گے اور زبردستی ان سے شادی کرلیں گے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

امر مطلوب یہ ہے کہ بلوغت سے قبل جو نکاح ہوا تھا وہ معتبر ہے یا نہیں؟ اور کیا لڑکیوں کے انکار کی وجہ سے نکاح فسخ ہو جائیگا یا نہیں؟ اور اگر ان لڑکیوں کے انکار کے باوجود شادی کرادی جائے تو کیا نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اور اگر نکاح نہ کرایا جائے تو لڑکے والوں کا دھمکی دینا صحیح ہے یا نہیں؟ اور ان سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟ مستفتی: جوہرا کبر سلطان آباد

﴿جواب﴾ نکاح انسان کی ضرورت اصلیہ میں سے ہے اس لئے شریعت نے اس لحاظ سے اس میں بڑی آسانی دی ہے، چنانچہ فضولی کے ایجاب وقبول سے بھی منعقد ہو جاتا ہے لیکن اس معاملہ کے اس پہلو کو بھی دیکھا جائے کہ جہاں یہ بے شمار خوشیوں وفوائد اور دوررس نتائج کو اپنے ضمن میں لئے ہوئے ایک معاملہ ہے تو ساتھ ساتھ قید وبند اور بے شمار ذمہ داریوں پر بھی مشتمل ہے، اس لئے شریعت نے صاحب معاملہ عاقل وبالغ کے اختیار پر بھی موقوف رکھا ہے۔

سونابالغ لڑکا یا لڑکی کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کوئی بھی کرے تو بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے یا لڑکی کو اختیار ہے چاہے اس کو قائم رکھے یا فسخ کردے اور باپ دادا اپنی بیٹی نابالغ کا نکاح کریں تو بالغ ہونے کے بعد بھی لڑکی کو فسخ کرنے کا اختیار شریعت نے نہیں دیا ہے، اس لئے کہ عورت ذات ناقص العقل ہے بالغ ہونے کے بعد بھی اپنے مستقبل کا صحیح فیصلہ نہیں کرپاتی اور والد یا دادا کا فیصلہ اس کے حق میں بلاشبہ کسی مصلحت کے خاطر ہوگا، باپ دادا کی فطرتی شفقت اسکی تائید کرتی ہے لیکن اگر کسی صورت میں باپ دادا کے فیصلہ میں شفقت کے خلاف شواہد موجود ہوں تو امت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایسی صورت میں لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

مذکورہ صورت میں وٹہ، سٹہ کا معاملہ ہے اور بعض قوموں میں جہاں وٹہ، سٹہ رائج ہے وہاں یہ عام دیکھنے میں آتا ہے کہ باپ کی نظر شفقت صرف لڑکے پر ہوتی ہے لڑکی کے مستقبل کو کوئی اہمیت نہیں دیتا، لڑکی کو غیر گھر کا فرد سمجھتے ہیں، بیٹے کو کوئی لڑکی پسند ہے یا بہو بننے والی لڑکی میں اگر دنیاوی فوائد زیادہ نظر آتے ہیں تو اس کے بدلے میں اپنی لڑکی کو درندہ صفت آدمی کیساتھ زندگی بھر قیدی کی طرح زندگی گزارنا پڑے، اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

اور یہ عام ہے کہ لڑکی کے لئے بہتر خاندان سے بھی اگر رشتہ آتا ہے اور اس کے بھائی کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لئے اس گھر میں کوئی لڑکی نہیں ہے تو صرف اسی وجہ سے منع کردیتے ہیں کہ یہاں ہمارے بیٹے کی ضرورت پوری نہیں ہوتی یا پھر بڑی رقم کا مطالبہ کرتے ہیں جس سے وہ اپنے لڑکے کے لئے رشتہ کا انتظام کرسکے بلکہ لڑکیوں کو باقاعدہ جانوروں کی طرح فروخت کرنا بھی بعض خاندانوں میں رائج ہے، یہاں تک کہ اس کو گناہ یا عیب بھی نہیں سمجھتے۔

بلاشبہ ایسے خاندانوں میں نابالغ لڑکی کا نکاح اگر باپ نے کیا ہو اور اسکے مستقبل کا صحیح نہ سوچا ہو تو بالغ ہونے کے بعد لڑکی کو اختیار حاصل ہے چاہے تو اس کو فسخ کردے چاہے تو قائم رکھے اور واضح رہے کہ بلوغت کے فوراً بعد لڑکی کا اس نکاح کی نامنظوری کو ظاہر کرنا ضروری ہے پھر فسخ کرنے کی صورت میں لڑکی قاضی کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کریگی اور جہاں قاضی نہ ہو تو پنچائیت قاضی کے حکم میں ہے پھر قاضی یا پنچائیت کی تائید سے فسخ مکمل ہوگا اور لڑکی دوسری جگہ شادی کرسکے گی۔

لمافی ردالمحتار:(۶۷/۳،طبع سعید)

حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار لسفهه او لطمعه لایجوز عقده اجماعاً.

ولمافی الدرالمختار:(۶۶/۳،طبع سعید) وللولی انکاح الصغیر والصغیرة جبراً ولو ثیباً.

ولمافی ردالمحتار:(۶۸/۳،طبع سعید)

ولو فعل الاب او الجد عند عدم الاب لایکون للصغیر والصغیرة حق الفسخ بعد البلوغ.

ولمافی الهدایة:(۳۳۸/۲،طبع رحمانیه)

یجوز نکاح الصغیر والصغیرة اذا زوّجها الولی بکراً کانت الصغیرة او ثیباً.

ولمافی الهندیة:(۲۸۵/۱،طبع رشیدیه)

للولی الصغیر والصغیرة ان ینکحهما وان لم یرضیا بذلک کذافی البرجندی سواء کانت بکراً او ثیباً کذافی العینی.

اور جس لڑکی کا باقاعدہ نکاح نہیں ہوا صرف منگنی ہوئی تھی تو صرف منگنی سے نکاح نہیں ہوتا، منگنی وعدے کے درجہ میں ہے، اب لڑکی دوسری جگہ چاہے تو شادی کرسکتی ہے، اسکو اسی شخص کیساتھ نکاح پر مجبور کرنا ظلم اور سخت گناہ ہے۔

لمافی ردالمحتار:(۱۱/۳،طبع سعید)

(تحت قوله اذالم ینو الاستقبال) قال فی شرح الطحاوی لو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی البحر الرائق:(۸۳/۳،طبع سعید)

ولو قال هل اعطیتنیها فقال اعطیتک ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح.

وکذا فی الهندیة:(۲۷۱/۱،طبع رشیدیه)

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر:۱۸۵۵

﴿بالغہ کو نکاح کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاقلہ بالغہ لڑکی کو نکاح پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی نے زبردستی اس کا نکاح کسی لڑکے کیساتھ کر دیا جس سے وہ لڑکی انکاری ہو تو یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: محمد جمیل کراچی

﴿جواب﴾ عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اسکی رضامندی سے ہی منعقد ہوتا ہے، البتہ اقرار کی صورت میں رضامندی تصور ہوگی اگرچہ بادل نخواستہ ہو اس لئے کہ رضامندی پوشیدہ کیفیت ہے لیکن زبردستی اقرار کرانا سخت گناہ اور ظلم ہے۔

لما فی اعلاء السنن:(۷۷/۱۱،طبع دار الکتب العلمیة بیروت)

روی عن ابن عباسؓ أن جاریة بکراً أتت النبی صلی الله علیه وسلم فذکرت أن أباها زوجها وهی کارهة فخیرها النبی صلی الله علیه وسلم،رواه الامام احمد ورجاله ثقات وقال ابن القطان:صحیح.

ولما فی التنویر مع الدر:(۵۸/۳،طبع سعید)

(ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح)لانقطاع الولایة بالبلوغ.

ولما فی الهندیة:(۲۸۷/۱،طبع رشیدیه)

لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من اب أو سلطان بغیر اذنها بکراً کانت أو ثیباً فان فعل ذلک فالنکاح موقوف علی اجازتها فان اجازته جاز وان ردّته بطل.

ولما فی البحر الرائق:(۱۱۰/۳،طبع سعید)

(تحت قوله ولا تجبر بکر بالغة علی النکاح)أی لا ینفذ عقد الولی علیها بغیر رضاها عندنا.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۲۶ جمادالاولیٰ ۱۴۳۰ھ فتویٰ نمبر:۲۲۱۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بہن کے نکاح کے بعد بھائیوں کا ساتھ دے یا ماں کا﴾

﴿سوال﴾ ایک لڑکی کی منگنی گھر والوں نے اتفاق رائے سے ایک لڑکے کے ساتھ کی، کچھ عرصہ بعد لڑکی کے بعض بھائیوں نے انکار کر دیا، لڑکی کی والدہ نے کورٹ کے ذریعے اسی منگیتر سے لڑکی کا کورٹ میرج کیا، انکار کرنے والے بھائی غنڈہ قسم کے لوگ ہیں، اب حالت کچھ ایسی بنی ہے کہ لڑکی اور اسکی ماں کو جان کا خطرہ ہے، ایک بھائی دیندار ہے اسکو یہ رشتہ منظور ہے لیکن ڈر کی وجہ سے ظاہر نہیں کرسکتا، اس کا سوال ہے کہ ایسی صورت میں اگر والدہ کا ساتھ دوں تو میری جان کو خطرہ ہے، ساتھ نہ دوں تو والدہ ناراض ہو رہی ہیں، مذکورہ صورت میں خطرہ مول لیتے ہوئے اس بھائی پر ماں کا ساتھ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ مستفتی: بلال احمد

﴿جواب﴾ سوال میں ذکر کردہ صورت میں والدہ کی رہنمائی میں آپکی بہن کا کورٹ میرج کرانا شرعاً درست ہے، دیندار بھائی پر مباح امور میں والدہ کا ساتھ دینا تو ضروری ہے لیکن ساتھ دینے میں چونکہ جان کا خطرہ ہے، اس لئے خاموشی کی حکمت عملی اختیار کرنے کی بھی گنجائش ہے اور خفیہ طور پر والدہ کو تسلی اور ممکنہ تعاون کا اطمینان دلاتے رہیں، دیندار بھائی اپنے علاوہ والدہ اور بہن کو بھی دعاء، نماز اور صبر کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی مدد کو متوجہ کرنے پر لگائیں، ایسی صورت حال میں "اللھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذبک من شرورھم" کا کثرت سے ورد کرنا سنت سے ثابت بڑا موثر عمل ہے لیکن اس عمل سے پہلے بھائیوں کو کسی کے ذریعے حق کی ترغیب دیدیں تو زیادہ بہتر ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۵۷،طبع سعید)

(فرضا البعض)من الاولیاء قبل العقد او بعده "کالکل "لثبوته لکل کملا کولایة امان وقود وفی الشامیة:(قوله قبل العقد او بعده)فیه ان الرضا قبل العقد یصح علی کل من الاول والثانی واما المبنی علی الاول فقط فهو الرضا بعد العقد فانه یصح علیه لا علی الثانی المفتی به کما قدمناه...... "قوله لثبوته لکل کملا"لانه حق واحد لا یتجزأ لانه ثبت بسبب لا یتجزأ بحر.

ولمافی أحکام القرآن:(۱/۲۲۲-۲۳،طبع قدیمی)

"لایکلف اللّٰه نفسا الا وسعها" الآیة (۲۸۲) فیه نص علی ان اللّٰه تعالیٰ لا یکلف احدا ما لایقدر علیه ولا یطیقه.....ولم تختلف الامة فی ان اللّٰه لا یجوز ان یکلف الزمن المشی والاعمی البصر والاقطع الیدین البطش لانه لا یقدر علیه ولا یستطیع فعله ولا خلاف فی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ذلک بین الامۃ وقد وردت السنۃ عن رسول اللہ ﷺ ان من لم یستطیع الصلاۃ قائما فغیر مکلف للقیام......ونص التنزیل قد اسقط التکلیف عمن لا یقدر علی الفعل ولا یطیقہ...... ومایتعلق بذلک من الاحکام سقوط الفرض عن المکلفین فیما لا تتسع لہ قواہم لا ن الوسع ہو دون الطاقۃ ، وانہ لیس علیہم استفراغ المجہود فی اداء الفرض نحو الشیخ الکبیرالذی یشق علیہ الصوم ویؤذیہ الی ضرریلحقہ فی جسمہ وان لم یخش الموت بفعلہ فلیس علیہ أن یصوم لان اللہ لم یکلفہ الا ما یتسع لفعلہ......فہذاحکم مستمرفی سائر اوامر اللہ وزواجرہ : ان لزوم التکلیف فیہما علی مایتسع لہ ویقدر علیہ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ظہور احمد شمس

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۴۲۹

﴿باپ، دادا کا کیا ہوا نکاح ایک صورت میں فسخ ہو سکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص مثلاً زید اپنی پھوپی کی بیٹی زینب کو والدین کی مرضی کے بغیر کراچی لے آیا تھا اور نکاح کر لیا تھا، زینب کے والدین کراچی آکر زید کے والدین سے اس طرح مصالحت کرنے پر راضی ہوئے کہ زید کی بہن فاطمہ (جو کہ اس وقت چار پانچ سال کی تھی) زینب کے بھائی نوید کو نکاح میں دی جائے تاکہ ہماری برادری والے ہم کو ملامت نہ کریں اور ہم نوید کیلئے کسی اور جگہ رشتہ کرنے کی کوشش کرینگے، دونوں میں مصالحت ہوگئی کچھ دنوں بعد زید کے ہاتھ سے اپنی بیوی زینب کی موت واقع ہوگئی، زینب کے والدین نے کراچی آکر زید کو جیل میں ڈالا اور تیس ہزار روپے بھی وصول کئے، وہاں زینب کے بھائی نے دوسری جگہ شادی کر لی لیکن اس نے بھی کچھ مدت بعد اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔

اب وہ چاہتا ہے کہ زید کی بہن فاطمہ سے شادی کرلے جسکی عمر اب تقریباً اٹھارہ سال ہے اور فاطمہ پہلے سے ہی انکے ساتھ شادی کرنے پر تیار نہیں تھی اور والدین بھی نہیں چاہتے کہ شادی ہوجائے تو کیا باپ، دادا اپنی بیٹی کا نکاح اپنی ہی مصلحت کی خاطر اور اپنے جھگڑوں کو ختم کرنے کے واسطے کسی کے ساتھ کروادیں تو شرعاً اسکا کیا حکم ہے؟ جبکہ لڑکی کیلئے پوری زندگی اجیرن بن جاتی ہے، مذکورہ صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مستفتی: قاری امان اللہ اورنگی ٹاؤن

﴿جواب﴾ نکاح کے معاملے میں شریعت نے باپ دادا کو ایک مقام دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی مصلحت پر نظر رکھتے ہوئے مناسب جگہ نکاح کروائیں تاکہ وہ اپنی زندگی خوشگوار گزار

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سکیں، اس وجہ سے باپ دادا کا کیا ہوا نکاح بچے بلوغت کے بعد بھی فسخ نہیں کر سکتے، البتہ باپ، دادا نے اپنی نابالغ اولاد کا نکاح ذاتی لالچ کی بناء پر کیا ہو جس میں فائدہ اور بہتر مستقبل کے بجائے نابالغ اولاد کا نقصان واضح ہو تو شریعت نے ایسی صورت میں بالغ ہونے کے بعد بذریعہ قاضی نکاح فسخ کرنے کا اختیار دیا ہے۔

لہٰذا مذکورہ صورت میں اگر واقعی باپ نے صرف بیٹے ہی کا جھگڑا ختم کرنے کیلئے اپنی بیٹی صلح کرنے کی غرض سے نکاح پر دی ہے اور اس میں لڑکی کی کوئی بھی مصلحت نہیں ہے تو شرعاً بلوغت کے فوراً بعد لڑکی کو خیار حاصل ہے کہ اس نکاح سے انکار کرے اور بعد میں عدالت سے رجوع کر کے باپ کا کیا ہوا نکاح فسخ کرالے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۳/۶۶-۶۷،طبع سعید)

(ولزم النكاح ولو بغبن فاحش او بغير كفوء ان كان الولى أبا او جدا لم يعرف منهما سوء الاختيار) مجانة و فسقاً وان (عرف لايصح) النكاح اتفاقاً.

وفي الشامية: وفي شرح المجمع حتى لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لايجوز عقده اتفاقاً.

ولمافي الهندية:(۱/۲۹۲،طبع رشيديه)

والخلاف فيما اذا لم يعرف سوء اختيار الأب مجانة او فسقا اما اذا عرف ذالك منه فالنكاح باطل اجماعاً.

ولمافي البحر:(۳/۱۲۵،طبع سعيد)

وقيده الشارحون وغيرهم بان لايكون معروفابسوء الاختيارحتى لوكان معروفا بذالك مجانة وفسقا فالعقدباطل على الصحيح،قال في فتح القدير: ومن زوج ابنته الصغيرة القابلة للتخلق بالخيروالشرممن يعلم انه شريرفاسق فهوظاهرسوء اختياره.

ولمافي الفتاوى الخيرية:(۱/۲۰-۲۱،طبع حقانيه)

سئل فى الأب اذا علم منه سوء الاختيار وعدم النظر فى العواقب اذا زوج ابنته القابلة للتخلق بالخير والشر بغير كفوء هل يصح النكاح ام لا (أجاب) قال ابن فرشته فى شرح المجمع لوعرف من الأب سوء الاختيار لسفهه او لطمعه لا يجوز عقده اتفاقاً ومثله فى الدرر والغرر وقال فى البحر ولو زوج طفله غير كفوء او بغبن فاحش صح ولم يجز ذالك لغير الأب والجد اطلق فى الأب والجد وقيده الشارحون وغيرهم بان لا يكون معروفا بسوء الاختيار حتى لو كان معروفا بذالك مجانة و فسقا فالعقد باطل على الصحيح قال فى فتح القدير ومن زوج وله ابنته الصغيرة القابلة للتخلق بالخير والشرممن يعلم انه شرير فاسق فهو ظاهر سوء اختيا ره ولان ترك النظر ههنا مقطوع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

به فلا يعارضه ظهور ارادة مصلحة تلوق ذالک نظرا الیٰ شفقة الأبوة ثم قال وقد وقع فی اکثر الفتاویٰ فی هذه المسئلة ان النکاح باطل فظاهره انه لم ينعقد وفی الظهيرية يفرق بينهما ولم يقل انه باطل وهو الحق ولذا قال فی الذخيرة فی قولهم فالنکاح باطل ای يبطل انتهیٰ کلام البحر والمسئلة شهيرة. (بهامش تنقيح الحامدية)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۱۹۸

﴿فصل فی المحرمات واللاتی یحل نکاحهن﴾

﴿سوتیلی ماں کی اولاد سے نکاح جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی بیوی فوت ہوگئی، اولاد باقی رہی اور ایک عورت کا شوہر فوت ہوگیا اولاد باقی رہی، ان دونوں نے آپس میں نکاح کرلیا، پوچھنا یہ ہے کہ ان دونوں کی اولاد کا ایک دوسرے سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ شخص اور عورت کی اولاد کا آپس میں ایک دوسرے سے نکاح جائز ہے۔

لمافی الدرالمختار:(۳/۳۱ طبع سعید) وأمابنت زوجة أبيه أوابنه فحلال.

وفی الشامية: قال الخير الرملی: ولا تحرم بنت زوج الام ولا أمه ولا أم زوجة الاب ولا بنتها.

ولمافی الهندية:(۱/۲۷۷ طبع رشيديه)

لابأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها كذا فی محيط السرخسی.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب: عباد اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ　　　فتویٰ نمبر: ۲۹۳۶

﴿صرف نکاح سے ہی بیٹے کی بیوی باپ پر حرام ہوجاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ زید کی ایک جگہ منگنی ہوگئی اور نکاح بھی باقاعدہ گواہوں کے سامنے پڑھایا گیا، ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہے، زید کہہ رہا ہے کہ مجھے یہ لڑکی پسند نہیں ہے، اب اگر زید کا باپ اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے تو کیا شرعاً اس کی اجازت ہے؟

مستفتی: خدا بخش

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں جب گواہوں کے سامنے ایک مرتبہ ایجاب وقبول (نکاح کی صورت میں) ہوگیا تو وہ لڑکی زید کی منکوحہ بن گئی، اب زید کے باپ کا اس سے نکاح کرنا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ناجائز اور حرام ہے، زید نے صحبت کی ہو یا نہیں کی ہو، اس کا کوئی اعتبار نہیں، زید کے والد کے لئے اُس لڑکی سے نکاح کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔

لما فی الهداية:(۲/۲۲۷،طبع رحمانيه)

ولا بامرأة ابنه وبني اولاده لقوله تعالیٰ وحلائل أبنائكم الذين من اصلابكم و ذكر الأصلاب لاسقاط اعتبار التبني لالاحلال حليلة الابن من الرضاعة.

ولما في الشامي:(۳/۳۱،طبع سعيد)

وتحرم زوجة الأصل والفرع بمجرد العقد دخل بها أو لا.كذافي البحر.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۱۴۲۷/۲/۱۸ھ فتوی نمبر:۱۷۲

﴿کتابیہ لڑکی سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ آج کل کسی کتابیہ لڑکی کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾ جو لوگ حقیقۃً یہودیت ونصرانیت پر قائم ہوں (اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی مرسل اور کتاب منزل پر ایمان ہو جنت ودوزخ کو تسلیم کرتا ہو) انکی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا فی نفسہ اگر چہ حلال ہے مگر بہت سے خرابیوں کی وجہ سے احتراز بہتر ہے۔

اس لئے کہ آئندہ نسل پر غالب گمان بُرے اثرات کا ہے، تفسیر معارف القرآن: (۳/۲۷، طبع ادارۃ المعارف) میں لکھا ہے کہ "قرآن وسنت اور اُسوہ صحابہؓ کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کھلی پرہیز کریں"

لما في الدرالمختار:(۳/۴۵،طبع سعيد)

(وصح نكاح كتابية)وان كره تنزيها(مؤمنة بنبي)مرسل(مقرة بكتاب)منزل و ان اعتقدوا المسيح الها وكذا حل ذبيحتهم على المذهب ، بحر.

وفي الشامية:(قوله كتابية)أطلقه فشمل الحربية والذمية والحرة والامة ح عن البحر (قوله وان كره تنزيها) اى سواء كانت ذمية او حربية فان صاحب البحر استظهر ان الكراهة في الكتابية الحربية تنزيهية فالذمية او لي اهـ ح، قلت علل ذالك في البحر بان التحريمية لابدلها من نهي أو ما في معناه لأنها في رتبة الواجب اه وفيه ان اطلاقهم الكراهة في الحربية يفيد انها تحريمية......وقوله والاولى ان لايفعل يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحربية تأمل.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی البحر الرائق:(۲۱۰/۳،طبع سعید)

(قوله والمجوسی شرمن الکتابی)لان للکتابی دینا سماویا بحسب الدعوی ولهذا توکل ذبیحته وتجوز مناکحة الکتابیة بخلاف المجوسی.

ولما فی الهدایة:(۳۳۰/۲،کتاب النکاح،طبع رحمانیه)

(ویجوز تزوج الکتابیة)لقوله تعالی والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب:ای العفائف.....

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:محمد ادریس عفا اللہ عنہ

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:

﴿جس عورت سے ناجائز تعلقات ہوں اسکی بیٹی سے نکاح جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کے ایک عورت کے ساتھ ناجائز تعلقات ہوں اور پھر بعد میں اسکی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ مستفتی:جنت گل کراچی

﴿جواب﴾ کسی بھی موقع پر مرد یا عورت کا ایک دوسرے کے جسم پر بلا حائل شہوت کیساتھ ہاتھ بھی لگا ہو تو اس شخص پر اس خاتون کی تمام لڑکیاں ہمیشہ کیلئے حرام ہیں،انکے ساتھ کسی بھی صورت میں نکاح نہیں ہو سکتا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳۲/۳،طبع سعید)

وحرم أیضا بالصهریة(أصل مزنیته)أراد بالزنی الوطء الحرام(و)أصل(ممسوسته بشهوة)

وفی الشامیة:قال فی البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطء الحلال.

ولما فی الهندیة:(۲۷۴/۱،طبع رشیدیه)

فمن زنی بامرأة حرمت علیه أمها وان علت وابنتها وان سفلت.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:حبیب الوہاب سواتی

۹ رجب ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۶۷۱

﴿زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی بیٹی کیساتھ جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے عورت کیساتھ زنا کا ارتکاب کیا تھا اب یہ آدمی اپنے بیٹے کیلئے اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

چاھتا ہے پوچھنا یہ ہے کہ زانی کے بیٹے کا نکاح زانیہ کی بیٹی کیساتھ جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی رو سے اسکا کیا حکم ہے قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب دیکر ممنوں فرمائیں۔

﴿جواب﴾ حرمت مصاہرت جس طرح نکاح سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح زنا سے بھی ثابت ہوتی ہے، زانی پر زانیہ کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں اسی طرح زانیہ پر زانی کے تمام اصول وفروع حرام ہوجاتے ہیں، تاہم حرمت مصاہرت صرف زانی اور زانیہ تک محدود رہتی ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند اپنے رسالہ حرمت مصاہرت میں لکھتے ہیں ''زنا اور حرام لمس ونظر سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے وہ زانی زانیہ تک محدود رہتی ہے ان کے اطراف یعنی ان کے اصول اور انکی اولاد میں حرمت پیدا نہیں ہوتی مثلاً زید اور فاطمہ میں ناجائز تعلق رہا تو زید پر فاطمہ کے اصول وفروع اور فاطمہ پر زید کے اصول وفروع حرام ہونگے مگر زید کی وہ مذکر ومونث اولاد جو کسی اور مرد سے ہے ان میں حرمت ثابت نہ ہوگی، اسی طرح زید کے مذکر اصول (باپ، دادا، نانا) اور فاطمہ کے مونث اصول (ماں، دادی، نانی) میں اور فاطمہ کے مذکر اصول اور زید کے مونث اصول میں بھی حرمت ثابت نہ ہوگی''۔ (ص:۱۲، طبع: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ)

اور علامہ شامی نے بھی لکھا ہے کہ زانی کے اصول وفروع کیلئے مزنیہ کے اصول وفروع حلال نہیں ہیں لہذا صورت مذکورہ میں اگر یہ لڑکی زانی کے نطفہ سے نہیں ہے تو اسکا نکاح زانی کے بیٹے کیساتھ جائز ہے ہاں احتیاط اسی میں ہے کہ انکی اولاد کا بھی آپس میں نکاح نہ کرائیں تاکہ وہی غلط تعلق دوبارہ قائم کرنے کیلئے شیطان کو موقع نہ ملے۔

لما فی نور الانوار: (ص ۲۷، طبع: میزان)

وعندنا کما تثبت بالنکاح تثبت بالزنا، دواعیه من القبلة واللمس والنظر الی الفرج الداخل بشهوة وذالک لان دواعی الزنا مفضیة الی الزنا۔۔۔ فالزنا واسبابه انما یفید حرمة المصاهرة بواسطة الولد لامن حیث انه زنا کما ان التراب انما یطهر الاحداث لاجل قیامه الماء لامن حیث نفسه۔۔۔ الخ۔

لما فی الشامی: (۳/۳۲، طبع: سعید کراچی)

قال فی البحر: اراد بحرمة المصاهرة المحرمات الاربع حرمة المراة علی اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علی الزانی نسبا ورضاعا کما فی الوطی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الحلال ويحل لاصول الزاني وفروعه اصول المزني بها وفروعها.

ولمافی الهنديه:(۱/ ۲۷۴،طبع:رشيديه)

وهي اربعة فرق الولى امهات الزوجات وجداتهن من قبل الاب والام وان علون الثانية بنات الزوجة وبنات اولادها وان سفلن بشرط الدخول بالام كذا ... الرابعة نساء الاباء والاجداد من جهة الاب والام وان علو فهؤلاء محرمات على التابيد نكاحا ووطأ كذافي الحاوي القدس ... فمن زنابامرأة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت وكذا تحرم المزني بها على آباء الزاني واجدادها وان علو وابنائه وان سفلوا كذافي فتح القدير.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ غفرلہ ولوالدیہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۹۸۹

﴿سودی کمرشل بینک کی ملازمہ عورت سے شادی کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص ایسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے جو باہر کسی ملک میں سودی کمرشل بینک کی ملازمہ ہے اور شادی کے بعد ملازمت جاری رکھنے پر اصرار کرتی ہے آیا اس شخص کا ایسی عورت سے شادی کرنا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سودی کمرشل بینک کی ملازمت حرام ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی ناجائز ہے، اس کے باوجود ایسی عورت سے شادی کرنا فی نفسہ جائز ہے نکاح ہوجاتا ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اسلام نے کسب معاش کی ذمہ داری مرد کے کندھوں پر ڈالی ہے جبکہ عورت کے ذمہ گھر کے کام کاج اور بچوں کی تربیت ہے، اسی لئے بیوی کا نان ونفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے اور عورت کو بلاضرورت گھر سے باہر نکلنے کو بھی منع کیا ہے۔

سو یہ عورت شادی ہونے کے بعد بھی اپنی ملازمت جاری رکھنے پر اگر اصرار کرتی ہے تو ایسی عورت کے ساتھ شادی کرنے میں خیر نہیں ہے اگرچہ نکاح ہوجائے گا لیکن شادی کے فوائد اور برکات ایک فرمانبردار نیک خاتون سے جو حاصل ہوں گے بینک ملازمہ اور شوقیہ نوکری کرنے والی خاتون سے حاصل نہ ہوں گے۔

لمافي قوله تعالى:(سورة الأحزاب،آيت ۳۳) وقرن في بيوتكن...... الآية.

ولمافي قوله تعالى:(سورة النساء،آيت) واحل لكم ماوراء ذلكم.... الآية.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی روح المعانی:(۲۱/۲۵۵،طبع رشیدیه)

عن ابن مسعود عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ان المراة عورة فاذا خرجت من بیتها استشرفها الشیطان واقرب ماتکون من رحمة ربها وهی فی قعربیتها.

ولما فی مشکوٰة المصابیح:(ص ۲۴۴،طبع سعید)

عن جابر قال لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الربوا وموکله وکاتبه وشاهدیه وقال هم سواء

ولما فی مشکوٰة المصابیح:(ص ۲۶۷،طبع سعید)

وعن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تنکح المراة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک.

ولما فی الهدایة:(۳/۲۸۵،طبع رحمانیه)

وهذا(ای قوله ونحن امرنا بان نترکهم)بخلاف الربوا لانه مستثنی عن عقودهم.

ولما فی فتح القدیر:(۹/۲۶۷،طبع رشیدیه)

(وهذا بخلاف الربا)...لان الربا لما کان مستثنی من عقودهم وکان ذلک فسقا منهم لاتدینا لثبوت حرمة الربا فی دینهم بقوله تعالی(واخذهم الربا وقدنهوا عنه) (النساء،۱۶۱)....وهذا ای عدم کون الذمی ممنوعاً عن تملیک الخمر وتملکها ملتبس بخلاف الربا لکونهم ممنوعین عن الربا وکذافی احسن الفتاوی:(۸/۱۰۰،طبع سعید)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عدنان خدابخش

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۲۶

﴿منکوحہ خاتون کا کسی غیر کیساتھ چلی جانے سے نکاح نہیں ٹوٹتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی کے یہاں کافی عرصہ سے اولاد نہیں ہورہی تھی،اس لئے انکی گھر والی مختلف جگہ پر دم ودرود کیلئے جاتی تھیں ہمارے علاقے میں ایک غالی شیعہ تھا وہ ایک مرتبہ اسکے پاس دم کیلئے چلی گئی،تو اس نے بجائے ان پر دم کرنے کے جادو کے ذریعے مسخر کیا اور رات کے وقت گھر سے غائب ہوگئی اور بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ وہ دم کرانے کیلئے اس شیعہ کیا پاس جاتی تھیں اور اسی نے ان پر جادو کیا ہے۔ اور تلاش کرنے پر وہ اسی کے گھر سے مل گئیں،انہوں نے اس شیعہ کے پاس پانچ مہینہ گزارے اسکے بعد ہم نے علاقے کے دستور کے مطابق صلح کر کے اپنی بھابھی کو گھر لے آئے۔اسکے بعد ہم نے ان سے خوب پوچھ گچھ کی۔انہوں کہا کہ ان پانچ ماہ میں وہ آٹھ دن اکٹھے بھی رہے ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لیکن میرے ساتھ کوئی غلط کام نہیں کیا اسکے بعد جب اس شیعہ کے گھر والوں کو پتہ چلا کہ یہ عورت شادی شدہ ہے۔ انہوں نے اسکو علیحدہ کر دیا اور اس کو شیعہ کو اپنے علاقے پاراچنار بھیج دیا۔ عرض مسئلہ یہ ہے۔ کہ اب میرے بھائی کیلئے اس عورت (میری بھابھی) کیساتھ رہنا شرعاً کیسا ہے؟ آیا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا یا کیا صورت اختیار کریں؟ کیونکہ یہ کہتی ہے کہ میرے ساتھ اس نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے۔ اور یہ کہ ہمارے لئے اس شیعہ کا قتل کرنا جائز ہے یا نہیں۔

﴿جواب﴾ اولاد دینا صرف اللہ جل شانہ کا کام ہے وہ جس کو چاہے لڑکیاں دیتا ہے اور جس کو چاہے تو لڑکے دیتا ہے اور کسی کو لڑکے لڑکیاں دونوں سے نوازتا ہے اور جس کو چاہے بے اولاد سانڈی رکھتا ہے دم درود سے اور علاج سے اولاد نہیں ہوتی ہاں سبب کے درجہ میں علاج اور دم درود بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دم درود کسی پرہیزگار متقی عالم سے کرائے تو اسکی گنجائش ہے بشرطیکہ شوہر خود بیوی کیساتھ ہو اور عورت پوری طرح پردے میں ہو کسی شیعہ یا دیگر پیشہ ور عاملوں کے ذریعہ دم درود کرنا خصوصاً عورت کا ایسے لوگوں کے پاس جانا بڑی حماقت اور سخت گناہ ہے یہ عورت شوہر کی اجازت سے ایسے لوگوں کے پاس دم دورد کیلئے اگر جاتی رہی تو شوہر بھی پوری طرح گناہ میں شریک ہے اور شوہر کی اجازت کے بغیر جاتی رہی تب بھی انتہائی بے مروتی اور غیرت کے خلاف بات ہے کہ شوہر کو اپنی بیوی کی کوئی خبر نہ ہو کہ وہ کہاں کہاں جاتی ہے، رہا یہ کہ عورت اب اپنے شوہر کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ سو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ شوہر نے اگر طلاق نہیں دی ہے اور وہ اس کو بسانا چاہتا ہے تو اسکی بیوی سے تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں دین اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف کوئی بات بیوی یا شوہر نے کہی ہو یا اس عورت سے ایسی کوئی بات کہلائی گئی ہو تو تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے۔ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کرائی جائے تو زیادہ بہتر ہے مذکورہ جرم میں اس شیعہ کو قتل کرنے کی عام لوگوں کو اجازت نہیں اس قسم کی سزا یا انتقام لینا صرف حکومت کی ذمہ داری ہے۔

پارہ ۲۵ سورۃ الشوری ایت (۴۹،۵۰)

للہ ملک السموت والارض یخلق مایشآء یھب لمن یشاء اناثا ویھب لمن یشا الذکور او یزوجھم ذکرانا واناثا ویجعل من یشاء عقیما انہ علیم قدیر۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(فی درمختار مع ردالمحتار ج:۲/ ۲۲۶/ ۲۲۷، باب المرتد سعید)

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل ونکاح ـــــ امافیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح ـــ الخ (قوله وتجدید النکاح) ای احتیاطا کمافی الفصول العمادیة وزاد فهاقسما ثالثا فقال وماخطامن الالفاظ ولایوجب الکفر فقائله یقول علی حاله ،ولا یومر بتجدید النکاح ولکن یئومر بالاسغفار والرجوع عن ذلک ،وقوله احتیاطا ای یامره المفتی بالتجدید لیکون وطؤه حلالا باتفاق ،

لما فی ردالختار ج:۳/ ۵۰ فصل فی المحرمات

ولو تزوج بامراۃ الغیر عالما بذالک ودخل بها لاتجب العدة علیها حتی لایحرم علی الزوج وطئوها وبه یفتی لانه زنی والمزنی بها لاتحرم علی زوجهانعم لوو طئها بشبهة وجب علیهاالعدة وحرم علی الزوج وطئوها .

فی المحیط البرهانی :۶/ ۲۹۰ کتاب الحدود ،ط:ادارۃ القران

فان من تزوج امراۃ لایحل له نکاحها بان تزوج لمة اوذات رحم یحرم وخل بها قال ابو حنیفه رحمۃالله لاحد علیه ولکن یعزر وقال ابویوسف ومحمد رحمها الله علیهما الحد اذا علما بالحرمة

فی المنصنف ابن ابی شیبه ج۱/ ۵۰۷

عن الحسن قال :اربعة الی السطان الزکاۃ ،والصلاۃ ،والحدود ،والقضاء .

فی الهندیه ج:۲/ ۱۴۳ کتاب الحدود

ورکنه اقامة الامام اونائبه فی الاقامة وشرطه کون من یقام علیه صحیح العقل وسلیم البدن وکونه من اصل الاعتبار والاقتدار حتی لایقا م علی الجنون ـــ الخ

فی البدائع الصنائع ج:۹/ ۲۴۹، ۲۵۱ کتاب الحدود :ط:دارالکتب العلمیة

اما الذی یعم الحدود کلها فهو الامامة ،وهو ان یکون المقیم للحد هو الامام او من ولاه الامام ـــ ولنا ان ولایة اقامه الحدود ثابتة للامام بطریق التعین والمولی لایساویه فیما شرع له بهذه الولایة .فلایثبت له ولایة الاقامة .

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: صفی اللہ

۵ صفر ۱۴۳۵ھ فتویٰ نمبر: ۳۸۸۷

﴿بیٹے کی ساس سے نکاح جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ کا نکاح بیٹے کی ساس سے درست ہے یا نہیں؟ مستفتی: زاھد محمود راولپنڈی

﴿جواب﴾ باپ کا نکاح بیٹے کی ساس سے جائز ہے، اسلئے کہ بیٹے کی ساس باپ کے لئے محرم نہیں ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی ردالمحتار:(۳۱/۳،طبع سعید)

ولا تحرم بنت زوج الام ولا امه وام زوجة الاب ولا بنتها ولا ام زوجة ابن.

ولمافی الهندية:(۲۷۷/۱،طبع رشيديه)

لاباس بأن يتزوج الرجل امراة ويتزوج ابنه ابنتها او امها كذا في محيط السرخسي.

ولمافی اعلاء السنن:(۳۹/۱۱،طبع دارالكتب العلمية بيروت)

وان تزوج امراة لم تحرم امها ولا ابنتها على ابيه ولا ابنه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاهد محمود پنڈوی

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۹۹

﴿سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اور سسر کے انتقال کے بعد سوتیلی ساس کیساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: دوست محمد صاحب

﴿جواب﴾ بیوی کی موجودگی میں بھی سوتیلی ساس کیساتھ نکاح کرنا جائز ہے تو بیوی کے انتقال کے بعد سوتیلی ساس کیساتھ نکاح کرنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

لمافی الدرالمختار:(۱۱۷/۳،طبع امدادیه)

فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها......لانه لوفرضت ذكرا لم يحرم بخلاف عكسه.

ولمافی الهندية:(۲۷۷/۱،طبع رشيديه)

ويجوز (الجمع) بين امرأة وبنت زوجها فان المرأة لوفرضت ذكرا حلت له تلك البنت بخلاف عكسه.وكذافي البحرالرائق:(۹۸/۳،طبع سعيد)

ولمافی بدائع الصنائع:(۲۶۳/۲،طبع سعيد)

ويجوز الجمع بين امرأة وبنت زوج كان لها من قبل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۲۶ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۹۰

﴿سوتیلی ماں کی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو کیساتھ نکاح جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سوتیلی ماں کی بیٹی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(جو کہ دوسرے شوہر سے ہو) کیساتھ نکاح کرنا جائز ہے؟

﴿جواب﴾ سوتیلی ماں کی بیٹی جو کہ دوسرے شوہر سے ہو چونکہ نہ ماں شریک بہن ہے اور نہ باپ شریک بہن اس لئے اسکے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة النساء،آیت ۲۳)

حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنت الاخ وبنت الاخت وامهاتكم التى ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهت نسائكم وربائبكم التى فى حجوركم من نسائكم التى دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلاجناح عليكم وحلائل ابنائكم الذين من اصلابكم وان تجمعوا بين الاختين...... الآية.

ولمافی الشامی:(۳۱/۳ طبع سعید)

أما بنت زوجة أبيه او ابنه فحلال.

ولمافی البحر الرائق:(۹۴/۳ طبع سعید)

فلاتحرم زوجة الابن ولا بنت ابن زوجة الابن ولا بنت زوجة الاب ولا بنت ابن زوجة الاب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود

۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۷۲

﴿مسلمان عورت کا نکاح غیر مسلم سے جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلمان عورت عاقلہ بالغہ کا نکاح ایک کرسچن (مسیحی) لڑکے سے ان کے مذہبی طریقے سے کر دیا گیا جبکہ آٹھ ماہ گزر چکے ہیں، سوال یہ ہے کہ (۱) کیا اس مسلمان عورت کا نکاح کرسچن لڑکے سے ہو گیا ہے جبکہ نکاح مسیحی مذہب کے مطابق کیا گیا ہو؟ (۲) عورت بدستور مسلمان ہے تو مذکورہ نکاح کا کیا حکم ہے؟ (۳) دونوں کے درمیان علیحدگی کی کیا صورت ہے؟ مستفتی: شہزاد ساہیوال

﴿جواب﴾ (۱) (۲) مذکورہ عورت کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا (۳) عورت پر لازم ہے کہ فوراً مرد سے الگ ہو جائے اور قریب کے تمام مسلمانوں پر اس عورت کو خلاصی دینے میں مدد کرنا واجب ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة البقرة،آیت ۲۲۱) ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا...... الآية.

ولمافی قوله تعالیٰ:(سورة النساء،آیت ۱۴۱) ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الهندية:(۱/ ۲۸۲،طبع رشيديه)

ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابی كذا فی السراج الوهاج.....الخ.

ولما فی بدائع الصنائع:(۲/ص ۲۷۱-۲۷۲،طبع سعيد)

ومنها اسلام الرجل اذا كانت المرأة مسلمة فلا يجوز انكاح الكافر لقوله تعالى ولا تنكحوا المشركين حتى يومنوا ولان فی انكاح المومنة الكافر خوف وقوع المومنة فی الكفر لان الزوج يدعوها الی دينه والنساء فی العادات يتبعن الرجال.....الخ.فلا يجوز انكاح المسلمة الكتابی كما لا يجوز انكاحها الوثنی والمجوسی لان الشرع قطع ولاية الكافرين عن المومنين لقوله تعالى ولن يجعل الله للكافرين على المومنين سبيلا فلو جاز انكاح الكافر المومنة لثبت له عليها سبيل وهذا لا يجوز.....الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: انیس طالب

۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ　　　　فتوی نمبر: ۲۳۸۵

﴿مرتد عورت کے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی کی بیوی نعوذ باللہ مرتد ہوگئی جسکی وجہ سے اسکا نکاح بھی منسوخ ہوگیا، اب کچھ عرصہ کے بعد وہ عورت دوبارہ اسلام لے آئی تو کیا یہ عورت اب اس شوہر کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کیساتھ نکاح کرسکتی ہے؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں عورت کیلئے جائز نہیں کہ وہ سابق شوہر کے علاوہ کسی اور سے نکاح کرے بلکہ اگر شوہر سابق اپنے نکاح میں رکھنا چاہتا ہے تو شرعاً عورت پر جبر کیا جائے گا کہ شوہر سابق سے نکاح کی تجدید کرلے لیکن اگر سابق شوہر اسکو نہیں رکھنا چاہتا اور وہ اس بات پر راضی ہے کہ وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرلے تو اس صورت میں اگر عورت کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کرسکتی ہے۔

لما فی الدر المختار:(۲/ ۲۵۳،طبع سعيد)

وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها به يفتى.

ولما فی الشامی:(۲/ ۱۹۲،طبع سعيد)

قوله:(وعلى تجديد النكاح) فلكل قاض أن يجدده بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا وتمنع من التزوج بغيره بعد اسلامها ولا يخفى أن محله ما اذا طلب الزوج ذالك اما لو سكت او تركه صريحا فانها لا تجبر و تزوج من غيره لأنه ترك حقه بحر ونهر.(قوله زجرا لها) عبارة البحر حسما لباب المعصية: والحيلة للخلاص منه ولا يلزم من هذا أن يكون

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الجبر على تجديد النكاح مقصوداعلى ماذاارتدت لاجل الخلاص منه بل قالواذلك سدألهذاالباب من أصله سواء تعمدت الحيلةأم لا كي لانجعل ذلك حيلة.

ولمافي تقريرات الرافعي:(۲/۲۰۸،طبع سعيد)

(قوله ولا يلزم من هذا ان يكون الجبر على تجديد النكاح مقصودا......الخ)لكن مانقله ط عن الهندية بقوله لوأجرت كلمةالكفرمغايظةلزوجهاأواخراجهانفسهاعن حالته أو استيجاب المهرعليه بنكاح مستانف تحرم على زوجهاولكل قاض أن يجددالنكاح بادنى شئى......الخ،ظاهره التقيدوانهالوارتدت جهلالاتعطى هذاالحكم كماقاله ط.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم:شاہداسحاق عفااللہ عنہ

۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ   فتوی نمبر:۳۸۷

﴿حكم النكاح مع الشيعة﴾

﴿شیعہ عورت سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ماذايقول علماء اهل السنةوالجماعةهل النكاح مع الشيعةجائزام لا؟

﴿جواب﴾الشيعي ان كان يعتقد خلاف ما ثبت في الدين بالضرورة كاعتقاد هم الالوهية في علي اوتحريف القرآن او قذف عائشة الصديقة او انكار صحبتابي بكر الصديق فلا نكاح معه اصلا لكفره وان لم يكن يعتقد خلاف ما ثبت في الدين بالضرورة فالنكاح معه وان كان جائزا لكن الاحتياط في تركه لان النكاح معهم لايخلوعن المفسدة في الدين.

لمافي الفتاوى الشامي:(۳/۴۶،طبع سعيد)

وبهذاظهر ان الرافضي ان كان ممن يعتقد الالوهية في علي اوان جبريل غلط في الوحي اوكان ينكر صحبة ابي بكر الصديق او يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما اذاكان يفضل عليا أو يسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر كما اوضحته في كتابي تنبيه الولاة والحكام.

ولمافي الفتاوى الهندية:(۱/۲۸۱،طبع)

لايجوزنكاح المجوسيات ولاالوثنيات......والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية وكل مذهب يكفر به معتقده.

ولمافي البحرالرائق:(۵/۱۲۱،طبع سعيد)

ويكفربقوله ان كان ماقال الانبياء حقا......وبقذفه عائشة من نسائه ﷺ فقط وبانكاره

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صحبة ابی بکرؓ بخلاف غیره.....(کتاب السیر باب احکام المرتدین.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: معراج الدین

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

فتوی نمبر: ۱۲۷۳

﴿حكم النكاح مع الكتابية﴾

﴿اہل کتاب سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ماقولكم (رحمكم الله) فى النكاح مع الكتابية سيما فى هذا الزمان عند فساد عقائدهم ؟ زدنا ايضاحا زادكم الله صلاحا. المستفتى: رواج الدين نزيل الروس

﴿جواب﴾ ان كانت الكتابية باقية على اصول معتقداتها كايمانها بنبى مرسل واقرارها بكتاب منزل وتسلمها الجنة والنار فالنكاح معها جائز وان كان لاينبغى لان الولد المتولد منهما يتخلق باخلاق الكفار بل لايخلو هذا النكاح عن الفساد فى دين الزوج وان لم تكن باقية على اصول معتقداتها فهى دهرية لانكاح معها اصلا وهى الاغلب فى هذا الزمان.

لمافى الدر مع الرد: (۴۵/۳، طبع سعيد)

(وصح نكاح كتابية) وان كره تنزيها (مؤمنة بنبى) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وان اعتقدوا المسيح الٰها وكذا حل ذبيحتهم فى المذهب بحر.

وفى الشامية: (قوله كتابية) أطلقه فشمل الحربية والذمية والحرة والامة عن البحر (قوله وان كره تنزيها): اى سواء كانت ذمية او حربية فان صاحب البحر استظهر ان الكراهة فى الكتابية الحربية تنزهية فالذمية اولى اه ح قلت علل ذالك فى البحر بان التحريمية لابد لها من نهى أو ما فى معناه لأنها فى رتبة الواجب اه وفيه ان اطلاقهم الكراهة فى الحربية يفيد انها تحريمية قوله والاولى ان لايفعل يفيد كراهة التنزهية فى غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم فى الحربية تأمل.

ولمافى البحر الرائق: (۲۱۰/۳، طبع سعيد)

(قوله والمجوسى شر من الكتابى) لان للكتابى دينا سماويا بحسب الدعوى ولهذا تؤكل ذبيحته وتجوز مناكحة الكتابية بخلاف المجوس.

ولمافى الهداية: (۳۳۰/۲، كتاب النكاح، طبع رحمانيه)

(ويجوز تزوج الكتابيات) لقوله تعالى والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب: اى العفائف.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: معراج الدین

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ

فتوی نمبر: ۱۲۶۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿زنا سے حاملہ عورت کے لئے نفس نکاح کرنا جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ رجل زنى بامرأة فحبلت منه نعوذ بالله ويريد ذلك الزاني نكاحها هل يجوز له ذلك يعني في حالة الحمل؟ مستفتی: ملا قیام الدین

﴿جواب﴾ يجوز نكاح الحبلى من الزنا مطلقا سواء نكحها الذي زنى بها او شخص آخر الا انه اذا نكحها الذي زنى بها يحل له الوطى ايضا وان نكحها غيره فلا يحل له وطيها حتى تضع حملها.

لما في البحر: (۱۰۶/۳ طبع سعيد)

اى وحل تزوج الحبلى من الزنا ولا يحل تزوج الحبلى من غير الزنا (ثم قال) ومحل الخلاف تزوج غير الزاني أما تزوج الزاني فجائز اتفاقا وتستحق النفقة عند الكل ويحل وطؤها عند الكل.

ولما في الفتاوى النوازل: (ص ۱۶۷ طبع حقانيه)

رجل زنى بامرأة فحبلت منه فلما استبان حملها تزوج الذي زنى بها جاز نكاحها منه لان الرحم مشغولة بمائه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد غفرلہ ولوالدیہ

۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۲۶

﴿مسلمان مرد کا آغا خانی عورت سے نکاح﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ زید نے جو کہ خود سنی مسلمان ہے ایک اسماعیلی (آغا خانی) خاتون سے نکاح کیا حالانکہ زید کو اس بات کا علم ہے کہ آغا خانی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے پھر بھی نکاح کرلیا اور لوگوں کے روکنے پر بھی نہ رکا، اب مسئلہ یہ ہے کہ اس عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اگر نکاح صحیح نہیں ہو تو بچوں کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟ نکاح درست نہ ہونے کی صورت میں تفریق کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ مستفتی: شیر نواز چشتی

﴿جواب﴾ آغا خانی فرقہ اپنے کفریہ عقائد کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس لئے ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، صورت مسئولہ میں زید کا نکاح اس آغا خانی خاتون سے صحیح نہیں ہوا اور بچے اپنی اصل فطرت کے لحاظ سے مسلمان ہیں اور مسلمان باپ کے نطفہ سے متولد ہیں اس لئے وہ باپ کے تابع رہیں گے اور باپ کی طرف منسوب ہونگے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اب تفریق کی صورت یہ ہے کہ زید اس آغا خانی خاتون سے علیحدگی اختیار کرلے لیکن اگر زید اس عورت کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہے تو لوگوں کو چاہیئے کہ وہ زید کو علیحدگی پر مجبور کردیں یا عدالت کے ذریعے سے تفریق کرادیں اور اگر یہ خاتون اپنے عقائد سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلے تو تجدید نکاح کرکے اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

لمافی التنویر مع الرد:(۱۲۵/۴،طبع امدادیہ)وحرم نکاح الوثنیة بالاجماع.

وفی الشامیة:وفی الفتح:ویدخل فی عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنیة والاباحیة وفی شرح الوجیز وکل مذهب یکفر به معتقده.

ولمافی التنویر مع الرد:(۲۷۰/۴،۲۷۱،طبع امدادیه)(والولد یتبع خیر الابوین دیناً)

وفی الشامیة:قلت:یظهر لی الحکم بالاسلام للحدیث الصحیح "کل مولود یولد علی الفطرة حتی یکون ابواه هما اللذان یهودانه أو ینصرانه" فانهم قالوا: انه جعل اتفاقهما ناقلا له عن الفطرة فاذا لم یتفقابقی علی اصل الفطرة اوعلی ماهواقرب الیها حتی لوکان احدهما مجوسیاً والاخر کتابیاً فهوکتابی کمایأتی وهنالیس له ابوان متفقان فیبقی علی الفطرة ولا نهم قالوا: ان الحاقه بالمسلم منهما أو بالکتابی انفع له ولا شک ان النظر للحقیقة الجزئية انفع له. وأیضاً حیث نظر والجزئیة فی تلک المسائل احتیاطاً فلینظر الیها هنا احتیاطاً ایضاً فان الاحتیاط بالدین اولیٰ ولان الکفر أقبح القبیح فلا ینبغی الحکم به علی شخص بدون أمر صریح.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم:صلاح الدین چترالی

۲۵ رجب ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۵۶۱

﴿عدت میں بیوی کی بہن سے نکاح جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی اس کی ابھی عدت پوری نہیں ہوئی اور وہ اپنی بیوی کی دوسری بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

مستفتی:محمد یاسر نیو کراچی

﴿جواب﴾ تین طلاقوں سے اگرچہ شوہر پر بیوی حرام ہوجاتی ہے لیکن جب تک عدت پوری نہیں گذرتی اس عورت کی بہن کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہے اس لیے کہ دوران عدت نکاح کے بعض احکامات باقی رہتے ہیں البتہ عدت گذرنے کے بعد چاہے تو نکاح کرسکتے ہیں۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی قوله تعالی :(النساء ، الایة ۲۳)حرمت علیکم ــ الی وان تجمعوا بین الاختین

ولما فی الهدایه:(۳۲۹/۲،فصل فی بیان المحرمات)

واذا طلق امرأته طلاقاً بائناً أو رجعیاًلم یجز له ان یتزوج باختها حتی تنقضی عدتها۔ان نکاح الاولی قائم لبقاء احکامه کالنفقة والمنع والفراش

ولما فی الهندیه:(۲۷۹/۱،طبع رشیدیه)

ولایجوز ان یتزوج أخت معتدته سواء کانت العدة عن طلاق رجعی أو بائن أوثلاث أو عن نکاح فاسدأو عن شبهة وکما لایجوز ان یتزوج واحدة من المحارم التی لایجوز الجمع بین اثنین منهن

ولما فی تنویر الابصار مع الدر :(۳۸/۳،طبع سعید)

وحرم الجمع بین المحارم نکاحاً وعدة ولو من طلاق بائن.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفااللہ عنہ

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ | فتویٰ نمبر: ۳۷۵۸

﴿اپنی بیوہ ساس کے ساتھ نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ہمارے علاقے میں ایک شخص جس کا نام یٰسین ہے ،کا نکاح باقاعدہ ایجاب وقبول کے ساتھ ہوا تھا اور اس کی ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اُس لڑکی کا انتقال ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد اس لڑکی کے والد بھی انتقال کر گئے ، پوچھنا یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں یٰسین اپنی ساس (جو کہ اب بیوہ ہے) کیساتھ نکاح کر سکتا ہے یا نہیں ؟ حالانکہ پہلے سے اُن کے درمیان کوئی محرمیت کا رشتہ بھی نہیں ہے۔

مستفتی: تاج محمد لانڈھی کراچی

﴿جواب﴾ جب کوئی شخص کسی خاتون کے ساتھ نکاح کر لیتا ہے تو اس عقدِ نکاح ہی سے اُس خاتون کی والدہ شخص مذکور پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہیں ، رخصتی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو ،اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا ،لہٰذا مسئولہ صورت میں یٰسین کا نکاح اپنی بیوہ ساس کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

لما فی بدائع الصنائع:(۲۵۸/۲،طبع سعید)

الفرقة الأولیٰ ام الزوجة وجداتها من قبل أبیها وامها وان علون فیحرم علی الرّجل أم زوجته بنص الکتاب العزیز وهو قوله عزّوجل:(وأمهات نسائکم)معطوفاعلی قوله عزوجل حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم سواء کان دخل بزوجته اوکان لم یدخل بها عندعامة العلماء

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم: عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۶ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ | فتویٰ نمبر: ۳۲۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿داماد ساس کے لئے محرم ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ ماجدہ جنکی عمر ۶۰ سال ہے کیا وہ اپنے داماد یعنی میرے شوہر جنکی عمر ۱۵ سال ہے انکی محرم ہوسکتی ہے۔

﴿جواب﴾ ساس اپنے داماد کے لیے محرم ہی ہوتی ہے۔

لما فی قوله تعالى:(سورة النساء،پاره:۴،آیت:۲۳)

حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم واخواتكم وعماتكم وخلتكم وبنات الأخ وبنات الاخت وامهاتكم التی ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهاتكم نسائكم الخ الأية.

ولما فی تفسير ابن كثير:(۲/۲۲۴،طبع:رشيديه)

اما ام امراة فانها تحرم بمجرد العقد على بنتها سواء دخل بها او لم يدخل.

ولما فی روح المعانی:(۴/۲۳۲،طبع:رشيديه)

(وامهاتكم نسائكم)شروع فی بيان المحرمات من جهة المصاهرة ....والمراد بالنساء المنكوحات على الاطلاق سواء كن مدخولاً بهن او لا وهو مجمع عليه عند الائمة الاربعة.

ولما فی البدائع الصنائع:(۲/۲۵۸)،طبع:سعيد)

واما النوع الثانی فالمحرمات بالمصاهرة أربع فرق الفرق الاولیٰ ام الزوجة وجداتها من قبل ابيها وامها وان علون فيحرم على الرجل ام الزوجة بنص الكتاب العزيز وهو قول تعالى وامهات نسائكم معطوفاً على قوله عزوجل حرمت عليكم امهاتكم وبناتكم سواء كان دخل بزوجتها او كان لم يدخل بها عند عامة العلماء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفر لہ ولوالدیہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۹۴

﴿مفقود شوہر کی بیوی کے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ ایک پاکستانی آدمی جہاز میں سفر کر رہا تھا جہاز کو حادثہ ہوا اور آگ لگ گئی جس میں سوار تمام لوگ جل گئے اور لاشوں کی شناخت ناممکن ہوگئی اللہ کی قدرت سے صرف نو (۹) افراد زندہ بچ گئے شدید زخمی ہوئے جسم، کپڑے اور سامان وغیرہ سب کچھ جل گیا لیکن یہ لوگ زندہ تھے اس ملک کی حکومت نے علاج کیا کئی مہینوں کے بعد ہوش میں آئے لیکن حافظہ پھر بھی کام نہیں کر رہا تھا مزید علاج ہوا آخر کار انکے حافظہ اور تمام حواس نے صحیح کام کرنا شروع کردیا زندہ بچ جانے والوں میں یہ پاکستانی مسلمان بھی تھا ادھر اس پاکستانی کے اہل خانہ اور دیگر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

متعلقین نے یقین کرلیا کہ یہ شخص مرگیا ہے جسکی وجہ سے اسکی بیوی کے خاندان والوں نے اس کا نکاح دوسری جگہ کرادیا اور یہ نکاح صرف ایک عالم کے کہنے سے کیا نہ عدالت کے ذریعے اس آدمی کی موت کا فیصلہ کرایا اور نہ پنچائیت کے ذریعے، پوچھنا یہ ہے کہ یہ آدمی اپنی بیوی کو دوبارہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ دوسرے آدمی سے جو نکاح ہوا وہ صحیح ہے یا نہیں؟ چونکہ یہ خاتون حاملہ ہے تو اولاد کا کیا حکم ہوگا؟

مستفتی حاجی سید بشیر احمد شاہ ابوبکر مسجد فیز ۲

﴿جواب﴾ اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہوجائے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا ہے تو ایسی صورت میں عورت اپنا مقدمہ شرعی عدالت میں دائر کرے جہاں شرعی قاضی نہ ہو اور مسلم جج کو گورنمنٹ نے اس جیسے مقدمہ کا شرعی فیصلہ کرنیکا اختیار دیا ہو تو اس مسلم جج کے یہاں مقدمہ دائر کرے یا دیندار مسلمانوں کی پنچائیت میں (جو شریعت کے مطابق فیصلہ کرسکے) اپنا مقدمہ پیش کرکے جدائی کا مطالبہ کرے تو قاضی وغیرہ معاملہ کی پوری تحقیق و تفتیش کرکے عورت کو مزید چار برس انتظار کرنے کا حکم دے اگر عورت عرصہ دراز تک صبر کرکے عاجز و تنگ آگئی ہو اور مزید چار برس صبر نہ کرسکتی ہو فتنہ میں مبتلا ہونے کا نہایت قوی اندیشہ ہو تو ایسے خطرناک موقع پر فقط ایک سال انتظار کرواکر جدائی کرکے عدت طلاق گزار کر قاضی وغیرہ نکاح کی اجازت دے سکتے ہیں۔

صورت مسئولہ میں چونکہ دوسرا نکاح شریعت کے اصول کے مطابق نہیں ہوا ہے، اس لئے یہ نکاح شرعاً معتبر نہیں، لہذا یہ عورت بدستور پہلے شوہر کی بیوی ہے اور اس کے لئے تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ اس کا نکاح باقی ہے، البتہ شوہر کو چاہیئے کہ ازدواجی تعلق سے اجتناب کرے یہاں تک کہ وضع حمل ہوجائے، نیز واضح رہے کہ اولاد کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا اور اسی کے ذمہ اسکا نفقہ وغیرہ لازم ہوگا۔

لمافی المبسوط:(۱۱/۳۷ طبع بیروت)

لانها بمنزلة الموطوءة بالشبهة كما قال شمس الأئمة فعرفنا ان الصحيح انها زوجة الاول ولكن لا يقربها لكونها معتدة الغيره كالمنكوحة اذا وطئت بشبهة.(حيله ناجزه)

ولما فی الدر المختار:(۳/۵۱۷ باب العدة طبع سعيد)

وللموطوءة بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول وتخرج باذنه فی العدة لقيام النكاح بينهما

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

انما حرم الوطی ایضاً.

ولما فی ردالمحتار:(۶/۲۶۳،طبع امدادیه ملتان)

قال ثم بعد رأیت المرحوم أباالسعود نقله عن الشیخ شاهین ونقل أن زوجته له والأولاد للثانی تامل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۷ربیع الاول ۱۴۲۷ھ فتویٰ نمبر:

﴿عیسائی عورت سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ایک شخص جرمنی میں نیشنلٹی حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن اس ملک کے قانون کے مطابق نیشنلٹی حاصل کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہاں کسی مقیم عورت سے شادی کرلے تو کیا یہ شخص وہاں کسی عیسائی عورت سے نیشنلٹی حاصل کرنے کے لئے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟اگر اس کے دل میں یہ نیت ہو کہ بعد میں طلاق دے دوں گا تو اس سے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟

﴿جواب﴾شریعت کی رو سے اہل کتاب کے ساتھ نکاح جائز ہے اور اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب کے ماننے والے اور اسکی اتباع کے دعویدار ہوں جو لوگ کسی آسمانی کتاب کے ماننے والے نہ ہوں انکا حکم اہل کتاب کا نہیں ہے جیسا کہ موجودہ دور میں بعض یہود ونصاریٰ کی عادت ہوگئی ہے۔

لہذا ان کیساتھ نکاح جائز نہیں ہے،تاہم اگر تحقیق سے ثابت ہوجائے کہ یہ عورت واقعی عیسائی ہے تو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ جائز ہے لیکن چند مفاسد کی وجہ سے مکروہ ہے،اسلئے پرہیز بہتر ہے مثلاً اولاد کے کافر ہوجانے کا اندیشہ،خود نکاح کرنے والے کے ایمان کا خطرہ میں پڑنا اور کفار کے طور طریقوں کا اختیار کرنا وغیرہ لیکن اگر نکاح کرنا ناگزیر ہے تو پھر کسی ایسی عورت سے نکاح کرنا چاہیے جس کے مسلمان ہونے کا قوی امکان ہوتا کہ عنداللہ ماخوذ ہونے کے بجائے ماجور ہوجائے اگر دل میں طلاق کی نیت ہو اور زبان سے ذکر نہ کرے تو اس سے نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا لیکن گناہ ہوگا۔

لما فی المظهری:(۲/۲۱،طبع رشیدیه)

وقد انعقد الاجماع علی حل نکاح الحرة الکتابیة وانما الخلاف فی الامة الکتابیة کما ذکرنا فی سورة النساء لکنه یکره نکاح الکتابیة مطلقا اجماعاً لاستلزام النکاح مصاحبة الکافرة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وموالاتها وتعريض الولد على التخلق باخلاق الكفار لاجل مصاحبة الام وموانستها.

ولمافي التنوير مع الدر:(۴۵/۳،طبع سعيد)

(وصح نكاح كتابية) وان كره تنزيها (مومنة بنبي) مرسل (مقرة بكتاب) منزل وان اعتقدوا المسيح الٰها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ
واللہ اعلم: عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ
فتویٰ نمبر: ۲۷۰

﴿نکاح پر نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک مطلقہ خاتون سے باقاعدہ گواہوں کی موجودگی میں ایک عالم دین سے نکاح پڑھوایا میں نے اس کو صحیح طریقے سے رکھا ہے تمام حقوق بجالا رہا ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک میں جا کر کسی دوسرے شخص کیساتھ نکاح کرلے گی کیا یہ ممکن ہے؟ یعنی مجھ سے طلاق لیے بغیر وہ کسی اور شخص کیساتھ ازدواجی تعلق قائم کرسکتی ہے؟

﴿جواب﴾ جب پہلا نکاح شرعاً صحیح ہے تو عورت کو یہ حق نہیں کہ دوسرا نکاح کرے جب تک آپ طلاق نہ دیں اگر دوسرا نکاح کیا تو یہ نکاح پر نکاح ہے جو قطعاً حرام ہے اور ایسی عورت سے کسی کا ازدواجی تعلق قائم کرنا زنا شمار ہوگا اور جو اولاد پیدا ہوگی وہ حرامی ہوگی۔

لمافي قوله تعالىٰ:(سورة النساء،اٰيت ۲۴)﴿والمحصنٰت من النساء.....الآية.﴾

ولمافي المظهرى:(۲۴/۲،طبع رشيديه)

والمحصنٰت من النساء عطف على امهاتكم يعنى حرمت عليكم المحصنٰت من النساء اى ذوات الازواج لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها او يطلقها وتنقضى عدتها من الوفات او الطلاق.

ولمافي التاتارخانية:(۸/۳،طبع قديمى)

ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل.

ولمافي الهندية:(۲۸۰/۱،رشيديه)

لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة.

ولمافي الشامى:(۱۳۲/۳،طبع سعيد)

امانكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة ان علم انها للغير،لانه لم يقل احد بجوازه فلم ينعقد اصلا.قال:فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله فى العدة ولهذا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی کما فی القنیة وغیرها اھ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ

۲ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ
فتویٰ نمبر: ۶۰۵

﴿سوتیلی ماں کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سوتیلی ماں کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟
مستفتی: محمد عثمان ایبٹ آباد

﴿جواب﴾ سوتیلی ماں کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ نہ ہو کیوں کہ یہ محرمات میں داخل نہیں بلکہ یہ احل لکم ما وراء ذلکم (سورۃ النساء آیت ۲۴) کے زمرہ میں آتی ہے۔

لما فی البحر الرائق: (۱۸/۲ طبع سعید)

لاباس ان یتزج الرجل امراة ویتزوج ابنه امها او بنتها لانه لا مانع وقد تزوج محمد بن الحنفیه امراة وزوج ابنه بنتها.

ولما فی الشامی: (۱۰۵/۴ طبع امدادیه)

واما بنت زوجة ابیه او ابنه فحلال و كذابنت ابنها بحر: قال: الخیر الرملی: ولاتحرم بنت زوج الام ولا امه ولاام زوجة الاب ولابنتها ولاام زوجة الابن ولابنتها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
واللہ سبحانہ اعلم: افتخار احمد کلگتی

۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
فتویٰ نمبر: ۱۸۶۰

﴿اپنے باپ کی منگیتر سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک چچازاد بھائی ہے، دوسال پہلے اسکی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا پھر اسکے والد نے ایک جوان لڑکی سے منگنی کی لیکن شادی سے پہلے پہلے میرے چچا کا بھی انتقال ہوگیا، اب میرا چچازاد بھائی چاہتا ہے کہ اپنے باپ کی اس منگیتر سے شادی کرلے کیا شرعا اسکے لئے یہ جائز ہے؟
مستفتی: گل زمان

﴿جواب﴾ منگنی اگرچہ باقاعدہ نکاح نہیں ہے لیکن عام لوگوں کی نظر میں نکاح سے کم بھی نہیں ہے بلکہ منگنی میں بعض اوقات ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں کہ غیر شعوری طور پر نکاح بھی ہوجاتا ہے مثلاً معروف صیغوں کے علاوہ ایجاب وقبول کے صیغوں کا استعمال اور منگنی کی صورت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

میں دونوں طرف سے ایسے صیغوں کا زبان پر جاری ہونا بعید نہیں ہے، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ نکاح نہ کیا جائے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(پ۴سورۃالنساء،آیت۲۲)﴿ولا تنكحوا مانكح آباء كم من النساء..... الأية﴾

ولمافی الهندية:(۱/۲۷۴،طبع رشيديه)

نساء الآباء والاجداد من جهة الاب اولام وان علوا فهولاء محرمات على التابيد نكاحا ووطأكذافي الحاوى القدسي.

ولمافی الشامی:(۳/۱۱ طبع سعيد)

لوقال هل اعطيتنيها فقال اعطيت ان كان المجلس للوعد فوعد وان كان للعقد فنكاح.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر: ۱۰۱۹

﴿رضاعی ماموں کے ساتھ نکاح جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فاطمہ کی تین بیٹیاں ہیں رقیہ، عائشہ اور آمنہ۔ آمنہ کا بیٹا ہے احمد اس نے فاطمہ کا دودھ پی لیا ہے کیا وہ عائشہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ احمد از روئے نسب فاطمہ کا نواسہ ہے۔ لیکن دودھ پینے کی وجہ سے فاطمہ کا رضاعی بیٹا بھی قرار پاتا ہے اور فاطمہ کی تمام اولاد کیلئے رضاعی بھائی قرار پاتا ہے لہذا احمد چونکہ عائشہ کی تمام اولاد کیلئے رضاعی ماموں ہے اسلئے احمد کے ساتھ عائشہ کی کسی بھی لڑکی کا نکاح جائز نہیں ہے۔

لما في بدائع الصنائع ۴/۵ طبع دار الكتب العلمية

اما تفسير الحرمة من جانب المرضعة، فهو ان المرضعة تحرم على المرضع لانها صارت اما له بالرضاع فتحرم عليه..... وكذا بناتها يحرمن عليه. سواء كن من صاحب اللبن او من غير صاحب اللبن من تقدم منهن ومن تاخر، لانهن اخواته من الرضاعة، وكذا بنات بناتها وبنات ابنائها وان سفلن لانهن بنات اخ المرضع واخته من الرضاعة وهن يحرمن من النسب كذا من الرضاعة

ولما في العالمگيرية ۱/۳۴۳ طبع رشيدية

يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا حتى ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غيره قبل هذا لارضاع او بعده اوارضعت رضيعا اوولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت امرأة من

لبنه رضيعا فلكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته ـالخ

ولما فی فتاوی قاضیخان: ۱/۲۶۱/طبع قديمی

الرضاع في اثبات حرمة المناكحة بمنزلة النسب والصهرية كما ان الحرمة بالنسب اذا ثبتت في الامهات والبنات تتعدى الى الجدات والنوافل ـفكذا اذا ثبتت بالرضاع تتعدى الى اصول المرضعه وفروعها واخوتها واخواتها الى الاخر.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شفقت اللہ

۲۴ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۳۹۸۶

﴿بھتیجی اور بھانجی کی بیٹیاں محرم ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنی سگی بھتیجی اور بھانجی کی بیٹیوں کیلئے محرم ہوں یا غیر محرم؟ اور یہ بھی بتادیں کہ ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کلر (رنگ) سے رنگنا جائز ہے یا نا جائز؟ مستفتی: اویس دھلی کالونی کراچی

﴿جواب﴾ آپ اپنی بھتیجی اور بھانجی کی بیٹیوں کیلئے محرم ہیں اور ان سے آپ کا پردہ نہیں ہے۔

لما فی قوله تعالی: (سورة النساء، آیت ۲۳)

﴿حرمت عليكم امهتكم وبنتكم واخواتكم وعماتكم وخالتكم وبنات الاخ وبنات الاخت﴾

ولما فی المظهری: (۲/۵۶ طبع رشیدیه)

(وبنات الاخ وبنات الاخت) يعني فروع الاخ والاخت بناتهما وبنات ابنائهما وبنات بناتهما وان سفلن.

ولما فی التنویر مع الدر (۲/۱۰۰ طبع امدادیه ملتان)

حرم على المتزوج ذكرا كان اوانثى نكاح (اصله وفروعه) علا او نزل (وبنت اخيه واخته وبنتها)

(۲) ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کالے رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ کیساتھ رنگنا جائز ہے چاہے وہ خضاب کے ذریعے سے ہو یا کسی کیمیکل کیساتھ، کالے رنگ کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایسا شخص جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔

لما فی سنن أبی داؤد: (۲/۲۲۶ طبع امدادیه)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ يكون قوم يخضبون في آخر الزمان كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما في الهندية:(۵/۳۵۹،طبع رشيديه)

اتفق المشائخ ان الخضاب في حق الرجال بالحمرة سنة وانه من سيماء المسلمين وعلاماتهم .....وعن الامام ان الخضاب حسن ولكن بالحناء والكتم والوسمة واراد به اللحية وشعر الراس والخضاب في غير حال الحرب لاباس به في الأصح كذا في الوجيز للكردري.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد حسین

۲۸ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ　　　　فتوی نمبر:۸۳۵

﴿فصل في حقوق الزوجة والنفقة﴾

﴿بیوی کے حقوق اور خرچہ کا بیان﴾

﴿حالت حیض میں بیوی کے لیے حق بیتوتت ثابت ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ ایک آدمی کی دو بیویاں ہیں، ایک حالت حیض میں ہے تو کیا قسم یعنی بیتوتت میں اس کا حق ہے یا ساقط ہو چکا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ حیض کی وجہ سے بیوی کا حق بیتوتت (رات گزارنے کا حق) ساقط نہیں ہوتا، لہٰذا حائضہ کی باری میں دوسری بیوی کے پاس رات گزارنا حائضہ کی اجازت پر موقوف ہے، وہ اجازت دے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے اجازت نہ دے تو دوسری کے پاس رات گزارنا جائز نہیں ہوگا۔

لما في التنوير والدر:(۲۰۱/۳تا۲۰۵طبع سعيد)

(يجب)وظاهر الرواية انه فرض نهر (ان يعدل)اى لا يجوز (فيه)اى في القسم بالتسوية في البيتوتة (وفي الملبوس والماكول)والصحبة (لا في المجامعة)كالمحبة بل يستحب(بلا فرق بين فحل وخصي وعنين ومجبوب ومريض وصحيح)وصبي دخل بامرأته وبالغ لم يدخل بحر بحثاً وأقره المصنف بومريضة وصحيحة (وحائض وذات نفاس ومجنونة لا تخاف ورتقاء وقرناء)وصغيرة يمكن وطؤها .

ولما في الهندية:(۳۴۰/۱قديمي كتب خانه)

ومما يجب على الازواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فيما لا يملك وهو الحب والجماع فيسوى بين الجديدة والقديمة والبكر والثيب والصحيحة والمريضة والرتقاء والمجنونة اللتى لا يخاف منها والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغيرة التى يمكن وطؤها والمحرمة والمولى منها .

ولما في البحر الرائق:(۲۱۹/۳طبع سعيد)

(قوله والبكر كالثيب والجديدة كالقديمة والمسلمة كالكتابية فيه)اى في القسم لان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

القسم من حقوق النكاح ولا تفاوت بينهما في ذلك.....وكما لا فرق بين ما ذكر ومقابليهن لا فرق بين المجنونة التي لا يخاف منها والمريضة والصحيحة والرتقاء والحائض والنفساء والصغيرة التي يمكن وطؤها۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق انکی

۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:

﴿حلالہ کیلئے انزال ہونا ضروری نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حلالہ کیلئے صرف دخول شرط ہے، یا انزال کا ہونا بھی ضروری ہے؟ برائے مہربانی وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ حلالہ کیلئے نکاح کے بعد صرف دخول شرط ہے، انزال ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔

لما في الهندية: (۱/۴۷۳، طبع: رشيدية)

اما الا انزال فليس بشرط للا حلال واذا وطئها انسان بالزنا او شبهة لا تحل لزوجها لعدم النكاح

ولما في الفتاوى التاتارخانيه: (۴/۲۲۵، طبع: قديمي)

وان كان الطلاق ثلاثا في الحرة او ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكا حا صحيحا ويد خل بها ثم يطلقها او يموت عنها والشرط الا يلاج دون الا نزال

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز اللہ آغا عفی عنہ

۳۰ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:

﴿بیوی کے مہر، علاج اور بچے کی رضاعت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دو بہنوں کی شادی ایک گھر میں ہوئی ہے، ہمارے سسرال والوں نے شروع دن سے ہمارے ساتھ ناروا سلوک رکھا یہاں تک کہ مہر میں دیا ہوا زیور بھی چھین لیا، میری ایک بیٹی پیدا ہوئی انھوں نے نہ تو کسی دائی کو بلایا اور نہ ہی مجھے ہسپتال لے گئے، اسکے علاوہ بیماری کی صورت میں بھی علاج نہیں کرواتے، بچی کی پیدائش کے تین دن بعد میرے گھر والے مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور بچی کو شوہر کے سپرد کر دیا، تقریباً (۲۰) دن بعد بچی کا انتقال ہو گیا۔

اب ہماری صلح تو ہو چکی ہے لیکن میرا شوہر مجھے بچی کا قاتل کہہ کر پکارتا ہے کہ تیرا دودھ نہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پلانے کی وجہ سے بچی فوت ہوئی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا اسکا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اور کیا دودھ پلانا میرے لئے ضروری تھا یا نہیں؟

مستفتی: شاہد محمود

﴿جواب﴾ (۱) مہر عورت کا حق ہے جسکی ادائیگی شوہر کے ذمہ واجب ہے، شوہر یا اسکے گھر والوں کا زبردستی مہر چھین کر اپنے پاس رکھنا درست نہیں ہے، لہٰذا عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق ہے عدم ادائیگی کی صورت میں شوہر ظالم کہلائے گا بلکہ بعض احادیث میں ایسے شوہر کو زانی سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ:(سورۃ النساء،آیت۴):﴿واتو النساء صدقتهن نحلة..... الأية﴾.

ولما فی البدائع:(۲/۲۷۵،طبع ایچ ایم سعید)

اذا طلبت الفرض من الزوج يجب عليه الفرض حتى لو امتنع فالقاضي يجبره على ذلک ولو لم يفعل ناب القاضي منابه في الفرض.

ولما فی الترغيب والترهيب:(۲/۵۸۶،طبع حقانیه)

ايما رجل تزوج امرأة على ماقل من المهر او كثر ليس في نفسه ان يودى اليها حقها خدعها فمات ولم يودالیها حقها لقى الله يوم القيمة وهو زان.

(۲) ولادت پر ہونے والے جملہ اخراجات شوہر پر لازم ہیں، البتہ ہسپتال لے جانا اس وقت ضروری ہوگا جب بیوی یا پیدا ہونے والے بچے کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو، عام حالات میں ہسپتال لے جانا نامناسب ہے، اسی طرح عام بیماری کی صورت میں علاج شوہر پر اگرچہ شرعاً لازم نہیں ہے لیکن میاں بیوی کے باہمی تعلق کا تقاضا یہ ہے کہ شوہر اس ذمہ داری کو بھی پورا کرے۔

لما فی الدر المختار:(۳/۵۷۹-۵۸۰،طبع سعید)

وفيه اجرة القابلة على من استاجرها من زوجة وزوج ولو جاءت بلا استئجار قيل عليه، وقيل عليها.

وفی الشامية:ويظهر لي ترجيح الاول لان نفع القابلة يعود الى الولد فيكون على ابيه. تأمل.

ولما فی الدر مع الرد:(۳/۵۷۵،طبع سعید) كما لا يلزمه مداواتها.

وفی الشامية:ای اتيانه لها بدواء المرض ولا اجرة الطبيب ولا الفصد ولا الحجامة.

(۳) اگر بچی کا انتقال طبعی موت یا بیماری کی وجہ سے ہوا ہو تو مذکورہ شخص کا اپنی اہلیہ کو اسکی موت کا ذمہ دار ٹھہرانا درست نہیں ہے، البتہ دودھ نہ پینے کی وجہ سے بچی فوت ہوئی ہو تو ماں گنہگار ضرور ہوئی ہے لیکن شوہر کا اسے قاتل قرار دے کر ساری ذمہ داری اس پر ڈالنا صحیح نہیں ہے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کیونکہ اس میں جہاں ماں کی غفلت اور لاپرواہی ہے، وہاں باپ کا اپنی اہلیہ کیساتھ نامناسب سلوک بھی اسکا سبب ہے۔

لہذا صلح کے بعد طعن وتشنیع اور ملامت کے بجائے دونوں پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرتے رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کر کے گھر بسانے کی کوشش کریں تاکہ آئندہ ایسی صورت پیش نہ آئے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة البقرة،آیت ۲۳۳):﴿لا تضار والدة بولدها ولا مولود له بولده......الأية.﴾

(۴) بچے کو دودھ پلانا ماں پر واجب ہے، خصوصاً جب باپ کیلئے دوسری عورت کا بندوبست کرنا ممکن نہ ہو یا بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیتا ہو تو ایسی صورت میں دودھ پلانے کیلئے ماں ہی متعین ہے، نہ پلانے کی صورت میں گنہگار ہوگی۔

لمافی التنویر مع الدر:(۶۱۸/۳،طبع سعید)

(وليس على امه ارضاعه)قضاء بل ديانة(الا اذا تعينت)فتجبر كما مر في الحضانة.

وفي الشامية:قوله الا اذا تعينت بان لم يجد الاب من ترضعه او كان الولد لا ياخذ ثدى غيرها وهذا هو الاصح.

ولمافی الشامی:(۶۱۹/۳،طبع ایچ ایم سعید)

قلت:وتحقيقه ان فعل الارضاع واجب عليها ومؤنته على الاب لانها من جملة نفقة الولد ففي حال الزوجية والعدة هو قائم بتلك المؤنة لا بعد البينونة ،فتجب عليه بعدها وان وجب على الام ارضاعه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر:۱۲۳۱

﴿نافرمان بیوی اگر نرمی سے نہیں رکتی تو سختی کرنے کی بھی گنجائش ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی ۲۰۰۸ء میں اجالہ فرخ بنت سید جواد شاہ سے ہوئی تھی جس سے میرا ایک بیٹا بھی ہے، میں نے اپنی اہلیہ کو الگ گھر میں رہائش دی ہے، اور اس کی تمام ضروریات پوری کرتا ہوں، اور اسکو ہر طرح خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود وہ بچے اور گھر کو چھوڑ کر اپنے والدین کے گھر چلی جاتی ہیں اور مجھ سے بلاوجہ رشتہ ختم کرنے کی کوشش کرتی ہے صرف ایک وجہ مجھے معلوم ہے کہ اس والد

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اور بھائی خود کام نہیں کرتے اور لڑکیوں سے کام کرواتے ہیں چنانچہ اس کی ایک اور بیس سال کی جوان لڑکی ہے اس سے فیشن ڈیزائنر کا کام بازار میں کرواتے ہیں، اور میری بیوی کی والدہ آرٹی فیشل کا اسٹال لگاتی ہے اور اس اسٹال پر میری بیوی کو بیٹھاتی ہیں اسٹال پر مرد، عورت ہر طرح کے لوگ آتے ہیں وہ لوگ اس کو کوئی عیب نہیں سمجھتے جبکہ میں اس کو غیرت کے خلاف جانتا ہوں، ایسی صورت میں شریعت میری بیوی اور اس کے والدین کو کیا حکم دیتی ہے؟ مستفتی: فرخ پٹیل

﴿جواب﴾ اللہ تعالی نے مرد وعورت ہر ایک پر اس کے فطری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذمہ داریاں عائد کی ہیں، چنانچہ بیوی اور چھوٹے بچوں کے علاوہ بوڑھے اور ضعیف والدین کا نان ونفقہ بھی مرد کے ذمہ عائد کیا ہے گرمی ہو یا سردی، آسانی ہو یا مشکلات، مرد ہی کو کمانا ہے، عورت باہر کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہے عورت کے ذمہ گھر کے اندرونی ذمہ داریاں ہیں بچوں کی تربیت، شوہر کی خدمت، اپنی اور شوہر کی عزت کا خیال رکھنا وغیرہ، اور یہ تمام اسکی فطرت کے موافق ہیں، عورت اپنی فطرت اور مزاج کے اعتبار سے نرم ونازک ہے گھر سے باہر کی مشقتوں کی متحمل نہیں ہے، جو لوگ گھر سے باہر کے کام بھی عورتوں سے لیتے ہیں وہ بڑا ظلم کرتے ہیں گویا فطرت کا مقابلہ کرتے ہیں جس کے نتائج انتہائی خطرناک ثابت ہوتے ہیں، آپ کی بیوی کو گھر کے اندر والدین کی خدمت کا اگر موقع ملے تو بیشک کرتی رہے بڑی سعادت کی بات ہے لیکن مارکیٹ میں آرٹی فیشل اسٹال پر بیٹھنا ہرگز جائز نہیں اسی طرح آپ کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا بالکل جائز نہیں ہے، احادیث میں ہے کہ ایسی عورت پر بڑی لعنت ہوتی ہے جو گھر سے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلتی ہے، آپ اپنی بیوی کو نرمی سے سمجھائیں اس کے باوجود وہ اگر باز نہیں آتی تو شرعاً ایسی بیوی کو زبردستی اور سختی سے بھی روکنے کی گنجائش ہے۔

لما فی قوله تعالی (سورة النساء آیة ۳۴)

﴿والّتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهنّ، فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلاً، ان الله کان علیاً کبیراً﴾

و لما فی المشکوة (۱۰۰/۱، طبع: سعید کراچی)

عن أبی امامةؓ قال قال رسول الله ﷺ ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم العبد الآبق حتی یرجع وامرأة باتت و زوجها علیها ساخط و امام قوم و هم له کارهون، رواه الترمذی.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

و لما فی الهدایة اولین (ص ۴۴۲ مطبع رحمانیه) و ان نشزت فلا نفقة لها حتی تعود الی منزله.

و لما فی البحر الرائق (۴/۱۹۵ مطبع : سعید)

قال الولوالجی فی فتاواه للزوج أن یضرب زوجته علی اربعة أشیاء، و ما فی معناها ...... و منه ما اذا کشفت وجهها لغیر المحرم أو کلمت اجنبیاً أو تکلمت عامداً مع الزوج أو شاغبت معه لیسمع صوتها الاجنبی.

و لما فی الدر المختار مع الشامی (۲/۲۰۸ مطبع : سعید)

(و حقه علیها ان تطیعه فی کل مباح یأمرها به) ظاهره أنه عند الامر به منه یکون واجباً علیها کأمر السلطان الرعیة به.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار غفرلہ ولوالدیہ

۸ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۶۷

﴿بیوی کا زیادہ عرصہ جدا رہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ میری بیوی عرصہ چار سالوں سے اپنے میکے چلی گئی ہے اور اپنے دو بہن بھائیوں کے ہمراہ اپنے خالو (جو کہ نامحرم ہیں) ان کے ساتھ رہتی ہے میں نے بہت کوشش کی کہ وہ میرے پاس آجائے لیکن وہ آنے کو تیار نہیں ہے اور جن کے پاس وہ رہتی ہے وہ کہتے ہیں چونکہ تمہارا چار سال سے بیوی سے کوئی تعلق نہیں رہا، اسلئے تمہارا نکاح ختم ہوگیا ہے، براہ کرم مجھے شریعت مطہرہ کی روشنی میں بتائیں کہ کیا واقعی میرا نکاح ختم ہوگیا ہے؟ مستفتی: ضیاء اللہ

﴿جواب﴾ جب آپ نے اپنی اہلیہ کو طلاق نہیں دی ہے یا ایسے کوئی الفاظ بھی آپ نے نہیں کہے ہیں کہ جن سے طلاق واقع ہو جائے تو آپ کا نکاح بالکل ختم نہیں ہوا بلکہ مکمل طور پر برقرار ہے، یاد رہے کہ بیوی کے میکے میں طویل عرصہ رہنے سے نکاح متاثر نہیں ہوتا۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: محمد شریف حسین عفا اللہ عنہ

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۳

﴿بیویوں کے درمیان مساوات کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیویوں کے درمیان برابری کس چیز میں ضروری ہے؟ مستفتی: محمد طاہر صوابی

﴿جواب﴾ ایک سے زائد بیویاں جس کی ہوں تو شوہر پر لازم ہے کہ وہ ان کے درمیان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تمام سہولیات میں برابری قائم رکھے مثلاً، کھانے پینے کی اشیاء میں رہائش ولباس میں اور رات گذارنے میں وغیرہ، البتہ غیر اختیاری چیزوں میں مساوات قائم رکھنا ضروری نہیں ہے۔

مثلاً محبت اور جماع انسان کے اختیار میں نہیں ہے، اس لئے ایسی چیزوں میں مساوات قائم رکھنا ضروری نہیں ہے اور اختیاری چیزوں میں مساوات قائم رکھنا اگرچہ ممکن ہے لیکن مشکل ضرور ہے، اس لئے احتیاطاً معاف کرانا چاہیئے بیوی معاف کردے تو یہ اس کا اپنا حق ہے معاف کرسکتی ہے۔

لمافی التنویر مع الدر: (۲۰۱/۳، ۲۰۲ طبع سعید)

(یجب أن یعدل فیه) أی فی القسم بالتسویة فی البیتوتة (وفی الملبوس والمأکول) والصحبة (لا فی المجامعة) کالمحبة بل یستحب.

ولمافی الشامی: (۲۰۲/۳ طبع سعید)

قوله لا فی المجامعة لأنها تبتنی علی النشاط ولا خلاف فیه.

ولمافی الهندیة: (۳۴۰/۱ طبع رشیدیه)

ومما یجب علی الازواج للنساء العدل والتسویة بینهن فیما یملکه والبیتوتة عندها للصحبة والمؤانسة لا فیما لا یملک وهو الحب والجماع..... فیسوّی بین الجدیدة والقدیمة والبکر والثیب والصحیحة والمریضة والرتقاء والمجنونة التی لا یخاف منها - والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغیرة التی یمکن وطؤها.

ولمافی البحر الرائق: (۲۱۸/۳ طبع ایچ ایم سعید)

والمراد به هنا التسویة بین المنکوحات والأصل فیه ان الزوج مأمور بالعدل فی القسمة بین النساء بالکتاب قال الله تعالی ولن تستطیعوا أن تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل، معناه لن تستطیعوا العدل والتسویة فی المحبة فلا تمیلوا فی القسم

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر: ۲۱۱۲

﴿خاوند کتنا عرصہ بیوی سے جدا رہ سکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خاوند (علم، تبلیغ یا تجارت وغیرہ کی غرض سے) کتنے عرصے تک اپنی بیوی سے جدا رہ سکتا ہے؟

﴿جواب﴾ عام حالات میں چار ماہ سے زیادہ عرصہ کیلئے بیوی سے جدا رہنا مناسب نہیں ہے، البتہ دینی تقاضا ہو اور بیوی کیلئے نفقہ کا انتظام بھی کیا ہو، نیز اس کے بارے میں شوہر کو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اطمینان ہو کہ کسی فتنہ میں مبتلاء نہ ہوگی تو ایسی صورت میں مدت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، زیادہ عرصہ کیلئے بھی جدا رہ سکتا ہے، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے دور میں اسکی مثالیں موجود ہیں۔

لما فی ردالمحتار:(۳۷۹/۲، طبع امدادیہ)

ولا یبلغ مدۃ الایلاء الا برضاھا...... لا ینبغی أن یطلق نہ مقدار مدۃ الایلاء وھو أربعۃ أشھر..... ویؤید ذلک أن عمر رضی اللہ عنہ لما سمع فی اللیل امرأۃ تقول:

فواللہ لولا اللہ تخشیٰ عواقبہ ☆ لزحزح من ھذا السریر جوانبہ

فسأل عنھا فاذا زوجھا فی الجھاد فسأل بنتہ حفصۃؓ "کم تصبر المرأۃ عن الرجل؟

فقالت: أربعۃ أشھر . فأمر امراء الأجناد أن لا یتخلف المتزوج عن أھلہ أکثر منھا، ولو لم یکن فی ھذہ المدۃ زیادۃ مضارۃ بھا لما شرع اللہ تعالیٰ الفراق بالایلاء.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ابوخزیمہ محمد کفایت اللہ

فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷ھ

﴿بیوی کے لئے بلا عذر شوہر کو حق زوجیت سے انکار جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا بیوی طبیعت کے معمولی خراب ہونے یا موڈ نہ ہونے کی بناء پر شوہر کو حق زوجیت دینے سے انکار کر سکتی ہے، کیا شوہر اپنے حق کے حصول کے لئے بیوی پر دباؤ ڈال سکتا ہے؟

﴿جواب﴾ طبیعت کی معمولی خرابی یا موڈ نہ ہونے کیوجہ سے بیوی کیلئے حق زوجیت دینے سے انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، البتہ حیض یا نفاس ہو یا واقعی کوئی ایسی بیماری ہو جسکی وجہ سے وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے سخت تکلیف یا نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بجائے انکار کے معذرت کرنے کی گنجائش ہے اور شوہر کو بھی چاہیئے کہ بیوی کی طبیعت کا لحاظ رکھے۔

لما فی احیاء علوم الدین:(۵۰/۲، طبع دار المعرفۃ بیروت)

(قال ﷺ لا یقعن احد کم علی امرأتہ کما تقع البھیمۃ علی البھیمۃ ولیکن بینھما رسول قیل وما الرسول یا رسول قال القبلۃ والکلام) وقال ﷺ ثلاث من العجز فی الرجل ..... والثالث: أن یقارب الرجل جاریتہ فیصیبھا قبل ان یحدثھا ویؤانسھا.

بغیر کسی عذر کے بیوی انکار کرے تو شوہر کو دباؤ ڈالنے کا حق حاصل ہے، احادیث میں ایسی عورت کے لئے جو بغیر کسی عذر کے جماع سے انکار کرے سخت وعیدیں آئی ہیں، اسکا اندازہ آپ ان احادیث سے کر سکتے ہیں:

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو اپنے بستر میں آنے کے لئے بلائے پس وہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عورت انکار کردے اور شوہر حالت ناراضگی میں رات گزارے تو اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے اور ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی ضرورت (جماع) کیلئے بلائے تو اسکو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی طرف جائے اگر چہ وہ تنور پر ہو۔

لمافی المرقاة:(۲۱۱/۶طبع رشیدیه)

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا دعا الرجل امرأته الی فراشه فأبت فبات غضبان لعنتها الملائکة حتی تصبح.

ولمافیه ایضا:(۲۱۹/۶طبع رشیدیه)

عن طلق بن علی قال قال رسول الله ﷺ اذا الرجل دعا زوجته لحاجته فلتأته وان کانت علی التنور.

ولمافی فقه العنفی:(۲۸۲/۲طبع دار الکلم الطیب)

بخلاف ما اذا امتنعت من التمکین فی بیت الزوج فلا تزول النفقة لوجود الاحتباس والزوج یقدر علی الوطء کرها واذا کان الزوج معها فی بیتها فمنعته من الدخول علیها کانت ناشزة.

ولمافی بدائع الصنائع:(۳۳۴/۲طبع سعید)

ومنها وجوب طاعة الزوج علی الزوجة اذا دعاها الی الفراش لقوله تعالی ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف قیل لها المهر والنفقة وعلیها ان تطیعه فی نفسها وتحفظ غیبته ولان الله عزوجل امر بتأدیبهن بالهجر والضرب عند عدم طاعتهن.

ولمافی الاشباه:(۱۷۵/۱طبع قدیمی)

للزوج ان یضرب امرأته علی اربع وما بمعناها......وعلی عدم اجابتها الی فراشه وهی طاهرة من الحیض والنفاس.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۲۵ صفر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۲۱

﴿بیوی کو والدین کی زیارت کیلئے کتنے عرصہ بعد اجازت دینا ضروری ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اپنے والدین کی زیارت کیلئے کتنے عرصہ کے بعد جا سکتی ہے؟ کیا والدین کے پاس جانے کیلئے خاوند کی اجازت ضروری ہے؟

﴿جواب﴾ عام حالات میں ہفتہ میں ایک بار والدین کی زیارت کیلئے بیوی کو اجازت دینی چاہئے، اور والدین خود بیٹی کے پاس آسکیں تو یہ زیادہ بہتر ہے، اسلئے کہ جوان عورت کیلئے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جہاں تک ہوسکے گھر سے باہر نہ نکلے، اور والدین اگر بیمار ہیں اور انکو اپنی لڑکی سے خدمت لینے کی ضرورت ہے اور اس کے باوجود شوہر بلا وجہ اجازت نہ دے تو بغیر اجازت کے بھی جا سکتی ہے، اور والدین دور ہوں تو علاقہ اور برادری کے عرف کیمطابق جلدی یا تاخیر سے بیوی کو اپنے والدین وغیرہ سے ملنے کی اجازت دینی چاہیے۔

لما فی صحیح البخاری: ۱/۲۰ا طبع قدیمی)

عن سالم بن عبد الله عن ابیه عن النبی ﷺ قال اذا استأذنت امرأة احدكم فلا يمنعها .

ولما فی عمدة القاری:(۶/۲۳۰ طبع رشیدیه)

وهذا معناه العموم ،وفى معنى هذا الأذن للخروج الى العيد وزيارة قبر ميت لها واذا كان حق عليهن ان يأذنوا فيما هو مطلق لهن الخروج فيه ،فالأذن لهن فيما هو فرض عليهن او يندب الخروج اليه اولى ،كخروجهن لأداء شهادة له منهن ،ولأدا فرض الحج وشبهه من الفرائض،او لزيارة آبائهن وأمهاتهن وذوى محارمهن.

ولما فی الدر المختار مع الشامی :۳/۶۰۲ طبع سعید)

(ولا يمنعها من الخروج الى الوالدين)فى كل جمعة ان لم يقدرا على أتيانها على مااختاره فى الاختيار)الذى رأيته فى الاختيار شرح المختار:هكذا قول لا يمنعها من الخروج الى الوالدين وقيل يمنع ،ولا يمنعهما من الدخول اليها فى كل جمعة وغيرهم من الاقارب فى كل سنة هو المختار ،نعم ماذكره الشارح اختاره فى فتح القدير حيث قال :وعن ابى يوسف فى النوادر تقييد خروجها بأن لا يقدرا على أتيانها ،فان قدرا لاتذهب وهو حسن ،وقد اختار بعض المشايخ منعها من الخروج اليهما .والحق الاخذ بقول ابى يوسف اذا كان الابوان بالصفة التى ذكرت ،والا ينبغى ان يأذن لها فى زيارتهما فى الحين بعد الحين على قدر متعارف ،اما فى كل جمعة فهو بعيد ،فان فى كثرة الخروج فتح باب الفتنه خصوصا اذا كانت شابة والزوج من ذوى الهيئات ، بخلاف خروج الأبوين فانه أيسر ، فى البحر انه الصحيح المفتى به من انها تخرج للوالدين فى كل جمعة باذنه وبدونه وللمحارم فى كل سنة مرة بأذنه وبدونه .

ولما فی البحر الرائق :۴/۱۹۵،طبع سعید)

الصحيح انه لايمنعها من الخروج الى الوالدين ولا يمنعهما من الدخول عليها فى كل جمعة وفى غيرهما من المحارم فى كل سنة وانما يمنعهم من الكينونة عندها وعليه الفتوى كما فى الغانية ،وقد استفيد مما ذكرنا ، ان لها الخروج الى زيارة الابوين والمحارم فعلى الصحيح المفتى به تخرج للوالدين فى كل جمعة باذنه وبغير اذنه ولزيارة المحارم فى كل سنة مرة باذنه وبغير اذنه .

ولما فی النهر الفائق:(۲/۵۱۵، طبع قدیمی)

لكن الاصح انه لايمنع الاب والام من الدخول عليها ولا تمنع هى من خروجها اليهما فى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

كل جمعة وفي غيرهما من المحارم في كل سنة وانما يمنعهم من البيتوتة عندها وعليه الفتوى ولو كان ابوها زمنا مثلا وهو محتاج الى خدمتها وهو يمنعها كان عليها ان تعصيه مسلما كان الاب او كافرا ،قالوا :وله ان يأذن لها في الخروج الى زيارة الابوين وعيادتهما وتعزيتها او احدهما وزيارة المحارم فان وقعت لها نازلة فسأل الزوج عنها والخبر ها بحكمها لاتخرج ،وان امتنع خرجت بلا اذن .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

۱۴ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۵۸۲

﴿دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکے کی شادی کو کئی سال ہوچکے ہیں اور اس کے دو بچے بھی ہیں ،اب وہ دوسری شادی کا خواہشمند ہے ،اب اس دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی سے اجازت لینا شرعاً ضروری ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دوسری شادی کیلئے پہلی بیوی سے اجازت لینا کوئی ضروری نہیں ہے ،البتہ دلجوئی کیلئے اجازت لینا بہتر ہے لیکن یاد رہے کہ دوسری شادی کرنے سے پہلے آپکو اندازہ ہو کہ دونوں کو برابر حق دے سکتا ہوں ،پہلے سے اگر غالب گمان ہو کہ دونوں کے برابر حقوق ادا نہیں کرسکوں گا تو دوسرا نکاح اگرچہ ہوجائیگا لیکن گناہ ہے۔

حقوق برابر ادا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہ مستقل مسئلہ ہے اگر معلوم نہیں ہے تو دوبارہ رجوع فرمالیں۔

لما في مرقاة المفاتيح:(۲۵۲/۶،طبع رشيديه)

عن ابي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال : اذاكانت عندالرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة وشقه ساقط.

لما في الدر المختار:(۷/۳،طبع سعيد)

(ومكروها لخوف الجور)فان تيقنه حرم ذلك.

وفي الشامية:(قوله مكروها) أى تحريمابحر(قوله فان تيقنه)أى تيقن الجور حرم لان النكاح انما شرع لمصلحة تحصين النفس وتحصيل الثواب وبالجور يأثم ويرتكب المحرمات فتنعدم المصالح لرجحان هذه المفاسد بحر ،وترك الشارح قسما سادسا ذكره في البحر عن المجتبى وهوالاباحة ان خاف العجزعن الايفاء بموجبه اه أى خوفا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

غیر راجح والا کان مکروها تحریمًا لان عدم الجور من مواجبه......الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد اسلم چترالی غفرلہ

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ　　　　فتوی نمبر: ۱۶۹۵

﴿العدل بین النساء واجب﴾

﴿بیویوں کے درمیان مساوات ضروری ہے﴾

﴿سوال﴾ تحتی امرأتان وأكثر ما اكون عند القديمة منهما فان لی منها اولادا وانی ساكن عندها منذ ثلاثين سنة واما الحديثة ابيت عندها فی كل اسبوع ليلة او ليلتين واعطيها من المال والثياب شيئا زائدا من حقها لترضی عنی هل يجوز لی هذا العمل.

﴿جواب﴾ ان وهبت المرأة نوبتها او رضيت بترك نوبتها وذلك بطيب نفس منها فلا وبال ان لم تقسم لها حينئذ. واما ان تركت باخذ شیء فی بدلها فلا يجوز فانه مثل الرشوة. والعدل بين النساء واجب ومن خاف الجور فلينكح واحدة.

لما فی البدائع: (۲/۳۳۳، طبع سعید)

وكذلك لو بذل الزوج لواحدة منهن مالا لتجعل نوبتها لصاحبتها أو بذلت هی لصاحبتها مالا لتترك نوبتها لها لا يجوز شیء من ذلك ويسترد المال.

ولما فی الفقه الاسلامی: (۷/۱۰۲ طبع دار الفكر)

واذا أخذت الواهبة مالا علی ترك نوبتها لم يجز أخذه ويلزمها رده الی من أخذته منه.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: محمد سلہ

۱۱ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ　　　　فتوی نمبر: ۲۲۹۷

﴿حلالہ کی شرط یا نیت کیساتھ نکاح کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مطلقہ عورت حلالہ کی نیت سے یا حلالہ کی شرط کیساتھ نکاح کرتی ہے تو کیا عورت اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی کہ نہیں؟ اور حلالہ کے ان دونوں طریقوں میں کوئی فرق ہے کہ نہیں؟

﴿جواب﴾ مطلقہ خاتون حلالہ کی نیت سے نکاح کرے یا باقاعدہ اس شرط کیساتھ کہ شوہر اسکو طلاق دیگا، ہر دونوں صورتوں میں پہلے والے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی بشرطیکہ دوسرا شوہر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اسکے ساتھ جماع کر کے طلاق دیدے اور عدت بھی گزر جائے، البتہ باقاعدہ اس طرح کی شرط لگانا غلط ہے، گناہ ہے اور اس کا حاصل بھی کچھ نہیں، چنانچہ دوسرا شوہر طلاق نہ دے تو اسی کی منکوحہ رہیگی لیکن دل میں ارادہ ہو کہ دوسرے شوہر کیساتھ نکاح اسی غرض سے کر رہی ہوں تاکہ پہلے والے شوہر کیلئے حلال ہو جاؤں تو اس صورت میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ دوسرا شوہر بننے والے کیساتھ اس عمل پر اجرت طے کر کے نکاح کیا جائے تو اس پر احادیث میں سخت وعید آئی ہے اور باعث لعنت قرار دی گئی ہے، البتہ اس طرح کی کوئی شرط نہ لگی ہو اور کوئی معاوضہ بھی مقرر نہ ہو اور دوسرا شخص صرف اس جذبہ سے نکاح کرے تاکہ یہ گھرانہ اجڑنے سے بچ جائے تو حلالہ کرنے والوں کو اسکا اجر ملیگا۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳/۴۱۴-۴۱۵،باب الرجعة،طبع سعید)

(وكره)التزوج للثاني(تحريماً)لحديث لعن المحلّل والمحلّل له (بشرط التحليل) كتزوّجتك على أن أحللك(وان حلّت للأوّل) لصحة النكاح وبطلان الشرط فلا يجبر على الطلاق.....(أما اذا أضمرا ذلك لا) يكره (وكان)الرجل (مأجوراً) لقصد الاصلاح وتأويل اللعن اذا شرط الأجر ذكره البزازي.

ولما فی البحر الرائق:(۴/۵۸،باب الرجعة،فصل فيما تحل به المطلقة،طبع سعيد)

(قوله وكره بشرط التحليل للأوّل)أي وكره التزوّج للثاني بشرط أن يحلها للأوّل بأن قال تزوّجتك على أن أحللك له أو قالت المرءة ذلك أما لو نويا كان مأجوراً لأن مجرد النيّة في المعاملات غير معتبروقيل المحلّل مأجور.وتأويل اللعن اذاشرط الأجر كذافي البزازية.

ولما فی الهداية:(۲/۴۱۰،طبع رحمانيه)

واذاتزوّجها بشرط التحليل فالنكاح مكروه لقوله عليه السلام لعن الله المحلّل والمحلّل له وهذا هو محمله فان طلقها بعد وطيها حلت للأوّ ل لوجود الدخول في نكاح صحيح اذ النكاح لايبطل بالشرط.

وقال العلامة عبدالحي اللكهنوي تحت قوله وهذا هو محمله أي محمله اشتراط التحليل في العقد كما ذكرنا اذ لو أضمر ذلك في قلبه لم يستحق اللعن.

والله اعلم بالصواب: علی خان

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۴۰/۴۷

۶ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿فصل فی حرمۃ المصاهرۃ﴾

﴿حرمت مصاہرت کا بیان﴾

﴿جن امور سے بیوی شوہر پر حرام ہوجاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وہ کون کونسے امور ہیں جن کی وجہ سے نکاح ختم ہوجاتا ہے اور بیوی شوہر پر حرام ہوجاتی ہے؟

﴿جواب﴾ طلاق مغلظہ و بائن سے نکاح ختم ہوجاتا ہے اور بیوی شوہر پر حرام ہوجاتی ہے اور طلاق رجعی میں دوران عدت شوہر اگر رجوع نہیں کرتا تو عدت گذرنے سے بھی نکاح ختم ہوجاتا ہے بیوی حرام ہوجاتی ہے۔

۲۔میاں بیوی دونوں میں سے کسی ایک نے اگر کفریہ الفاظ بولے جسکی وجہ سے وہ اسلام سے خارج ہوگیا العیاذ باللہ تو اس سے بھی نکاح ختم ہوجاتا ہے، اور کفریہ الفاظ بے شمار ہیں تحقیق کیلئے علماء سے رجوع کرنا چاہئے۔

۳۔شوہر نے بیوی کے اوصول یا فروع میں سے کسی مشتہاۃ کو بدون حائل ہاتھ لگایا، یا شوہر کے اوصول یا فروع میں سے کسی مرد نے یا اس عورت نے مرد کو بدون حائل کم از کم ہاتھ لگایا تو اس سے بھی نکاح ختم ہوجاتا ہے، اور میاں بیوی کا رشتہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوجاتا ہے، اسکو فقہی اصطلاح میں حرمت مصاہرہ کہتے ہیں۔

اور کچھ ایسے امور بھی ہیں جنکی وجہ سے عارضی طور پر بیوی حرام ہوجاتی ہے، جب وہ مانع زائل ہوجاتا ہے تو حرمت بھی ختم ہوجاتی ہے، چنانچہ ظہار کرنے والا جب تک کفارہ ادانہیں کرتا بیوی حرام رہتی ہے اور طواف زیارت کسی حاجی کے ذمہ اگر باقی ہے تو جب تک طواف زیارت ادا نہیں کرتا بیوی حرام رہتی ہے، مذکورہ بالا امور کی وضاحت چونکہ تفصیل طلب ہے ایک دوفتوی میں ساری تفصیل نہیں ہوسکتی، ضرورت ہو تو ہر ایک کی وضاحت کیلئے الگ الگ استفتاء کریں۔

لمافی الہدایۃ:(۲/۰۱م،طبع:رحمانیہ)

واذاکان الطلاق بائنادون الثلاث فله أن يتزوجها فی العدة وبعدانقضاء العدةلأن حل المحلية باق لأن زواله بالطلقة الثالثة فينعدم قبله......واذاكان الطلاق ثلاثا فی الحرة

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

أو ثنتين في الأمة لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره والأصل فيه قوله تعالى: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره)

ولما في ص ۲۰۷

وإذا انقطع الدم من الحيضة الثالثة لعشرة أيام انقطعت الرجعة، وإن لم تغتسل.

ولما في التنوير مع الدر: (۳۲/۳ تحت فصل في المحرمات)

(و) حرم أيضا بالصهرية (أصل مزنيته) أراد بالزنى الوطء الحرام (و) أصل (ممسوسته بشهوة) ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة......ض (فروعهن) مطلقا

ولما في التنوير مع الدر: (۱۹۳/۳ طبع سعيد)

(وارتداد أحدهما) أي الزوجين (فسخ)

ولما في الشامي: (۴۶۵/۳ باب الظهار طبع سعيد کراچی)

(هو) لغة: مصدر ظاهر من امرأته إذا قال لها أنت علي كظهر أمي، وشرعا: (تشبيه المسلم زوجته) ولو كتابية أو صغيرة......(أو) تشبيه ما يعبر به عنها من أعضائها (جزء شائع منها بمحرم عليه تأبيدا) فيحرم عليه وطؤها ودواعيه)......(حتى يكفر)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سیف اللہ

۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ — فتوی نمبر: ۳۱۸۷

﴿حرمت مصاہرت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی کے ساتھ زنا کیا اور زنا کا دونوں اقرار بھی کرتے ہیں یعنی اس شخص کی بیوی اور اس کا والد دونوں زنا کا اقرار کرتے ہیں کیا اس صورت میں شوہر اس بیوی کو اپنے پاس شرعاً رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں اگر شوہر کو یہ یقین ہے کہ اس کے والد نے اس کی بیوی سے زنا کیا ہے تو اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی ہے، اب یہ شخص اس بیوی کو شرعاً اپنے پاس نہیں رکھ سکتا اور حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے، اس پر لازم ہے کہ اس بیوی کو اپنے سے فوراً علیحدہ کردے اور زبان سے کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا یا طلاق دے دی، اس کے بعد یہ عورت عدت شرعیہ گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

لما في الدر المختار: (۳۲/۳ طبع سعيد)

(و) حرم أيضا بالصهرية (أصل مزنيته) أراد بالزنى الوطء الحرام (و) أصل ممسوسته بشهوة) ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة (وأصل ماسته وناظرة إلى ذكره والمنظور إلى فرجها)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی ردالمحتار:(۳/۳۲-۳۳-۳۷،طبع سعید)

(وحرم أيضا بالصهرية الخ) قال في البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرئة على اصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا كما في الوطء الحلال و يحل لأصول الزاني وفروعه أصول المزني بها وفروعها اه.

(قوله وأصل ماسته) أى بشهوة قال في الفتح: وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بان يصدقها، ويقع في أكبر رأيه صدقها وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه اياها لا تحرم على أبيه وابنه الاأن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقه.

ولما فی الدر المختار:(۳/۳۷،طبع سعید)

وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج بآخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة.

ولما فی الشامی:(۳/۳۷،طبع سعید)

(قوله الابعد المتاركة) أى وان مضى عليها سنون كما في البزازية، وعبارة الحاوى الابعد تفريق القاضي أوبعد المتاركة اه وقد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد وقدصرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لاتتحقق الّا بالقول، ان كانت مدخولا بها كتركتك أو خليت سبيلك، وأما غير المدخول بها فقيل تكون بالقول وبالترك على قصد عدم العود اليها، وقيل: لاتكون الابالقول فيهما حتى لو تركها ومضى على عدتها سنون لم يكن لها أن تتزوج بآخر فافهم.

ولما فی فتح القدیر:(۳/۲۱۵-۲۱۶،طبع رشیدیه)

عن ابن عمر رضى الله عنه قال "اذاجامع الرجل المرأة أوقبلها أولمسها بشهوة أو نظر الى فرجها بشهوة حرمت على أبيه وابنه وحرمت عليه أمها وابنتها" وعن مسروق أنه قال بيعوا جاريتي هذه أما أني لم أصب منها الاما يحرمها على ولدى من المس والقبلة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۲۵ رجب ۱۴۲۷ھ — فتوی نمبر:۵۵۹

کسی عورت کو شہوت کیساتھ بلا حائل چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے

سوال: یہ مسئلہ تو معلوم ہے کہ مزنیہ کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے لیکن اب مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ ایک عورت کیساتھ پیار و محبت میں بوس و کنار کیا جائے تو پھر اسکی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے۔ یانہیں؟ مستفتی: نور بادشاہ

جواب: کسی عورت کو شہوت کیساتھ بلا حائل چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جاتی ہے اور اس کے اصول وفروع اس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں، لہٰذا اس عورت کی لڑکی کیساتھ اس شخص کا نکاح ہرگز جائز نہیں ہے۔

لمافی البحر الرائق:(۹۸/۳مطبع سعید)

قوله والزنا، واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة.

ولمافی الهداية:(۳۲۹/۲مطبع رحمانیه) ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه امها وابنتها.

ولمافی الدر المختار:(۳۱/۳مطبع سعید)

وفي الكشاف: واللمس ونحوه كالدخول عند ابي حنيفة واقرّه المصنف (وزوجة اصله وفرعه مطلقا) ولو بعيدا دخل بها او لا.

ولمافی رد المحتار:(۳۲/۳مطبع ایچ ایم سعید)

قوله (واصل ممسوسته الخ) لان المس والنظر سبب داع الى الوطى، فيقام مقامه فى الموضع الاحتياط. هداية.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسلام بادشاہ بھیٹنی

۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر ۲۱۱۵

﴿غفلت اور لاپرواہی کے ایسے مقامات جہاں آدمی پر اپنی بیوی حرام ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص کو اپنی بہو سے بہت محبت تھی ایک مرتبہ اس نے اسکو گلے لگایا اور بوسہ لے لیا اور وہ کہہ رہا ہے کہ میری کوئی غلط نیت نہیں تھی۔ اس کا کیا حکم ہے؟ اور وہ کون کون سے مواقع ہیں جہاں حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے؟ براہ کرم کچھ مثالیں لکھ دیں تاکہ یہ مسئلہ واضح ہو جائے اور عام لوگوں کو بھی فائدہ ہو۔

﴿جواب﴾ بیوی کے علاوہ کسی بھی عورت کو گلے لگانا اور بوسہ لینا ناجائز اور کبیرہ گناہ ہے۔ جوان بیٹی ہو یا ماں، بہو ہو یا ساس گلے لگانے اور بوسہ لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اگرچہ نیت صحیح ہو۔ گناہ کبیرہ کے علاوہ اس غلط حرکت کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ خدانخواستہ مرد کو یا عورت کو اس موقع پر اگر شہوت آگئی یا شہوت پہلے سے تھی اب اس میں اضافہ ہوا تو اس عورت کے اصول وفروع (اوپر، نیچے والے) یعنی اس عورت کی ماں، نانی، بیٹی، نواسی، پوتی وغیرہ سب اس مرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے حرام ہو گئیں ہیں۔ اسی طرح اس مرد کے اصول وفروع (اوپر، نیچے والے) یعنی اس کا باپ، دادا، بیٹا، پوتا، نواسا وغیرہ تمام اس عورت پر حرام ہو گئے ہیں۔ گلے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لگانے اور بوسہ لینے کے علاوہ جسم کا کوئی بھی حصہ آپس میں شہوت کے ساتھ کپڑے وغیرہ کے بغیر لگنے سے یہ نقصان ہوجاتا ہے۔اس لیئے اس معاملے میں بہت احتیاط ضروری ہے۔

اس ضابطہ کو سمجھ لینے سے حرمت مصاہرہ کے اکثر مسائل سمجھ میں آجاتے ہیں۔سوال میں ذکر کردہ صورت میں اس شخص کو یا اس کی بہو کو اگر شہوت آگئی تھی اور غالبا آگئی ہوگی تو یہ عورت اس آدمی کے بیٹے پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے حرام ہوگئی ہے وہ نیک نیتی کے ساتھ ساتھ شہوت نہ آنے کا بھی اگر دعوی کرتا ہے اور اس کی بہو بھی اس موقع پر دونوں کو شہوت نہ آنے کے بارے میں اطمینان کا اظہار اگر کرتی ہے اور اس کا بیٹا بھی خلاف ظاہر اس دعوی میں باپ بہو دونوں کو سچا جان رہا ہے تو حرمت ثابت نہیں ہوئی یہ لڑکا اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے۔تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ اس عورت سے یہ شخص علیحدگی اختیار کرلے۔

حرمت مصاہرت کے اسباب مذکورہ صورت کے علاوہ بھی ہیں۔مثلاباپ،دادانے کسی عورت سے نکاح کرلیا تو محض نکاح کرنے سے یہ عورت فروع کے لیئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے حرام ہوجاتی ہے۔اسی طرح بیوی کی ماں،نانی،دادی وغیرہ یعنی اصول ہمیشہ کیلیئے حرام ہیں۔اور بیوی کے فروع یعنی اسکی بیٹی (جو سابقہ شوہر سے ہو)،نواسی،پوتی،وغیرہ بھی ہمیشہ کی لیئے حرام ہیں بشرطیکہ بیوی سے جماع کرلیا ہو محض نکاح سے بیوی کے فروع بیٹی وغیرہ حرام نہیں ہوتی۔

لمافی المبسوط السرخسی:۲۰۷/۴ طبع دارالمعرفة بیروت

"فنقول کما تثبت حرمت المصاہرة بالوطء تثبت بالمس والتقبیل عن الشهوه عندنا...لان المس التقبیل سبب یتوصل به الی الوطء فانه من دواعیه ومقدماته فیقام مقامه فی اثبات الحرمة".

ولما فی الهندیة:۱/۲۷۴ طبع رشیدیه

"(القسم الثانی المحرمات بالمصهرية) وهی اربع فرق (الاولیٰ)امهات الزوجات وجداتهن من قبل الاب والام وان علون (والثانية) بنات الزوجه وبنات اولادها وان سفلن بشرط الدخول بالام...واصحابنا ما اقاموا الخلوة مقام الوطء فی حرمة البنات هکذا فی الذخیرة فی نوع ما یستحق به جمیع المهر(والثالثة) حلیلة الابن والابن الابن وابن البنت وان سفلو دخل بها الابن ام لا(الرابعة)نساء الآباء والاجداد من جهة الاب او الام وان علوا فهؤلاء محرمات علیاالتابید نکاحا ووطأ کذا فی الحاوی القدسی...والمباشرة عن الشهوة بمنزلة القبلة وکذا المعانقة...فان نظرت المرأة الیٰ ذکر الرجل او لمسته بشهوة او قبلة بشهوة تعلقت به حرمت المصهرة".

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامی ۲۸/۳ طبع سعید

"وکذا المقبلات او الملموسات بشہوۃ لاصوله او فروعه او من قبل او لمس اصولهن او فروعهن".

ولما الشامی :۳۲/۳ طبع سعید

"(قوله واصل الممسوسة الخ)لان المس و النظر سبب داع الی الوطء یقام مقامه فی موضع الاحتیاط ھدایة...(قوله بشہوۃ)ای ولو من احدھما".

ولما فی البحر الرائق :۱۰۱،۱۰۰،۹۹،۹۲/۳ طبع سعید

"الثانی المحرمات بالمصاھرۃ وھن فروع نسائه المدخول بهن واصولهن وحلائل فروعه وحلائل اصوله.واطلق فی اللمس و النظر بشہوۃ فافاد انه لانه لا فرق بین العمد والخطاء و النسیان ولاکراہ.۔۔۔۔وقد اطلق المصنف ایضا فی محل التقیید واطلق فی اللمس والملموس لیفیدانه لافرق بین الرجل والمراۃ فلو مست المراۃ عضوامن اعضاء الرجل بشہوۃ اونظرت الیٰ ذکرہ بشہوۃ تثبت الحرمة".

ولمافی التاتارخانیة ۲۶۱/۲،طبع:قدیمی

ثم المس انمایوجب حرمة المصاھرۃ اذالم یکن بینهماثوب امااذاکان بینهماثوب فان کان ثخیناصفیقااای کثیفالایجدحرارۃ الممسوس لا تثبت حرمة المصاھرۃ وان انتشرت الألة لذالک وان کان رقیقابحیث تصل حرارۃ الممسوس الیٰ یدہ تثبت الحرمة المصاھرۃ".

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب:تنویرالرحمٰن کشمیری

۳صفرالمظفر ۱۴۳۴ھ   فتویٰ نمبر:۳۵۰۷

﴿اگرشہوت کااندیشہ ہوتو محرمات سے معانقہ ممنوع ہے﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی کے علاوہ عورتوں سے معانقہ کرنے اور بوسہ لینے کوآپ نے منع لکھاہے،بسااوقات بیٹی دور دراز سفر سے بڑے عرصے کے بعدآتی ہے یامثلاً بوڑھی ضعیف ماں ہے توشفقت اورطبعی محبت کے اظہار کے لیے آخرشریعت نے کچھ گنجائش تودی ہوگی،یافقط سلام ومصافحہ کی حدتک گنجائش ہے اور باقی ہاتھ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں،اظہارشفقت وطبعی جذبات کی تسکین کے لیے مزیدکوئی گنجائش نہیں ہے؟

﴿جواب﴾ ماں،بیٹی سے بلاشبہ طبعی محبت اورگہری شفقت ہوتی ہے اور طبعی محبت وشفقت کے جذبات کی تسکین کے لیے بوسہ لینایامعانقہ کرنا بھی فطری عمل ہے۔لیکن جوان باپ وبیٹی میں اور جوان ماں،بیٹے میں نفسانی خواہشات بھی توایک طبعی چیز ہے،معانقہ اور بوسہ لینے میں شیطان کوشہواتی جذبات بیدارکرنے کاموقع ملتاہے۔اورشہواتی جذبات کی تسکین کے لیے بیوی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے علاوہ کسی بھی عورت کا بوسہ لینا یا معانقہ کرنا شرعاً سختی سے منع ہے۔جبکہ ماں بیٹے یا باپ بیٹی میں اس کی قباحت اور شناعت بہت ہی زیادہ ہے۔اس لیے ایسی کیفیت کا صرف اندیشہ بھی اگر ہو تو شریعت نے سختی سے منع کیا ہے۔چناچہ بوڑھی ضعیف ماں ہو یا بوڑھا ضعیف باپ اپنی بیٹی سے اگر معانقہ کر لے یا پیشانی پر بوسہ لے لے اور شہوت کا کوئی اندیشہ کسی ایک جانب سے بھی نہ ہو تو اس کی گنجائش ہے اور احتیاط اسی میں ہے کہ منہ پر بوسہ لینے سے اور معانقہ سے احتراز کیا جائے۔سر پر بوسہ لینے سے بھی یا فقط ہاتھ رکھنے سے بھی طبعی جذبات کی تسکین اور اظہار شفقت ہو جاتی ہے۔اسی پر اکتفاء کریں۔

لما فی الشامی:(۳۶۷/۶،طبع:سعید،کراچی)

(وما حل نظره)مما مر من ذكر أو انثى(حل لمسه)اذا أمن الشهوة وعلى نفسه وعليها.لأنه عليه الصلوة والسلام كان يتبل رأس فاطمةؓ،وقال عليه الصلواة والسلام من قبل رجل أمه فكانما قبل عتبة الجنةوان لم يأمن ذالك أوشك فلا يحل له النظر والمس.

ولما قال البحر الرائق:(۸/۱۹۲،طبع:سعيد،كراچی)

(ويمس ما يحل له النظر اليه)يعني يجوز أن يمس ما حل له النظر اليه من محارمه لا من الاجنبية لتحقق الحاجة الى ذالك من المسافرة والمخالطةوكان عليه الصلواة السلام يقبل رأس فاطمةؓ ويقول اجد منها ريح الجنة وقال من قبل رأس امه فكانما قبل عتبة الجنة ......فان كان عجوزاًلا تشتهى فلا بأس بمصافحتهاومس يدها........وكذا اذا كان شيخنا يأمن على نفسه وعليها وفى الغياثيةولا بأس ان يعانقها من وراء الثياب الا ان تكون ثيابها رقيقة تصل حرارة بدنها اليه...قال وان كانت ممن لا يجامع مثله فلا باس با لمصافحة....فان كانت صغيرة لا تشتهى أو لا يشتهى مثلها فلا بأس باالنظر اليها ومسها

ولما فی الهندية:(۵/۳۲۸،طبع:رشيدية،كوئٹه)

وما حل النظر اليه مسةونظره وغمزه من غير حائل---وكذالك المس انما يباح له اذا امن على نفسه وعليها الشهوةوأما اذا خاف على نفسه أو عليها الشهوةفلا يحل المس.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ | فتویٰ نمبر:۳۵۶۲

﴿اغلام بازی سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ جو شخص کسی لڑکے کے ساتھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

خود بدکاری میں ملوث ہو چکا ہو اس کے لئے اپنی لڑکی کو اس کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اغلام بازی بڑا گندہ باعث لعنت اور کبیرہ گناہ ہے لیکن اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی لہذا اس لڑکے کا نکاح مذکورہ لڑکی کے ساتھ جائز ہے۔

لما فی الشامی:(۳/ ۳۴، ۳۵ طبع:سعید کراچی)

فی الولوالجیة اتی رجل رجلاله ان یتزوج ابنته لان هذاالفعل لو کان فی الاناث لایوجب حرمة المصاهرة ففی الذکراولی.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۱/ ۱۷۱ طبع :قدیمی)

لو جامع الرجل رجلالا یحرم علی الفاعل ام المفعول به وابنته وکذالو لاط امرة لایحرم علیه امها وابنتها.

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار عفی عنہ

۵ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ فتویٰ نمبر: ۳۷۶۸

﴿حرمت مصاہرت کا تعلق اصول وفروع کیساتھ ہوتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے ایک عورت (جو کہ کپڑوں میں ملبوس تھی صرف چہرہ، ہاتھ اور پاؤں نظر آرہے تھے) کو شہوت کی نظر سے بار بار دیکھا۔

پوچھنا یہ ہے کہ کیا مذکورہ صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟ اور زید اس لڑکی کی بہن کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: سمیع اللہ دیروی

﴿جواب﴾ کپڑوں میں ملبوس عورت کو شہوت کی نظر سے دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، اگرچہ یہ گناہ کا کام ہے اس سے توبہ ضروری ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ حرمت مصاہرت کا تعلق اس عورت کے اصول وفروع سے ہوتا ہے اور بہن اصول وفروع میں داخل نہیں۔ لہذا مذکورہ صورت میں اس عورت کی بہن سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

لما فی تنویر الابصار مع الدر المختار:(۳/ ۳۳،طبع:سعید)

وناظرة الی ذکره والمنظور الی فرجها (المدور (الداخل) وفی الشامیة قوله والمنظور الی فرجها) قید بالفرج لان ظاهر الذخیرة وغیرها انهم اتفقوا علی ان النظر بشهوة الی سائراعضائها لا عبرة بها ما عدا الفرج

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی التاتار خانیہ:(۲/۲۵۹،طبع:قدیمی)

وكما تثبت حرمة المصاهرة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل والنظر الى الفرج بشهوة ......ولا تثبت هذه الحرمة با النظر الى سائر الاعضاء، وان كان عن شهوة

ولما فی الرد المختار:(۲/۳۲،طبع:سعید)

قوله وحرم ايضا با الصهرية اصل مزنيه)قال فى البحر اراد با لحرمة المصاهرة الحرمات الأربعة حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة أصولها وفروعها على الزاني نسبا ورضاعا ......وتقييده بالحرمات الاربع مخرج لما عداها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ أعلم بالصواب: سمیع الرحمٰن دیروی

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر:

﴿بیوی کی خالہ کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہ ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ میں نے سنا ہے کہ ساس کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے لیکن سالی کے ساتھ زنا کرنے کی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا، اب اگر کوئی شخص اپنی بیوی کی خالہ کے ساتھ زنا کرے تو اس کی بھانجی یعنی بیوی سے نکاح ٹوٹے گا یا نہیں؟ مستفتیہ: معلمہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ جاننا چاہیے کہ زنا اور مس بالشہوۃ کی وجہ سے عورت کے اصول اور فروع زانی پر اور زانی کے اصول اور فروع عورت یعنی مزنیہ پر ہمیشہ کے لیئے حرام ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ساس کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانے سے تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی، اس لئے کہ ساس بیوی کے لئے اصل ہے لیکن سالی اسی طرح بیوی کی خالہ کا نسبی رشتہ چونکہ زانی کی بیوی کے ساتھ اصول وفروع کا نہیں، اس لئے سالی اور بیوی کی خالہ کے ساتھ زنا کرنے سے بیوی حرام نہ ہوگی اگرچہ گناہ کے اعتبار سے دیگر زنا کی نسبت بہت زیادہ اور سخت ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳/۳۲،طبع سعید)

(و)حرم ايضا بالصهرية(اصل مزنيته)قال فى البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المراة علىٰ اصول الزاني وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها علىٰ الزاني نسبا ورضاعا كما فى وطء الحلال.

ولما فی الهندیة:(۱/۲۷۴،طبع رشیدیه)

فمن زنا بامراة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت وكذا تحرم المزني بها علىٰ آباء الزاني واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا كذافي فتح القدير.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی جامع الرموز للقهستانی:(۱/۲۵۱،طبع سعید)
ومنها ماحرم بالزنا واللمس والنظر كما سياتی وحكم الكل حرمة كل منهما علی اصل الآخر وفرعه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۳۸۱

﴿اپنی بیوی کو خون دینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کی بیوی کو خون کی ضرورت ہو تو کیا اسکا شوہر اسے خون دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اپنی بیوی کو خون دینے سے نکاح پر کوئی اثر پڑے گا یا کہ نہیں؟ مستفتی: رحیم اللہ کوہاٹ

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ عام حالات میں ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں داخل کرنا جائز نہیں، البتہ اگر ضرورت وحاجت ہو مثلاً مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو یا ہلاکت کا خطرہ تو نہ ہو لیکن خون دیئے بغیر مریض کی صحت کا امکان نہ ہو تو ایسی صورتوں میں خون دینے کی گنجائش ہے، لہٰذا ضرورت وحاجت کی صورت میں شوہر بھی اپنی بیوی کو خون دے سکتا ہے اور خون دینے سے انکے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ شریعت نے محرمیت کو نسب، مصاہرت اور رضاعت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی سبب نہیں پایا جا رہا۔

ولما فی الهندية:(۵/۳۵۵،طبع رشيديه)

ولا بأس بأن يسعط الرجل بلبن المرأة ويشربه للدواء وفی شرب لبن المرأة للبالغ من غير ضرورة اختلاف المتأخرين كذا فی القنية ويجوز للعليل شرب الدم والبول وأكل الميتة للتداوی اذا اخبره طبيب مسلم ان شفاء ه فيه ولم يجد من المباح ما يقوم مقامه.

ولما فی الدر المختار:(۳/۲۸،طبع سعيد)

اسباب التحريم انواع: قرابة،مصاهرة،رضاع،جمع،ملك،شرك.....الخ.

وفی الشامية:(قوله قرابة)كفروعه وهم بناته و بنات اولاده وان سفلن و اصوله وهم امهاته وامهات امهاته وآباء ه وان علون،وفروع ابويه وان نزلن(قوله مصاهرة) كفروع نسائه المدخول بهن وان نزلن، وامهات الزوجات......(قوله رضاع) فيحرم به ما يحرم من النسب الا ما استثنی كما سياتی فی بابه وهذه الثلاثة محرمة علی التابيد.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نعیم اقبال عفا اللہ عنہ

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۷۴۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿ایک ہی طرف سے شہوت حرمت مصاہرت کیلئے کافی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ وہ چھونا (لمس) جس سے حرمت مصاہرۃ ثابت ہوتی ہے، شہوت دونوں طرف سے ہونا ضروری ہے یا ایک طرف سے بھی کافی ہے مثلاً عورت کسی مرد کیساتھ شہوت کی حالت میں ہاتھ ملائے اور مرد کے دل میں خیال تک نہ گزرا ہو تو حرمت مصاہرۃ ثابت ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ ایک ہی طرف سے شہوت ہو تب بھی حرمت مصاہرۃ ثابت ہو جاتی ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۳۵/۳،طبع سعید)

ولا فرق (بین اللمس والنظر بشهوة بین عمد ونسیان) وخطأ واكراه فلو ایقظ زوجته أو ایقظته هی لجماعها فمست یده بنتها المشتهاة أو یدها ابنه حرمت الأم ابداً فتح.

ولما فی رد المحتار:(۳۶/۳،طبع سعید)

(قوله وتكفی الشهوة من احداهما) هذا انما یظهر فی المس أما فی النظر فتعتبر الشهوة من الناظر سواء وجدت من الآخر أم لا.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن

جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۳۳۰

﴿سالی سے زنا کرنے کی صورت میں بیوی سے نکاح نہیں ٹوٹتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سالی سے زنا کرنے کی صورت میں بیوی سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ سائلہ: طالبہ جامعہ یوسفیہ بنوریہ

﴿جواب﴾ سالی سے زنا کرنا کسی عام عورت سے زنا کرنے کی بہ نسبت زیادہ سخت گناہ ہے، اس سے جلد از جلد توبہ واستغفار اور آئندہ نہ کرنے کا عزم لازم ہے اور سالی سے شرعی پردہ بھی ضروری ہے، البتہ اسکی وجہ سے نکاح نہیں ٹوٹتا لیکن جب تک مزنیہ یعنی سالی کو ایک حیض نہ آجائے تب تک بیوی سے جماع کرنا جائز نہیں۔

لما فی الدر المختار:(۳۴/۳،طبع سعید)

وفی الخلاصة: وطیٔ اخت امرأته لا تحرم علیه امرأته.

وفی الشامیة: هذا محترز التقیید بالاصول والفروع وقوله لا تحرم ای لاتثبت حرمة المصاهرة فالمعنی لاتحرم حرمة مؤبدة والا فتحرم الی انقضاء العدة الموطوءة لو بشبهة قال فی البحر لو وطیٔ اخت امرأته بشبهة تحرم امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة وفی الدراية

عن الکامل لو زنی باحدی الاختین لایقرب الاخریٰ حتیٰ تحیض الاخریٰ حیضۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فیاض احمد

۲۹ صفر ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۹۴۸

﴿صرف دیکھنے یا بات کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں کوئی شرعی پردے کا اہتمام نہیں ہے، لوگ اپنے رشتے داروں کے گھروں میں آتے جاتے ہیں جس میں نامحرم عورتوں پر نظر پڑتی ہے اور ایک دوسرے کیساتھ گفتگو بھی کرتے ہیں، بعض ایک دوسرے کیساتھ ہاتھ بھی ملاتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ صرف دیکھنے سے یا بات کرنے سے حرمت مصاہرت لازم آتی ہے یا نہیں؟ اگر اس صورت میں لازم نہیں آتی تو کس صورت میں لازم آتی ہے؟

﴿جواب﴾ صرف دیکھنے یا بات کرنے سے حرمت مصاہرت لازم نہیں ہوتی، البتہ زنا یا شہوت کیساتھ بدون حائل چھونے، ہاتھ ملانے یا بوس وکنار سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔

لمافی ردالمحتار: (۳۶۵/۶ طبع سعید)

أقول: حاصله ان مجرد النظر واستحسانه لذلک الوجه الجمیل وتفضیله علی الوجه القبیح کاستحسان المتاع الجزیل لابأس به.

ولمافی الشامی: (۳۰/۳ طبع سعید)

(قوله الصحیح) احترازعن النکاح الفاسد فانه لایوجب بمجرده حرمة المصاهرة بل بالوطء او مایقوم مقامه من المس بشهوة والنظر بشهوة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہائی عفی عنہ

۲۷ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۳۵

﴿جس عورت سے زنا کیا ہو اسکی بیٹیاں زانی پر ہمیشہ کیلئے حرام ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی ایک لڑکی کیساتھ منگنی ہو گئی، اور منگنی کے بعد اس نے اپنی ساس کیساتھ زنا کرلیا اور مزنیہ کی بیٹی سے شادی بھی ہو گئی ہے اور مزنیہ کی بیٹی سے ابھی زانی کے بچے بھی پیدا ہو گئے ہیں جبکہ بڑا بچہ ابھی تیرہ سال کا ہے تو ابھی ان دونوں کے درمیان جدائی کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور عورت کہتی ہے کہ اگر جدائی بھی ہو جائے تو پھر بھی میں اپنے بچوں کی پرورش کرونگی جبکہ شوہر بھی اس پر راضی ہے تو کیا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جدائی کے بعد یہ عورت شوہر کے گھر میں اپنے بچوں کی پرورش کر سکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں زانی پر مزنیہ کی تمام لڑکیاں ہمیشہ کیلئے حرام ہیں، حلال ہونے کیلئے کوئی صورت نہیں، مزنیہ کی لڑکی کیساتھ زانی کی شادی بھی جہالت کا نتیجہ ہے، دونوں کی علیحدگی ضروری ہے شوہر بلا تاخیر اس عورت کو اپنے سے جدا کردے طلاق کے الفاظ بولکر یا اس کے علاوہ ایسے الفاظ جو جدائی پر دلالت کریں مثلاً یوں کہے کہ میں نے تجھے اپنے سے جدا کر دیا ہے، اسکے بعد عورت عدت پوری گزار کر کسی دوسری جگہ چاہے تو شادی کر سکتی ہے۔

البتہ بچے ثابت النسب ہیں اور اس شخص کی اولاد تصور ہوگی، کفالت بھی اسی کی ذمہ ہے یہ خاتون بچوں کی پرورش کیلئے بچوں کیساتھ رہنا چاہتی ہے اور شوہر بھی اس پر راضی ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے بشرطیکہ شوہر سے اس کا مکمل پردہ ہو بلکہ رہائش بھی الگ الگ مکان میں ہو اور کسی گناہ میں مبتلاء ہونے کا کوئی اندیشہ نہ ہو ورنہ اس عورت کو اسی گھر میں بسانا ہرگز جائز نہیں۔

لمافی الشامی:(۱۰۷/۲، طبع امدادیہ)

وارادبحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزانی وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها على زانی نسبا ورضاعا کمافی الوطء الحلال.

ولمافی الهندیة:(۲۷۴/۱، طبع رشیدیہ)

فمن زنی بامرأة حرمت علیه امها وان علت وابنتها وان سفلت.

ولمافی الشامی:(۱۹۷/۵، طبع امدادیہ) ونکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عنده خلافالهما.

ولمافی الهندیة:(۵۲۰/۱، طبع رشیدیہ)

رجل مسلم تزوجه بمحارمه فجئن باولادیثبت نسب الاولاد منه عندابی حنیفةؒ خلافا لهمابناء علیٰ ان النکاح فاسد عند ابی حنیفةؒ باطل عندهما.

ولمافی الشامی:(۲۵۲/۵، طبع امدادایہ)

بخلاف الفاسدفانه وطء بشبهة فیثبت به النسب ولذاتکون بالفاسد فراشا لاباالباطل.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۲۶ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ　　　　فتوی نمبر: ۱۷۸۷

﴿بیوی کی بیٹی سے زنا کیا تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائیگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کہ بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کی بیٹی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(جو کہ اس کے پہلے شوہر سے ہے) سے زنا کیا، تو کیا اس شخص کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ اپنی بیوی کی بیٹی سے اس شخص نے اگر زنا کیا ہے تو اسکی بیوی اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی ہے یہ عورت اس شخص کے لیے اب نہ نکاح جدید کرنے سے حلال ہوسکتی ہے اور نہ حلالہ کرنے سے، اس شخص پر توبہ واستغفار کے علاوہ یہ بھی لازم ہے کہ وہ اس عورت پر اب واضح کردے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے تاکہ عدت گذارنے کے بعد چاہے تو کسی اور شخص سے نکاح کرلے۔

لما في قوله تعالى:(سورة النساء ٢٣)

حرمت عليكم امهتكم...... وربئبكم التى فى حجوركم من نسائكم التى دخلتم بهن.

ولما في الشامي:(٣/٣٢): فصل في المحرمات: طبع سعيد)

(قوله وحرم ايضا بالصهرية اصل مزنية) قال في البحر: اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المرأة على اصول الزاني وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة اصولها وفروعها على الزاني نسباً ورضاعاً.

ولما في الهنديه:(١/٢٧٤ القسم الثاني في المحرمات بالصهريه)

فمن زنى بامراة حرمت عليه امها وان علت وابنتها وان سفلت وكذا تحرم المزنى بها على اباء الزاني واجداده وان علوا وابنائه وان سفلوا.

ولما في فتح القدير:(٣/١٢٠ طبع رشيديه فصل في بيان المحرمات).

(ومن زنى بامراة حرمت عليه امها) اى وان علت .(وابنتها) وان سفلت.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد تنویر عفا اللہ عنہ

۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۳۰

﴿حرمت مصاہرت کی ایک مخصوص صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ میرے شوہر نے میری جوان بیٹی (جوان سے پیدا ہوئی تھی) کیساتھ بدکاری کی، اب اپنے کئے پر سخت نادم ہیں اور شریعت کی ہر سزا کے لئے تیار ہیں، میرے ساتھ رشتہ زوجیت ختم کرچکے ہیں لیکن رہتے ایک ہی گھر میں ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ میرا ان کے ساتھ ایک گھر میں رہنا اور ایک چار پائی پر بیٹھ کر کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں آپ اپنے شوہر پر ہمیشہ کیلئے حرام ہوگئی ہو، رشتہ زوجیت برقرار رکھنے کی کوئی صورت نہیں ہے، البتہ آپ کی عمر اگر بڑھاپے کو پہنچ چکی ہے اور آپ کا اور آپ کے سابق شوہر کا آپس میں فتنہ میں مبتلا ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے، تب ایک گھر میں رہنے کی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

گنجائش ہے، ایک ساتھ کھانے کی اور میاں بیوی کیطرح بے تکلف رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

لما فی الهداية:(۲/۲۲۹،طبع رحمانيه)

ومن مسته امرأة بشهوة حرمت عليه امها وابنها وقال الشافعي لاتحرم، وعلى هذا الخلاف مسه امرأة بشهوة ونظره الى فرجها ونظرها الى ذكره،عن شهوة..... ولناان اللمس والنظر سبب داع الى الوطى فيقام مقامه فى موضع الاحتياط.

ولما فى البحر:(۲/۹۸-۱۰۰-۱۰۱،طبع سعيد)

قوله والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة..... واطلق فى اللمس والنظر بشهوة فافاد انه لافرق بين العمد الخطاء والنسيان والاكراه حتى لو ايقظ زوجته ليجامعها فوصلت يده الى بنته منهافقرصها بشهوة وهى ممن تشتهى يظن انها امها حرمت عليه الام مؤبدة.

واراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المراة على اصول الزانى وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها على الزانى نسباورضاعا.

ولما فى الفقه الحنفى:(۲/۱٦٦،طبع دار الكلم الطيب بيروت)

ولومست يده بنته من صلبه بشهوة خطأاو عمدا حرمت عليه امها التى هى زوجته.

ولما فى التنوير مع الدر:(٦/٣٦٧،طبع سعيد)

(وماحل نظره)مما مر من ذكر أو انثى (حل لمسه) اذاأمن الشهوة على نفسه وعليها (لانه عليه الصلوة والسلام كان يقبل رأس فاطمة وقال عليه الصلوة والسلام "من قبل رجل امه فكانماقبل عتبة الجنة" وان لم يأمن ذلك اوشك فلايحل له النظروالمس.

ولما فى ردالمحتار:(٦/٣٦٩،طبع سعيد)

(قوله والصهرة الشابة)قال فى القنية ماتت عن زوج وام فلهما ان يسكنافى دار واحدة اذالم يخافاالفتنة وان كانت الصهرة شابة فللجيران ان يمنعوها منه اذاخافوا عليهماالفتنة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۲۱۷۱

﴿عورت کے ساتھ ناجائز تعلق سے بھی اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام دریں مسئلہ کہ ارشد کے سلمیٰ سے ناجائز تعلقات تھے، ثوبیہ نے سلمیٰ کا دودھ مدت رضاعت کے اندر پیا تھا تو کیا ارشد ثوبیہ کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے؟

﴿جواب﴾ زانی کا مزنیہ کی رضاعی اولاد سے نکاح نہیں ہو سکتا، کیونکہ مزنیہ عورت زانی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے اصول وفروع پر خواہ وہ نسبی ہوں خواہ رضاعی حرام ہے، ایسا ہی مزنیہ کے اصول وفروع خواہ نسبی ہوں یا رضاعی زانی پر حرام ہیں، لہٰذا مذکورہ صورت میں ارشد ثوبیہ سے نکاح نہیں کرسکتا۔

لمافی البحر الرائق:(۲۲۲/۳،طبع سعید)

وفي القنية زنى بامرأة يحرم عليه بنتها من الرضاع اھ ..... كتاب الرضاع من البحر.

ولمافي الدر مع الرد:(۱۰۵/۴،باب المحرمات،طبع امدادیه)

(و) حرم (الكل) مما مرتحريمه نسبا ومصاهرة (رضاعاً) الاما استثنى في بابه.وفي ردالمحتار:تنبيه: مقتضى قوله ((والكل رضاعاً)) مع قوله سابقاً ((ولو من زنى)) حرمة فرع المزنية وأصلها رضاعاً..... ثم قال: لكن في الناظم وغيره انه يحرم كل من الزاني والمزنية على اصل الآخروفرعه رضاعاًاه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۰

﴿سسر اور بہو کے درمیان آزادانہ فحش گوئی جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ اگر سسر اپنی بہو سے بے تکلفانہ انداز میں ایسی باتیں کرے جیسا کہ خاوند اپنی بیوی سے کرتا ہے کہ جو شہوانی کیفیت طاری کرنے والی ہوں تو آیا حرمت مصاہرت ثابت ہو جائیگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ صرف ایسی گفتگو کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی جب تک کہ شہوت کے ساتھ چھونا، زنا، بوسہ یا برہنہ حالت میں کسی ایک کا دوسرے کی داخل فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھنا نہ پایا جائے، البتہ ان دونوں کا ایسی گفتگو کرنا سخت گناہ کبیرہ ہے۔

لمافی البحر الرائق:(۹۸/۳،طبع سعید)

والزناواللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة.

ولمافي التاتارخانية:(۲۶۱/۲،طبع قدیمی)

واما جلوسها بين يديه ووجودالشهوة من بعيد وانزاله من غير مسيس فهو غير معتبر في الحرمة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد کاشف عزیز

۱۷ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۴۵

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿اپنی سالی سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک آدمی نے اپنی سالی سے زنا کیا تو کیا اس آدمی پر اس کی بیوی (جو اس کی سالی کی سگی بہن ہے) حرام ہوئی یا نہیں؟ مستفتی سعید الرحمٰن

﴿جواب﴾ سالی سے زنا کرنے سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا مذکورہ شخص پہ اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی لیکن مرتکب زنا سخت گناہ گار ہے جس کے لئے توبہ واستغفار لازم ہے اور سالی سے پردہ کرنا ضروری ہے، یاد رہے سالی کے ساتھ زنا کا گناہ دیگر زنا کے گناہ سے بہت زیادہ اور سخت ہے۔

لمافی التنویرمع الدروالرد ر:(۱۰۱/۲مطبع امدادیہ)

وفی الخلاصۃ: وطیٔ أخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ.(وفی الخلاصۃ الخ)ھذا محترز التقیید بالاصول والفروع وقولہ: "لاتحرم" أی لاتثبت حرمۃ المصاھرۃ فالمعنی لاتحرم حرمۃ مؤبدۃ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین چترالی

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۶۱۰

﴿بوسہ اور معانقہ سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رسم چلی ہے کہ شادی کے موقع پر جوان مرد عورتیں ایک دوسرے کے بوسے لیتے ہیں جسمیں جوان باپ بھی اپنی جوان بیٹی کا بوسہ لیتا ہے، اسی طرح جب باپ یا بیٹی سفر سے واپس آجائیں تو ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں، پوچھنا یہ ہے کہ اس چوما چاٹی اور گلے ملنے ملانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور اس سے بیوی آدمی پر حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ اپنی بیوی کے علاوہ کسی بھی عورت سے بوسہ لینا یا گلے ملنا جائز نہیں ہے، سخت گناہ ہے، بیٹی ہو خواہ بہن ہو یا کوئی بھی رشتہ دار عورت، اسکے علاوہ دوسرا نقصان یہ ہے کہ منہ کا بوسہ لینے سے بعض علماء کے نزدیک حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے خواہ شہوت نہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہو، اسی طرح اگر شہوت سے گلے ملا ہے تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، البتہ بغیر شہوت کے گلے ملا ہے اور شہوت کا انکار بھی کرتا ہے یا سر، پیشانی وغیرہ کا بوسہ لیا ہے اور شہوت کا منکر ہے تو حرمت ثابت نہ ہوگی لیکن حرمت کیلئے شہوت ایک

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جانب سے بھی کافی ہے چاہے مرد کو ہو جائے یا عورت کو حرمت ثابت ہوگی، حرمت سے مراد یہ ہے کہ جسکا بوسہ لیا ہے یا گلے ملا ہے، اسکے اصول وفروع اس شخص پر اور اسی طرح اس عورت کے لئے بھی اسی شخص کے اصول وفروع ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتے ہیں۔

لمافی فتح القدیر:(۲۱۲/۳-۲۱۵،طبع رشیدیہ)

والحاصل انه اذاأقربالنظروأنكرالشهوةصدق بلاخلاف..... وقيل بالتفصيل بين كونه على الراس والجبهة والخدفيصدق اوعلى الفم فلا والارجح هذاالاانالخد يلحق بالفم...... عن ابن عمرقال اذاجامع الرجل المرأةاوقبلهااو لمسها بشهوةاونظر الى فرجهابشهوة حرمت على ابيه وابنه وحرمت عليه امها وابنتها.

ولمافي مبسوط السرخسي:(ص۲۰۷،الجزء الرابع طبع دارالمعرفةبيروت)

لان المس والتقبيل سبب يتوسل به الى الوطء فانه من دراعيه ومقد ماته فيقام مقامه فى اثبات الحرمة.

ولمافي فتاوى قاضي خان على هامش الهندية:(۲۶۱/۱،طبع رشيديه)

ولو قبل الرجل ام امرء ته تثبت الحرمة ما لم يظهر انه قبلها بغير شهوة وفي المس مالم يعلم انه كان عن الشهوة لا تثبت الحرمة لان تقبيل النساء غالبا يكون عن شهوة والمعانقة بمنزلة التقبيل كذا ذكره في الجامع الكبير.

ولمافي البزازيةعلى هامش الهندية:(۱۱۳/۴ طبع رشيديه)

قام اليهامنتشراوعانقهاوقبلهاوزعم عدم الشهوة لايصدق ولولم ينتشرلكنه قبلهاذكرفي المنتقى انه يصدق.

ولمافي التنويرمع الدر:(۳۶/۳،طبع سعيد)

(قبل ام امرأته)في أى موضع كان على الصحيح جوهرة(حرمت)عليه (امرأته مالم يظهرعدم الشهوة)ولوعلى الفم كما فهمه فى الذخيرة(وفى المس لا)تحرم(مالم تعلم الشهوة)لان الاصل في التقبيل الشهوة بخلاف المس(والمعانقة كالتقبيل) وكذاالقرص والعض بشهوة الذخيرة.

ولمافي الشامي:(۱۱۲/۴ طبع امداديه)

(على الصحيح)...... قال لو مس او قبل وقال لم اشته صدق الااذاكان المس على الفرج والتقبيل فى الفم اه وهذاهو الموافق لما سينقله الشارح عن الحدادى، ولما نقله عنه في البحر قائلا اورجحه في فتح القدير و ألحق الخد بالفم اه وقال ايضا وقا ل في الفيض ولو قام اليها وعانقها منتشرا اوقبلها وقال لم يكن عن شهوة لا يصدق ولو قبل ولم تنتشر آلته وقال كان عن غير شهوة يصدق.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ

۲۳ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ

فتویٰ نمبر: ۶۰۳

﴿جوان بہو کا بوسہ لینے سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہمارے ایک دوست نے اپنے بیٹے کی نئی نئی شادی کرائی ہے، وہ اپنی جوان بہو سے بے تکلفانہ انداز میں رخسار پر بوسہ لیتے ہیں، مجھے یہ مسئلہ کچھ معلوم تھا، اس لئے انکو نقصان سے بچانے کے لئے بتادیا کہ رخسار پر اپنی جوان بہو کا بوسہ لینا انتہائی خطرناک ہے، اس نے کہا میں اسکو اپنی بیٹی سمجھ کر شفقت کیوجہ سے بوسہ لیتا ہوں، اسمیں کیا قباحت ہے؟ براہ کرم اس مسئلہ کی پوری وضاحت فرمائیں، نیز یہ کہ اپنی جوان بیٹی کا بوسہ لینا جائز ہے یا ناجائز؟ جبکہ بوسہ لینے والا خود بھی جوان ہو۔ مستفتی حبیب اللہ مروت

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ اپنی بیوی کے علاوہ کسی بھی جوان عورت کا رخسار پر بوسہ لینا جائز نہیں ہے، سخت گناہ ہے، بہو ہو خواہ بیٹی، بہن وغیرہ شہوت سے ہو تو گناہ کے علاوہ حرمت مصاہرت بھی ثابت ہو جاتی ہے، مرد شہوت سے بوسہ لے یا عورت کو دوران بوسہ شہوت آجائے، دونوں صورتوں میں حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے یعنی بوسہ لینے والے اور جسکا بوسہ لیا ہے دونوں پر انکے اصول وفروع ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتے ہیں، باپ نے بیٹی کا بوسہ لیا تو اسکی والدہ (اس شخص کی بیوی) ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہوگئی، بہو کا بوسہ لیا تو یہ بہو ہمیشہ کیلئے اس شخص کے بیٹے (شوہر) پر حرام ہوگئی حلال کرانے کی کوئی تدبیر وطریقہ نہیں ہے۔

لہٰذا آپکے دوست نے اپنی بہو کو بیٹی سمجھ کر بوسہ لیا ہے تو اس نے سخت گناہ اور حرام کا ارتکاب کیا، اب اگر وہ دعوی کرتا ہے کہ مجھے کوئی شہوت نہیں تھی اور بہو کو بھی شہوت نہیں ہوئی اور اس شخص کے بیٹے کو اطمینان ہے کہ واقعی میرے والد کو یا میری بیوی کو شہوت نہیں آئی ہوگی تو اس صورت میں یہ لڑکا اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے، البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ یہ لڑکا اس بیوی کو چھوڑ دے اس لئے کہ بعض فقہاء کرام نے واضح فرمادیا ہے کہ رخسار پر جوان عورت کا بوسہ اگر کوئی لے اور شہوت کا انکار کرے تو اسکا انکار معتبر نہیں ہے، حرمت ثابت ہو جائیگی۔

تاہم فتوی اس پر ہے کہ جانبین میں سے کسی کو بھی واقعی شہوت نہ ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، البتہ اسطرح حرکت بلاشبہ سخت گناہ اور بے غیرتی ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی المبسوط السرخسی:(۴/۲۰۷،طبع دار المعرفة بيروت)

وقال لان المس والتقبيل سبب يتوسل به الى الوطئ فانه من دواعيه ومقدماته فيقام مقامه فى اثبات الحرمة.

ولما فی فتح القدیر:(۳/۲۱۴،طبع رشيديه)

والحاصل انه..... وقيل بالتفصيل بين كونه على الراس و الجبهة والخد فيصدق او على الفم فلا والارجح هذاالاان الخد يترا ءى الحاقه بالفم.

ولمافی فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية:(۲/۳۶۱،طبع رشيديه)

ولو قبل الرجل ام امرء ته تثبت الحرمة ما لم يظهر انه قبلها بغير شهوة وفى المس مالم يعلم انه كان عن الشهوة لا تثبت الحرمة لان تقبيل النساء غالبا يكون عن شهوة والمعانقة بمنزلة التقبيل كذا فى الجامع الكبير.

ولمافی الشامی:(۲/۱۱۲،طبع امداديه)

(على الصحيح)..... قال لو مس او قبل،وقال لم اشته صدق الااذاكان المس على الفرج والتقبيل فى الفم اه وهذاهو الموافق لما سينقله الشارح عن الحدادى، ولما نقله عنه فى البحر قائلا؛ورجحه فى فتح القدير و الحق الخد بالفم اه.وقال ايضا وقال فى الفيض؛ولو قام اليها وعانقها منتشرا اوقبلها وقال لم يكن عن شهوة لا يصدق ولو قبل ولم تنتشر آلته وقال كان عن غير شهوة يصدق.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:فرمان اللہ

۱۷رجب ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:۱۰۸۵

﴿بیٹی کو شہوت کے ساتھ چھونے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ کوئی شخص اپنی بالغہ بیٹی کو بلا حائل شہوت کے ساتھ چھولے،اس سے اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے،کیا دوبارہ حلال ہونے کی کوئی صورت ہے؟

﴿جواب﴾ بلا حائل شہوت کیساتھ بیٹی کو چھونے سے اسکی ماں ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتی ہے، دوبارہ حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۳/۳۲،طبع سعيد)

(و)حرم ايضا بالصهرية(اصل مزنيته و)اصل(ممسوسته بشهوة)......(واصل ماسته و ناظرة الى ذكره والمنظور الى فرجها)الدور(الداخل)

وفى الشامية:(قوله وحرم ايضابالصهرية اصل مزنيته)قال فى البحر اراد بحرمة المصاهرة الحرمات الاربع حرمة المراة على اصول الزانى وفروعه نسبا ورضاعا وحرمة اصولها وفروعها على الزانى نسباو رضاعا كمافى الوطىء الحلال.....(قوله و

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اصل ممسوته)لان المس والنظر سبب داع الى الوطء فيقام مقامه فى موضع الاحتياطا (قوله بشهوة اى و لو من أحدهما.

ولمافى الخانية:(۱/۲۱٦،طبع قديمى)

حرمة النكاح على نوعين مؤبدة و غير مؤبدة فالمؤبدة تثبت بالنسب والرضاع والصهرية......وأما بدواعى الوطء اذا مسها او قبلها بشهوة تثبت حرمة المصاهرة وان انكر الشهود كان القول قوله الا ان يكون ذلك مع انتشار الالة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الوہاب سواتی

٦ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۸۳

﴿عورت کو چھونے سے انزال ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے عورت کو چھولیا اور چھونے کے بعد انزل ہو گیا تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو گی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ کسی عورت کو شہوت کیساتھ چھولیا اور زنا کے بغیر اسی مجلس میں انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

لمافى الدر المختار:(۳/۳۲-۳۳،طبع سعيد)

فى الجوهرة لا يشترط فى النظر للفرج تحريك آلته به يفتى هذااذا لم ينزل فلو انزل مع مس او نظر فلا حرمة به يفتى(قوله فلا حرمة)لانه با لانزال تبين انه غير مفض الى الوطء هداية.قال فى العناية: ومعنى قولهم انه لايوجب الحرمة با لانزال ان الحرمة عند ابتداء المس بشهوة كان حكمها موقوفاالى ان يتبيّن بالانزال فان انزل لم يثبت والا ثبت لاانهاتثبت بالمس ثم باالا نزال تسقط لان حرمة المصاهرة اذاثبتت لا تسقط ابدا.

ولمافى الهندية:(۱/۲۷۵،طبع رشيديه)

ولو مس فانزل لم تثبت به حرمة المصاهرة فى الصحيح لا نه تبين بالانزال أنه غير داع الى الوطء كذا فى الكافى.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی عفااللہ عنہ

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۸۳

﴿زانی کی اولاد کا مزنیہ کی اولاد کیساتھ نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوسرے کی بیوی سے زنا کا ارتکاب کیا جس سے ایک بچی پیدا ہوئی بعد میں زانی اپنے بڑے لڑکے کا نکاح

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مزنیہ کی بڑی لڑکی سے کروانا چاہتا ہے جو زنا کے ارتکاب سے پہلے پیدا ہوئی ہے، پوچھنا یہ ہے کہ کیا شرعاً یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: شہروز خان

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں زانی کے بڑے لڑکے کا نکاح مزنیہ کی بڑی لڑکی سے جائز تو ہے لیکن زانی کا مزنیہ سے قریبی تعلق پیدا ہونے کی وجہ سے مزید فتنہ اور گناہ کا قوی اندیشہ ہے، اس لئے دونوں سابقہ گناہ سے توبہ کریں اور پوری طرح قطع تعلق کرلیں وگرنہ یہ رشتہ نحوست اور بے برکتی کا شکار ہوگا۔

لما فی الهداية: (۲/۲۷۱، طبع رحمانيه)

ويجوزان يتزوج الرجل باخت اخيه من الرضاع، لانه يجوزان يتزوج باخت اخيه من النسب وذلك مثل الاخ من الاب اذاكانت له اخت من امه جاز لاخيه من ابيه ان يتزوجها.

ولما فی التاتارخانية: (۲/۱۷۰، طبع قديمى)

رجل له ام فارضعت صبية صغيرة ولتلك الصغيرة اخوة واخوات جاز لهذاالرجل ان يتزوج باخوات تلك الجارية وانما تحرم عليه تلك الجارية بعينها.

ولمافی الشامی: (۲/۳۱، طبع سعيد)

واصابنت زوجة ابيه اوابنه فحلال وكذابنت ابنها (بحر) قال خير الرملى: ولاتحرم بنت زوج الام ولاامه ولاام زوجة الاب ولابنتها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم کشمیری عفااللہ عنہ

۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۲۲۱

﴿داماد کے سر کے بالوں پر بالشہوت بوسے سے حرمت ثابت ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں اگر کوئی اپنے سسرال جائے تو ساس داماد کے سر کا بوسہ لیتی ہے، بوسہ لیتے ہوئے اگر ساس کے دل میں شہوت پیدا ہو جائے تو کیا اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟

﴿جواب﴾ سر کا بوسہ لیتے ہوئے ساس کو شہوت آجائے یا داماد کو دونوں صورتوں میں حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے یعنی داماد پر ساس کی لڑکی ہمیشہ کیلئے حرام ہو جاتی ہے، البتہ اگر داماد کے سر کے بال سر سے بہت اٹھے ہوئے ہوں جیسا کہ آج کل کے معاشرہ میں رواج ہے اور بوسہ صرف بالوں کو دیا ہو تو اسطرح کے بال لٹکے ہوئے بالوں کے حکم میں ہوں گے اور حرمت ثابت نہ ہوگی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما في الشامي:(۲/۱۰۷-۱۰۸،طبع امدادیہ)

(ولو لشعر على الرأس)خرج به المسترسل وظاهر ما في الخانية ترجيح أن مس الشعر غير محرم ،وجزم في المحيط بخلافه ورجحه في البحر،وفصل في الخلاصة فخص التحريم بما على الرأس دون المسترسل،وجزم به في الجوهرة وجعله في النهر محمل القولين،وهو ظاهر فلذا جزم به في الشارح.

ولما في الهندية:(۱/۲۷۴،طبع رشیدیہ)

ولو مس شعرها بشهوة ان مس ما اتصل برأسها تثبت وان مس ما استرسل لا تثبت.

ولما في البحر الرائق:(۳/۱۰۰،طبع سعید)

وفي الخانية لو مس شعر امرأة عن الشهوة قالوا لا تثبت حرمة المصاهرة،وذكر في الكيسانيات أنها تثبت،وينبغي ترجيح الثاني لأن الشعر من بدنها من وجه دون وجه كما قدمناه في الغسل فتثبت الحرمة احتياطا كحرمة النظر اليه من الأجنبية ولذا جزم في المحيط بثبوتها وفصل في الخلاصة فما على الرأس كالبدن بخلاف المسترسل.

الجواب صحیح:عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:شاہد محمود عفا اللہ عنہ

۱۶ صفر ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر:۱۱۹۸

﴿بیٹی کو غلطی سے ہاتھ لگانے سے حرمت مصاہرت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید رات کے وقت اپنی بیوی کے پاس جماع کی نیت سے چلا گیا،سردی کا زمانہ تھا،کمبل اوڑھنے کی وجہ سے پتہ نہ چلا اور غلطی سے بالغ بیٹی کو بیوی سمجھ کر شہوت کے ساتھ کپڑوں کے اوپر سے سینہ کو ہاتھ لگایا فوراً پتہ چلتے ہی اٹھ کر الگ ہوگیا،پوچھنا یہ ہے کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ غلطی سے بالغ لڑکی کے سینے کو ہاتھ لگایا ہاتھ اور سینے کے بیچ میں کپڑا حائل تھا لیکن اس قدر باریک کہ سینے کی حرارت ہاتھ کو محسوس ہوئی جس سے فوراً شہوت آگئی یا شہوت پہلے سے تھی اور ہاتھ لگانے سے اسی وقت شہوت میں اضافہ ہوگیا ہو تو اس لڑکی کی والدہ ہمیشہ کیلئے اس پر حرام ہوگئی،حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے اور اگر کپڑا موٹا تھا جس سے عام طور پر جسم کی حرارت کا احساس نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں اس کو شہوت اگرچہ آئی تھی لیکن حرمت ثابت نہیں ہوئی،یہ مسئلہ چونکہ نازک ہے،اس لئے مستفتی کو چاہیے کہ اس کو سمجھنے کیلئے کسی مفتی صاحب سے براہ راست ملاقات کرے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما في التاتارخانيه:(۲/۲۶۱،طبع قديمي)

ثم المس انما يوجب حرمة المصاهرة اذالم يكن بينهماثوب،امااذاكان بينهماثوب فان كان ثخيناً صفيقاًاى كثيفاً،لايجدحرارة الممسوس لاتثبت حرمت المصاهرةوان انتشرت الالةلذلك،وان كان رقيقاًبحيث تصل حرارة الممسوس الى يده تثبت حرمةالمصاهرة.

ولمافي الدر المختار:(۳/۳۵،طبع سعيد)

(ولافرق)فيماذكر(بين اللمس والنظر بشهوة بين عمدوالنسيان)وخطأواكراه،فلوايقظ زوجته او أيقظته هى لجماعها فمست يده بنتها المشتهاة اويدها ابنه حرمت الام ابداً.

ولمافي البحرالرائق:(۳/۱۰۰،طبع سعيد)

وانصرف اللمس الى اى موضع من البدن بغيرحائل واما اذاكان بحائل فان وصلت حرارة البدن الى يده تثبت الحرمة والافلا،كذافي اكثرالكتب.

ولمافي البحرالرائق:(۳/۹۹،طبع سعيد)

وأجيب بأن العلةهي الوطي السبب للولدوثبوت الحرمةبالمس ليس الالكونه سبباً لهذاالوطء،ولم يتحقق في الصورتين وليفيدانه لابدأن يكون بغيرحائل يمنع وصول الحرارة.

ولمافي فتح القدير:(۳/۱۲۹،طبع رشيديه)

ولافرق في ثبوت الحرمةبالمس بين كونه عامداًأوناسياًأومكرهاًأومخطئاًحتى لوأيقظ زوجته ليجامعهافوصلت يده الى بنته منهافقرصها بشهوة وهى ممن تشتهى يظن أنهاأمهاحرمت عليه الام حرمةمؤبدة.

ولمافي البحرالرائق:(۳/۱۰۰،طبع سعيد)

وأطلق في اللمس النظربشهوة،فافادانه لافرق بين العمدوالخطاوالنسيان والاكراه،حتى لوأيقظ زوجته ليجامعهافوصلت يده الى بنته منهافقرصهابشهوةوهى ممن تشتهى يظن انهاأمهاحرمت عليه الام حرمةمؤبدة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب:محمدادریس عفااللہ عنہ

۲۸/محرم الحرام ۱۴۲۹ھ | فتوی نمبر:۱۱۲۰

﴿نوجوان لڑکی کا اپنے والد کی خدمت کرنا﴾

﴿سوال﴾ آیا کوئی نوجوان لڑکی اپنے والد کی خدمت کرسکتی ہے یانہیں؟ مثلاً سر پر تیل لگانا ٹانگیں دبانا یا تلووں پر تیل لگانا، اپنی والدہ کے ہوتے ہوئے یا والدہ کے فوت ہوجانے کے بعد؟

﴿جواب﴾ جوان لڑکی کے لئے اپنے والد صاحب کی خدمت نہ صرف جائز بلکہ شریعت کا حکم بھی ہے لیکن سوال میں مذکورہ جسمانی خدمات ایسی ہیں کہ ان سے احتراز ہی مناسب ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

خصوصاً اگر والد صاحب زیادہ عمر رسیدہ نہ ہوں، اس لئے کہ ایسی صورت میں غیر دانستہ طور پر خیالات پر شیطانی حملہ ہوسکتا ہے اور بعض کیفیات میں لڑکی کی والدہ لڑکی کے والد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوسکتی ہے، اس لئے ایسی خدمت سے گریز کریں۔

لمافی المظهری:(۴۲۰/۵،طبع رشیدیه)

وبالوالدين احسانااى وان تحسنوا واحسنوا بالوالدين احسانالانهما السبب الظاهرى للوجود والتعيش.

ولمافی التاتارخانية:(۶۱/۲،طبع قديمی)

ثم المس انمايوجب حرمة المصاهرة اذالم يكن بينهماثوب امااذاكان بينهماثوب فان كان ثخينا صفيقااى كثيفالايجدحرارة الممسوس لاتثبت حرمة المصاهرة وان انتشرت الألة لذلك وان كان رقيقابحيث تصل حرارة الممسوس الى يده تثبت حرمة المصاهرة

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ریاض الرحمٰن عفااللہ عنہ

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۶۰۵

﴿فصل في احكام الرضاعة﴾

﴿رضاعت کے متعلق احکام کا بیان﴾

﴿رضاعی خالہ سے نکاح جائز نہیں ہے﴾

﴿سوال﴾ میں اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھانجے سے کرانا چاہتا ہوں جبکہ میری والدہ نے میری بیٹی کو دودھ پلایا ہے، کیا میری بیٹی کا نکاح میرے بھانجے سے جائز ہے؟

﴿جواب﴾ چونکہ آپ کی بیٹی نے آپ کی والدہ کا دودھ پیا ہے جس کی وجہ سے وہ آپ کی والدہ کی پوتی ہونے کیساتھ ساتھ رضاعی بیٹی بھی قرار پائی اور آپ کے بھانجے کے لئے رضاعی خالہ بھی ہوگئی ہے اور خالہ کے ساتھ نکاح حرام ہے، اس لئے آپ کی بیٹی کا نکاح آپ کے بھانجے کے ساتھ ناجائز ہے۔

لمافی جامع الترمذی:(۱۳۶/۱،طبع فاروقی ملتان)

قال رسول الله صلىّ الله عليه وسلم انّ الله حرم من الرضاع ماحرّم من النسب.

ولمافی التنوير مع الدر:(۲۱۷/۳،طبع سعيد)

(ولا)حل(بين الرضيعة وولدمرضعتها)......(وولدولدها)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی البحر:(۲۲۸/۳ طبع سعید)

لاحل بین الصغیرۃ المرضعۃ وولد المراۃ التی ارضعتها ولا ولد ولدها لانه ولد الاخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد شریف حسین چترالی

۱۴ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷

﴿رضاعی بہن کیساتھ بھتیجے کے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ خالد اپنی رضاعی بہن عائشہ کا نکاح اپنے بھتیجے کے ساتھ کرنا چاہتا ہے، شرعاً ان دونوں کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عائشہ خالد کی رضاعی بہن ہے اس کی دو صورتیں ہیں: ایک صورت میں نکاح جائز ہے اور دوسری صورت میں ہرگز جائز نہیں ہے۔

(۱) خالد نے عائشہ کی والدہ کا دودھ اگر پی لیا ہے تو خالد عائشہ کی والدہ کا بیٹا قرار پاتا ہے، خالد کے دیگر بھائی عائشہ کے رضاعی بھائی نہیں قرار پاتے، اس لئے اس صورت میں خالد کے بھتیجے کے ساتھ عائشہ کا رشتہ جائز ہے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ عائشہ نے خالد کی والدہ کا دودھ پی لیا ہو اس لئے وہ خالد کی رضاعی بہن ہے لیکن ساتھ ساتھ خالد کے دیگر بھائیوں کی بھی رضاعی بہن قرار پاتی ہے اور خالد کے تمام بھتیجے عائشہ کے لئے بھی رضاعی بھتیجے شمار ہوتے ہیں، اس لئے اس صورت میں یہ رشتہ ہرگز جائز نہیں ہے۔

لمافی الترمذی:(۱/۱۳۶ طبع فاروقی ملتان)

عن علی رضی اللہ عنه ان اللہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب.

ولمافی الهدایۃ مع الفتح:(۲۲۷/۲۴ طبع رشیدیه)

یحرم من الرضاع مایحرم من النسب للحدیث الذی روینا.

ولمافی فتح القدیر(۲۲۱/۳ طبع رشیدیه)

ولا یتزوج المرضعۃ احدمن الولد التی ارضعت لانه اخوها ولا ولد ولدها لانه ولداخیها.

ولمافی الهندیۃ:(۱/۳۴۳ طبع رشیدیه)

یحرم علی الرضیع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لوولدت من هذا الرجل اوغیره قبل هذا الارضاع اوبعده اوارضعت

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

امرأة من لبنه رضيعا فالكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته واخوالرجل عمه واخته عمته واخوالمرضعة خاله واختها خالته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ   فتوی نمبر: ۲۶۰۸

﴿رضاعی بھائی، بہن کے درمیان نکاح کرنا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دونوں بھائیوں (بکر اور خالد) نے اپنی خالہ کی ان بیٹیوں سے شادی کی ہیں جن کی والدہ نے ہمیں بچپن میں اپنا دودھ پلایا تھا، شادی کے کچھ عرصہ بعد ہمیں ہماری ماں اور ہماری خالہ نے بتایا کہ مذکورہ خالہ نے ہمیں اپنا دودھ پلایا تھا، پوچھنا یہ ہے کہ ہمارے لئے شرعاً کیا حکم ہے اب ہم کیا کریں؟ شرعی حکم بتا کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔   مستفتی: محمد معاذ گاشکوڑ سواتی

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں آپ دونوں بھائیوں کی ماں اور خالہ کی بات کہ (مذکورہ خالہ نے آپکو اپنا دودھ پلایا ہے) اگر حقیقت پر مبنی ہے تو اس سے رضاعت ثابت ہوگئی اور یہ دونوں عورتیں آپکی بہنیں ہیں، غلطی سے نکاح ہوا ہے تو اب ہر ایک شوہر زبان سے چھوڑنے یا طلاق کے الفاظ بولکر یہ عورتیں عدت گذار دیں، عدت گذرنے کے بعد یہ دونوں عورتیں دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہیں لیکن یہ اس صورت میں کہ ان عورتوں کی بات پر شوہروں کو یقین یا غالب گمان ہو جائے۔

لمافی صحیح البخاری:(رقم الحدیث:۲۶۲۵،طبع رحمانیه)

يحرم من الرضاع مايحرم من النسب.

ولمافی فتاوی شامی:(۲/۳۱۵،طبع امدادیه)

بيان ذلك أن الحديث دل على أن كل مايحرم من النسب يحرم نظيره من الرضاع.

ولمافی ردالمحتار:(۵/۱۹۷،کتاب الطلاق،باب العدة،طبع امدادیه)

قلت:لكن يشكل على هذا تصريحهم بان النكاح الفاسد انما يجب فيه مهر المثل والعدة بالوطء

ولمافی التاتارخانية:(۲/۱۶۸،کتاب الرضاع،قدیمی کتب خانه)

وفى الخلاصة:ويحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولمافی الهدایة:(۲/۳۶۹،کتاب الرضاع،طبع رحمانیه)

وقوله علیه السلام "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب"

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صادق محمد سواتی غفرلہ ولوالدیہ

۲۰محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۷۳

﴿مدت رضاعت کے بعد دودھ پلانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد بچے کو دودھ پلانے سے ماں گنہگار ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد بچے کو دودھ پلانا ناجائز ہے، پلانے کی صورت میں پلانے والی بلاشبہ گنہگار ہوگی۔

لمافی التنویر مع الدر:(۳/۲۱۱،طبع ایچ ایم سعید)

ولم یبح الارضاع بعدمدته،لانه جزء آدمی والانتفاع به لغیرضرورة حرام علی الصحیح،وفی الشامیة:اقتصرعلیه الزیلعی وهوالصحیح کمافی شرح المنظومه بحر،لکن فی القهستانی عن المحیط:ولواستغنی فی حولین حل الارضاع بعدهماالی نصف ولاتاثم عندالعامةخلافا لخلف ابن ایوب.

ولمافی فتح القدیر:(۳/۲۲۷کتاب الرضاع،طبع رشیدیه)

هل یباح الارضاع بعدالمدة؟فقیل لایباح لان اباحته ضرورية لكونه جزء الآدمی.

ولمافی التاتارخانیه:(۳/۱۷۱،قدیمی کتب خانه)وفی الکافی:ولایباح الرضاع بعدالمدة

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:طاہرزمان عفی عنہ

۲۰محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۶۶

﴿رضاعی خالہ سے نہیں،البتہ اسکی بہن سے نکاح ہوسکتا ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی کی بات میری خالہ کی جس لڑکی سے چل رہی تھی اس نے میری نانی کا دودھ پیا تھا،کسی سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ اس لڑکی سے آپ کا نکاح نہیں ہوسکتا،کیا واقعی میرا نکاح اس لڑکی سے نہیں ہوسکتا؟نیز کیا اس لڑکی کی دوسری بہنیں جنہوں نے میری نانی کا دودھ نہیں پیا،ان کے ساتھ بھی میرا نکاح نہیں ہوسکتا؟

﴿جواب﴾ آپکی خالہ کی جس لڑکی نے آپ کی نانی کا دودھ پیا ہے اس سے آپکا نکاح نہیں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہوسکتا کیونکہ آپکی نانی کا دودھ پینے کی وجہ سے وہ آپکی نانی کی رضاعی بیٹی قرار پا گئی ہے، اس طرح وہ آپکی رضاعی خالہ قرار پائی ہے، ہاں اس کے علاوہ آپکی خالہ کی وہ بیٹیاں جنہوں نے آپکی نانی کا دودھ نہیں پیا ہے ان سے آپکا نکاح ہوسکتا ہے۔

لمافی مشکوۃ المصابیح:(۲۷۳ طبع ایچ ایم سعید)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ.

ولمافی التنویر مع الدر:(۲/۲۱۳-۲۱۵ طبع سعید)

(فیحرم منہ)ای بسببہ(مایحرم من النسب).....(الام اخیہ واختہ).....(و).....(اخت ابنہ)وبنتہ(وجدۃ ابنہ)وبنتہ الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عدنان خدا بخش

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر:۲۵۳۲

﴿رضاعی بھتیجے سے نکاح جائز نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ثمینہ بنت جان ولی کی دو دادیاں ہیں پہلی دادی جو کہ اسکی اپنی سگی دادی ہے انکے پانچ بیٹے ہیں اور دوسری دادی (سوتیلی) سے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ ثمینہ نے اپنی سگی دادی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے، اب ثمینہ اور انکے چچا (جو رضاعی بھائی ہے) کے بچوں کا نکاح وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ثمینہ کی سوتیلی دادی کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے اور ثمینہ نے اس سوتیلی دادی کا دودھ نہیں پیا ہے اور اسکے والد نے بھی نہیں پیا ہے لیکن اس سوتیلی دادی کا دودھ انکی سگی دادی کے بچوں نے پیا ہے، پوچھنا یہ ہے کہ ثمینہ کا اپنی سوتیلی دادی کے پوتوں اور نواسوں سے نکاح اور پردہ کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔

﴿جواب﴾ ثمینہ بنت جان ولی نے اپنی سگی دادی کا دودھ مدت رضاعت میں پیا ہے جسکی وجہ سے ثمینہ اپنے چچاؤں کی رضاعی بہن قرار پائی اور دادی کے تمام لڑکے رضاعی بھائی تو جس طرح نسبی (حقیقی) بھائیوں کے بچوں سے نکاح جائز نہیں، اسی طرح رضاعی بھائیوں کے بچوں سے بھی نکاح ناجائز اور حرام ہے۔

(۲) ثمینہ نے اپنی سوتیلی دادی کا دودھ اگر نہیں پیا ہے اور ثمینہ کے والد نے بھی اپنی سوتیلی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ماں کا دودھ نہیں پیا تو ثمینہ کا نکاح سوتیلے چچازاد بھائیوں اور سوتیلے پھوپھی زاد بھائیوں سے جائز ہے اور پردہ بھی ضروری ہے بشرطیکہ جن سے نکاح مطلوب ہے انہوں نے خود یا انکے والد نے ثمینہ کی سگی دادی کا دودھ نہ پیا ہو۔

لمافی مشکوۃ المصابیح:(ص ۲۷۳، باب المحرمات، طبع سعید)

وعن علیؓ انه قال یارسول الله ﷺ هل لک فی بنت عمک حمزةؓ فانها اجمل فتاه فی قریش فقال له اما علمت ان حمزةؓ اخی من الرضاعة وان الله حرم من الرضاعة ماحرم من النسب. رواه مسلم.

ولمافی التنویر مع الرد:(۲۱۳/۳ طبع سعید)(فیحرم منه مایحرم من النسب)

وفی الشامیة: معناه ان الحرمة بسبب الرضاع معتبرة بحرمة النسب.

ولمافی التنویر مع الدر:(۲۱۷/۳ طبع سعید)

(ولا)حل(بین الرضیع وولد مرضعتها)ای التی ارضعتها(وولد ولدها)لانه ولد الأخ.

ولمافی الفتاوی الهندیة:(۳۴۳/۱ طبع رشیدیه)

یحرم علی الرضیع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب...... فالکل اخوة الرضیع وأخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته...... الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عقیل احمد حقانی عفی عنہ

۱۴ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۷۴۵

﴿ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی میرے کزن کے ساتھ ہوئی الحمد للہ بہت اچھی زندگی گزر رہی تھی، اسی دوران میرا ایک لڑکا ہو گیا اور شادی کو دو سال مکمل ہو گئے تو ہماری ایک دور کی رشتہ دار خاتون آئیں اور انہوں نے کہا کہ تم دونوں آپس میں بہن بھائی ہو جبکہ بچپن سے کوئی اس طرح کا تذکرہ ہم نے نہیں سنا اگر اس طرح ہوتا تو شادی کیوں کرتے؟!

اب میں اپنے شوہر سے الگ ہو گئی لیکن بہت پریشان ہو رہی ہوں، مہربانی فرما کر کوئی بھی صورت ہمارے نکاح کو برقرار رکھنے کی نکال دیں، اللہ آپکو بہت اجر دے گا، واضح رہے کہ ان خاتون کے علاوہ اور کوئی یہ بات نہیں کہتا ہے۔

مستفتیہ: بنت عبداللہ کراچی

﴿جواب﴾ کسی ایک خاتون کی بات سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، لہذا آپ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دونوں کا نکاح بدستور قائم ہے، البتہ محض اس خاتون کی بات نہیں کچھ دیگر قرائن سے بھی معلوم ہو جائے کہ تم دونوں رضاعی بہن بھائی ہو جسکی وجہ سے میاں بیوی کو بھی اس بات کا یقین یا غالب گمان ہو جائے تو ایسی صورت میں علیحدگی اختیار کرنا ضروری ہے۔

لمافی اعلاء السنن:(۱۵/۲۷۱،طبع بیروت)

فائدة:لاتقبل شهادة النساء منفردات على الرضاع عندنا.

ولمافی التنویر مع الدر:(۳/۲۲۴،طبع سعید)

(و)الرضاع(حجته حجة المال)وهي شهادة عدلين او عدل وعدلتين،لكن لاتقع الفرقة الابتفريق القاضي.

وفي الشامية:(قوله وهي......)اي من الرجال وأفادانه لايثبت بخبر الواحدامراة كان اورجلاقبل العقد اوبعده......وان بعده وهماكبيران فالاحوط التنزه.

لمافی بدائع الصنائع:(۴/۱۴،طبع سعید کمپنی)

واماالبينة فهي ان يشهدعلى الرضاع رجلان اورجل وامراتان ولايقبل على الرضاع اقل من ذلك ولاشهادة النساء بانفرادهن وهذاعندنا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب:محمد زبیر اکرام

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۶۷۲

﴿دو عورتوں کا ایک دوسرے کے بچوں کو دودھ پلانے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا رضاعت کی وجہ سے جانبین سے بہن بھائی حرام ہو جاتے ہیں یا ایک طرف سے؟ نیز اگر دو عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے بچوں کو دودھ پلائیں تو کیا دونوں کی اولاد میں سے ہر ایک دوسری کی اولاد پر حرام ہو جاتی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

مستفتی:محمد ابراہیم کوہائی لانچی سوڈل

﴿جواب﴾ رضاعت کے بارے میں ایک ضابطہ سمجھ لیں، امید ہے اس سے رضاعت کے اکثر مسائل واضح ہوں گے، ضابطہ یہ ہے کہ کوئی بھی بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی عورت کا دودھ اگر پی لے تو یہ بچہ اس عورت کا اور اسکے شوہر کا رضاعی بیٹا قرار پاتا ہے اور ان دونوں کی اولاد کے لئے رضاعی بھائی قرار پاتا ہے اور نکاح سے متعلق رضاعی بھائی، بیٹے کا وہی حکم ہے جو ایک نسبی بھائی بیٹے کا ہوتا ہے لیکن صرف یہی دودھ پینے والا بچہ ہی رضاعی بیٹا، بھائی قرار پائیگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اس بچے کے بھائی بہن دودھ پلانے والی اور اسکے شوہر کے لئے رضاعی اولاد قرار نہیں پاتے، لہذا دودھ پینے والے بچے کے بھائی، بہنوں کا رشتہ اس عورت اور اسکے شوہر کی تمام اولاد سے ہوسکتا ہے۔ صرف دودھ پینے والے بچے کا رشتہ اس عورت اور اسکے شوہر کی تمام اولاد اور دیگر محارم سے نہیں ہوسکتا، دو عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے بچے کو دودھ پلا دیں تو مندرجہ بالا ضابطہ سے اس کا حکم بھی واضح ہوگیا کہ صرف دودھ پینے والے بچوں کا رشتہ دودھ پلانے والی عورتوں کی اولاد اور محارم کیساتھ نہیں ہوسکتا، ان عورتوں کی دیگر اولاد کا رشتہ آپس میں ہوسکتا ہے یعنی جنہوں نے دوسری عورت کا دودھ نہیں پیا ان کا رشتہ آپس میں ہوسکتا ہے، اس لئے کہ یہ آپس میں نہ تو نسبی بھائی، بہن ہیں اور نہ رضاعی، لہذا انکا رشتہ جائز ہے۔

لما في الهندية:(۱/۳۴۳،طبع رشيديه)

يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا حتى ان المرضعة لوولدت من هذاالرجل اوغيره قبل هذاالارضاع او بعده او ارضعت رضيعا...... فالكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اولاداخوته واخواته واخوالرجل عمه واخته عمته واخوالمرضعة خاله اختهاخالته وكذا في الجد والجدة.

ولما في بدائع الصنائع:(۲/۴،طبع سعيد)

وكذابناتها يحرمن عليه سواء كن من صاحب اللبن اومن غير صاحب اللبن من تقدم منهن ومن تأخر لانهن اخواته من الرضاعة وقد قال الله عزوجل واخواتكم من الرضاعة اثبت تعالى الاخوة بين بنات المرضعة و بين المرضع والحرمة بينهما مطلقا من غيرفصل بين اخت واخت وكذا بنات بناتها وبنات ابنائها وان سفلن لانهن بنات أخ المرضع و اخته من الرضاعة وهن يحرمن من النسب كذا من الرضاعة.

ولما في البحر الرائق:(۳/۲۲۸،طبع سعيد)

ولو كانت ام البنات أرضعت احدى البنين وأم البنين أرضعت احدى البنات لم يكن للابن المرتضع من أم البنات ان يتزوج واحدة منهن وكان لاخوته ان يتزوجوا بنات الاخرى الا الابنة التى أرضعتها أمهم وحدها لانها اختهم من الرضاعة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود

۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۰۲

﴿سگی بہن کی رضاعی بہن کیساتھ نکاح جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ہندہ نے زید کیساتھ اس کی ماں کا دودھ پیا ہے،

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اب ہندہ کے بڑے بھائی کا نکاح زید کی چھوٹی بہن کیساتھ درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زید کی ماں کا دودھ پینے سے ہندہ اس خاتون کی بیٹی قرار پائی، لہٰذا ہندہ کا نکاح زید یا اسکے دیگر بہن بھائیوں سے نہیں ہوسکتا، لیکن ہندہ کے دیگر بہن بھائیوں کا رشتہ زید اور اسکے دیگر بہن بھائیوں کیساتھ جائز ہے، لہٰذا ہندہ کے بڑے بھائی کا نکاح زید کی چھوٹی بہن کیساتھ بلاشبہ درست ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۲۱۰،طبع امدادیه)

(وتحل اخت اخيه رضاعا)يصح اتصاله بالمضاف كان يكون له اخ نسبي له اخت رضاعية... (ولاحل بين رضيعي امرأة)لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب (ولا)حل(بين الرضيعة وولدمرضعتها)

ولمافی الهداية:(۲/۳۷۱طبع رحمانيه)

ويجوزان يتزوج الرجل باخت اخيه من الرضاع لانه يجوز ان يتزوج باخت اخيه من النسب ......وكل صبيين اجتمعا على ثدى امرأة واحدة لم يجز لاحدهما ان يتزوج بالاخرى هذا هو الاصل.

ولمافی الشامی:(۲/۲۱۰-۲۱۱طبع امدادیه)

لوكانت ام البنات ارضعت احدالبنين وام البنين ارضعت احدى البنات لم يكن للابن المرتضع من ام البنات ان يتزوج واحدة منهن وكان لاخوته ان يتزوجوا بنات الاخرى، الاالابنة التى ارضعتها امهم......الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: عبدالحکیم

۱۶ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ | فتویٰ نمبر: ۱۲۲۰

﴿رضاعی بہن بھائی کا نکاح نہیں ہوسکتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ کسی عورت کا دودھ لڑکے اور لڑکی نے پیا ہو تو ان کا نکاح آپس جائز ہے یا نہیں؟ (۲) ایک صاحب کہتے ہیں کہ ماموں اور بھانجی کا نکاح نہیں ہوسکتا کیا یہ درست ہے؟ واضح رہے کہ ماموں سے ان صاحب کی مراد لڑکی کے نانا کا بھتیجا ہے (۳) وہ گیارہ عورتیں کون ہیں جن سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے؟ مستفتی: محمد یوسف لانڈھی

﴿جواب﴾ (۱) کسی بچے اور بچی نے اگر مدت رضاعت میں کسی ایک عورت کا دودھ پیا ہو تو ان کا نکاح آپس میں بالکل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دونوں رضاعی بہن بھائی بن گئے ہیں، رضاعی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بہنیں محرمات ابدیہ میں سے ہیں۔

لما فی قولہ تعالیٰ:(سورۃ النساء،آیت ۲۳)

﴿حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخواتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وامھٰتکم الّٰتی ارضعنکم واخوٰتکم من الرضاعۃ......الآیۃ.﴾

ولما فی الدر المختار:(۲۸/۳ طبع سعید)

اسباب التحریم انواع:قرابۃ،مصاھرۃ،رضاع....الخ.

وفی الشامیۃ:(قولہ رضاع)فیحرم بہ مایحرم من النسب......الخ.

(۲) ماموں اور بھانجی کا نکاح نہیں ہوسکتا یہ بات تو بالکل درست ہے لیکن تفتیش کرنے سے معلوم ہوا کہ ماموں سے ان صاحب کی مراد لڑکی کے نانا کا بھتیجا ہے جو کہ شرعاً ماموں نہیں ہے، لہٰذا نانا کے بھتیجا کیساتھ لڑکی کا نکاح بالکل جائز ہے،اس لئے کہ یہ محرمات میں داخل نہیں ہے۔

لما فی قولہ تعالیٰ:(سورۃ النساء،آیت ۲۴)

﴿احل لکم ما ورآء ذٰلکم ان تبتغوا باموالکم......الآیۃ.﴾

(۳) گیارہ عورتیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے جن کا ذکر باقاعدہ آیت میں ہے آیت مع ترجمہ ملاحظہ ہو:(قولہ تعالیٰ:(سورۃ النساء،آیت ۲۳)

﴿حرمت علیکم امھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم وعمّٰتکم وخٰلٰتکم وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وامھٰتکم الّٰتی ارضعنکم واخوٰتکم من الرضاعۃ وامھٰت نسائکم وربائبکم الّٰتی فی حجورکم من نسائکم الّٰتی دخلتم بھن......الآیۃ.﴾

ترجمہ:حرام کی گئی ہیں تمہارے اوپر(۱)تمہاری مائیں(۲)تمہاری بیٹیاں(۳)تمہاری بہنیں(۴)تمہاری پھوپھیاں یعنی باپ کی بہنیں(۵)تمہاری خالائیں یعنی ماں کی بہنیں (۶)تمہاری بھتیجیاں یعنی بھائیوں کی بیٹیاں(۷)تمہاری بھانجیاں یعنی بہنوں کی بیٹیاں (۸) تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے(۹)تمہاری وہ بہنیں جنھوں نے تمہارے ساتھ کسی عورت کا دودھ پیا ہے یعنی رضاعی بہنیں(۱۰)تمہاری ساس یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں(۱۱) تمہاری وہ بیویاں جن کی ساتھ تم نے صحبت کی ہے ان کی وہ بیٹیاں جو ان کے پہلے شوہر سے ہوں۔

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:محمد سجاد کشمیری

۲ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۹۵۸

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿رضاعی بھانجی، بھتیجی سے نکاح درست نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی پھوپھی کیساتھ دادی کا دودھ پیا یا خالہ کیساتھ نانی کا دودھ پیا، پوچھنا یہ ہے کہ اب اس کیلئے پھوپھی زاد یا خالہ زاد بہنوں سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دادی یا نانی کا دودھ پینے کی وجہ سے یہ شخص ان کا رضاعی بیٹا قرار پاتا ہے، اور یہ شخص پھوپھی اور خالہ کیلئے جہاں نسبی بھانجا، بھتیجا ہے وہاں رضاعی بھائی بھی ہے، اسی طرح پھوپھی اور خالہ کی لڑکیوں کیلئے یہ شخص رضاعی ماموں بھی بن گیا ہے، لہذا اس شخص کا نکاح پھوپھی زاد یا خالہ زاد بہنوں سے نہیں ہوسکتا۔

لمافی التنویرمع الدر:(۲/۲۱۰،طبع امدادیه)

(ولا حل بين رضيعي امرأة) لكونهما اخوين وان اختلف الزمن والاب(ولا)حل(بين الرضيعة وولد مرضعتها) اى التى ارضعتها(وولدولدها)لانه ولدالاخ.

ولما فی الهندية:(۱/۳۴۳،طبع رشيديه)

يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا حتى ان المرضعة لو ولدت من هذاالرجل او غيره قبل هذاالارضاع او بعده۔۔۔ فالكل اخوة الرضيع واخواته۔۔۔الخ.

ولما فی التاتارخانية:(۳/۱۶۸،طبع قديمی)

وفی "الخلاصة":ويحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبدالحکیم کشمیری

۱۸محرم الحرام ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۴۳۰

﴿رضاعی خالہ کے ساتھ نکاح درست نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خالہ کی بیٹی نے نانی کا دودھ بچپن میں پیا ہے اس خالہ کی بیٹی کا نکاح دوسری خالہ کے بیٹے کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ نانی کا دودھ پینے کیوجہ سے یہ لڑکی نہ صرف نواسی ہے بلکہ یہ نانی کی رضاعی بیٹی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بھی قرار پائی ہے اور اس لڑکے کیلئے نہ صرف خالہ زاد بہن بلکہ رضاعی خالہ بھی بن گئی ہے، اس لئے دونوں کا آپس میں رشتہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

لما فی جامع الترمذی:(۱/۱۳۶ طبع فاروقی ملتان)

عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر: ۲۱۶۴

﴿سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ ایک شخص نے ایک لڑکی سے شادی کی اور اس شخص کا لڑکا بھی جوان تھا اپنے اس لڑکے کی شادی سالی سے کرادی اسکا کیا حکم ہے؟ اپنی سالی کی شادی لڑکے سے کرانا جائز ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ سوتیلی ماں کی بہن سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ سوتیلی ماں کی بہن اور اس مرد کے درمیان کوئی ایسا رشتہ نہیں جس کی وجہ سے ان دونوں کے درمیان نکاح جائز نہ ہو، لہذا یہ رشتہ درست ہے۔

لما فی البدائع:(۲/۲ طبع سعید)

المحرمات نكاحا على التأبيد انواع ثلاث محرمات بالقرابة و محرمات بالصهرية و محرمات بالرضاع

ولما فی الھندیة:(۱/۲۷۷ طبع رشیدیه)

والاصل ان كل امرأتين لو صورنا احداهما من اى جانب ذكرا لم يجز النكاح بينهما برضاع او نسب لم يجز الجمع بينهما هكذا فى المحيط.

ولما فی الدر المختار:(۴/۹۹-۱۰۰ طبع امدادیه)

اسباب التحريم انواع قرابة مصاهرة رضاع جمع ملك شرك ادخال امة على حرة، فهى سبعة ذكرها المصنف بهذا الترتيب وبقى التطليق ثلاثا وتعلق حق الغير بنكاح او عدة ذكرهما فى الرجعة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالستار

۶ رجب ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر: ۱۰۵۴

﴿رضاعت کے مسئلہ میں شہادت کا نصاب﴾

﴿سوال﴾ ایک عورت اپنے بیٹے اور بہو (جو کہ میاں بیوی ہیں) سے کہتی ہے کہ میں نے تم دونوں کو مدت رضاعت کے اندر دودھ پلایا تھا اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا اس عورت کے دودھ پلانے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے بارے میں اسطرح کہنے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائیگی یا شرعی شہادت کی ضرورت ہوگی؟ اگر رضاعت ثابت ہو جائے تو کیا نکاح باطل ہو جائیگا؟ از راہ کرم وضاحت فرمائیں۔

﴿جواب﴾ صرف ایک عورت کے کہنے سے کہ" میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا" حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، حرمت ثابت ہونے کے لئے باقاعدہ دومرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی شرط ہے، تاہم بیٹے کو اپنی ماں کی بات پر اگر یقین آرہا ہے کہ واقعی ہم دونوں کو دودھ پلایا ہوگا تو بہتر ہے کہ وہ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلے اور ایک طلاق بائن دیدے جب عدت گزر جائے اس کے بعد یہ خاتون کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کرسکتی ہے۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۲۲۰،طبع امدادیہ)

(و)الرضاع(حجته حجة المال)وهي شهادة عدلين أو عدل وعدلتين.

وفي الشامية:وان بعده وهما كبيران فالأحوط التنزه.

ولمافي بدائع الصنائع:(۲/۱۴،طبع سعيد)

واما البينة فهي ان يشهد على الرضاع رجلان أورجل وامرأتان ولا يقبل على الرضاع أقل من ذلك ولاشهادة النساء بانفرادهن.

ولمافي اعلاء السنن:(۱۵/۲۷۶،طبع بيروت)

فائدة:لاتقبل شهادة النساء منفردات على الرضاع عندنا.....الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم:عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۴۲۹ھ　　　　فتویٰ نمبر:

﴿صرف پستان چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بچے کی ولادت کے دوسال ہوئے تھے کہ میرا دودھ خشک ہوگیا اسی دوران ایک بچی کے والدین میں اختلاف ہوا جسکی وجہ سے بچی کی والدہ نے اپنی بچی کو دودھ پلانا چھوڑ دیا تو میں نے اس بچی کو بہلانے کیلئے اپنا پستان اسکے منہ میں دیا اب اس لڑکی کیساتھ میرے بیٹے کی شادی ہوئی ہے شریعت کی نظر میں ان کا نکاح آپس میں جائز ہے یا نہیں؟　　　　مستفتیہ:ام ھارون ٹانک

﴿جواب﴾ رضاعی بہن بھائی کا آپس میں نکاح کرنا ناجائز ہے لیکن مذکورہ صورت میں جب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

آپ کو یقین ہے کہ جب میں نے بچی کے منہ میں پستان دیا تھا اس وقت میرا دودھ خشک ہو چکا تھا تو ایسی صورت میں رضاعت ہی ثابت نہیں ہوئی لہٰذا آپ کے بیٹے کا نکاح اس کے ساتھ جائز ہے۔

لما فی الدر المختار:(۲/۲۱۲،طبع سعید)

فلو التقم الحلمة ولم يدر ادخل اللبن فی حلقه ام لا لم يحرم، لان فی المانع شكاً والولوالجية.

وفی الشامية: وفی القنية: امرأة كانت تعطی ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی ثدیی لبن حين القمتها ثديي ولم يعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية اه ط. وفی الفتح: لو ادخلت الحلمة فی فی الصبی وشكت فی الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك.

ولما فی البحر الرائق:(۳/۲۲۲،طبع سعيد)

وخرج بالوصول لو ادخلت امرأة حلمة ثديها فی فم رضيع ولا يدری ادخل اللبن فی حلقه ام لا لا يحرم النكاح لان فی المانع شكاً كذا فی الولوالجية وفی القنية امرأة كانت تعطی ثديها صبية واشتهر ذلك بينهم ثم تقول لم يكن فی ثدیی لبن حين القمتها ثديي ولا يعلم ذلك الا من جهتها جاز لابنها ان يتزوج بهذه الصبية.

ولما فی فتح القدير:(۳/۴۱۸،طبع رشيديه)

(قوله قليل الرضاع وكثيره سواء اذا تحقق فی مدة الرضاع تعلق به التحريم) وبه قال مالك، اما لو شك فيه بان ادخلت الحلمة فی فم الصغير وشكت فی الارتضاع لا تثبت الحرمة بالشك......الخ.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سلمان احمد

۱۴ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۱۷۳

﴿اپنی لڑکی کے رضاعی بھائی کے بھائی سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میں نے اپنی چھوٹی لڑکی (گلشن بی بی) کا قول کیا تھا (محمد سلیم) کیساتھ کہ میں اسکے نکاح میں دوں گا گویا رواج کے مطابق منگنی ہوئی تھی لیکن اب پتہ چلا ہے کہ (محمد سلیم) کے بڑے بھائی نے میری اہلیہ کا دودھ پی لیا تھا، اس لڑکی کے علاوہ دوسرے میرے لڑکے کیساتھ جس کے ساتھ میری لڑکی (گلشن بی بی) کا نکاح ہونے والا ہے یعنی (محمد سلیم) نے میری اہلیہ کا دودھ نہیں پیا ہے، البتہ اسکے دوسرے بھائی (محمد رحمٰن) نے پیا ہے اب ہم تشویش میں ہیں کہ کیا یہ نکاح جائز ہوگا یا ناجائز؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں آپکی لڑکی (گلشن بی بی) کا نکاح (محمد سلیم) کیساتھ بلاشبہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جائز ہے، انکے بڑے بھائی (محمد رحمٰن) کے دودھ پینے سے (محمد سلیم) رضاعی بھائی نہیں قرار پاتا، البتہ جس نے دودھ پیا ہے یعنی (محمد رحمٰن) وہ آپکی اہلیہ کا رضاعی بیٹا قرار پایا ہے صرف اس سے آپکی کسی بھی بیٹی کا نکاح نہیں ہوسکتا اور اس کے علاوہ اسکے تمام بھائیوں وغیرہ کیساتھ آپکی کسی بھی بیٹی کا نکاح ہوسکتا ہے۔

لمافی التنویر:(۲/۲۰۲،طبع امدادیه)(فيحرم منه مايحرم من النسب.....الا أم أخيه وأخته)

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۳/۳/۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۳۱

﴿اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام کہ زید نے عمر کی والدہ کا دودھ پیا ہے اور عمر کا بھائی ہے جس کا نام بکر ہے کیا اس (بکر) کا زید کی بہن کے ساتھ نکاح جائز ہے؟ مستفتی: تاج لانڈھی

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں بکر کا نکاح زید کی بہن کے ساتھ جائز ہے۔

لمافی الهندية:(۱/۳۴۳،طبع رشيديه)

يحرم على الرضيع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعا.

وفيه ايضا:وتحل اخت اخيه رضاعا كما تحل نسبا مثل الاخ لأب اذاكانت له اخت من امه يحل لاخيه من ابيه أن يتزوجها كذافي الكافي.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم: عبدالوہاب عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر: ۴۲۹

﴿رضاعی چچا سے بھتیجی کے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکے نے ڈیڑھ یا دو سال کی عمر میں اپنی دادی کا دودھ پیا تھا اب وہ لڑکا چچازاد بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا اس صورت میں چچازاد بہن اس کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟ یعنی دونوں کا نکاح آپس میں ہوسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں اس لڑکے نے واقعی اپنی دادی کا دودھ پیا ہو تو یہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی بھتیجی لگتی ہے اور بھتیجی خواہ نسبی ہو یا رضاعی اس سے نکاح جائز نہیں، لہٰذا مذکورہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

صورت میں دونوں کا نکاح آپس میں نہیں ہوسکتا۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲۱۳/۳،طبع سعید)

(فیحرم منه) ای بسببه (مایحرم من النسب) رواه الشیخان.

ولمافی الهدایة:(۳۶۹/۲،کتاب الرضاع،طبع رحمانیه)

قوله علیه السلام یحرم من الرضاع مایحرم من النسب.

ولمافی البحر الرائق:(۲۲۲/۳،طبع سعید)

(قوله وحرم به وان قل فی ثلاثین شهراما حرم منه بالنسب) ای حرم بسبب الرضاع ماحرم بسبب النسب قرابة وصهریة فی هذه المدة ولوکان الرضاع قلیلا لحدیث الصحیحین المشهور......الخ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:صلاح الدین ڈیروی

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿سوتیلی دادی سے رضاعت کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکے کی، ایک لڑکی کے ساتھ منگنی ہوگئی، بعد میں معلوم ہوا کہ لڑکے نے لڑکی کی سوتیلی دادی سے دودھ پیا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ آیا مذکورہ لڑکے کیلئے اُس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ ایک مفتی صاحب نے کہا ہے کہ جائز نہیں ہے۔ مستفتیہ:مسز عطاء اللہ

﴿جواب﴾ صورتِ مسئولہ میں اگر یہ دودھ جو سوتیلی دادی نے مذکورہ لڑکے کو پلایا ہے لڑکی کے دادا ہی سے تھا یعنی دادا کے نکاح میں آنے سے قبل کسی اور شوہر سے اُس کی چھاتیوں میں دودھ نہیں تھا تو پھر مذکورہ لڑکی، لڑکے کی رضاعی بھتیجی بن گئی ہے اِس لئے اُن کا آپس میں نکاح جائز نہیں ہے۔

لمافی الهدایة:(۳۷۰/۲،طبع رحمانیه)

ولبن الفحل یتعلق به التحریم وهوان ترضع المرأة صبیّة فتحرم هذه الصبیّة علیٰ زوجها وعلیٰ آبائه وابنائه ویصیر الزوج الذی نزل لها منه اللبن أباللمرضعة

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عبدالوہاب عفااللہ عنہ

۱۴ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۴۰۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿رضاعت سے متعلق مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ طاہرہ نے کاشف کی ماں کا دودھ پیا کاشف کی چھوٹی بہن کے ساتھ، اب طاہرہ اور کاشف کا آپس میں رشتہ ہوسکتا ہے؟ اسی طرح مدثر نے دودھ پیا ہے صائمہ کی ماں کا صائمہ کی چھوٹی بہن کے ساتھ، مدثر اور صائمہ کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ سائلہ: متعلمہ

﴿جواب﴾ جس بچے نے شیرخوارگی کے زمانے میں جس عورت کا دودھ پیا وہ عورت اس بچے کی رضاعی ماں بن گئی اور اسکی اولاد خواہ اس بچے کے ساتھ دودھ پینے میں شریک ہوں یا نہ ہوں اس بچے کی رضاعی بہن بھائی بن گئیں، لہٰذا اس بچے کے ساتھ ان میں سے کسی کا نکاح شرعاً درست نہیں ہے۔

سوال میں ذکر کردہ صورت کے مطابق طاہرہ اور کاشف، اسی طرح مدثر اور صائمہ چونکہ آپس میں رضاعی بھائی بہن ہیں، لہٰذا طاہرہ اور کاشف کا آپس میں نکاح جائز نہیں اور مدثر کا نکاح صائمہ سے جائز نہیں۔

لما فی الدر مع الرد: (۲/۲۱۷، طبع سعید)

(ولا حل بین رضیعی امرأة) لکونهما اخوین وان اختلف الزمن والاب، (قوله وان اختلف الزمن) کان ارضعت الولد الثانی بعد الاول بعشرین سنة مثلا وکان کل منهما فی مدة الرضاع (ولا حل بین الرضیعة وولد مرضعتها) ای التی ارضعتها وشمل ایضا مالو ولدته قبل ارضاعها للرضیعة اوبعده ولو بسنین.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبیداللہ عابد دیروی

۵ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۴۰۰

﴿لاعلمی کی صورت میں رضاعی بہن بھائی کے نکاح اور ان کی اولاد کا حکم﴾

﴿سوال﴾ خالد اور نائلہ کی شادی ہوگئی اور اُن کے ۳ بچے بھی ہو گئے، بعد میں پتہ چلا کہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہیں، مکمل تحقیق کے بعد ان دونوں کے درمیان رضاعت کا رشتہ ثابت ہوگیا، اب سوال یہ ہے کہ ان کے نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور ان تینوں بچوں کا نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ مستفتی: شاکر اللہ صاحب سواتی

﴿جواب﴾ حقیقت سے مکمل آگاہی کے بعد رضاعت کا رشتہ ثابت ہونے پر دونوں کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

درمیان تفریق کرنا ضروری ہے جو کہ نفس متارکت سے ثابت ہو جاتی ہے کہ شوہر اُس منکوحہ سے یہ کہہ دے کہ میں نے اس عورت کو علیحدہ کر دیا یا اس کو طلاق دیدی تو پھر اس عورت پر عدت واجب ہوگی (عدت کے گزرنے کے بعد اگر عورت دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو نکاح کر سکتی ہے) اور مرد پر مہر مثل لازم ہوگا، لیکن بچوں کا نسب باپ کی طرف منسوب ہوگا۔

لمافی المشکوٰۃ:(۲/۲۷۳ طبع سعید)

عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ یحرم من الرّضاع مایحرم من الولادة رواہ البخاری۔

ولمافی التنویر مع الدر:(۴/۲۷۴ طبع امدادیه)

(ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد)قال الشامی تحت هذه (قوله:فی نکاح فاسد) وحکم الدخول فی النکاح الموقوف کالدخول فی الفاسد،فیسقط الحد ویثبت النسب ویجب الأقل من المسمیٰ ومن مهر المثل اھ.

ولمافی التنویر مع الدر:(۵/۱۹۷ طبع امدادیه)

قلت :ویشکل علیه أن نکاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد کما علمت مع انه لم یقل أحد من المسلمین بجوازه وتقدم فی باب المهران الدخول فی النکاح الفاسد موجب للعدة وثبوت النسب.....وذکر فی کتاب الدعوی من الاصل:اذا تزوجت المراة بغیر اذن مولاها ودخل بها الزوج وولدت لستة اشهر مذ تزوجها فادعاه المولی والزوج فهو ابن الزوج فقد اعتبره من وقت النکاح لا من وقت الدخول ولم یحک خلافاً.قال الحلوانی:هذه المسئلة دلیل علی ان الفراش ینعقد بنفس العقد فی النکاح الفاسد..... فهذا صریح فی ثبوت النسب فیه ویتبعه وجوب العدة فکان ما فی المحیط والا ختیار سهواً.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: صلاح الدین

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۳۱۶

﴿حرمت رضاعت کے ثبوت کی ایک صورت﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری کوئی اولاد نہیں، میں ایک شیرخوار بچہ گود لینا چاہتا ہوں، کیا یہ بچہ بالغ ہونے کے بعد میری اہلیہ کے لئے نامحرم ہو جائے گا؟ اور اس سے میری اہلیہ کا پردہ ہوگا؟ اور ایسی کیا صورت ہوگی کہ یہ بچہ میری اہلیہ کا محرم بن جائے اور اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے۔؟

مستفتی: بھائی آصف حسین

﴿جواب﴾ (۱) محرمات میں سے کوئی رشتہ نہ ہو تو صرف گود لینے سے یا متبنّٰی (منہ بولا بیٹا)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بنا لینے سے وہ بچہ محرم نہیں بن جاتا بلکہ نامحرم ہی رہتا ہے، اس سے پردہ بھی ہوگا۔

(۲) اس کی یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ آپ کی اہلیہ یا اہلیہ کی حقیقی بہن اس شیر خوار بچہ کو مدت رضاعت میں دودھ پلادیں تو یہ بچہ آپ کی اہلیہ کا رضاعی بیٹا اور اہلیہ کی بہن کا دودھ پینے سے رضاعی بھانجا بن جائیگا اور اس بچہ سے حرمت رضاعت ثابت ہوجائیگی، البتہ وراثت وغیرہ کے احکامات جاری نہیں ہونگے۔

لما في قوله تعالى:(سورة الاحزاب،آيت ۴)

وماجعل ادعياء كم ابناء كم ذلكم قولكم بافواهكم.....الآية.

ولما في المظهري:(۵۶/۲ سورة النساء،طبع رشيديه)

(وامهتكم اللاتي ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة)وكذا العمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت من الرضاعة اجماعاعلے حسب مافصلناه في النسب .....الخ.

ولما في المرقاة:(۲۹۲/۲،طبع رشيديه)

(يحرم من الرضاع مايحرم من الولادة.....)قال النووي فيه دليل على انه يحرم النكاح ويحل النظر والخلوة والمسافرة لكن لا يترتب عليه احكام الامور من كل وجه فلا يتوارثان.....الخ.

ولما في البحر:(۲۲۸/۳،طبع سعيد)

(قوله وبين مرضعة وولدمرضعتها وولدولدها).....بعداسطر.....وكذالايتزوج اخت المرضعة لانهاخالته ولا ولدولدهالانه ولدالاخ.....الخ.

ولما في تبيين الحقائق:(۲۵۹/۲،طبع سعيد)

اعلم ان المحرمات انواع :النوع الاول.....والنوع الثاني.....والثالث المحرمات بالرضاع وانواعهن كالنسب.....الخ.وكذافي الشلبي على حاشية التبيين:(۲۵۹/۲)

الجواب صحیح :عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب :انیس طالب

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ　　　فتوی نمبر :۲۶۲۵

﴿نانی کے دودھ پینے کیوجہ سے خالہ زاد سے نکاح درست نہیں﴾

﴿سوال﴾ نواسی نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے، خالہ زاد بھائی سے اسکا نکاح درست ہے؟

﴿جواب﴾ یوں تو خالہ زاد بھائی سے نکاح درست ہے لیکن مذکورہ صورت میں نانی کا دودھ پینے سے یہ لڑکی نانی کیلئے رضاعی بیٹی بھی قرار پائی اسطرح اپنے خالہ زاد بھائی کیلئے رضاعی خالہ بھی قرار پاگئی تو جہاں یہ لڑکی نسباً اس لڑکے کیلئے خالہ زاد بہن ہے دودھ پینے کیوجہ سے ساتھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ساتھ رضاعی خالہ بھی قرار پائی اس لئے اس لڑکی کا اپنے خالہ زاد بھائی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

لمافی فتح القدیر:(۲/۳۲۰،طبع رشیدیہ)

واذا ثبتت هذه الحرمة من زوج المرضعة فمنها اولى فلا تتزوج اباها لانه جدها لامها ولا اخاها لانه خالها ولا عمها لانها بنت اخيه ولا خالها لانها بنت لخته ولا ابنائها.

ولمافی الهندية:(۱/۳۴۳،طبع رشیدیہ)

اوارضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل اخوة الرضيع واخواته واولادهم اولاد اخوته واخواته واخوالرجل عمه واخته عمته واخوالمرضعة خاله واختها خالته.

ولمافی الدرالمختار:(۲/۲۰۲،طبع امدادیہ)فيحرم منه ما يحرم من النسب.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ

۲۷ربیع الاول ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۷۱۰

﴿رضاعی ماں کی سوتیلی بہن سے نکاح کا حکم﴾

﴿سوال﴾ زید نے ہندہ کا دودھ پیا ہے، ہندہ کی ایک سوتیلی بہن فاطمہ ہے، زید کا نکاح فاطمہ سے جائز ہے یا نہیں؟

مستفتی: اعجاز رحیم صاحب

﴿جواب﴾ ہندہ کا دودھ پینے سے زید اس کا رضاعی بیٹا قرار پایا فاطمہ چونکہ ہندہ کی بہن ہے اگر چہ سوتیلی ہے لیکن رضاعت کیوجہ وہ زید کی خالہ قرار پائی ہے اور نسب میں چونکہ سوتیلی خالہ سے نکاح ناجائز ہے، لہٰذا رضاعت کیوجہ سے بھی ناجائز ہے۔

لمافی فتح القدیر:(۲/۳۲۰،طبع رشیدیہ)

واذاثبتت هذه الحرمة من زوج المرضعة فمنها اولى فلا تتزوج اباها لانه جدها لامها ولا اخاها لانه خالها ولا عمها لانها بنت اخيه ولا خالها لانها بنت لخته ولا ابنائها.

ولمافی الهندية:(۱/۳۴۳،طبع رشیدیہ)

اوارضعت امرأة من لبنه رضيعا فالكل اخوة الرضيع واخواته والادهم اولاد اخوته واخواته واخوالرجل عمه واخته عمته واخوالمرضعة خاله واختها خالته.

ولمافی التنویرمع الدر:(۲/۲۰۲،طبع امدادیہ)

(امومية المرضعة للرضيع و) يثبت (ابوة زوج مرضعة) اذا كان (لبنها منه له) ......

(فيحرم منه) اى بسببه (مايحرم من النسب)

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فرمان اللہ غفرہ اللہ

۴جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۹۵۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿بیوی کا دودھ اگر منہ میں چلا جائے تو نکاح متاثر نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی بیوی کا دودھ پینا کیسا ہے؟ کیا اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ میرے ساتھ مسئلہ پیش آیا ہے اور میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ اس سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے میں پانچ چھ دن سے کافی تشویش میں مبتلا ہوں۔ مستفتی: ایک سائل

﴿جواب﴾ اپنی بیوی کا دودھ پینا حرام ہے لیکن اس عمر میں دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی، حرمت رضاعت کے ثبوت کیلئے دو اڑھائی سال کی عمر میں دودھ پینا شرط ہے آپکو کسی نے غلط مسئلہ بتایا ہے، البتہ اپنی بیوی کے دودھ پینے سے آئندہ کیلئے احتراز کریں۔

لمافی الخانیۃ:(۱/۴۱۷،طبع رشیدیہ)

ووقت الرضاع فی قول ابی حنیفةؒ مقدر بثلاثین شهرا اذا ارتضع فی هذه المدة تثبت الحرمة..... قال ابویوسفؒ ومحمدؒ والشافعیؒ وقته مقدر بحولین ان ارتضع فی لحولین تثبت الحرمة فطم اولم يفطم وبعدالحولين لاتثبت....... اذامص الرجل ثدى امراته وشرب لبنهالم تحرم عليه امراته.

ولمافی الدرالمختار:(۲/۲۲۵،طبع سعید)مص رجل ثدی زوجته لم تحرم.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: اسرار عزیز

۲۸ جمادی الاولی ۱۴۲۸ھ — فتوی نمبر:

﴿رضاعی بہن سے نکاح کرنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ میری چھوٹی بہن کی لڑکی حناء نے میرا دودھ پیا ہے جبکہ میرے بیٹے عمران نے میری چھوٹی بہن کا دودھ پیا ہے، حناء کا رشتہ تو کسی دوسری جگہ ہو گیا ہے، کیا میں اپنے بیٹے عمران کا رشتہ اپنی چھوٹی بہن کی کسی اور لڑکی سے کر سکتی ہوں؟

﴿جواب﴾ دودھ پینے کی وجہ سے حناء آپکی رضاعی بیٹی قرار پاتی ہے اسی طرح عمران آپ کی چھوٹی بہن کا رضاعی بیٹا قرار پاتا ہے، سو آپ کی بہن کی تمام لڑکیاں جہاں عمران کی خالہ زاد بہنیں ہیں عمران کی رضاعی بہنیں بھی قرار پا گئیں ہیں، لہٰذا عمران کا نکاح آپ کی چھوٹی بہن کی کسی بھی لڑکی سے نہیں ہو سکتا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی قوله تعالی :(سورة النساء،۲۳)﴿واخوتکم من الرضاعة .....الأیة﴾

ولمافی الهندیة:(۱/۳۴۳،طبع رشیدیه)

یحرم علی الرضیع ابواه من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعة لو ولدت من هذاالرجل او غیره قبل هذاالارضاع اوبعده او ارضعت رضیعا..... فالکل اخوة الرضیع واخواته.

ولمافی الشامی:(۳/۳۱،طبع سعید)

(قوله رضاعا.....)یعنی یحرم من الرضاع اصوله وفروعه وفروع ابویه وفروعهم.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ

فتویٰ نمبر:۷۷۶

۱۴۲۸ھ

﴿بچی کی ناک میں دودھ ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت ہوسکتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زینب نے اپنی بھتیجی سلمٰی کی ناک میں دوائی کے طور پر مدت رضاعت میں اپنا دودھ ڈالا اور وہ صحت یاب ہوگئی، پوچھنا یہ ہے کہ زینب کے بیٹے سے سلمٰی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ نیز کان اور ناک میں دودھ ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

مستفتی: ولی اللہ

﴿جواب﴾ ناک میں دودھ کے قطرے ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی جب تک اس بات کا یقین نہ ہو کہ ناک کے راستے سے دودھ معدہ میں بھی گیا ہے، سواتنی مقدار میں دودھ ناک میں اگر ڈالا ہو جسکا معدہ تک پہنچنا یقینی ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہے، دونوں کا نکاح جائز نہ ہوگا، اور اگر ناک کے راستے سے دودھ معدہ تک پہنچنے کا یقین نہ ہو تو محض شک کیوجہ سے حرمت کا حکم نہیں دیا جاسکتا اور احتیاطا اگر نکاح نہ کریں تو زیادہ بہتر ہے، کان اور آنکھ میں دودھ ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

لمافی الهندیة: (۱/۳۴۴،طبع رشیدیه)

وکمایحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب والسعوط والوجور.

ولمافی الدرالمختار:(۳/۲۰۹،طبع سعید)والحق بالمص الوجور والسعوط.

ولمافی التنویرمع الدر:(۳/۲۱۲،طبع سعید)

(ویثبت به وان قل)ان علم وصوله لجوفه من فمه اوانفه لا غیر.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الشامی:(۲/۲۰۹،طبع سعید)

ثم اجاب بان المرادبالمص الوصول الی الجوف من المنفذین.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد حسن غفرلہ

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۵۹۴

﴿رضاعی بہن کیساتھ خلوت میں بیٹھنایا سفر کرنا ناجائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومشائخ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رضاعی بہن کا رضاعی بھائی کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا کیسا ہے؟ نیز اسکے ساتھ سفر کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ازراہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مستفتی:گلزار حسین صاحب چارسدوی

﴿جواب﴾ رضاعی بہن کیساتھ نہ سفر جائز ہے اور نہ ہی تنہائی میں بیٹھنا جائز ہے۔

لما فی الشامی:(۳/۶۲۴،طبع امدادیہ)

(وقوله او ذميا اوبرضاع) يختص بالمحرم كمالايخفى ح لكن نقل السيد ابو السعود عن نفقات البزازية لاتسافر باخيها رضاعافي زماننااه اى لغلبة الفساد.قلت:ويؤيده كراهة الخلوة بهاكالصهرة الشابة فينبغي استثناء الصهرة الشابةهناايضالان السفر كالخلوة.

ولما فی الاشباہ:(ص۳۲۲،طبع قدیمی)

احكام المحارم:......واحكامه تحريم النكاح وجواز النظر والخلوة والمسافرة الا لمحرم من الرضاع فان الخلوة بها مكروهة وكذابالصهرة الشابة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:عزیز الرحمٰن

۹ صفر الخیر ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۱۹۵

﴿رضاعی بھتیجی سے نکاح کرنا حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کو اسکی نانی صاحبہ نے دودھ پلایا ہے،اب زید کا نکاح اپنی ماموں زاد بہن سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی:محمد شعیب

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں زید کا اپنی ماموں زاد بہن سے نکاح کرنا درست نہیں، اسلئے کہ نانی کا دودھ پینے کی وجہ سے یہ لڑکی زید کی رضاعی بھتیجی بن گئی اور جس طرح سگی بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔اسی طرح رضاعی بھتیجی سے بھی نکاح حرام ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لمافی التنویر مع الدر:(۲۱۳/۳،طبع سعید)

(فیحرم منه)ای بسببه (مایحرم من النسب)رواہ الشیخان.

ولمافی الهدایة:(۳۲۱/۲،طبع رحمانیه)

ویحرم من الرضاع مایحرم من النسب للحدیث الذی روینا الاام اخته من الرضاع ......

ولمافی الهندیة:(۳۴۳/۱،طبع رشیدیه)

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولهما وفروعهما من النسب والرضاع جمیعا.]

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد شاکر اللہ

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۳۶۳

﴿دودھ پیتے بچے کے جھوٹے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دودھ پیتے بچے کے جھوٹے سے (مثلاً کسی بچے کو دودھ پینے کے بعد پانی پلایا جائے اور اسکا بچا ہوا پانی کسی دوسرے بچے کو پلایا جائے تو اس سے) حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائیگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾ دودھ پیتے بچے کے جھوٹے سے حرمتِ رضاعت ثابت نہیں ہوتی، پانی میں شامل اتنی قلیل مقدار میں دودھ کا اعتبار نہیں ہوتا۔

لمافی شرح الوقایة:(۶۴/۲-۶۵ طبع امدادیه)

یثبت بمصة فی حولین ونصف لابعده امومیة المرضعة للرضیع وابوة زوج مرضعة لبنها منه له فیحرم منه ما یحرم من النسب الاام اخته.....الخ.

ولمافی الدرالمختار:(۲۱۸/۳،طبع سعید)

(ومخلوط بماء اودواء اولبن اخری اولبن شاة اذاغلب لبن المرأة وکذااذااستویا)اجماعا لعدم الاولویة جوهرة.

ولمافی الهندیة:(۳۴۴/۱،طبع رشیدیه)

وکمایحصل الرضاع بالمص من الثدی یحصل بالصب والسعوط والوجور.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمد شاکر اللہ

۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۷۳۳

﴿دو بچوں نے ایک دوسرے کی ماں کا دودھ پیا تو رضاعت ثابت ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہاسپٹل میں دوعورتوں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کے بچے پیدا ہوئے اور آپس میں خلط ملط ہو گئے، ایک عورت کا بچہ ایک کے پاس اور دوسری عورت کا دوسری کے پاس چلا گیا، وہاں ایک عورت کو اس کا علم تھا لیکن اس نے نہیں بتایا، اب بچوں کے بالغ ہونے کے بعد یہ بات معلوم ہو چکی ہے کیونکہ ان دونوں بچوں نے اپنی اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا تو کیا اس صورت میں ان دونوں کا نکاح آپس میں درست ہے؟ مستفتی: زاہد محمود

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں دونوں بچوں نے اگرچہ اپنی اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا لیکن رضاعی بہن بھائی ہونے کی وجہ سے انکا نکاح آپس میں جائز نہیں، دودھ پینے کی وجہ سے بچہ اس خاتون کا رضاعی بیٹا قرار پا گیا اور اس خاتون کی نسبی لڑکی اس بچہ کی رضاعی بہن قرار پا گئی، اب اس لڑکے اور لڑکی کا مذکورہ دونوں خواتین کی کسی بھی اولاد سے نکاح نہیں ہوسکتا اگرچہ اس نے کسی نسبی بچہ کو دودھ نہ بھی پلایا ہو۔

لما فی المرقاۃ:(۶/۲۹۲طبع رشیدیہ)

وعن عائشةؓ قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم((يحرم من الرضاعة ما يحرم الولادة))قال صاحب المرقات تحت هذا الحديث فاذا ارضعت المرضعة رضيعا يحرم على الرضيع وعلى اولاده من اقارب المرضعة كل من يحرم على ولدها من النسب.

ولما فی الشامی:(۴/۲۱۰طبع امدادیہ)

(وولد مرضعتها)اى من النسب اما الذى من الرضاع فانه وان كان كذلك لكنه فهم حكمه من قوله :ولا حل بين رضيعى امرأة.ح .واطلقه فافاد التحريم وان لم ترضع ولدها النسبى.

وهكذا فی الهندية:(۱/۳۴۳طبع رشيديه)وقاضی خان هامش هندية: (۱/۴۱۶طبع رشيديه)

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد محمود

۱۰ صفر ۱۴۲۹ھ — فتوی نمبر:۱۲۰۰

﴿ایک عورت کا دودھ پینے سے لڑکا لڑکی رضاعی بہن بھائی ہو گئے ہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی اور لڑکے نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے، جو کہ لڑکی کی خالہ لیکن لڑکے کی خالہ نہیں لگتی۔ تو کیا اب ان لڑکے اور لڑکی کے درمیان نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مستفتی: سعید جان

﴿جواب﴾ ایک ہی عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے یہ لڑکا اور لڑکی رضاعی بھائی بہن بن گئے ہیں، لہذا ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی المشکوٰۃ (۲/۲۷۳، کتاب النکاح طبع: سعید)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ ﷺ یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من الولادۃ. (متفق علیہ)

ولما فی البدائع (۴/۳۴ کتاب الرضاعۃ) طبع سعید

ولو ارضعت امرأۃ صغیرین من اولاد الاجانب صارا أخوین لکونہما من أولاد المرضعۃ فلا یجوز المناکحۃ بینہما اذا کان احد ھما أنثی، والاصل فی ذلک ان کل اثنین اجتمعا علی ثدی واحد صار اخوین او اختین او أخا و أختا من الرضاعۃ فلا یجوز لاحدھما ان یتزوج بالآخر ولا بولدہ کما فی النسب.

ولما فی تحفۃ الفقہاء. (ص ۲۲۹ طبع: مکتبہ معروفیہ)

ولا یجوز للمرضع ان یتزوج بمن ارضعتہ المرضعۃ من الاناث لانہن أخواتہ، لکونہن بنات لہا من جہۃ الرضاع، وأصل ذلک ان کل اثنین اجتمعا علی ثدی واحد فہما أخوان أو أختان أو أخ وأخت.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ

واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ
فتویٰ نمبر: ۳۷۲۸

حرمت رضاعت کی ایک صورت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچی نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے، اب پوچھنا یہ ہے کہ مذکورہ بچی کے بہن بھائیوں کا اپنے چچازاد بہن بھائیوں سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ ہمارے ہاں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ جس طرح مذکورہ بچی کا نکاح اپنے چچازاد بھائیوں سے نہیں ہوسکتا اسی طرح اس کے دیگر بھائی بہنوں کا نکاح بھی اپنے چچازاد بھائیوں اور بہنوں سے نہیں ہوسکتا۔

مستفتی: آدم خان

جواب مذکورہ صورت میں دادی کا دودھ پینے سے بچی دادی کی رضاعی بیٹی بھی قرار پاگئی، اس طرح وہ اپنے تمام چچازاد اور تایازاد بھائیوں کے لئے رضاعی پھوپھی بھی قرار پاتی ہے، جس کی وجہ سے صرف اس بچی کا نکاح اپنے کسی بھی چچازاد، تایازاد یا پھوپھی زاد بھائی سے نہیں ہوسکتا، لیکن اس بچی کے دیگر بہن بھائیوں کا نکاح جنہوں نے اپنی دادی کا دودھ نہیں پیا اپنے تمام چچازاد، تایازاد اور پھوپھی زاد بہن بھائیوں سے ہوسکتا ہے۔ لہٰذا بعض حضرات کا کہنا کہ جس طرح مذکورہ بچی کا نکاح اپنے چچازاد بھائیوں سے نہیں ہوسکتا، اسی طرح اس کے دیگر

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بھائی بہنوں کا نکاح بھی اب اپنے چچازاد بھائیوں اور بہنوں سے نہیں ہوسکتا غلط ہے۔

لما فی المشکوۃ:(۲/۲۷۳ طبع: سعید)

"عن عائشة رضی الله عنه قالت:قال رسول الله ﷺ یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة"(متفق علیه)

ولما فی الشامی:(۳/۲۱۷ طبع: سعید)

(فرع)فی البحر عن آخر المبسوط لو کانت ام البنات لرضعت احد البنین وام البنین لرضعت احدی البنات لم یکن للابن المرضع من ام البنات ان یتزوج واحدة منهن وکان لاخوته ان یتزوجوا بنات الاخری الا الابنة التی ارضعها امهم وحدها لانها اختهم من الرضاعة.

ولما فی التنویر مع الدر:(۳/۲۱۳،۲۱۲ طبع: سعید)

فیحرم منه ای بسببه ما یحرم من النسب الا ام اخیه واخته واخت ابنه وبنته.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۱۶ ذی القعدہ ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۶۹

﴿لے پالک کا مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بچہ جسے گود میں لیا گیا ہو اور گود میں لینے والے والدین کی نیت یہ ہو کہ یہ ہماری سگی اولاد کی طرح ہے۔ مگر خونی رشتہ نہیں اور گود میں لینے والی ماں نے اپنا دودھ بھی نہ پلایا ہو جبکہ گود میں لینے والی ماں کے خاندان میں سے کسی نے دودھ پلایا ہو تو جب یہ بچہ بالغ ہوگا تو (۱) کیا گود میں لینے والی ماں کے لیے محرم ہوگا یا نہیں؟ (۲) کیا دودھ پلانے سے خون کا رشتہ ثابت ہوتا ہے؟ (۳) کیا گود میں لینے والے والدین کی طرف سے یہ بچہ شرعی طور پر وراثت کا حقدار ہوگا یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

مستفتی: فیصل کاروانی

وضاحت: دودھ پلانے والی عورت کا گود میں لینے والی عورت سے کیا رشتہ ہے؟ جواب: دودھ پلانے والی عورت گود میں لینے والی کی بھابھی کی بہن ہے۔

﴿جواب﴾ کسی غیر کے بچے کو گود میں لینے سے وہ محرم قرار نہیں پاتا اور نہ ہی وہ پرورشی والدین کا وارث بن سکتا ہے۔ اسی طرح رضاعی بیٹا محرم اگرچہ ہوجاتا ہے لیکن میراث کا حقدار نہیں ہوتا۔ اور نہ رضاعی والدہ یا والد کا اس کی وراثت میں کوئی حصہ ہوتا ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی قوله تعالیٰ: سورۃ الاحزاب، آیت نمبر:۴
وما جعل ادعیا ئکم ابنائکم ذالکم قولکم بافواہکم واللہ یقول الحق وہو یھدی السبیل۔
ولما فی قوله تعالیٰ: سورۃ النساء، آیت نمبر:۲۳
حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم واخواتکم وعماتکم وخلتکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامھاتکم التی ارضعنکم الخ۔
ولما فی احکام القرآن، ۲/۲۹۱، ادارۃ القرآن، کراچی
ان الدعی والمتبنی لا یلحق فی الاحکام بالابن فلا یستحق المیراث۔
ولما فی تفسیر المظھری، ۷/۲۸۴، طبع: رشیدیه
فلایثبت بالتبنی شیء من احکام البنوۃ من الارث وحرمة النکاح وغیر ذالک۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنه — واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ
۱۲ المحرم الحرام ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۳۸۱

﴿رضاعی ماموں سے نکاح حرام ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری والدہ بیماری کیوجہ سے اسپتال میں تھی میری چھوٹی بہن رورہی تھی، تو میری بڑی بہن نے اسے دودھ پلایا اور بڑی بہن کا کہنا ہے، کہ میرا دودھ اتر آیا ہے، اور اس نے پیا بھی ہے، اب میرے اس بڑی بہن کا چھوٹا بیٹا زید ہے، اور چھوٹی بہن کی بڑی بیٹی زینب ہے، جسکا رشتہ ہم آپس میں کرانا چاہتے ہے، تو کیا شریعت کے روسے زید کا نکاح زینب سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مستفتی: اسدالرحمٰن پشاور

﴿جواب﴾ زید از روئے نسب اگر چہ زینب کا خالہ زاد بھائی ہے، لیکن از روئے رضاعت زینب کا ماموں بھی لگتا ہے، جسکی وجہ سے آپس میں نکاح جائز نہیں ہے۔

لما فی الجامع الترمذی :(۱/۱۳۶، طبع فاروقی کتب خانه)
عن علیؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ان اللہ حرم من الرضاع ما حرم من النسب ومثل هکذا فی صحیح مسلم وابی داود۔
ولما فی الشامیه: ۳/۲۱۳ طبع سعید
(قوله ما یحرم من النسب) معناه ان الحرمة بسبب الرضاع معتبر بحرمة النسب ــــ ومحرمات النسب هی السبع المذکورۃ فی اٰیة التحریم۔
ایضا، ۳/۲۱۵ طبع سعید۔
وبیان ذلک ان الحدیث دل علی ان کل ما یحرم النسب یحرم نظیرہ من الرضاع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

فیقال تحرم الام نسبا فکذا تحرم الام رضاعا وتحرم البنت نسبا فکذا تحرم البنت رضاعا وهکذا الی آخر المحرمات النسبیه.

ولما فی التفسیر المظهری :(۵۶/۲ طبع :رشیدیه)

"وامهتکم التی ارضعنکم واخواتکم من الرضاعة" وکذا العمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت من الرضاعة اجماعا علی حسب ما فصلنا ه فی النسب ..لقوله :یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ویروی ما یحرم من الولادة.متفق علیه .

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :ریحان اللہ روغانی

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر :۳۵۹۰

﴿رضاعی بھائی کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نواز اور عزیز اللہ نے مشترکہ دودھ پیا ہے نواز کی والدہ کا، اب عزیز اللہ کی چھوٹی بہن سے نواز نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾ عزیز اللہ نے نواز کی والدہ کا دودھ پیا ہے تو عزیز اللہ ہی نواز کی والدہ کا رضاعی بیٹا قرار پاتا ہے، عزیز اللہ کے دیگر بھائی بہن اس خاتون کی رضاعی اولاد قرار نہیں پاتی ،لہٰذا عزیز اللہ کے علاوہ اس کے بھائی بہنوں کا نکاح نواز اور اس کے دیگر بہن بھائیوں کے ساتھ جائز ہے۔

لما فی الهدایة،(کتاب الرضاع،۳۴۱/۱،طبع: رحمانیه)

"ویجوزان یتزوج الرجل باخت اخیه من الرضاع لانه یجوزان یتزوج باخت اخیه من النسب وذلك مثل الاخ من الاب اذاکانت له اخت من امه جاز لاخیه من ابیه ان یتزوجها".

ولمافی الدرالمختار مع الدر،(کتاب الرضاع ،۲۱۷/۳،طبع: سعید)

(وتحل اخت اخیه رضاعا)یصح اتصاله بالمضاف کان یکون له اخ نسبی له اخت رضاعیة وبالمضاف الیه کان یکون لاخیه رضاعااخت نسباوبهماوهو ظاهر(وکذا نسبا)بان یکون لاخیه لابیه اخت لام فهومتصل بهمالابا حدهماللزوم التکرارکمالایخفی.

ولمافی الشامی ،(۲۱۷/۳،طبع:سعید)

"قوله :(للزوم التکرار)لانه اذااتصل بالمضاف فقط کان فالمضاف الیه من الرضاع اوبالمضاف الیه فقط کان المضاف من الرضاع وهمادلخلان فی قوله وتحل لخت لخیه رضاعا".

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب :کمیل الدین کلکتی

۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر :۳۵۶۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿کتاب الطلاق﴾

﴿طلاق دینے کا بیان﴾

﴿طلاق کے مسئلہ میں شوہر کا قول دیانۃً معتبر ہوگا قضاءً نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے غصے میں اپنی بیوی سے اس طرح کہا۔طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اس آدمی کا کہنا ہے کہ میں نے آخر کے دو الفاظ پہلے لفظ کی تاکید میں ادا کی ہے۔اب پوچھنا یہ ہے کہ اس صورت میں کتنی طلاقیں واقع ہونگی ایک یا تین از روئے شریعت جواب دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔

﴿جواب﴾ ایک ہی موقع پر تین بار مستقل طلاق کے الفاظ بولکر شوہر اگر دعویٰ کرے کہ دوسرے اور تیسرے بار محض تاکید کی غرض سے بولدئے ہیں تو یہ دعویٰ قضاء معتبر نہیں ہے یعنی قاضی اسی طرح پنچایت وغیرہ میں شوہر کی بات کا اعتبار نہیں ہے قاضی اور جرگہ والے تین طلاق کا فیصلہ دیں گے،البتہ دیانۃً اس کی بات معتبر ہوسکتی ہے یعنی شوہر نے واقعی دوسری تیسری مرتبہ تاکید کے غرض سے بولدیا ہو تو عنداللہ صرف ایک طلاق واقع ہوگئی شوہر بیوی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے اسکو گناہ نہیں ہوگا،لیکن طلاق کے معاملہ میں عورت قاضی کیطرح ہے لہذا عورت نے تین بار طلاق کے الفاظ خود اگر سن لئے ہیں یا اسکو یقینی طور پر معلوم ہو تو شوہر سے اس بات پر قسم کھلوائے کہ دوسری تیسری بار طلاق کا لفظ واقعی اس نے محض تاکید کی غرض سے بولدیا تھا؛ پھر اگر عورت کو شوہر کی بات پر یقین آجائے تو دونوں کیلئے میاں بیوی کی طرح رہنا جائز ہوگا۔

لما فی الدر المختار:(۲۹۳/۳،طبع سعید)

[فروع]کرر لفظ الطلاق وقع الکل وان نوی التاکید دین،وفی الشامی(قولہ کرر لفظ الطلاق)بان قال للمدخولۃ:أنت طالق،أنت طالق،......واذا قال:أنت طالق ثم قیل لہ ما قلت فقال قد طلقتها أو قلت ھی طالق فھی طالق واحدۃ لأنہ جواب،کذا فی کافی الحاکم،(قولہ وان نوی التاکید دین)ای ووقع الکل قضاء.

ولما فی الھندیۃ:(۲۵۵/۱،۲۵۶،طبع رشیدیہ)

رجل قال لامرأتہ أنت طالق،أنت طالق،أنت طالق،فقال عنیت بالأولی الطلاق وبالثانیۃ والثالثۃ افهامها صدق دیانۃ وفی القضاء طلقت ثلاثا.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی المحیط البرہانی:(۴/۲۹۳طبع ادارۃ القرآن)

ولو قال لها - أنت طالق طالق أو قال: طلقتک طلقتک' أو قال أنت طالق قد طلقتک' ثم قال عنيت الأول دين فيما بينه وبين الله ولم يدين في القضاء.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۱/۲۰۴طبع قدیمی)

رجل قال لامرأته انت طالق أنت طالق أنت طالق' وقال عنيت بالأول الطلاق وبالثانية والثالثة افهامها صدق ديانة وفي القضاء طلقت ثلاثا.

ولما فی الاشباہ والنظائر:(۱۲۷طبع قدیمی)

التاسيس خير من التاكيد: فاذا دار اللفظ بينهما تعين الحمل على التأسيس ولذا قال أصحابنا: لو قال لزوجته: أنت طالق طالق طالق، طلقت ثلاثا فان قال: أردت به التاكيد صدق ديانة لا قضاء.

ولما فی الشامی:(۵/۲۰۷'طبع سعید)

لو ادعت أن زوجها أبانها بثلاث فأنكر فحلفه القاضي فحلف والمرأة تعلم أن الأمر كما قالت لا يسعها المقام معه

ولما فی الهندیۃ:(۱/۳۵۴'طبع رشیدیہ)

والمرأة كالقاضي لا يحل لها أن تمكنه اذا سمعت منه ذلك أو شهد به شاهد عدل عندها.

الجواب صحیح مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب عمران الحق سواتی

۲۶ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۳۰۲۶

﴿طلاق کے معاملہ میں عورت قاضی کے حکم میں ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے طلاق دیتے وقت میاں بیوی کے علاوہ اور کوئی وہاں موجود نہ تھا اب بیوی کا کہنا ہے کہ شوہر نے اسے تین طلاقیں دی ہے جبکہ شوہر کہتا ہے کہ اس نے صرف ایک ہی طلاق دی ہے۔ وضاحت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ مسئلہ میں کسی کے قول کا اعتبار کیا جائے گا اور کتنی طلاقیں شمار کی جائیں گی؟ مستفتی: مولوی اقبال حسین

﴿جواب﴾ طلاق کا مسئلہ بڑا نازک ہے اور میاں بیوی کا رشتہ بھی عجیب ہے کہ انکے آپس کے حالات ومعاملات اکثر وبیشتر تنہائی میں ہوتے ہیں اس لئے شریعت نے طلاق کے معاملہ میں عورت کو قاضی کا مقام دیا ہے، چنانچہ اس نے خود طلاق کے الفاظ اگر سن لئے ہیں کہ شوہر نے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

تین طلاقیں دی ہیں۔ اور شوہر کو وہ یقینی طور پر جھوٹا جانتی ہے تو ایسی صورت میں گواہ نہ ہونے کیوجہ سے قاضی یا جرگہ عورت کے خلاف فیصلہ اگر دیدے تب بھی عورت کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس شوہر کیساتھ ازدواجی تعلق قائم رکھے۔ ہاں قاضی یا مقامی جرگہ کے پاس فیصلہ جائے تو اصول قضاء کے مطابق گواہ یا قسم پر فیصلہ کرنے کے پابند ہیں۔ ایسی صورت میں اہل محلہ مرد وعورت دونوں کے بارے میں انکے گذشتہ کردار وغیرہ کو دیکھ کر مظلوم کی مدد کریں اور ظالم کو ظلم سے روکنے کیلئے کوئی بہتر ترتیب اختیار کریں۔

لما فی الشامی:(۵/۲۰۷، طبع سعید)

لو ادعت أن زوجها أبانها بثلاث فأنكر فحلفه القاضي فحلف و المرأة تعلم أن الأمر كما قالت لا يسعها المقام معه......وفي الخلاصة ولا يحل وطؤها اجماعا بحر.

ولما فی التنویر مع الدر والرد:(۳/۲۲۰، طبع سعید)

وفي البزازية:قالت طلقني ثلاثا ثم أرادت تزويج نفسها منه ليس لها ذلك أصرت عليه أم كذبت نفسها (سمعت من زوجها أنه طلقها ولا تقدر على منعه من نفسها)الا بقتله (لها قتله) بدواء خوف القصاص وفي الشامي وفيه دليل انها لو ادعت الطلقات الثلاث وانكر الزوج حل لها ان تزوج نفسها منه اه وعلله في النهر بان الطلاق في حقها مما يخفى لاستقلال الرجل فصح رجوعها اه أي صح في الحكم اما الديانة لو كانت عالمة بالطلاق فلا يحل.

ولما فی الشامی :(ج۳/۲۵۱ طبع سعید)

والمرأة كالقاضي اذا سمعته أو اخبرها عدل لا يحل لها تمكينه والفتوى على أنه ليس لها قتله ــــ وفي البزازية عن الاوزجندي انها ترفع الامر للقاضي فان حلف ولا بينة لها فالاثم عليه.

الجواب صحیح: مفتی عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب: عمران الحق سواتی

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ　　　فتویٰ نمبر: ۴۱۷۴

﴿ کیا حرام کو حلال سمجھنے والے کی بیوی کو طلاق واقع ہوگی ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر اہل سنت والجماعت کا کوئی فرد کسی شیعہ کے نماز جنازہ خود پڑھ لے یا خود پڑھالے تو کیا اس صورت میں انکی اہلیہ کو طلاق واقع ہو جاتی ہے؟ اور کیا اس صورت میں تجدید نکاح کرنا ہوگا؟ ہمارے علاقہ کے کسی مفتی کا یہ کہنا ہے۔　　　مستفتیہ: متعلمہ جامعہ معہد الخلیل الاسلامی

﴿جواب﴾ اگر اس شخص نے جائز سمجھتے ہوئے ایسے شیعہ کے نماز جنازہ پڑھ لی یا پڑھوائی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

جو ضروریات دین اسلام کا منکر ہو مثلاً ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والا ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کے صحابی ہونے کا منکر ہو، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی الوھیت یا نبوت کا قائل ہو؛ (العیاذ باللہ) تو وہ شیعہ چونکہ مسلمان نہیں۔ اور غیر مسلم کا جنازہ پڑھنا یا پڑھانا حرام ہے اور حرام چیز کو جائز یا کار ثواب جاننا کفر ہے لہذا اس شخص پر جس نے نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی۔اس شیعہ کے عقائد بھی اگر واضح تھے۔اور وہ واقعی ضروریات دین اسلام کی باتوں کا منکر تھا تو ایسی صورت میں اس شخص کا ایمان واقعی خطرہ میں ہے۔اس کو چاہیے کہ تجدید ایمان کے ساتھ تجدید نکاح بھی کرے

لما في الهندية:(۲۷۲/۲،طبع رشيديه)

من اعتقد الحرام حلالاأوعلى القلب يكفر أما لو قال هذا حلال لترويج السلعة او بحكم الجهل لا يكون كفرا؛

ولما في الدر المختار :(۲۴۲/۲،طبع سعيد)

وفي شرح الوهبانيه للشر نبلالي:ما يكون كفرا اتفا قا يبطل العمل والنكاح واولاده اولادزنا وما فيه خلاف يومر با الاستغفا ر والتوبة وتجديد النكاح:

ولما في الهندية:(۲۶۴/۲،طبع رشيديه)

ولو قذف عائشه رضي الله عنها با الزني كفر باالله

وأيضا في بحر الرائق :(۱۲۱/۵)طبع سعيد)

وبقذفه عا ئشة رضي الله عنها من نسا نه صلى الله عليه وسلم فقط.وبانكا ره صحبة أبي بكر رضي الله عنه.

ولما في الشامي:(۴۶/۳،طبع سعيد)

ان الرا فضي ان كان ممن يعتقد الألوهية في علي اوأن جبريلؑ غلط في الوحي أو كان ينكر صحبة الصديق أو يقذف السيدة الصديقه فهو كافر لمخا لفة القواطع المعلومة من الدين با الضرورة.

واللہ اعلم بالصواب: عمران الحق سوات

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۳۸۷۷

۸ صفر ۱۴۳۵ھ

﴿صرف طا، لام یعنی طل سے طلاق واقع نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طلاق، طلاق دو دفعہ کہا اور تیسری دفعہ بولنے میں صرف طا، لام۔: لا تو منہ بند کر دیا گیا اور پورا لفظ ادا نہیں کیا، پوچھنا یہ ہے کہ دو طلاقیں واقع ہوئیں یا تین؟

مستفتی: ولی محمد کوئٹہ

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں صرف دو طلاقیں واقع ہوئیں تیسری طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ ط، ل (یعنی طل) نہ تو طلاق کے صریح الفاظ میں سے ہے اور نہ ہی کنایہ میں سے بلکہ یہ ایک مہمل لفظ ہے جس کا کوئی معنی نہیں اس لئے تیسری طلاق واقع نہیں ہوئی۔

لما فی العالمگیریہ: (۱/۵۷ طبع رشیدیہ کوئٹہ)

وان حذف اللام والقاف بان قال انت طا وسكت او اخذ انسان فمه لايقع وان نوى.

ولما فی الولوالجیہ: (۲/۱۷ طبع فاروقیہ پشاور)

رجل قال لامرأته: انت طا طا خذانسان فمه. لايقع شئ نوى او لم ينو. حتى يجئ باللام وينوى الطلاق. لان العرب تنقص حرفا الا انه يشترط النية ـــ الخ.

ولما فی الخانیہ: (۱/۲۰۷ طبع قدیمی کراچی)

ولو قال انت طا وسكت او اخذ انسان فمه لايقع الطلاق وان نوى. لان العامة ماجرت بحذف حرفين من الكلام.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد ابرار بنوی عفی عنہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۰۸

﴿"میں نے تجھے تلاق دی" سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درپیش مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک عالم دین دوست ہے ایک مرتبہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ "میں نے تجھے تلاق دی" انکا موقف ہے کہ یہ لفظ مہمل ہے اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ میں اپنی بیوی کو ڈرانے اور دھمکانے کے طور پر یہ الفاظ کہا تھا اور نہ ہی اس سے میری طلاق کی نیت تھی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ واقعی اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی ہے؟ برائے مہربانی ادلہ کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

﴿جواب﴾ "میں نے تجھے تلاق دی" بولنے سے ایک طلاق واقع ہو جاتی ہے اس لئے کہ قضاءً "تلاق" بھی "طلاق" کی طرح صریح ہے نیت کے بغیر بھی اس سے رجعی طلاق واقع ہو جاتی ہے، لہٰذا آپ کے دوست کی بیوی کو طلاق ہوئی ہے شوہر چاہے تو دوران عدت رجوع

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کر سکتا ہے، بعد میں صرف دو طلاق کا حق باقی رہیگا۔اور یاد رہے کہ طلاق کے معاملہ میں عورت قاضی کے حکم میں ہے۔لہذا محض شوہر کی بات پر یقین نہ کرے کہ انہوں نے ''طلاق'' نہیں ''تلاق'' بولا ہے اور طلاق کی نیت سے نہیں بولا ہے۔

البتہ شوہر بولنے سے پہلے کسی کو گواہ بنا تا کہ میں دھمکانے کی غرض سے مہمل لفظ بولوں گا تو گواہ کی بات پر یقین کرنے کی گنجائش ہے اسی طرح بیوی شوہر سے ''تلاق'' مہمل لفظ بولنے پر اور طلاق کی نیت کے بغیر اس طرح کہنے پر اگر قسم لے لے اور بیوی کو یقین آجائے تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی اس لئے کہ دیانۃً یہ مہمل لفظ ہے طلاق شمار نہیں ہوتی۔

لمافی الشامی :(۲۴۸/۳طبع ایچ ایم سعید)

ویقع بھا ای بھذہ الالفاظ ومابمعناھا من الصریح ویدخل نحو طلاغ وتلاغ وطلاك وتلاك او"ط،ل،ق"أو" طلاق باش"بلافرق بین عالم وجاھل ،وان تعمد ته تخویفالم یصدق قضاء الااذاأشھد علیه قبله به یفتی ــ قال فی البحر ومنه الالفاظ المصحفة وھی خمسة فزاد علی ماھنا تلاق۔

لمافی الھندیه:(۳۵۷/۱طبع رشیدیه)

رجل قال لامرأته تراتلاق ،ھھناخمسة الفاظ تلاق وتلاغ وطلاغ وطلاك وتلاك عن الشیخ الامام الجلیل أبی بکر محمدبن الفضل رحمه الله انه یقع وان تعمد وقصد أن لایصدق قضاء ویصدق دیانة الااذاأشھد قبل ان یتلفظ به .

لما فی خلاصة الفتاوی :(۸۳،۸۲/۲طبع رشیدیه)

رجل قال لامرأته تراتلاق ،ھھناخمسة الفاظ تلاق وتلاغ وطلاغ وطلاك وتلاك عن الشیخ الامام الجلیل أبی بکر محمدبن الفضل رحمه الله انه یقع وان تعمد وقصد أن لایصدق قضاء ویصدق دیانة الااذاأشھد قبل ان یتلفظ به .

الجواب صحیح :مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب :عزیز احمد خضداری غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ فتوی نمبر:۳۱۰۳

﴿لغو الفاظ سے وقوع طلاق کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمّی صدام حسین نے اپنی والدہ کو غصے کی حالت میں کہا کہ تو بے غیرت ہے والدہ نے صدام حسین کو کہا کہ تیرے ان الفاظ کے کہنے سے تیری بیوی کو طلاق ہوگئی ہے اور اگر طلاق نہیں ہوئی تو میں طلاق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دلوادوں گی، صدام حسین نے جواب میں کہا اگر طلاق ہوئی تو میں دیکھ لوں گا، ان الفاظ سے شرعاً طلاق ہوگی یا نہیں؟ مستفتی: لطیف شاہ

﴿جواب﴾ صدام حسین کا اپنی والدہ کو یہ نازیبا الفاظ کہنا گناہ کبیرہ اور حرام ہے، لہٰذا توبہ استغفار کے علاوہ اپنی والدہ سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے اور آئندہ کے لئے ایسی گستاخی سے سچی توبہ ضروری ہے، تاہم اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

لمافی قوله تعالی:(سورة بنی اسرائیل،آیت ۲۲)﴿ولاتقل لهمااف ولاتنهرهما......الآية.﴾

ولمافی صحیح البخاری:(۵۵۹/۲،کتاب استتابة المعاندین،طبع رحمانیه)

قال النبی ﷺ اکبر الکبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدین وشهادة الزور......الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ناجد محمود کبوٹہ

۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۲۸۰۷

﴿کسی کے غلط مسئلہ بتانے پر اقرار طلاق کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غلط راستہ سے بیوی سے جماع کیا کسی نے بتایا کہ اس سے بیوی کو تین طلاق ہوجاتی ہیں، اس نے یقین کرلیا اور ایک دوسرے شخص کو بتادیا کہ میں نے بیوی کو تین طلاق دی ہیں، ارادہ صرف وہی غلط عمل تھا، کوئی طلاق دینا نہیں تھا، اس سے طلاق ہوجاتی ہے یا نہیں؟ مستفتی: مفتی ولی اللہ ڈیروی

﴿جواب﴾ بیوی سے غلط راستہ سے جماع کرنا ناجائز اور حرام فعل ہے، حدیث پاک میں ایسے شخص کیلئے سخت وعید آئی ہے، تاہم اس فعل قبیح کیوجہ سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لمافی قوله تعالی:(سورة البقرة،آیت ۲۲۳)﴿فاتوا حرثکم انی شئتم......الآية.﴾

ولمافی سنن ابی داود:(۲۱۱/۱،باب فی جامع النکاح،طبع رحمانیه)

عن أبی هریرةؓ قال قال النبی ﷺ ملعون من اتی امرأة فی دبرها.

چونکہ مذکورہ الفاظ (میں نے بیوی کو تین طلاق دی) اقرار طلاق ہے اگرچہ تعبیر غلط ہے جس سے قضاءً طلاق واقع ہوجاتی ہے، اس لئے معاملہ قاضی یا حاکم کے پاس اگر گیا تو طلاق کا حکم جاری کرنا ضروری ہے لیکن حقیقت اور واقع میں طلاق کی خبر نہیں، اس لئے دیانۃً کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، لہٰذا بیوی کو بھی شوہر کی بات پر اگر یقین ہے اور وہ طلاق کا دعویٰ اگر نہیں کرتی تو عند

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اللہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، میاں بیوی کی طرح رہنے کی گنجائش ہے۔

لمافی الشامی:(۲۲۲/۲،طبع سعید)

(تنبیہ)فی الحاوی الزاهدی:ظن انه وقع الثلاث علی امرأته بافتاء من لم یکن اهلا للفتوی وکلف الحاکم کتابتهافی الصک فکتبت ثم استفتی ممن هو اهل للفتوی فافتی بانه لایقع والتطلیقات الثلاث مکتوبة فی الصک بالظن فله ان یعودالیهادیانة ولکن لایصدق فی الحکم.

ولمافی الاشباه:(ص۱۵۸،القاعدة السابعة عشر،طبع قدیمی)

لواقر بطلاق زوجته ظانا الوقوع بافتاء المفتی فتبین عدمه لم یقع قال الحموی ای دیانة اما قضاء فیقع کمافی القنیه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ناجد محمود کھوٹہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر:۲۷۷۲

﴿نافرمان بیوی کو طلاق دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی بات بات پر مجھ سے جھگڑتی ہے حد سے زیادہ بدتمیزی کرتی ہے، میں ایک شریف آدمی ہوں، اولاد اور عزت کی خاطر برداشت کرتا رہتا ہوں، اب حد ہوگئی مجھ پر ہاتھ بھی اٹھالیتی ہے، میں شراب اور نشہ سے پرہیز کرتا ہوں، وہ میرے سامنے پی لیتی ہے، جوا بھی کھیلتی ہے میرے کئی کروڑ روپے جوے کی نذر کردیئے کبھی کام سے تھکا ہوا آتا ہوں وہ دروازہ بند کرلیتی ہے، مجھے مندرجہ ذیل باتوں کا جواب دین اسلام کی روشنی میں عنایت فرمائیں:

(۱) ایسے حالات میں اگر میں طلاق دوں تو عند اللہ گناہ گار ہوں گا یا نہیں؟

(۲) اگر میں دوسری شادی کرلوں تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) دوسری شادی سے اگر وہ منع کرتی ہے تو مجھے اس کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

(۴) میں جس ملک میں رہائش پذیر ہوں وہاں کے قانون کے مطابق اگر میں ''لیگل اسپروشن'' کا معاملہ کروں تو ہماری شریعت میں اسکی کیا حیثیت ہے؟ لیگل اسپروشن کا مطلب یہ ہے کہ شوہر بیوی کو طلاق دیئے بغیر الگ کردیتا ہے، اسکا پورا خرچ برداشت کرتا ہے اور رہائش بھی شوہر کے ذمہ داری ہوتی ہے اور موجودہ تمام ملکیت میں بھی اسکا آدھا حصہ ہوتا ہے، میراث میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بھی اسکا حصہ ہوتا ہے اور وہ بھی پابند رہتی ہے کہ دوسری شادی نہیں کرسکتی لیکن ازدواجی حقوق ایک دوسرے پر باقی نہیں رہتے اور نہ کوئی اسکا مطالبہ کرسکتا ہے جبکہ طلاق کی صورت میں وہ دوسری شادی کرسکتی ہے اور میراث میں اسکا حصہ نہیں ہوتا، خرچہ رہائش بھی اسکے ذمہ نہیں ہوتا، البتہ موجودہ ملکیت میں سے طلاق کی صورت میں آدھا حصہ دینا پڑتا ہے، برائے کرم میرے لئے شریعت ایسے حالات میں کیا حکم کرتی ہے؟ مستفتی: شعیب فیزاڈیفنس کراچی

﴿جواب﴾ اللہ تعالی نے انسانوں میں رشتہ ازدواج اسلئے مشروع فرمایا تاکہ انسانوں میں توالد وتناسل جاری رہ سکے اور مرد وعورت حلال طریقے سے اپنی فطری جنسی خواہش پوری کرسکیں اور دونوں ایک دوسرے کیلئے باعث سکون ورحمت بن سکیں لیکن بدقسمتی سے کسی شوہر کو ایسی بیوی سے واسطہ ہوجائے جسکا سوال میں ذکر ہے یا کسی بیوی کو ایسے مرد سے واسطہ ہوجائے جو کہ بیوی کے واجب حقوق ادا نہ کرتا ہو اور بجائے سکون وراحت کے دونوں کی زندگی تلخ گزرتی ہو اور نکاح کے مطلوبہ فوائد حاصل نہ ہوسکیں تو شریعت اسلام نے ایسے حالات میں طلاق کو مستحب قرار دیا ہے، اسلئے کہ ایسی صورت میں طلاق ہی دونوں کیلئے خلاصی کا ذریعہ ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة البقرة آیت ۲۳۱)﴿لاجناح علیکم ان طلقتم النساء... الاية.﴾

ولمافی التنویرمع الدر:(۴/۴۲۷-۴۲۸، کتاب الطلاق، طبع امدادیه)

(وايقاعه مباح)عند العامة لاطلاق الآيات ثم قال بعدسطوربل يستحب لوموذية اوتاركة صلاة.

(۲-۳) دین اسلام میں چار تک شادیاں کرنے کا مرد کو اختیار ہے، اس لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ہرگز ضروری نہیں۔

لمافی قوله تعالیٰ:(سورة النساء، آیت۵)

﴿فانكحوا ماطاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع... الآية.﴾

ولمافی التنویرمع الدر:(۴/۱۲۸، کتاب النکاح، طبع امدادیه)

وصح نكاح اربع من الحرائر والاماء فقط للحر.

(۴) لیگل اسپروشن کی حیثیت دین اسلام میں طلاق کی ہے یا نہیں؟ اسکی مزید تحقیق انشاء اللہ کریں گے لیکن اتنا تو واضح ہے کہ دین اسلام اسکو اپنی تمام شرائط کے ساتھ ہرگز تسلیم نہیں کرتا، اس لئے کہ میاں بیوی کے تعلق کے بارے میں دین اسلام میں صرف دو ہی راستے ہیں تیسرا کوئی راستہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نہیں (۱) معروف طریقے سے بیوی بنا کر رکھنا یا (۲) احسان کے ساتھ قید نکاح سے اسکو خلاصی دینا، اس کیلئے اس کے علاوہ کوئی تیسرا طریقہ نہیں ہے جو شریعت اسلام نے جائز رکھا ہو۔

لما فی قولہ تعالی: (سورۃ البقرۃ، آیت ۲۲۹) فامساک بمعروف او تسریح باحسان..... الایۃ

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: فیاض احمد

۶ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۲۷

﴿والدین کے حکم سے بیوی کو طلاق دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ آج سے تین سال پہلے میرے والدین نے میری شادی کرادی لیکن اتفاق سے میری بیوی بیمار نکلی جسکا ہمیں شادی سے قبل علم نہیں تھا جسمانی طور پر بھی بیمار ہے اور ذہنی طور پر بھی نہ تو الدکی صلاحیت ہے نہ گھر کا کام جانتی ہے اور نہ سیکھ سکتی ہے، ڈاکٹروں نے اس کو خاص قسم کی مریضہ بتلایا ہے۔

میرے والدین اب میری دوسری شادی کرانا چاہتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ پہلے اسکو طلاق دے دو، ایک دن میرے والد صاحب کو بہت غصہ آیا اور مجھے کہدیا کہ میں اسکو چھوڑ دوں یا پھر گھر الگ کر کے علیحدہ ہو جاؤں لیکن میں چاہتا ہوں کہ دوسری شادی کر کے اسکو بھی ساتھ رکھوں کیونکہ اسکی حالت ایسی نہیں ہے کہ کہیں اور اسکی شادی ہو سکے حالانکہ میرے والدین نے ہی اسکو پسند کیا تھا، ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ بیوی کو رکھتا ہوں تو والدین ناراض ہوتے ہیں اور اگر والدین کی مانتا ہوں تو بیوی کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ مستفتی: منصور اختر

﴿جواب﴾ بلاشبہ آپ بڑی آزمائش میں ہیں اللہ تعالی آپ کی مدد کرے، والدین کی اطاعت نہ صرف یہ کہ دین اسلام میں اسکی بڑی اہمیت ہے بلکہ ابھی آپکو انکے سہارے کی بھی بڑی ضرورت ہے اور مذکورہ صفت والی بیوی کو رکھنا اور نبھانا بھی کوئی آسان نہیں ہے لیکن بیوی پر شفقت اور بغیر کسی جرم کے اسکو بے سہارا چھوڑنے کو گوارہ نہ کرنا بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، بلاشبہ بڑا اچھا جذبہ ہے بلکہ وفاداری اور حسن خلق کا بھی یہی تقاضا ہے۔

لیکن دوسری شادی کرنے کا واقعی آپ نے اگر فیصلہ کر لیا ہے تو ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھ لیں کہ دونوں بیویوں کے حقوق بھی بجالا سکو گے یا نہیں؟ اور دونوں کے درمیان برابری کا مستقل حکم

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، اس کی بھی تعمیل کر سکو گے یا نہیں؟ اور ہمارے معاشرے میں ایک بیوی ہوتے ہوئے دوسری دینے کیلئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔

بلاشبہ اللہ ہی کے قبضہ میں ہے سب کچھ لیکن سبب کے درجے میں رکاوٹ تو ہے، مذکورہ بالا حالات کے تناظر میں آپ طلاق دینا چاہیں تو شرعاً مذموم نہیں ہے، نہیں دینا چاہتے تو والدین کی نافرمانی کیوجہ سے گنہگار بھی نہیں ہو رہے ہیں، ایسی صورت میں والدین کی اطاعت واجب نہیں ہے۔

لہذا آپ اپنا فیصلہ خود ہی کر سکتے ہیں شریعت کی طرف سے آپ پر کوئی پابندی عائد نہیں ہو رہی اور ہم کوئی رائے بھی نہیں دے سکتے اسلئے کہ مفتی دوسروں کے گھریلو حالات سے پوری طرح باخبر نہیں ہو سکتا۔

لما فی الشامی :(۲/۲۲۸ طبع سعید)

أما الطلاق فان الاصل فيه الحظر بمعنى انه محظور الا لعارض يبيحه ،وهو معنى قولهم :الاصل فيه الحظر والاباحة للحاجة الى الخلاص ،فاذا كان بلا سبب لم يكن فيه حاجة الى الخلاص بل يكون حمقا وسفاهة رای ومجرد كفران النعمة واخلاص الايذاء بها وباهلها واولادها فحيث تجرد عن الحاجة المبيحة له شرعا يبقى على اصله من الحظر ولهذا قال تعالى:﴿ فان اطعنكم فلا تبغوا عليهنّ سبيلا﴾ ای الفراق، وعليه الحديث "ابغض الحلال الى الله الطلاق" قال فی الفتح :ويحمل لفظ المباح على ما ابيح فی بعض الاوقات أعنی اوقات تحقق الحاجة المبيحة اه واذا وجدت الحاجة المذكورة ابيح وعليها يحمل ما وقع منه صلی الله عليه وسلم الخ.

ولما فی روح المعانی:(۱۵/۲۲ سورة الاسراء طبع رشیدیہ)

وذكر بعض المحققين :ان العقوق فعل ما يحصل منه لهما او لاحدهما ايذاء ليس بالهين عرفا ويحتمل ان العبرة بالمتأذی لكن لو كان الوالد فی غاية الحمق وسفاهة العقل فامره أو نهی ولده بما لا يعد مخالفته فيه فی العرف عقوقا لا يفسق ولده بمخالفته حينئذ لعذره وعليه فلو كان متزوجا بمن يحبها فأمره بطلاقها ولو لعدم عفتها فلم يمتثل لأمره لا اثم عليه نعم الأفضل طلاقها امتثالا لأمر والده ،فقد روی ابن حبان فی صحيحه انّ رجلا أتى أبا الدرداء فقال:ان ابی لم يزل بی حتّى زوّجنی وانه الأن يأمرنی بفراقها ،قال:ما أنا بالذی آمرك ان تعق والديك ولا بالذی آمرك ان تطلق زوجتك غير أنك ان شئت حدثتك بما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "الوالد اوسط ابواب الجنّة" انّ شئت فحافظ على ذلك أو دع.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: شاہد خان سواتی

۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۲ھ فتوی نمبر: ۲۹۴۱

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مرتد ہونے سے طلاق مغلظہ کا اثر ختم نہیں ہوتا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدے اور تین طلاقیں دینے کے بعد یہ طلاق دینے والا شخص اور مطلقہ بیوی دونوں ہی کافر ہو جائیں اور پھر مسلمان ہو کر نکاح کر لیں کیا یہ دونوں بغیر حلالہ کروائے اکٹھے رہ سکتے ہیں اور مرتد ہو کر دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد جو نکاح ان دونوں نے کیا ہے۔کیا وہ جائز ہوگا یا حلالہ کروانا ضروری ہے؟ مستفتی: محمد اختر حسین قصور

﴿جواب﴾ مرتد ہونے سے طلاق مغلظہ کا اثر ختم نہیں ہوتا لھذا بیوی کو تین طلاق دینے والا اگر مرتد ہو گیا (العیاذ باللہ) اس کے بعد دوبارہ اسلام قبول کر لیا تب بھی اس بیوی سے دوبارہ شادی کرنے کے لیئے حلالہ شرعیہ ضروری ہے۔اس کے بغیر وہ حلال نہیں ہو سکتی۔

لما فی الشامی ۱۸۴/۳ طبع سعید

وانه تثبت بقية احكام النكاح فی حقهم كالمسلمين :من وجوب النفقة فی النكاح،ووقوع الطلاق ونحوهما: كعدة،ونسب ، وخيار بلوغ، وتوارث بنكاح صحيح، وحرمة مطلقة ثلاثا، ونكاح محارم.

ولما فی الشامی ۱۸۶/۳ طبع سعيد

(قوله محرمين) بان تزوج مجوسی امة او بنته، وكذا لو تزوج مطلقة ثلاثا او جمع بين خمس او اختين فی عقدة ثم اسلما او احدهما فرق بينهما اجماعا فتح، وكذا قال فی النهر، وليس الحكم مقصورا على المحرمية،بل كذالك لوتزوج مطلقته ثلاثا الخ.

ولما فی الشامی ۱۸۷/۳ طبع سعيد

(قوله فانه يفرق بينهما) لان هذا التفريق ابطال حق على الزوج، لان الطلقات الثلاث قاطعة لملک النكاح فی الاديان كلها بحر.

ولما فی الدر المختار ۱۸۷/۳ طبع سعيد

اوتزوجها قبل زوج آخر وقد طلقها ثلاثا، فانه فی هذه الثلاثة يفرق من غير مرافعة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: تنویر الرحمٰن غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ فتوی نمبر: ۳۴۸۵

﴿مرتد ہونے سے عورت نکاح سے نہیں نکل سکتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی اپنی بیوی کو

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

نان نفقہ نہ دینے کیساتھ ساتھ اس پر بہت زیادہ ظلم کرتا تھا، بالآخر وہ عورت ظلم و بربریت کے برداشت سے عاجز آ کر شوہر کے مظالم سے خلاصی کیلئے مرتد ہوگئی (نعوذ باللہ) اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا اس عورت کا پہلے شوہر سے نکاح ٹوٹ گیا؟ کیا اس کے بعد وہ دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے؟ برائے مہربانی شریعت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: مولوی حسین احمد مدنی

﴿جواب﴾ ایسی عورت سے متعلق تین روایات ہیں:

(۱) مرتد ہونے سے اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور اس جرم کی وجہ سے وہ باندی بن جائے گی، اس کا شوہر چاہے تو اس کو امام وقت سے خرید کر اپنے پاس رکھے اور اگر شوہر مصرف ہو تو امام اسے مفت بھی دے سکتا ہے۔

(۲) ایسی عورت کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، مگر یہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی، بلکہ اسے تجدید اسلام اور پہلے شوہر سے ہی نکاح کرنے مجبور کیا جائیگا۔

(۳) ارتداد کے باوجود اسکا نکاح نہیں ٹوٹے گا، وہ بدستور شوہر کے نکاح میں رہے گی۔ (مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا نے اسی قول پر فتوی دیا ہے)

ہمارے اس دور میں پہلی دونوں صورتوں کو اختیار کرنا ناممکن ہے، کیونکہ ایک طرف قوانین اسلام پر عمل نہ ہونا تو دوسری طرف حکومت سے ایسے احکام کے بجالانے کی امید رکھنا شاید خام خیالی ہوگی۔ لہذا تیسری صورت متعین ہے کہ اس عورت کا نکاح نہیں ٹوٹے گا، وہ بدستور شوہر کے نکاح میں رہیگی، لیکن تجدید اسلام سے قبل شوہر کو اس سے جماع، تقبیل اور لمس بالشہوۃ (بوس وکنار) کی اجازت نہیں، یہاں تک کہ اسلام قبول کرلے پھر اسکے بعد تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ اس عورت کا شوہر کے نکاح سے نکلنے کیلئے مرتد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ انتہائی ناسمجھ عورت ہے، شاید اسی وجہ سے شوہر بھی اس کو نہیں چاہتا، شوہر اگر بے کار ہے تو اسکا حل یہ تھوڑا ہے کہ اپنے رب کو بھی ناراض کردے، اس حماقت پر سچے دل سے توبہ کرے اور شوہر واقعی ایسا ہی اگر ہے جسکی وجہ سے خاتون خلاصی چاہتی ہے، مثلاً شوہر متعنت ہے جو نان نفقہ نہیں دیتا اور نہ ہی طلاق دیتا ہے تو اس کے لئے یہ شرعی حل موجود ہے کہ

شوہر سے طلاق لی جائے، اگر وہ یوں طلاق نہ دے تو خلع کی صورت اختیار کی جائے کچھ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دے دلا کر طلاق پر آمادہ کیا جائے ، اس پر راضی نہ ہو تو عدالتی کاروائی کی جائے اور عدالت میں طلب کر کے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے ، اگر وہ اس پر بھی طلاق نہ دے تو حاکم خود دونوں میں تفریق کر دے ، بحالت مجبوری قابل فہم وبصیرت اہل علم ودانش مسلمانوں کی جماعت بھی یہ فرض انجام دے سکتی ہے۔ اس کے بعد وہ عورت عدت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

لما في التنوير مع الدر :(۱۹۳/۳ طبع: ایچ ایم سعید)

لو ارتدت لمجيء الفرقة منها قبل تأكده ولو ماتت في العدة ورثها زوجها المسلم استحسانا ،وصرحوا بتعزيرها خمسة وسبعين ،وتجبر على الاسلام وعلى تجديد النكاح زجرالها بمهر يسير كدينار ،وعليه الفتوى ولوالجية.وأفتىٰ مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها زجرا لها وتيسيرا لاسيما التي تقع في المكفر ثم تنكر ،قال في النهر :والافتاء بهذا اولى من الافتاء بما في النوادر لكن قال المصنف : ومن تصفح احوال نساء زماننا ومايقع منهن موجبات الردة مكررا في كل يوم لم يتوقف في الافتاء برواية النوادر ،قلت : وقد بسطت في القنية والمجتبى والفتح والبحر .وحاصلها أنها بالردة تسترق وتكون فيأللمسلمين عند أبي حنيفة ويشتريها الزوج من الامام أو يصرفها اليه لو مصرفا.

لما في الهندية:(۳۳۹/۱ طبع :رشیدیه کوئٹه)

ولو أجرت كلمة الكفر على لسانها مغايظة لزوجها أو اخراجا لنفسها عن حبالته أو لاستيجاب المهر عليه بنكاح مستأنف لزوجها تحرم على زوجها فتجبر على الاسلام ولكل قاض ان يجدد النكاح بأدنى شئي ولو بدينار سخطت أو رضيت وليس لها أن تتزوج الابزوجها.

لما في فتاوى قاضي خان:(۱۹۵/۱ طبع :قدیمی کتب خانه)

منكوحة ارتدت والعياذبالله تعالى حكى عن ابى النضر وابى القاسم الصفار انهما قالا لايقع الفرقة بينهما حتى لاتصل الىٰ مقصود ها ان كان مقصود ها الفرقة وفي الرواية الظاهرة يقع الفرقة وتجبس المرأة حتىٰ تسلم ويجدد النكاح سدألهذاالباب عليها.

لما في الشامي:(۲۵۳/۳ طبع :ایچ ایم سعید کراچی)

(وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها به يفتي)وقد افتى الدبوسي والصفار وبعض اهل سمر قند بعدم وقوع الفرقة بالردة عليها ،وغير هم مشو على الظاهر ولكن حكموا بجبرها على تجديدالنكاح مع الزوج ويضرب خمسة وسبعين سوطا.

لما في فتح القدير :(۴۰۷/۳ طبع :رشیدیه کوئٹه)

وبعض مشائخ بلخ وسمر قند أفتوا في ردتها بعدم الفرقة حسما لاحتيالها على الخلاص بأكبر الكبائر ،وعامة مشائخ بخارى أفتوابالفرقة وجبرها على الاسلام وعلى النكاح مع زوجها الاول لأن الحسم بذالك يحصل ،ولكل قاضي أن يجدد النكاح بينهما بمهر يسير ولو بدينار رضيت أم لا ،وتعزر خمسة وسبعين

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

كذافى كفاية المفتى :(۶/ ۲۷۲،۲۷۳،۲۷۴طبع:ادارة الفاروق كراچى)

كذافى الحيلة الناجزة:(ص ۱۱۳، ۱۱۴طبع:دارالاشاعت كراچى)

كذافى احسن الفتاوى:(ج۶/ ۲۶۱،۲۶۳طبع :ایچ ایم سعید کراچی)

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عزیز احمد خضداری

۷ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ — فتویٰ نمبر: ۴۶۲۰

﴿حلالہ کا شرعی طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے تقریباً ایک سال پہلے ایک ہی وقت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں تھیں اور اس کے بعد رجوع بھی نہ کرسکا، اب دونوں اکٹھے رہنا چاہتے ہیں، قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ وہ اکٹھے رہ سکتے ہیں یا نہیں؟ واضح رہے کہ پہلے الجامعہ الاسلامیہ (اہل حدیث) ملتان سے فتویٰ طلب کیا تھا انہوں نے تجدید نکاح کا فتویٰ دیا تھا۔ مستفتی: ابوبکر

﴿جواب﴾ جب اس شخص نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دیدیں تو تینوں واقع ہوگئی ہیں اور تین طلاقوں کے بعد تجدید نکاح سے بھی وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔

اب اگر وہ دوبارہ اکٹھے رہنا چاہتے ہیں تو حلالہ شرعی کے بعد ہی اکٹھے رہ سکتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور باقاعدہ ہمبستری بھی کرے پھر اگر وہ اس کو طلاق دیدے تو عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرسکے گی۔

اہل حدیث حضرات کا فتویٰ کوئی فتویٰ نہیں، یہ دنیا کے چاروں مذاہب کے خلاف ہے، اس لئے جو شخص شریعت کے حلال وحرام کی پابندی کرنا چاہتا ہو اسکو اہل حدیث حضرات کے فتویٰ پر عمل کرنا حلال نہیں۔

لمافى ردالمحتار:(۳/ ۲۳۲-۲۳۳طبع سعيد)

(قوله ثلاثة متفرقة)وكذا بكلمة واحدة بالاولى..... اما اولا فاجماعهم ظاهر لانه لم ينقل عن احد منهم انه خالف عمر(رضى الله عنه) حين امضى الثلاث.

ولمافى فتح القدير:(۳/ ۳۳۱طبع رشيديه)

وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعد هم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلاث.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی قوله تعالی:(سورة البقرة،پ۲،آیت ۲۳۰)

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره...... الآیة.

ولما فی الصحیح لمسلم:(۱/۴۶۳،طبع قدیمی)

عن عائشة قالت جاءت امراة رفاعة الی النبی صلی الله علیه وسلم فقالت کنت عند رفاعة فطلقنی فبت طلاقی فتزوجت عبد الرحمن بن الزبیروانمامعه مثل هدبة الثوب فتبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم وقال اتریدین ان ترجعی الی رفاعة ،لا حتی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتک...... الخ.

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم بالصواب :محمد امیر ملک خوشابی

۲۹صفرالخیر ۱۴۳۲ھ　　　فتویٰ نمبر:۲۹۶۴

﴿حلالہ ضروری ہو تو صرف توبہ واستغفار سے بیوی حلال نہیں ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ایک شخص کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا تو شوہر نے غصہ میں آکر کہا کہ ''میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی، میں نے تمہیں طلاق دی''۔اس جھگڑے کے بعد بیوی شوہر کا گھر چھوڑ کر ماں باپ کے گھر چلی گئی کچھ دن کے بعد شوہر کو ندامت ہوئی اور وہ جا کر اپنی بیوی کو لے آیا۔بیوی اب اس کے ساتھ ہی رہتی ہے۔شوہر کا کہنا ہے کہ میں حلالہ نہیں کراؤں گا مجھے غیرت آتی ہے کہ میری بیوی کے جسم کو میرے علاوہ کوئی دوسرا مرد دیکھے، بلکہ صرف توبہ، استغفار کروں گا۔اور وہ شخص ہر روز تسبیحات ،تلاوت ،نوافل کا اہتمام کرتا ہے اور اللہ سے اپنے اس گناہ کی معافی چاہتا ہے اور روتا بھی ہے لیکن بیوی کو نہیں چھوڑتا ،کیا اس شخص کا ایسا کرنا درست ہے کیا شرعی حلالہ کے بغیر توبہ و استغفار سے وہ اس کی بیوی بن جائیگی؟　　　مستفتی:عبدالصمد ٹوکوٹ سندھ

﴿جواب﴾ گناہ چھوڑے بغیر توبہ واستغفار کرنا جہالت ہے۔اس طرح توبہ قبول نہیں ہوتی مرد وعورت دونوں پر لازم ہے کہ جدا ہو جائیں برادری کے لوگوں کو چاہئے کہ دونوں کے درمیان تفریق کریں۔وعظ ونصیحت کے ذریعہ اگر کامیاب نہ ہوں تو سوشل بائیکاٹ کریں ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔تین طلاقوں کے بعد بیوی شوہر کے لئے حرام رہتی ہے جب تک دوسری جگہ شادی نہ کرے اور اس حکم کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تاکہ تین طلاق اگر کوئی دے تو سوچ سمجھ کر دے اس سے طلاق کی شرح کم ہوگی اس شوہر کو بیوی زیادہ محبوب تھی تو طلاق نہ دیتا۔اب توبہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عورت اسکی بیوی رہی نہیں، غیرت اپنی بیوی پر آتی ہے لہذا یہ شیطانی دھوکہ ہے۔

لما فی العالمگیریہ:(۳۵۶/۱، طبع سعید)

رجل قال لامرأته انت طالق انت طالق انت طالق فقال عنيت بالاولى الطلاق و بالثانية و الثالثة افهامها صدق ديانة و فی القضاء طلقت ثلاثا كذا فی فتاوى قاضی خان۔

ولما فی العالمگیریہ:(۴۷۳/۱، طبع سعید)

اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها فی العدة و بعد انقضائها وان كان الطلاق ثلاثا فی الحرة و ثنتين فی الامة لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا و يدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها كذا فی الهداية۔

ولما فی الهدایۃ:(۳۵۴/۲، طبع رحمانیہ)

و طلاق البدعة ان يطلقها ثلثا بكلمة واحدة او ثلثا فی طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق عاصيا۔

ولما فی روح المعانی:(۲۸۸/۲۸، طبع رشیدیہ)

وقال الامام النووی :التوبة ما استجمعت ثلاثة امور:ان يقلع عن المعصية و ان يندم على فعلها وان يعزم عزما جازما على ان لا يعود الى مثلها ابدا،فان كانت تتعلق بآدمی لزم رد الظلامة الى صاحبها او وارثه او تحصيل البراءة منه و ركنها الاعظم الندم۔

الجواب صحیح :عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ فتویٰ نمبر: ۳۷۸۶

﴿دو بیویوں کو بلا تعیین طلاق دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور بکر کا آپس میں کسی بات پر تکرار ہو گیا، زید کہتا ہے کہ تم نے یہ کام کیا ہے اور بکر انکار کرتا ہے، جب بات بڑھ گئی تو بکر نے کہا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو میری بیوی تین طلاق کے ساتھ مطلقہ ہے لیکن بکر نے وہ کام کیا تھا جان چھڑانے کیلئے جھوٹ بولا، پوچھنا یہ ہے کہ اسطرح کہنے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ اسکی زبان سے یہ الفاظ بلا قصد طلاق نکلے تھے اور بکر کی دو بیویاں ہیں اگر طلاق واقع ہو گئی ہے تو کونسی بیوی پر؟ کیونکہ اس نے تو کسی ایک کی تعیین نہیں کی تھی۔ مستفتی: ذبیح اللہ پشاور

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں بلا شبہ طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے، بکر نے دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کا طلاق کے وقت اگر تعیین نہیں کیا تھا تو اب اس پر کسی ایک کو متعین کرنا واجب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے اور جب تک یہ تعیین نہیں کریگا دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی جانا حرام ہے جسکی تعیین کرے تو وقت طلاق سے وہ تین ماہواری پوری کر کے اسکی عدت مکمل ہو جائیگی، اسکے بعد کسی دوسری جگہ چاہے تو نکاح کر سکتی ہے، یہ بھی واضح رہے کہ حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ اسی شوہر کیساتھ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔

لمافی الدرالمختار:(۲۳۵/۳،طبع سعید)

ویقع طلاق کل زوج بالغ ،عاقل،ولو تقدیرا ولو عبدا اومکرھااوھازلااومخطئا بأن أرادالتکلم بغیرالطلاق فجری علی لسانه الطلاق.

ولمافی الھندیة:(۳۸۷/۱،طبع قدیمی)

یقع الطلاق کل زوج اذاکان بالغاعاقلاسواء کان حرا اوعبدا طائعااومکرھاکذافی جوھرة النیرةوطلاق اللاعب والھازل به واقع کذالک لوأراده ان یتکلم بکلام فسبق لسانه بالطلاق فالطلاق واقع کذافی المحیط.

ولمافی التنویرمع الدر:(۷۰۵/۳-۷۰۶،طبع سعید)

(ان حلف علی کاذب عمدا)ولوغیرفعل اوترک کوالله انه حجزالأن فی ماض(کوالله مافعلت)کذا(عالمابفعله أو)حال(کوالله ماله علی ألف عالما بخلافه ووالله انه بکر عالمابانه غیره)......(ویأثم بھا)فتلزم التوبة(و)ثانیھا(لغو)لامؤاخذة فیھا الا فی ثلاث طلاق وعتاق ونذر أشباه.

ولمافی الدرمع الرد:(۲۹۰/۳،طبع سعید)

(ولوقال امرتی طالق وله امرأتان او ثلاث تطلق واحدة منھن وله خیارالتعین)اتفاقا.

ولمافی الشامی:(۲۹۱/۳،طبع سعید)

وفی الخانیةامرأته طالق وله امرأتان معروفتان له ان یصرف الی ایتھما شاء ولم یحک خلافا.

ولمافی البحرالرائق:(۲۵۲/۳،طبع سعید)

ولوقال امرأته طالق وله امرأتان کلتاھما معروفة کان له ان یصرف الطلاق الی ایتھماشاء

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب:محمد عمران غفرلہ ولوالدیہ

۱۹صفرالخیر ۱۴۳۲ھ

فتویٰ نمبر:۲۸۹۳

﴿عام حالات میں بلاوجہ طلاق دینا شرعاناپسندیدہ عمل ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے کہ میری بیوی میرے والدین کو بہت تنگ کرتی ہے، گالی گلوچ اورانتہائی نازیبا الفاظ استعمال کرتی ہے، میرے والد نے بھی تنگ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

آ کر بار بار مجھے طلاق دینے کا کہا اور میں نے کئی دفعہ اس کو والدین کے گھر بھیجا ہے اسی وجہ سے لیکن وہ پھر بھی شرارت سے باز نہیں آتی، میرے چھوٹے بچے ہیں، انکی پرورش کا مسئلہ بھی ہے، کیا اس صورت میں اس کو طلاق دے سکتا ہوں یا نہیں؟ مستفتی عبدالرؤف پنڈی

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ عام حالات میں بلا وجہ طلاق دینا شرعاً ناپسندیدہ عمل ہے اور کوئی وجہ ہو تو بعض صورتوں میں طلاق دینا ضروری بھی ہوتا ہے، سوال میں تحریر کردہ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی بیوی ضدی اور نافرمان ہے، آپکے سمجھانے کے باوجود شاید وہ اپنے رویہ کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہے، ایسی صورت میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ روز کی تلخی سے دونوں کو نجات ملے یہ تو آپکی تحریر سے ہمیں اندازہ ہوا ہے جبکہ حقیقت میں آپ خود ہی اپنے گھر والوں سے بخوبی واقف ہیں، آپکے والد صاحب کا حکم کہ بیوی کو طلاق دیدو اگر صرف ذاتی رنجش کی وجہ سے ہے کہ بہو انکی خدمت نہیں کرتی حالانکہ بہو پر انکی خدمت واجب نہیں ہے کرے تو اسکی سعادت ہے نہ کرے تو ضروری نہیں ہے۔

باقی وہ آپکی عزت واحترام کرتی ہے، اولاد کی تربیت کرتی ہے، جان ومال میں خیانت نہیں کرتی تو طلاق کا مطالبہ بے جا ہے، طلاق دینا کوئی ضروری نہیں ہے اور اگر انکا مطالبہ اس لئے ہے کہ وہ مزاج کی ٹیڑھی ہے، مستقبل میں بیٹے کے لئے مزید پریشانی کا باعث بنے گی تو ایسی صورت میں والد صاحب کی بات پر عمل کرنا مناسب ہے، رہی اولاد کی تربیت سو مزاج کی ٹیڑھی اولاد کی تربیت بھی نہیں کر سکتی بلکہ اولاد کا بھی نقصان کرتی ہے۔

بہر حال آپ خود ہی بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں، ہمارے معاشرہ میں اس قسم کے گھریلو مسائل جب سامنے آتے ہیں تو بعض جگہ زیادتی بہو کی ہوتی ہے اور بعض جگہ ساس وسسر بہو سے حد سے زیادہ توقعات رکھتے ہیں جس کی وجہ سے اس کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲/۲۲۷-۲۲۸ طبع امدادیہ)

(وایقاعه مباح) عند العامة لاطلاق الأيات أكمل وقيل قائله الكمال الاصح حظره ای منعه الا لحاجة، كريبة وكبر...... بل يستحب لو مؤذية.

وفی الشامية: ولما الطلاق فان الاصل فيه الحظر بمعنى انه محظور الالعارض يبيحه وهو معنى قولهم الاصل فيه الحظر والاباحة للحاجة الى الخلاص فاذا كان بلا سبب اصلا لم

یکن فیه حاجة الی الخلاص بل یکون حمقا وسفاهة رأی ومجرد الحاجة الی الخلاص عند تباین الاخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم اقامة حدود الله تعالی فلیست الحاجة مختصة بالکبر والریبة ولهذا" قال تعالی ﴿فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا﴾ ای لا تطلب الفراق.۔۔ قوله:(لو مونیة) اطلقه فشمل المونیة له او لغیره بقولها او بفعلها.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حسن غفرلہ

۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۶۱

﴿طلاق دینے کا بہتر طریقہ کیا ہے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی ہے اس لئے کہ میں نے ایک عالم دین سے معلوم کیا تھا کہ میرا ارادہ طلاق دینے کا ہے، آپ بہتر طریقہ بتا دیں تو انہوں نے بتایا کہ صرف ایک طلاق دیکر رجوع کئے بغیر عدت گزارنے دیں تین طلاقوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن سسرال والے دو طلاق مزید دینے کا اصرار کر رہے ہیں، براہ کرم آپ صحیح طریقہ بتا دیں؟

﴿جواب﴾ تین طلاقیں ایک ساتھ دینے سے اگر چہ طلاق واقع ہو جاتی ہے لیکن شرعا بدعت اور ممنوع قرار دیا گیا ہے الگ الگ طہر میں دینے کی گنجائش ہے، تاہم اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ صرف ایک طلاق ایسے طہر میں جس میں جماع بھی نہ کیا ہو دیکر رجوع نہ کریں اور عدت گزرنے دیں جیسا سوال میں بتایا گیا ہے، عدت گزرنے کے بعد عورت مکمل آزاد ہو جائیگی، دوسری جگہ چاہے تو نکاح کر سکے گی۔

ایک فائدہ یہ بھی ہے اس طریقہ کو اختیار کرنے میں کہ میاں بیوی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو بغیر حلالہ نئے حق مہر کیساتھ نکاح کر سکیں گے جب کہ تین طلاقیں دینے کی صورت میں بغیر حلالہ نکاح نہیں ہو سکے گا لہٰذا ایک پر اکتفاء کرنا صحیح اور بہتر طریقہ ہے اس کو شریعت میں طلاق احسن کہتے ہیں۔

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہد اسحاق عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:

﴿بیوی کے علاقے کی تمام عورتوں کو طلاق دینے سے بیوی کا مطلقہ ہونا﴾

﴿سوال﴾ ایک آدمی کی اپنی بیوی سے لڑائی ہو گئی بحث و تکرار میں اس نے کئی دفعہ بیوی کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

علاقے کا نام لے کر کہا کہ میں نے اس علاقے کی تمام عورتوں کو طلاق دی ہے تو کیا اس سے اسکی بیوی پر طلاق واقع ہو جائے گی؟ جبکہ وہ آدمی اب انکار کر رہا ہے کہ میری نیت طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ اسکو عار دلا رہا تھا۔ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ اس آدمی نے دو سے زائد مرتبہ طلاق کے الفاظ صراحۃ بولے ہیں تو اس سے اس کی بیوی پر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے، اب دوبارہ بغیر حلالہ کے اسکے نکاح میں نہیں آسکتی، جب اس نے صریح طور پر طلاق کے الفاظ بولے ہیں، اب اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، لہٰذا یہ کہنا کہ میں اسکو عار دلا رہا تھا طلاق کی نیت نہیں تھی، فضول اور بے سود ہے، طلاق واقع ہو گئی ہے کیونکہ جب اس نے اس عورت کے علاقے کا نام لے کر سب عورتوں کو طلاق دی تو اس میں اسکی بیوی بھی داخل ہے، اس پر بھی ضمناً طلاق پڑ گئی۔

لما فی الهندیة:(۱/۳۵۷،طبع رشیدیه)

ولو قال نساء هذه البلدة أو هذه القرية طوالق وفيها امراته طلقت كذا في قاضيخان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　واللہ اعلم: شاہد اسحاق عفااللہ عنہ

۱۴۲۷ھ　　　فتویٰ نمبر:

﴿طلاق کے بارے میں میاں بیوی کے بیان میں اختلاف﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کا اپنی بیوی سے جھگڑا ہوا اور غصہ میں آکر شوہر نے کہا میں تمہیں ''طلاق طلاق طلاق دے دوں گا'' اس مجلس میں ان کے ساتھ دو عورتیں اور بھی تھیں۔ اس کی بیوی اور ان عورتوں کا کہنا ہے کہ اس نے کہا میں نے تمہیں ''طلاق طلاق طلاق دی'' جب کہ شوہر کہتا ہے کہ میں نے یہ کہا کہ میں تمہیں ''طلاق طلاق طلاق دے دوں گا'' اس بات پر بیوی قسم کھانے کے لئے تیار ہے اور شوہر بھی اپنے قول پر قسم کھانے کو تیار ہے۔

مستفتی: عبدالصمد نوکوٹ سندھ

﴿جواب﴾ میاں بیوی دونوں کی بات میں تضاد ہے، لازمی بات ہے دونوں میں سے کوئی ایک سچا دوسرا جھوٹا ہے۔ دونوں کو سمجھایا جائے کہ معاملہ طلاق کا ہے حرام حلال کا ہے جو بھی غلط بیانی سے کام لے گا دنیا آخرت دونوں اپنی برباد کرے گا اور اس سے اس کی پوری آنے والی نسل حرام کی ہو جائیگی۔ مفتی غیب نہیں جانتا وہ سوال کے مطابق جواب دیتا ہے۔ شوہر کے بیان کے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

مطابق طلاق نہیں ہوئی لیکن بیوی کے دعوی کے مطابق طلاق مغلظہ ہوگئی ہے اور بظاہر شوہر کی بات غلط معلوم ہو رہی ہے اس لئے کہ عام طور پر طلاق کی دھمکی دیتے ہوئے کوئی بھی ''طلاق، طلاق، طلاق دیدوں گا'' نہیں بولتا بلکہ طلاق دے دوں گا بولتا ہے البتہ طلاق مقصود ہو تو طلاق، طلاق، طلاق تین بار بولنا واقعی عام معمول ہے۔ بہر حال اس صورت میں عورت نے طلاق کے الفاظ خود ہی سن لئے ہیں اس لئے اب اس عورت پر لازم ہے کہ شوہر سے الگ رہے اس کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم رکھنا اس کے لئے حرام ہے۔ شوہر اگر بضد ہے تو پنچائیت اور برادری کے لوگوں کو چاہئے کہ عورت کو اس شخص سے خلع وغیرہ کے ذریعہ خلاصی دلوادیں۔

لما في العالمگيريه: (۱/۳۸۴، طبع رشيديه)

وفي المحيط لو قال بالعربية اطلق لايكون طلاقاًالا اذا غلب استعماله للحال فيكون طلاقاً.

ولما في الدرالمختار على ردالمحتار: (۳/۳۱۹، طبع سعيد)

قوله طلقي نفسك فقالت انا طالق او انا اطلق نفسي لم يقع لانه وعد جوهرة و عبارة الجوهرة: وان قال طلقي نفسك فقالت انا اطلق لم يقع قياساًواستحساناً.

ولما في العالمگيريه: (۱/۳۵۴، طبع رشيديه)

ولو قال لها انت طالق و نوى به الطلاق عن وثاق لم يصدق قضاء ًو يدين فيما بينه وبين الله تعالى والمرأة كالقاضي لا يحل لها ان تمكنه اذا سمعت منه ذلك او شهد شاهد عدل عندها.

ولما في الهدايه: (۳/۱۶۱، طبع سعيد)

وما سوى ذلك من الحقوق يقبل فيها شهادة رجلين او رجل و امرأتين سوله كان الحق مالاًاو غير مال مثل النكاح و الطلاق والوكالة والوصية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد حامد یاسین، بھکر

۱۲ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۷۸۵

﴿شک کی صورت میں کتنی طلاق واقع ہوں گی؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص کو یہ شک پڑ جائے کہ اس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی ہے یا تین؟ تو کیا یہ شخص بیوی سے اس صورت میں رجوع کرسکتا ہے یا حلالہ شرعی لازمی ہے؟

مستفتی: محمد نسیم پشاوری

﴿جواب﴾ اگر کسی شخص کو تعداد طلاق میں شک پڑ جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ کم عدد پر عمل کرلے جو کہ یقینی ہے، اس لئے صورت مسئولہ میں عورت پر ایک طلاق ہوگئی ہے اور طلاق رجعی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہونے کی بناء پر آدمی رجوع کرسکتا ہے، حلالہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

لمافی الدرمع الرد:(۲۸۳/۳،طبع سعید)لوشک أطلق واحدۃ اوأکثربنی علی الأقل.

وفی الشامیۃ:(قولہ بنی علی الأقل)أی کماذکرہ الاسبیجابی،الاأن یستیقن بالأکثر أو یکون اکبرظنہ.

ولمافی الھندیۃ:(۳۶۳/۱،طبع رشیدیہ)

فی نوادرابن سماعۃ عن محمدؒاذاشک فی انہ طلق واحدۃاوثلاثافھی واحدۃ حتی یستیقن أویکون أکبرظنہ.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ حقانی

۲۸جمادالاولیٰ ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر:۲۲۳۴

﴿طلاق بشکل خلع کی ایک صورت﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض وجوہات کی بناء پر میری اور میری اہلیہ کی نہ بن سکی تو میرے سسر کے اصرار پر میرے والدصاحب ایک کاغذ تیار کروا لائے جس کی فوٹوکاپی اس سوال کے ساتھ منسلک ہے،اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میری بیٹی کوخلع کی شکل میں طلاق دے دو ہم اسکا حق مہر بھی معاف کررہے ہیں،اس کاغذ پر میں نے بلا کچھ کہے دستخط کردیئے زبان سے طلاق کا لفظ نہیں نکالا،ساتھ اس لڑکی نے بھی دستخط کردیئے اور دو گواہوں نے بھی،میراسوال یہ ہے کہ(۱) کیامیں اس لڑکی سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہوں؟(۲) دوبارہ نکاح میں لانے کی کیاصورت ہوگی؟

نوٹ:منسلک فوٹوکاپی میں تین طلاقوں کاذکر ہے۔ سائل:محمد یوسف کراچی

﴿جواب﴾ طلاق بشکل خلع کی مذکورہ صورت درست ہے(۱) بلاجبرواکراہ تحریر کوسمجھ کرآپ نے اگر دستخط کردیئے ہیں توزبان سے طلاق کے الفاظ بولے بغیر بھی طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے اب رجوع نہیں ہوسکتااور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا،طلاق نامہ پر بلاجبرواکراہ تحریر کوسمجھ کردستخط کرناطلاق واقع ہونے کے لئے کافی ہے،زبان سے طلاق کے الفاظ کہنا کوئی ضروری نہیں ہے۔

لمافی ردالمحتار:(۱۱/۵،طبع امدادیہ)

لوقالت ابراتک عمالی علیک علی طلاقی ففعل بریٔ وبانت.

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی رد المحتار:(۲/۲۵۶،طبع امدادیه)

وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی اولم ینو...... لا یحتاج الی النیة فی المستبین المرسوم ... ولو استکتب من آخر کتاباً بطلاقها وقراه علی الزوج فاخذه الزوج وختمه وعنونه وبعث به الیها فاتاها وقع ان اقر الزوج انه کتابه.

(۲) دوبارہ نکاح میں لانے کی صرف ایک ہی صورت ہوسکتی ہے، وہ یہ کہ عورت کسی دوسری جگہ شادی کرے اور شوہر ثانی باقاعدہ اس سے جماع بھی کرے پھر وہ اگر اس کو طلاق دیدے تو عدت گزرنے کے بعد دوبارہ سابق شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ:(البقرة، آیت ۲۳۰)

فان طلقها فلا تحل له حتیٰ تنکح زوجاً غیره...... الأیة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: ابوخزیمہ محمد کفایت اللہ

۲۷ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۷۷

﴿ کیا طلاق دینے کے لئے طلاق ہی کا لفظ کہنا ضروری ہے؟ ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لفظ طلاق کے علاوہ کسی اور لفظ مثلاً تو آزاد ہے یا میں نے تجھے چھوڑ دیا سے طلاق دے تو کیا ان لفظوں سے طلاق ہوجائے گی؟ واقع ہوگی تو کونسی؟ کئی مرتبہ بولنے سے کتنی واقع ہوں گی؟ یا طلاق دینے کے لئے طلاق ہی کا لفظ کہنا ضروری ہے؟ مستفتی: محمد کاشف ایاز مسجد ڈیفنس کراچی

﴿جواب﴾ وقوع طلاق کے لئے لفظ طلاق ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ان الفاظ سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے جو طلاق کے معنی میں استعمال ہوتے ہوں اگر وہ الفاظ خاص طلاق ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہوں تو وہ صریح کہلاتے ہیں اور ان سے نیت کے بغیر بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے اگر ایک بار کہا تو ایک طلاق رجعی اور اگر دو بار کہا تو دو طلاق رجعی واقع ہوتی ہیں، تین بار کہا تو تین طلاق مغلظہ واقع ہوتی ہیں۔

اور جو الفاظ عرف میں طلاق کے لئے مختص نہیں بلکہ طلاق کے علاوہ بھی استعمال ہوتے ہوں تو وہ کنایہ کہلاتے ہیں، کنایہ سے طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے جب شوہر نے یہ الفاظ بنیت طلاق کہے ہوں یا شوہر یہ الفاظ تذکرۂ طلاق کے دوران یا غصب کی حالت میں کہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

سوال میں ذکر کردہ الفاظ "تو آزاد ہے، میں نے تجھے چھوڑ دیا" ہمارے عرف میں صریح ہیں اگر ایک بار کہا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر دو بار کہا تو دو رجعی اور اگر تین بار کہا تو تین طلاق مغلظہ واقع ہوں گی بغیر حلالہ شرعیہ کے عورت حلال نہ ہوگی۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲۹۶/۳،طبع ایچ ایم سعید)

(کنایته)عند الفقهاء(مالم یوضع له) ای الطلاق (واحتمله) وغیره (و) الکنایات (لاتطلق بها)قضاء(الابنية اودلالة الحال)وهی حالة مذاکرة الطلاق اوالغضب.

ولمافی الشامی:(۲۹۹/۳،طبع سعید)

فاذاقال:(رهاکردم)ای سرحتک یقع به الرجعی مع ان اصله کناية ایضاً،وماذلک الالانه غلب فی عرف الفرس استعماله فی الطلاق،وقدمران الصریح مالم یستعمل الافی الطلاق من ای لغة کانت.

ولمافی الهندية:(۳۷۹/۱،طبع رشیدیه)

والاصل الذی علیه الفتوی فی زماننا هذافی الطلاق بالفارسية انه اذاکان فیهالفظ لایستعمل الافی الطلاق فذلک اللفظ صریح یقع به الطلاق من غیرنية اذااضیف الی المرأة وماکان بالفارسية من الالفاظ مایستعمل فی الطلاق وفی غیره فهومن کنایات الفارسية فیکون حکمه حکم کنایات العربية فی جمیع الاحکام کذافی البدائع:اذاقال الرجل لامرأته بهشتم ترا ازنی فاعلم بان هذه اللفظة استعملهااهل خراسان واهل عراق فی الطلاق وانهاصریحة عند ابی یوسف رحمه الله تعالی حتی کان الواقع بهارجعیاویقع بدون النية الخ واذاقال بهشتم ترا ولم یقل ازنی فان کان فی حالة الغضب ومذاکرة الطلاق فواحدة یملک الرجعة وان نوی بائنااوثلاثاًفهوکمانوی.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عدنان خدا بخش

۱۹صفر الخیر ۱۴۳۱ھ — فتوی نمبر: ۲۴۴۳

﴿غصہ کی وجہ سے بیوی کے پاس نہ جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ میں اور میری بیوی میں تلخ کلامی ہوئی اور غصہ کی وجہ سے میں اپنی بیوی کے پاس چار، ساڑھے چار ماہ تک نہیں گیا جبکہ میں نے کوئی قسم وغیرہ بھی نہیں کھائی تھی، کیا اس طرح میرا اپنی بیوی کے پاس نہ جانے سے ایلاء ہوا یا نہیں؟ اور اگر ایلاء ہوا تو کونسی اور کتنی طلاق واقع ہوئیں؟

﴿جواب﴾ آپ نے بیوی کے پاس نہ جانے کی کوئی قسم نہیں کھائی اور نہ کسی اور کام سے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اس کو معلق کیا ہے جسکا کرنا دشوار ہو تو محض غصہ یا کسی اور وجہ سے بیوی کے پاس نہ جانے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی اور زبان سے کہے بغیر قسم بھی منعقد نہیں ہوتی، لہٰذا آپ کی بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور نہ آپ کے ذمہ کوئی کفارہ واجب ہے۔

لما فی الهندیة:(۴۷۶/۱ طبع رشیدیه)

الایلاء منع النفس عن قربان المنکوحة منعاً مؤکداً بالیمین بالله او غیره من طلاق اوعتاق اوصوم اوحج اونحوذلک مطلقاًاومؤقتاًباربعة اشهرفی الحرائر......فان قربهافی المدة حنث وتجب الکفارة فی الحلف بالله......وفی غیره الجزاء ویسقط الایلاء بعد القربان وان لم یقربهافی المدة بانت بواحدة.

ولمافی التنویرمع الدر:(۴۲۲/۳ طبع ایچ ایم سعید)

(هو)لغة الیمین وشرعاً(الحلف علی ترک قربانها)مدته ولوذمیا(والمولی هوالذی لایمکنه قربان امراته الابشئ)مشتق(یلزمه)

وفی الشامیة:قوله(شرعا)......وفی الشرع هوالیمین علی ترک قربان الزوجة اربعة اشهرفصاعدابالله تعالی اوبتعلیق یستشقه علی القربان.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: عدنان خدا بخش

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ　　　　فتوی نمبر: ۲۶۴۸

﴿فون پر طلاق دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص فون پر اپنے سسر صاحب کو کہتا ہے کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی تو کیا فون پر طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اگر واقع ہو گئی ہے تو کتنی طلاقیں واقع ہوئی ہیں؟ جبکہ اس نے تین مرتبہ یہ لفظ کہا، ایک عالم صاحب یہ فرما رہے تھے کہ چونکہ اس نے ایک ہی مجلس میں یہ لفظ کہا ہے، لہٰذا ایک ہی طلاق واقع ہوئی ہے تین نہیں۔　　مستفتی: محمد راشد کراچی

﴿جواب﴾ طلاق فون پر دینے سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور صورت مسئولہ میں چونکہ تین مرتبہ طلاق بول کر طلاق دی ہے، لہٰذا تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں ہیں، اب حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔

ایک ہی مجلس میں تینوں طلاق دینے سے واقع ہو جاتی ہیں، اس عالم صاحب کی بات غلط

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے، صحابہ کرام کے زمانہ سے لیکر اب تک اس مسئلہ پر پوری امت کا اجماع ہے، اس قسم کی باتیں آزاد خیال لوگ کرتے ہیں جو کہ دنیا بھر میں رائج چاروں مذاہب (مسالک) میں سے کسی ایک کے بھی پیروکار نہیں ہیں۔

لمافی روح المعانی:(۲/۲۹، طبع رشیدیہ)

(فان طلقها فلاتحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره) اى تتزوج زوجاغيره ويجامعها فلايكفى مجرد العقد الخ وذهب بعضهم الى ان مثل ذلك مالوطلق فى مجلس واحد ثلاث مرات فانه لايقع الا واحدة.الخ.

والجواب عن الاحتجاج بالآية انها كما علمت ليست نصا فى المقصود:.....فلما كثرتا لاخلاط فيهم اقتضت المصلحة عدم تصديقهم وايقاع الثلاث.....ثم فى زمن عمر رضى الله عنه استعجلوا وصاروا يوقعونه ثلاثا فعاملهم بتضيته واوقع الثلاث عليهم.....

ولمافى الدر مع الرد:(۳/۲۴۶، طبع سعيد)

كتب الطلاق،ان مستبينا على نحو لوح وقع ان نوى،وقيل مطلقا،ولو على نحو الماء فلا مطلقا.

وفى الشامية:(قوله كتب الطلاق الخ).....وان كانت مرسومة يقع الطلاق نوى اولم ينو.الخ.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: انیس طالب کان اللہ لہ

۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ　　　　فتوی نمبر: ۲۶۸۱

﴿مہر فاطمی کی مقدار اور تین طلاقوں کا ایک مسئلہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں،

(۱) محترمہ افشاں بنت سراج الدین مرحوم کی شادی محمد فیصل ولد محمد سلطان مرحوم کے ساتھ مورخہ ۱۳ مئی ۲۰۰۶ء کو ہوئی انکے شوہر نے مورخہ ۱۴ اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز جمعرات کو تین طلاق ایک وقت میں دیدیں۔ ان الفاظ کے ساتھ (افشاں میں نے تمھیں طلاق دی) میرا جو مہر طے ہوا تھا وہ مہر فاطمی ہے۔ مہر فاطمی کی رقم موجودہ وقت کے حساب سے کیا بنتی ہے؟

(۲) میری دو بچیاں بھی ہیں ایک کی عمر تقریباً چار سال ہے اور دوسری بچی کی عمر تقریباً ایک سال ہے۔ ان بچیوں کا خرچہ کون ادا کرے گا، اور کب تک، اور یہ بچیاں کن کی کفالت میں رہیں گی؟

(۳) اب وہ مجھ پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ طلاق میں نے خود مانگی ہے تو لہذا میں آپ کو مہر دینے کا حقدار نہیں ہوں جب کہ میں اللہ کو حاظر و ناظر جان کر یہ بات کہہ رہی ہوں کہ میں نے اس وقت کوئی ایسے الفاظ ادا نہیں کئے۔ اس مسئلے کے بارے میں آپ حضرات کیا کہتے ہیں؟

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

(۴) مجھے جہیز میں جو سامان ملا تھا وہ بھی کچھ محمد فیصل کے پاس ہے کیا میں وہ تمام سامان کا مطالبہ کر سکتی ہوں یا نہیں؟ مستفتیہ: افشان بنت سراج الدین کورنگی ساڑھے پانچ

﴿جواب﴾ (۱) سوال میں بیان کردہ صورت اگر واقعی درست ہے یعنی شوہر نے ایک ساتھ تینوں طلاقیں اگر دی ہیں تو اب رجوع نہیں ہوسکتا تینوں طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور حرمت مغلظہ ثابت ہو گئی ہے دوبارہ حلالہ شرعیہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا عورت چاہے تو دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے۔ مہر فاطمی پانچ سو درہم ہیں اور پانچ سو درہم کی ایک سو اکتیس تولے تین ماشے چاندی بنتی ہے اس وقت چاندی کا بھاؤ اگر ۱۱۶۰ روپے فی تولہ ہے تو پانچ سو درہم یعنی ایک سو اکتیس تولہ چاندی کی قیمت ایک لاکھ باون ہزار (۱۵۲۰۰۰) سے کچھ اوپر بنتی ہے۔ (بھاؤ کی کمی بیشی کے مطابق اس مقدار میں کمی بیشی ہو سکتی ہے)۔

لما فی اوزان الشرعیہ: (ص ۴۲ طبع: ادارۃ المعارف)

(۲) بچوں کا نان ونفقہ یعنی ضروری خرچہ انکے والد کے ذمے ہے اور کم از کم نو سال تک یہ بچیاں اپنی والدہ کے پاس رہیں گی البتہ اگر مطلقہ خاتون دوسری جگہ شادی کرے تو اس کا یہ حق ساقط ہو جائیگا پھر یہ بچیاں اپنی نانی کے پاس رہینگی۔

لما فی الهدایہ اولین: (ص ۴۲۷ طبع: رحمانیہ)

ونفقة الاولاد الصغار على الاب لا يشاركه فيها احد كما لا يشاركه فى نفقة الزوجة لقوله تعالى وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف

ولما فی الشامی: (ص ۵۶۱ ج ۳ طبع: سعید)

قال فى البحر فعلى هذا يجب على الاب ثلاثة، اجرة الرضاع واجرة الحضانة ونفقة الولد ومثله فى الشرنبلالية

ولما فی التنویر مع الدر (۳/۵۶۶، ۵۶۷، طبع: سعید)

وغيرهما احق بها حتى تشتهى وقدر بتسع وبه يفتى وعن محمد ان الحكم فى الام و الجدة كذالك وبه يفتى۔

(۳) محمد فیصل نے باقاعدہ اگر خلع نہیں کیا بلکہ طلاق دی ہے جیسا کہ سوال میں طلاق کے الفاظ کا ذکر ہے تو اس صورت میں پورا حق مہر اس کے ذمے واجب ہے طلاق کے مطالبہ سے بیوی کا حق مہر ساقط نہیں ہوگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی الهدایه اولین (ص ۳۲۷ طبع رحمانیه)

واذا خلا الرجل بامرأته ولیس هناك مانع من الوطی ثم طلقها فلها کمال المهر

(۴) جہیز کا سامان آپکو والدین کی طرف سے اگر ملا ہے تو وہ سارا سامان آپکی ملکیت ہے آپکو مطالبہ کا حق حاصل ہے البتہ وہ سامان جو محمد فیصل نے خود لیا ہے یا اس کی برادری والوں نے خرید کر دیا تھا اس کے مطالبہ کا حق آپکو حاصل نہیں۔

لما فی الشامی (ج ۳ ص ۵۸۵) طبع سعید)

علی ان هذا العرف غیر معروف فی زماننا فان کل احد یعلم ان الجهاز تلک المراۃ وانه اذا طلقها تاخذه کله.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد زبیر غفرلہ ولوالدیہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ — فتویٰ نمبر: ۳۴۷۰

کیا تین طلاقیں تین ہیں یا ایک؟

اہل سنت والجماعت اور فرقہ اہل حدیث کا نقطہ نظر دلائل کے آئینہ میں

پاک وہند میں جہاں اور کئی سارے فرقے وجود میں آئے اور فتنوں کی شکل اختیار کرتے چلے گئے وہیں ایک فرقہ ہندوستان میں انگریز دور حکومت کے دوران اہل حدیث کے نام سے وجود میں آیا، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ فرقہ اپنا نام بدلتا رہا، چنانچہ اہل حدیث، موحدین، غیر مقلدین، سلفی ان مختلف ناموں کے ساتھ انہوں نے اپنی جماعت کو موسوم کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس فرقہ نے حدیث کے نام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین پر بے اعتمادی اور سلفیت کے نام پر اسلاف بیزاری اور نت نئے مسائل اٹھا کر امت کے اجتماعی شیرازہ کو منتشر کرنے کی جو کوشش کی اور درس دیا شاید ہی کسی اور فرقہ کے حصہ میں یہ کام آیا ہو۔

مذکورہ جماعت نے بہت سارے مسائل میں اہل سنت والجماعت کے طریق سے ہٹ کر اپنا الگ راستہ اور موقف اختیار کیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو راہ اعتدال سے ہٹانے کی کوششوں میں مصروف رہے، تاہم الحمدللہ ہمارے اکابرین نے ان کا ہمیشہ تعاقب کیا اور ہر موڑ پر انہیں دلائل قطعیہ کے ذریعے شکست سے دوچار کیا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اسوقت زیر بحث مسئلہ طلاق ثلاثہ کا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک لفظ کے ساتھ ہوں یا متفرق طور پر دی جائیں ایک شمار ہونگی یا تین؟ چنانچہ جمہور امت سے ہٹ کر بعض اہل ظواہر اور اہل شذوذ کی اتباع کرتے ہوئے اس فرقہ نے یہ موقف اختیار کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں بلفظ واحد ہوں یا متفرق ایک ہی شمار ہونگی اور تین طلاقیں دینے کے باوجود شوہر کے لئے جائز ہوگا کہ وہ عورت کو اپنے ساتھ رکھ لے، مذکورہ موقف عقلا اور نقلا مخدوش، گمراہ کن اور نا قابل التفات ہے، چنانچہ ہم ذیل میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اہل سنت والجماعت کے مذہب اور ان کے دلائل اور فریق مخالف کا استدلال اور اسکے جواب نقل کرتے ہیں:

واللہ ھو المستعان والموفق للصواب

﴿اہل سنت والجماعت کا مذہب﴾

تمام صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ مجتہدین (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ جن کی تقلید پر تمام محدثین اور مفسرین متفق ہیں) کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے اپنی منکوحہ کو (ایک ہی مجلس میں) تین طلاقیں دیدیں خواہ متفرقا دیں یا مجتمعا (اگرچہ خلاف سنت عمل کی وجہ سے یہ شخص گنہگار رہوا۔

(سنت طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کیا جائے اور ہر طہر میں ایک طلاق دی جائے) لیکن یہ طلاقیں واقع اور لازم سمجھی جائیں گی اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی، اب اس کے بعد بغیر حلالہ شرعیہ کے اس کے لئے بیوی کو رکھنے کی شرعا کوئی گنجائش نہیں ہوگی، چنانچہ علامہ قرطبی رحمہ اللہ ائمہ کے متفقہ فتوی کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اتفق ائمة الفتوى على لزوم ايقاع الطلاق فى كلمة واحدة وهوقول جمهور السلف وشذ طاوس وبعض اهل الظواهر الى ان طلاق الثلاث فى كلمة واحدة يقع واحدة ويروى هذا عن محمد بن اسحاق وحجاج بن ارطاة وقيل عنهما لايلزمنه شى وهوقول مقاتل ويحكى داودانه لايقع وجمهور السلف والائمة انه لازم واقع ثلاثا ولافرق بين ان يوقع ثلاثامجتمعة فى كلمة اومتفرقة فى كلمات الخ.(۱۲۹/۳ ،دار عالم الكتب بالرياض)

﴿اہل سنت والجماعت کے دلائل﴾

قرآن کریم کی واضح اور صریح آیت، احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم، آثار صحابہ وتابعین،

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اجماع صحابہ اور ائمہ کے متفقہ فتاویٰ سے یہ بات ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں خواہ مجتمعاً ہوں یا متفرقاً تین ہی شمار ہونگی اگرچہ یہ شخص خلاف سنت عمل کی وجہ سے گنہگار ہوگا لیکن یہ طلاقیں ہر حال میں نافذ ہوں گی۔

دلیل اول: چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: (سورۃ البقرۃ، ایت ۲۲۹)

الطلاق مرتان فامساك بمعروف اوتسريح باحسان ......فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره......الأية.

ترجمہ: طلاق دوبار ہے اس کے بعد یا تو بیوی کو رجوع کر کے بھلے طریقے سے روک لے یا اچھے طریقے سے چھوڑ دے، دو کے بعد اب تیسری طلاق بھی دیدی تو اب یہ عورت حلال ہو ہی نہیں سکتی تاوقتیکہ کسی اور سے نکاح نہ کرے۔

تمام صحابہ وتابعین سے ان آیات کی تفسیر اس طرح منقول ہے کہ دو طلاق کے بعد خواہ مجتمعاً ہوں یا متفرقاً زوج کو رجعت کا حق باقی رہتا ہے اور تین طلاق کے بعد خواہ مجتمعاً ہوں یا متفرقاً رجعت کا حق باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (۲۳۵/۱، مؤسسۃ الرسالۃ)

قوله عز وجل فان طلقها يعني الطلقة الثالثة)فلا تحل له من بعد (اى لا تحل له رجعتها بعد الثلاث)حتى تنكح زوجا غيره الخ.

مزید وضاحت کے ساتھ علامہ قرطبی کی عبارت ملاحظہ ہو: (۱۲۷/۳، طبع دار عالم الکتب، الریاض)

واجمعوا على ان من طلق امرأته طلقة اوطلقتين فله مراجعتها فان طلقها الثالثة لم تحل له حتى كان هذا من محكم القرآن الذى لم يختلف تاويله.

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی جمہور کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے بخاری میں ایک خاص باب منعقد فرمایا: (۲۹۹/۲، طبع رحمانیہ)

باب من اجاز الطلاق الثلاث بقوله تعالىٰ الطلاق مرتان......الأية.

دلیل دوم: تین طلاقیں احادیث کی روشنی میں:

(۱) حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ جب عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ اور انکی اہلیہ کے درمیان لعان کا معاملہ پیش آیا تو لعان کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد عویمر نے تین طلاقیں دے دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نافذ فرمایا۔ حدیث کے الفاظ ملاحظہ کیجئے:

فطلق ثلاث تطليقات عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فانفذه رسول الله صلى

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الله عليه وسلم. سنن ابی داود: (۱/ ۳۲۲، رقم الحديث: ۲۲۵۰، باب فی اللعان، رحمانیه)

(۲) حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی، اس عورت نے دوسرا نکاح کیا پھر اس کو طلاق ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کیا وہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہے آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت جب کہ پہلے شوہر کی طرح یہ اس کا شہد چکھ لے یعنی اس سے ہم بستر ہو جائے۔

نسائی سنن أبی داؤد: (۱/ ۳۲۶، رقم الحديث: ۲۳۰۹، طبع رحمانیه)

ان رجلا طلق امرأته ثلاثا فتزوجت فطلقت فسئل النبی صلى الله عليه وسلم اتحل للاول؟ قال لا حتى يذوق عسيلتها كما ذاق الاول.

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس روایت سے تینوں طلاقوں کے واقع ہو جانے پر استدلال کیا ہے۔ صحیح البخاری: (۲/ ۳۰۱، طبع رحمانیہ)

(۳) محمود بن لبید سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دیدیں ہیں، آنحضرت ﷺ نے غضبناک ہو کر تقریر فرمائی کہ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کھیل کیا جا رہا ہے حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، آنحضرت ﷺ کا یہ غصہ دیکھ کر ایک صحابی کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا اسے قتل نہ کر دوں؟

اخبرنا سليمان بن داود عن ابن وهب قال اخبرنا مخرمة عن ابيه قال سمعت محمود بن لبيد قال اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عن رجل طلق امرئته ثلث تطليقات جميعا فقام غضبانا ثم قال يلعب بكتاب الله وانا بين اظهركم حتى قام رجل وقال يارسول الله الا اقتله؟ سنن نسائی: (۲/ ۹۹، طبع قدیمی) مشكوة المصابيح: (ص ۲۸۴، باب الخلع والطلاق، طبع سعيد)

غور کیجئے! اگر تین طلاقیں مجتمعا واقع نہ ہوتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک نہ ہوتے بلکہ فرماتے کوئی حرج نہیں، رجوع کرلو، آپ ﷺ کا غضبناک ہونا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اگر تین طلاقیں اکٹھی بھی دی جائیں تو واقع ہو جاتی ہیں اور رجوع کا بھی کوئی راستہ نہیں رہتا، اس روایت کے متعلق قاضی ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں:

فلم يرده النبی صلى الله عليه وسلم بل امضاه، وكما فی حديث عويمر العجلانی فی اللعان حيث امضى طلاقه الثلاث ولم يرده (تهذيب سنن ابی داود: (۱/ ۲۶۳، طبع العوانی ببروت)

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

یعنی جس طرح آپ ﷺ نے عویمر کی تینوں طلاقوں کو نافذ فرمایا تھا ایسا ہی یہاں بھی آپ ﷺ نے تینوں طلاقوں کو نافذ فرمایا اور رد نہیں کیا۔

(۴) حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے حالت حیض میں اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدی، آپ ﷺ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور لوٹا لینے کا حکم دیا، ابن عمرؓ نے سوال کیا، اللہ کے رسول ﷺ اگر میں نے تین طلاق دی ہوتیں تو کیا میرے لئے رخصت کی گنجائش ہوتی؟ فرمایا نہیں بلکہ وہ تم سے الگ ہوتی اور یہ گناہ ہوتا (خلاف سنت عمل کی وجہ سے)

عن الحسن قال نا عبداللہ بن عمرانه طلق امرئته تطليقة وهى حائض .قال فامرنى رسول الله صلى الله عليه وسلم فراجعتها: فقلت يارسول الله ارئيت لوانى طلقتها ثلاثا اكان يحل لى ان اراجعها قال لا كانت تبين منك وتكون معصية (سنن دارقطنى: ۲/۴۳۸) (از فتاوى رحيميه)

اسی وجہ سے ابن عمرؓ طلاق ثلاث کے واقع ہونے کا فتویٰ دیا کرتے تھے اور اس کی نسبت آنحضرت ﷺ ہی کی طرف کرتے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں نقل کرتے ہیں:

وقال الليث عن نافع كان ابن عمر اذا سئل عمن طلق ثلاثا قال لو طلقت مرة او مرتين فان النبى صلى الله عليه وسلم امرنى بهذا فان طلقها ثلاثا حرمت حتى تنكح زوجا غيره. (بخارى: ۲/۸۰۱، طبع رحمانيه)

(۵) حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ ان کے دادا نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دیدی حضرت عبادہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع کیا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے دادا کو اللہ کا خوف نہیں؟ پھر فرمایا ان میں سے تین طلاق تو واقع ہوگئیں، باقی ۹۹۷ ظلم وعدوان ہے......الخ۔ دیکھئے مجمع الزوائد: (۴/۱۲۱ طبع دار الفکر بیروت)

ان احادیث مبارکہ کے علاوہ بھی متعدد روایات ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں بھی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کیا جاتا تھا جو کہ بیہقی اور دارقطنی نے نقل کی ہیں اگرچہ بعض سنداً ضعیف ہیں لیکن ان سب کا مجموعہ جمہور اہل سنت والجماعت کے مذہب کو تقویت دیتا ہے۔

دلیل سوم: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا شخص لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتی تو آپ اس کو سزا دیتے (خلاف سنت عمل کی وجہ سے) اور دونوں میں تفریق کردیتے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عن انس قال کان عمر اذا اتی برجل قد طلق امرأته ثلاثا فی مجلس اوجعه ضربا وفرق بینهما (مصنف: ۱۱/۴، طبع امدادیہ)

کئی صحابہ کرام جن میں مکثرین صحابہ (جن سے احادیث اور آثار کثرت سے منقول ہیں حضرت عمر، علی، ابن مسعود، عائشہ، زید بن ثابت، ابن عباس، اور ابن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سرفہرست ہیں) سے درجہ بالا مضمون (اہل سنت والجماعت کا موقف) منقول ہے۔

دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: (۴/۱۰، طبع امدادیہ، عمران بن حصین کا فیصلہ) (۴/۱۱، ابن عمر کا اثر، طبع امدادیہ) مجمع الزوائد: (۴/۶۲۱، ابن مسعود کا اثر، طبع دار الفکر بیروت)

دلیل چہارم: قاضی شریح اسلام کی ابتدائی تاریخ کے مشہور قاضی رہے ہیں، ان کے سامنے ایک معاملہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دیدیں تو انہوں نے فرمایا کہ تین طلاق سے بیوی علیحدہ ہوئی اور باقی طلاقیں تمہاری طرف سے اسراف اور معصیت ہیں۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: (۴/۱۱، ابن شہاب زہری کا فیصلہ اور فتویٰ حوالہ سابق، امدادیہ)

نیز ابن قیم رحمہ اللہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہی ائمہ اربعہ و جمہور تابعین اور بکثرت صحابہ کی رائے رہی ہے'':

واما المسئلة الثانية وهى وقوع الثلاث بكلمة واحدة فاختلف الناس فيها على اربعة مذاهب احدها انها تقع وهذا قول الائمة الاربعة وجمهور التابعين وكثير من الصحابة رضى الله عنهم: (زاد المعاد: ۵/۲۲٦ طبع دار الكتب العلمية)

دلیل پنجم: (اجماع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اور اسی پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

چنانچہ علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں اس پر سلف کا اجماع نقل کیا، حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس پر اجماع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فالراجح فى الموضعين تحريم المتعة وايقاع الثلاث للاجماع الذى انعقد فى عهد عمر على ذلك...... فالمخالف بعد هذا الاجماع منابذ له والجمهور على عدم اعتبار من احدث الاختلاف بعد الاتفاق والله اعلم (فتح البارى: ۹/۳٦۵، طبع دار المعرفة بيروت)

﴿فریق مخالف کا استدلال اور اسکے جوابات﴾

یہ حضرات عموماً اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے دو احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

پہلی حدیث: مسلم شریف کی روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر کے زمانے میں اور حضرت عمر کے زمانہ خلافت کے اوائل میں (ایک مجلس) کی تین طلاقیں ایک ہوا کرتی تھی۔

چنانچہ بعض اہل ظواہر اور انکی اتباع میں غیر مقلدین حضرات اس طرف چلے گئے کہ تین طلاقیں ایک شمار ہوں گی اور اس روایت سے سہارا لینے کی کوشش کی، لیکن اس روایت سے ان کا استدلال اور سہارا لینا بوجوہ درست نہیں۔

اولاً: اس لئے کہ ابن عباس کی یہ روایت جس کے راوی طاؤس ہیں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور آثار صحابہ وتابعین کے خلاف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے۔

ثانیاً: محدثین نے اس کو راوی کا وہم قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ طاؤس کی روایت وہم اور غلط ہے، حجاز، شام مصر اور مشرق، مغرب کے علماء میں سے کوئی بھی اس طرف نہیں گیا کہ تین طلاق کو ایک شمار کیا جائے، مزید یہ کہ ابن عباسؓ کے اپنے فتاویٰ میں اس روایت کے خلاف منقول ہیں۔

قال ابن عبدالبر ورواية طاؤس وهم وغلط لم يعرج عليها احد من فقهاء الامصار بالحجاز والشام والعراق والمشرق والمغرب. قرطبی: (۱۲۹/۳)

ثالثاً: حضرت عمر کا صحابہ کرام کے مشورہ اور اتفاق سے تین طلاقوں کو جاری کرنا اور صحابہ میں سے کسی کا خلاف نہ کرنا ابن عباس کی مذکورہ روایت کے (آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں) منسوخ ہونے کی واضح نشانی ہے۔ فتح الباری: ۳۶۴/۹)

عقلاً یہ کیسے ممکن ہے؟ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کو حدیث نبوی کے خلاف آمادہ کریں۔

رابعاً: (علی صورۃ التسلیم) اگر اس روایت کو وحدت طلاق کی بابت تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا وہی مفہوم اور مطلب معتبر ہوگا جو دیگر نصوص شرعیہ کے مخالف نہ ہو۔

چنانچہ اس کا درست اور صحیح مفہوم یہ ہے کہ اس روایت کا تعلق طلاق کی ایک خاص صورت کے ساتھ ہے اور وہ یہ ہے کہ شوہر لفظ طلاق کو تاکید کی نیت سے دہرائے ہر جملہ سے الگ الگ طلاق کی نیت نہ ہو تو اس صورت میں شوہر کی تصدیق کی جائے گی اور ایک ہی طلاق کا حکم جاری

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کیا جائے گا لیکن ظاہر ہے کہ یہ اس وقت تھا کہ جب قلوب فریب، دھوکہ بازی اور جھوٹ سے خالی تھے لیکن جب یہ چیزیں عام ہوئیں لوگوں میں برائیاں غالب ہونے لگیں، سچ اور جھوٹ کا فرق مشکل ہو گیا تو اندیشہ تھا کہ کوئی اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے ڈالے اور پھر واپس رکھنے کے لئے یہ حربہ استعمال کرے کہ میں نے تاکید کی نیت کی تھی، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست ایمانی سے بھانپتے ہوئے اور صحابہ کرام کے مشورہ اور اتفاق سے یہ طے کیا کہ آئندہ ظاہر پر ہی فیصلہ ہوگا جو تین طلاقیں دیگا تین ہی شمار ہونگی، اس جواب کو علامہ نووی رحمہ اللہ نے اصح الجواب کہا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں: (۹/۳۶۴، طبع دار المعرفۃ)

انہ وردفی صورۃ خاصۃفقال بن سریج وغیرہ یشبہ ان یکون ورد فی تکریری اللفظ کان یقول انت طالق انت طالق أنت طالق وکانواولا علیٰ سلامۃ صدورہم یقبل منھم انھم ارادواالتاکید فلماکثرالناس فی زمن عمروکثرفیھم الخداع۔۔۔۔حمل عمراللفظ علیٰ ظاھرالتکرارھامضاہ علیھم،وھذاالجواب ارتضاہ القرطبی وقواہ بقول عمران الناس استعجلوافی امر کانت لھم فیہ اناۃ،وکذاقال النووی ان ھذااصحالأجوبۃ.

دوسری حدیث: مسند احمد کی روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیدی اور بہت افسردہ ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے کیسے طلاق دی؟ انہوں نے عرض کیا کہ تین طلاقیں دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ایک مجلس میں؟ عرض کیا! جی ہاں، اس پر آپ نے فرمایا پھر تو رجوع کرلو، چنانچہ انہوں نے رجوع کرلیا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھماقال طلق رکانۃ بن عبدیزیداخوالمطلب امرئتہ ثلاثافی مجلس واحد۔۔۔۔الخ.مسنداحمد:(۵/۲۹۸ طبع مؤسۃ الرسالۃ)

گذشتہ روایت کی طرح اس روایت سے بھی فریق مخالف کا استدلال بوجوہ درست نہیں۔

اولاً: اسلئے کہ یہ روایت مضطرب ہے اضطراب کی تفصیل یہ ہے کہ بعض روایات میں راوی نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاقیں دیں جیسا کہ درجہ بالا سطور میں مسند احمد کے حوالہ سے روایت گزر چکی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے "بتۃ" سے طلاق دی، اسی اضطراب کے پیش نظر امام بخاریؒ نے اس روایت کو معلول جبکہ حافظ ابن عبدالبر نے ضعیف قرار دیا ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ثانیاً: یہ روایت منکر بھی ہے اس لئے کہ "بتۃ" والی روایت کے راوی اس کے راویوں کے مقابلہ میں ثقہ ہیں۔

ثالثاً: امام ابوداود رحمہ اللہ نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو "بتۃ" سے طلاق دی تھی (اور طلاق بتہ سے مراد وہ طلاق ہے جس میں ایک سے تین طلاقوں تک کی گنجائش ہوتی ہے یعنی اگر ایک طلاق کی نیت ہو تو ایک اور تین کی نیت ہو تو تین طلاقیں واقع ہونگی) کیونکہ حضرت رکانہ کے گھر والوں نے اس کو روایت کیا ہے اور گھر والے گھر کے قصہ کو دوسروں کی بنسبت زیادہ جانتے ہیں چنانچہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (۱/ ۳۱۸، طبع رحمانیہ)

عن عبد الله بن علی بن یزید بن رکانة عن ابیه عن جده انه طلق امرئته "البتة" ---الخ
وهذا اصح من حدیث جریج ان رکانة طلق امرئته ثلاثا لانهم اهل بیته وهم اعلم به.

یعنی حضرت رکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی پھر آپ ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تمہاری نیت کیا تھی؟ عرض کیا، ایک طلاق کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم؟ عرض کیا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا جو تم نے نیت کی وہی معتبر ہے یعنی نیت کے مطابق ایک طلاق ہوئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے رجوع نہیں کیا تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو آپ ﷺ نے ایک طلاق شمار کیا ہو اور انکو رجوع کا حکم دیا ہو بلکہ ان کا رجوع کرنا اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے ایک طلاق کی نیت سے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔

فائدہ: سعودی حکومت نے اس مسئلہ پر تفصیلی غور وفکر کے لئے تیرہ ارکان پر مشتمل علماء کرام کی ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے صدر عرب کے مشہور اور مایہ ناز عالم دین شیخ عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز تھے، اس کمیٹی نے موضوع سے متعلق تمام اقوال، دلائل اور ان پر تنقیدات کا احاطہ کرتے ہوئے یہی فیصلہ کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں، اس تجویز کی دفعہ نمبر ۵ کے ابتدائی کلمات ملاحظہ ہوں:

"تینوں طلاقوں کا واقع ہوجانا اکثر اہل علم کی رائے ہے، حضرت عمر، علی، عثمان، ابن مسعود، ابن عباس، ابن عمر، ابن عمرو رضی اللہ عنہم نیز امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، ابن ابی لیلیٰ، امام اوزاعی رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں......مدخول بہا عورت کو ایک لفظ میں دی گئی تین

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طلاقوں کے ایک شمار کئے جانے کی بابت کوئی صریح قول منقول نہیں ہے......الخ'' (مجلة البحوث الاسلامية ماخوذ از قاموس الفقه: (۲۴۸/۴، طبع زمزم پبلشر)

الغرض تین طلاق دینے سے تین ہی طلاقوں کا واقع ہونا، کتاب اللہ احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، ان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کی رائے کے خلاف رائے قائم کرنا سراسر خسران اور وبال ہے۔

نصیحت: حضرت اقدس مفسر قرآن مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ مسلمانوں کو دلسوز نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کو چاہیے کہ تین طلاق کے بارے میں کتاب وسنت اور اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ اربعہ کا اتباع کریں، اس زمانہ کے چند مدعیان عمل بالحدیث کے کہنے سے حرام کے مرتکب نہ ہوں اور اپنے نسب کو خراب نہ کریں جو شخص اجماع صحابہ کو حجت نہ سمجھے وہ اہل سنت والجماعت سے نہیں''۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو راہ حق اور اعتدال پر قائم دائم رہنے کی توفیق بخشے۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه، وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه اجمعين.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ	واللہ اعلم عبدالوہاب لغمانی عفا اللہ عنہ
۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ	فتویٰ نمبر: ۲۸۷۳

﴿رخصتی سے قبل طلاق دینے کا شرعی طریقہ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا نکاح چار ماہ قبل ہوا تھا اور چار تولے سونا مہر بھی مقرر ہوا تھا، رخصتی ابھی تک نہیں ہوئی لیکن اب میں مجبوری کی وجہ سے طلاق دینا چاہتا ہوں اور والدین بھی اس پر راضی ہیں تو ابھی میرے لئے طلاق دینے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟ اور اس صورت میں اگر طلاق دوں تو کتنا مہر آئیگا؟

﴿جواب﴾ نکاح کے بعد تنہائی میں آپکی بیوی کیساتھ کبھی بھی اگر ملاقات کی کوئی صورت نہیں بنی تو آپ صرف ایک طلاق دیدیں جس سے وہ مکمل آزاد ہو جائیگی، دوسری جگہ چاہے تو شادی کر سکے گی، عدت گذارنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور مہر کا آدھا حصہ آپکے ذمہ واجب

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

الاداء ہوگا اور اگر خلوت صحیحہ کی نوبت آئی ہے اگرچہ باقاعدہ رخصتی نہیں ہوئی تو ایک طلاق دیکر عدت گذارنا عورت پر لازم ہوگا اور دوران عدت اگر آپ نے رجوع نہیں کیا تو عدت گذارنے کے بعد عورت مکمل آزاد ہوگی اور پورا مہر آپکے ذمہ واجب ہوگا۔

لمافی قوله تعالیٰ:(پارہ ۲ سورۃ البقرۃ ،آیت ۲۳۷)

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف مافرضتم الاان يعفون اويعفوا الذی بيده عقدة النكاح وان تعفوا اقرب للتقوی..... الأية.

ولمافی قوله تعالیٰ:(پارہ ۲۲ سورۃ الاحزاب ،آیت ۴۹)

﴿يآيها الذين امنوا اذا نكحتم المؤمنٰت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها فمتعوهن وسرحوهن سراحا جميلا..... الأية.﴾

ولمافی الدر المختار:(۲/۲۳۱ طبع سعيد)وطلقة لغير موطوءة ولو فی حيض.

ولمافی الهداية:(۲/۳۳۷ طبع رحمانيه)

وغير المدخول بها يطلقها فی حالة الطهر والحيض.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: رضوان اللہ حقانی

۹ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۰۱۰

﴿رخصتی سے قبل طلاق کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا لیکن ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ زید کے والد صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا جسکی وجہ سے زید نے فاطمہ کو تین طلاق دے دیں تو اس صورت میں فاطمہ عدت گذارے گی یا نہیں؟ اور پھر دوبارہ زید کے ساتھ شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس صورت میں حلالہ کیا جائے گا یا نہیں؟

﴿جواب﴾ زید نے فاطمہ کو ہمبستری اور خلوت صحیحہ سے قبل اگر طلاق دی ہے تو فاطمہ پر کوئی عدت نہیں، البتہ اگر تین طلاق ایک ساتھ ایک جملہ کے ذریعہ دی ہیں مثلاً تجھے تین طلاق تو اس سے طلاق مغلظہ واقع ہوگئی ہے، اس صورت میں بغیر حلالہ کے نکاح جائز نہیں اور اگر الگ الگ کرکے تین طلاق دی ہیں مثلاً یوں کہدیا ہے "تجھے طلاق، طلاق، طلاق تو پہلی طلاق سے وہ بائن ہوگئی، باقی دو طلاق لغو ہیں، اس صورت میں وہ دوبارہ باہمی رضامندی سے نئے حق مہر کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں لیکن آئندہ کیلئے شوہر کے پاس صرف دو طلاق کا اختیار باقی رہیگا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی قوله تعالی:(سورة الاحزاب،آیت ۴۹)

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها..... الآية.

ولما فی بدائع الصنائع:(۱۹۱/۳،طبع سعید کمپنی)

وشرط وجوبها الدخول اوماايجرى مجرى الدخول وهوالخلوة الصحيحة في النكاح الصحيح دون الفاسد فلا يجب بدون الدخول والخلوة الصحيحة.

ولما فی التنویر مع الدر:(۲۸۸/۳،طبع سعید کمپنی)

(ولوقال)لغيرالموطوءة(انت طالق واحدة وواحدة)بالعطف(اوقبل واحدة اوبعدها واحدة يقع واحدة)بائنة ولا تلحقها الثانية لعدم العدة.

ولما فی الهندیة:(۳۷۳/۱،طبع رشیدیه)

اذاطلق الرجل امرأته ثلاثاقبل الدخول بهاوقعن عليهافان فرق الطلاق بانت بالاولى ولم تقع الثانيه والثالثة وذلك مثل ان يقول انت طالق طالق وكذااذاقال انت طالق واحدة وواحدة وقعت واحدة كذا في الهداية.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:محمدزبیراکرام

۲۸ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر:۲۵۶۰

﴿محض پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماءِکرام دریں مسئلہ کہ کوئی لفظ صریح یاکنائی نہ بولاگیاہوتوکیا صرف پتھرپھینکنے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے یانہیں؟ مستفتی:عرباض شمس

﴿جواب﴾ واقعی کوئی لفظ صریح یاکنائی نہ بولاگیاہوتومحض پتھرپھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لمافی التنویر مع الدر:(۲۳۰/۳،طبع سعید)

واللفظه صريح،وملحق به وكناية(ومحله المنكوحة)واهله زوج عاقل بالغ مستيقظ، وركنه لفظ مخصوص.

وفی الشامية:(قوله وركنه لفظ مخصوص)هوماجعل دلالة على معنى الطلاق من صريح أوكناية فخرج الفسوخ على مامر..... وبه ظهرأن من تشاجرمع زوجته فأعطاهاثلاثة أحجارينوى الطلاق ولم يذكرلفظا لاصريحاولاكناية لايقع عليه كماأفتى به الخيرالرملي وغيره.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:ظہوراحمدشمس

۱۹جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر:۱۴۶۲

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿مرض موت میں طلاق اور اقرار کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص نے اپنی بیوی کو مرض موت میں طلاق بائن دے دی اور اس کے لئے قرض کا اقرار کیا، بیوی کی عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا، پوچھنا یہ ہے کہ اس عورت کو شوہر سے میراث ملے گی یا نہیں؟ اور شوہر کے اقرار سے قرض ثابت ہوگا یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں: مستفتی: محمد حسن سواتی

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں شوہر نے بیوی کے مطالبہ یا رضامندی پر طلاق دی ہو اور بعد میں اسکے لئے قرض کا اقرار کیا ہو اور انتقال عدت کے اندر ہوا ہو تو ایسی صورت میں عورت کے حق میراث اور قرض میں سے جو کم ہوگا وہی ملے گا، البتہ طلاق بیوی کے مطالبے یا رضامندی کے بغیر دی ہو تو دوران عدت انتقال کی صورت میں عورت میراث لینے کی حقدار ہوگی لیکن صرف شوہر کے اقرار سے قرض کی حقدار نہیں بنے گی ورثاء بھی تصدیق کر دیں تو تب قرض ثابت ہوگا۔

لما فی الهداية:(۲/۴۰۲،طبع رحمانيه)

اذا طلق الرجل امرأته فی مرض موته طلاقا بائنا فمات وهی فی العدة ورثته وان مات بعد انقضاء العدة فلا ميراث لها... ولو طلقها ثلاثا بامرها او قال لها اختاری فاختارت نفسها او اختلعت منه ثم مات وهی فی العدة لم ترثه لانها رضيت بابطال حقها والتاخير لحقها.

ولما فی الهداية:(۳/۲۲۸-۲۲۹،طبع رحمانيه)

ولو اقر المريض لوارثه لا يصح الا ان يصدقه فيه بقية ورثته ---ومن طلق زوجته فی مرضه ثلاثا ثم اقر لها بدين ومات فلها الاقل من الدين ومن ميراثها منه.

ولما فی التنوير مع الدر:(۱۲/۲۲۷-۲۲۸،طبع امداديه)

(ولو أقر لمن طلقها ثلاثا) يعنی بائنا (فيه) أی فی مرض موته (فلها الاقل من الارث والدين) ويدفع لها ذلك بحكم الاقرار لا بحكم الارث حتی لا تصير شريكة فی أعيان التركة شرنبلالية (وهذا) اذا كانت فی العدة (طلقها بسؤالها) فاذا مضت العدة جاز لعدم التهمة عزمية (وان طلقها بلا سؤالها فلها الميراث بالغا ما بلغ ولا يصح الاقرار لها) لانها وارثة اذ هو فار.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب: خلیل اللہ دیروی

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ فتویٰ نمبر: ۴۸۷

﴿حمل کے دوران بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کہ بارے کہ ایک آدمی نے حالت حمل میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اپنی اہلیہ کو طلاق دی اب وہ کہتا ہے کہ اس پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ حالت حمل میں تھی، میں نے اس کو یہ مسئلہ بتایا کہ طلاق واقع ہو چکی ہے، ولادت سے عدت پوری ہو جائیگی تو کیا انکی بات درست ہے یا میری؟ مستفتی عبدالرحیم بنوں

﴿جواب﴾ طلاق دینے کی ضرورت ہو تو ایسے طہر میں دینی چاہیے جسمیں شوہر نے بیوی کیساتھ جماع نہ کیا ہو، حمل کی حالت میں طلاق دینا گناہ ہے، تاہم طلاق واقع ہو جاتی ہے اگر چہ غلط کام ہے، لہٰذا آپ کی بات صحیح ہے، طلاق واقع ہو گئی ہے۔

لمافی البحر الرائق:(۲/۲۲۲ طبع سعید)

ویقع طلاق کل زوج عاقل بالغ)الصدوره من اهله فی محله ولوحکما.

ولمافی التنویر مع الدر:(۲/۲۳۲ طبع سعید)

(وحل طلاقهن)ای الایسة والصغیرة والحامل.

ولمافی الهدایة:(۲/۲۲۸ طبع رحمانیه)

وان کانت حاملا فعدتها ان تضع حملها لاطلاق لقوله تعالیٰ واولات الاحمال اجلهن ان یضعن حملهن.

ولمافی التنویر مع الدر:(۲/۵۱۱ طبع سعید)(و)فی حق(الحامل)مطلقا.

وفی الشامیة:ای سواء کان عن طلاق اووفاة اومتارکة اووطء بشبهة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب: اسلام بادشاہ ہمیشی

۸ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر: ۲۱۵۵

﴿ایک مجلس میں تین طلاقوں کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری اپنی بیگم کیساتھ تھوڑی سی تلخ کلامی ہوگئی اور میں اس کو طلاق طلاق طلاق کہہ کر نکل گیا اور اس میں میں نے نہ اس کا نام لیا اور نہ اس کو مخاطب کیا، اب اس کے بعد مجھے یہ پریشانی لاحق ہوگئی ہے کہ اس پر طلاق تو نہیں پڑ گئی؟ مستفتی محمد آصف

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں تینوں طلاق واقع ہوگئی ہیں اور حرمت مغلظہ بھی ثابت ہوگئی ہے، اب رجوع نہیں ہو سکتا اور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا، یہ خاتون عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ چاہے تو شادی کر سکتی ہے۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی قوله تعالی:(سورة البقرة،آیت ۲۲۹-۲۳۰)
الطلاق مرتان فامساك بمعروف أو تسريح باحسان.....فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره.....الآية.

ولما فی الشامی:(۲۴۸/۳،طبع سعید)
(قوله لتركه الاضافة)ای المعنوية فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنوية وكذا الاشارة نحو هذه طالق.....ولا يلزم كون الضافة صريحة فی كلامه لما فی البحر لو قال طالق فقيل له من عنيت؟فقال امرأتی طلقت امرأته اه.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ　　　واللہ اعلم:محمد اسلم چترالی غفرلہ

۳محرم الحرام ۱۴۲۹ھ　　　فتویٰ نمبر:۷۳

﴿وقوع طلاق کیلئے نکاح یا اسکی طرف مشروط نسبت کرنا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ والدین نے اپنے بیٹے زید سے اپنے رشتہ دار کی بیٹی زینب کے ساتھ رشتہ طے کرنے کے بارے میں کہا لیکن زید نے صاف انکار کیا،والدین جب اصرار کرنے لگے تو زید نے تنگ آکر غصہ میں کہا"آپ کے رشتہ دار کی بیٹی کو تین طلاق" پھر مصلا یہ کہا" کہ اس لڑکی کو کئی کی طلاق"،اب پوچھنا یہ ہے کہ زینب کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟نیز مذکورہ جملوں کے کہنے سے دوسری لڑکیوں سے اس کے نکاح کی صورت میں نکاح برقرار رہے گا یا نہیں؟بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ زید کے یہ الفاظ لغو اور بے اثر ہیں،طلاق واقع ہونے کے لئے نکاح کا وجود ضروری ہے یا مستقبل میں نکاح کی طرف طلاق کی مشروط نسبت ضروری ہے مثلا یہ کہ"اگر میں فلاں سے نکاح کروں تو اسکو طلاق" جبکہ تا حال یہ لڑکی زید کے نکاح میں آئی نہیں اور طلاق کے دونوں جملوں میں زید نے طلاق کی کوئی مشروط نسبت بھی نہیں کی ہے،اسلئے زید اس لڑکی سے نکاح کرلے یا کسی بھی دوسری لڑکی سے تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲۲۲/۴،طبع امدادیه)
الطلاق(هو)لغة رفع القيد وشرعا(رفع قيد النكاح فی الحال)بالبائن(او المآل)بالرجعی(بلفظ مخصوص)وهو ما اشتمل على الطلاق.

ولما فی الشامی:(۵۹۴/۴،طبع امدادیه)
ومحله المنكوحة واهله الخ باسم اونسب فلو قال فلانة بنت فلان التی اتزوجها طالق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لم تطلق اھ ای لانہ لما لغا الوصف بالتزوج بقی قولہ فلانۃ بنت فلان طالق وھی اجنبیۃ ولم توجد الاضافۃ الی الملک فلایقع اذا تزوجھا.

ولما فی الھدایۃ:(۲/۳۹۸،طبع رحمانیہ)

ولا تصح اضافۃ الطلاق الا ان یکون الحالف مالکا او یضیفہ الی ملک فان قال لاجنبیۃ ان دخلت الدار فانت طالق ثم تزوجھا فدخلت الدار لم تطلق لان الحالف لیس بمالک وما اضافہ الی الملک او سببہ ولابدمن واحد منھما والفاظ الشرط وکلما.لان الشرط مشتق من العلامۃ وھذہ الالفاظ مما یلیھا افعال فتکون علامات علی الحنث. وھکذا فی الکنز:(۱۲۶باب تعلیق الطلاق،طبع قدیمی)

ولما فی الشامی:(۳/۲۵۷،باب الصریح،طبع سعید)

عن البزازیۃ:انہ قد اشتھر فی رساتیق شروان ان من قال جعلت کلما او علی کلما انہ طلاق ثلاث معلق وھذا باطل من ھذیانات العوام اھ فتأمل.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

واللہ اعلم بالصواب:عزیز الرحمٰن چارسدوی

۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ

فتویٰ نمبر:۱۴۲۹

﴿طلاق میں اضافت صریحہ کا ہونا ضروری نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سے بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی تھی تو خاوند نے کہا طلاق، طلاق، طلاق اب وہ کہہ رہا ہے کہ صرف خاموش کرنے کا ارادہ تھا طلاق کا ارادہ نہیں تھا، تو اس صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب نے فتویٰ دیا ہے کہ نسبت نہ ہونے کی وجہ سے طلاق نہیں ہوئی اور حوالہ کفایت المفتی کا دیا ہے براہ کرم تحقیقی جواب دیں واضح رہے کہ یہ الفاظ بیوی کے اصرار اور ناراضگی کے وقت بولے گئے ہیں نسبت اگرچہ ظاہر نہیں ہے لیکن بیوی سامنے مخاطب تھی اور اس کے مطالبہ کے جواب میں شوہر نے یہ الفاظ بول دیے ہیں۔ مستفتی: مولوی محمد انعام بتوسط مولوی رفیع اللہ

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں تینوں طلاق واقع ہوگئی ہیں اب رجوع نہیں ہوسکتا اور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا عدت گزارنے کے بعد عورت چاہے تو دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے، دوسرے ایک مفتی صاحب نے طلاق واقع نہ ہونے کا جواب واقعی اگر دیا ہو تو ممکن ہے مستفتی نے دوسرے انداز سے مفتی صاحب سے صورت حال بیان کی ہو، کفایت المفتی " باب نسبت یا اضافۃ طلاق " کو ہم نے بھی مطالعہ کرلیا جس سے مذکورہ صورت میں

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طلاق واقع ہونے کا حکم بخوبی واضح ہو جاتا ہے چونکہ یہاں پرشوہر نے بیوی کے مطالبہ میں جواباً کہدیا ہے، طلاق، طلاق، طلاق اس لیے نسبت معنوی پائی جاتی ہے اور وقوع طلاق کے لیے نسبت معنوی بھی کافی ہوتی ہے چنانچہ ایک سوال کے جواب میں مفتی کفایت اللہؒ فرماتے ہیں کہ نسبت یا اضافت طلاق صراحۃً ہونا ضروری نہیں اسی طرح عورت کا سامنے ہونا وقوع طلاق کے لیے شرط نہیں. کفایت المفتی (۶/۳۸ مکتبہ امدادیہ)

سوال میں کفایت المفتی سے حوالہ کی بات سمجھ سے دور ہے، اس لیے کہ کفایت المفتی سے تو مذکورہ بالا صورت پر وقوع طلاق معلوم ہو رہا ہے معلوم نہیں کفایت المفتی سے کون سے جواب میں اس طرح کے خلاف کا جواب دیا گیا ہے۔

لما فی الهدایه: (۲/۳۷۸ طبع: رحمانیه)

ولا یفتقر الی النیة لانه صریح فیه لغلبة الاستعمال.

ولما فی الشامی: (۲/۲۲۸ طبع: سعید)

(قوله لترکة الاضافة) ای المعنویة فانها الشرط والخطاب من الاضافة المعنویة. وکذا الا شارة نحو هذه طالق .... ولا یلزم کون الاضافة صریحة فی کلامه لما فی البحر لو قال: طالق فقیل له من عنیت؟ فقال امرأتی طلقت امرأته ...... ویؤیده ما فی البحر لو قال امرأة طالق او قال طلقت امرأة ثلاثا وقال له اعن امرأتی یصدق ویفهم منه انه لو لم یقل ذلک تطلق امرأته، لان العادة ان من له امرأة انما یحلف لطلاقها لا بطلاق غیرها ...... وظاهره انه لا یصدق فی انه لم یرد امرأته للعرف والله اعلم.

الجواب صحیح: عبدالرحمن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: شاہ جہان ڈیروی

۱۴ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ — فتویٰ نمبر: ۳۱۴۳

﴿بیوی کے اصل نام کے بجائے دوسرا نام لیکر طلاق دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کسی مصلحت کے لئے بیوی کے اصل نام کی جگہ دوسرے نام سے یاد کر کے طلاق دی ہو تو کیا اس صورت میں اسکی بیوی کو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ جبکہ طلاق کی نیت بھی نہ ہو۔ مستفتی: عزیز اللہ

﴿جواب﴾ بیوی کا اصل نام چھوڑ کر دوسرے نام سے یاد کر کے طلاق دیدی تا کہ بیوی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کو طلاق واقع نہ ہو تو ایسی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوگی بشرطیکہ بیوی کو مخاطب کر کے یا وہ حاضر ہو اور اس کی طرف اشارہ کر کے غلط نام لیکر طلاق نہ دی ہو، بیوی سامنے ہو تو خطاب یا اس کی طرف اشارہ کر کے طلاق واقع ہو جاتی ہے اگر چہ غلط نام سے یاد کیا جائے۔

لمافی الشامی:(۲۹۱/۲،طبع سعید)

أنت علی حرام مخاطبا الواحدة،بل یجب فیه أن لا یقع الا علی المخاطبة۔۔۔ولا فی انت علی حرام أنه لا یقع الا علی المخاطبة فقط.

ولمافی الهندیة:(۳۵۸/۱،طبع رشیدیه)

ولو قال لامرأته ینظر الیها ویشیر الیها یا زینب أنت طالق فاذا هی امرأة له أخری اسمها عمرة یقع الطلاق علی عمرة تعتبر الاشارة وتبطل التسمیة کذا فی قاضیخان.

ولمافی فتح القدیر:(۷/۴،طبع رشیدیه)

ولو قال:امرأتی ثلاثة بنت فلان طالق وسماها بغیر اسمها لا تطلق امرأته الا بالنیة.

ولمافی الهندیة:(۳۵۹/۱،طبع رشیدیه)

ولو قال امرأته الحبشیة طالق ولا نیة له فی طلاق امرأته وامرأته لیست بحبشیة لا یقع علیها وعلی هذا اذا سمی بغیر اسمها ولا نیة له فی طلاق امرأته فان نوی طلاق امرأته فی هذه الوجوه طلقت امرأته کذا فی الذخیرة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ　　　　واللہ اعلم بالصواب:رضوان اللہ حقانی

۹ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ　　　　فتویٰ نمبر:۱۳۵۱

﴿مختلف مواقع پر متعدد طلاقیں دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ آپ علماء کرام کی اس مسئلہ کی بارے میں کیا رائے ہے کہ میں ساجد حمید صدیقی ولد عبدالحمید صدیقی کی شادی صائمہ مشکور ولد مشکور علی خان سے ۱۹ ستمبر ۱۹۹۳ کو طے پائی، اس شادی کو آج ۱۴ سال کا عرصہ گزر چکا ہے، دوران شادی ہمارے تعلقات بیشتر معمولی سی باتوں پر ناچاقی کی صورت اختیار کر گئے، دوران شادی بدکلامی کے علاوہ صائمہ مشکور نے طلاق مانگنا معمولی سا کام بنالیا، اس دوران کئی دفعہ طیش دلاتے ہوئے کہا کہ اگر تم مرد ہو تو ابھی طلاق دو، میں نے اس دوران احتیاط اور تنبیہ کرتے ہوئے کسی موقعہ پر ایک اور کسی موقعہ پر دو دفعہ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

طلاقیں دیں یہ موقع بھی کئی دفعہ آیا اگر ۶ سال کے تمام طلاقیں گنیں تو وہ ۹ سے ۱۰ بن جاتی ہیں، ہمارے بزرگوں کا خیال ہے کہ یہ نکاح جائز نہیں رہا، اس کی تحقیق میں ملکی و غیر ملکی علماء سے مشورہ کیا ہے جن کے خیال میں یہ نکاح جائز نہ رہا، آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی رائے اور مشورے سے نوازیں۔

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں طلاق مغلظہ واقع ہوگئی، اب رجوع نہیں ہوسکتا اور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا، عدت (تین ماہواریاں) تیسری طلاق کے بعد اگر گزری ہیں تو عورت آزاد ہے دوسری جگہ چاہے تو نکاح کرسکتی ہے اور ابھی تک عدت پوری نہیں گزری تو گزار کر دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ: (سورة البقرة، آیت ۲۲۹-۲۳۰)

الطلاق مرتٰن — فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره...... الآیة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد طیب حسن زئی

۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۱۸۵۳

﴿فی الحال تم گھر جاؤ میں تم کو طلاق نامہ بھیج دوں گا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان دریں مسئلہ کہ میری بھابھی کی کسی غلطی پر میرے بھائی نے غصہ میں مگر سنجیدگی کیساتھ میری بھابھی کو کسی صفائی کا موقع دیئے بغیر کہا "تم ابھی گھر جاؤ میں تم کو طلاق نامہ بھیج دونگا" اس وقت میری بھابھی اپنے گھر چلی گئیں اور پھر تھوڑی دیر بعد دوبارہ آگئیں حتی کہ رات بھی ایک ساتھ گزاری، بعد میں بھائی نے خود ہی کہا کہ میں نے اس کو ڈرانے کے لئے ایسا کہا تھا، میری طلاق کی نیت نہ تھی کیونکہ یہ پہلے بھی ایسی ہی غلطیاں کرچکی تھی، میں نے سمجھا ہوسکتا ہے کہ اس طرح کہنے سے وہ ڈر جائے گی اور آئندہ مجھے شکایت کا موقع نہ دے گی، آپ حضرات سے گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ میرے بھائی کے اس طرح کے الفاظ کہنے سے طلاق تو واقع نہیں ہوئی؟ مستفتیہ: ایک سائلہ

﴿جواب﴾ آپ کے بھائی نے دو جملے بولے ہیں، ایک یہ کہ "ابھی تم گھر جاؤ" یہ الفاظ کنایہ میں سے ہیں طلاق کی نیت کیے بغیر اس طرح کہہ دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دوسرا جملہ یہ کہ ’’میں تم کو طلاق نامہ بھیج دوں گا‘‘ یہ وعدۂ طلاق ہے اس سے بھی طلاق واقع نہیں ہوتی، لہٰذا آپ کی بھابھی کو کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، البتہ طلاق کی نیت سے کہہ دیتے تو طلاق واقع ہو جاتی۔

لما فی التنویر مع الدر:(۲۹۸/۳-۳۰۰-۳۰۱،طبع سعید)

فالحالات ثلاث:رضا وغضب ومذاکرة،والکنایات ثلث مایحتمل الرد ومایصلح للسب أولا ولا(فنحو أخرجی واذهبی وقومی)......(یحتمل ردا ونحو خلیة بریة حرام بائن)......(یصلح سبا ونحو اعتدی واستبرئی رحمک،أنت واحدة......لایحتمل السب والرد،ففی حالة الرضا)أی غیر الغضب والمذاکرة(تتوقف الأقسام)الثلاثة تأثیرا(علی نیة)للاحتمال والقول له......(وفی الغضب)توقف(الأولان)ان نوی وقع والا لا.

ولما فی فتاوی قاضی خان:(۲۱۱/۱،طبع قدیمی)

الکنایة مایحتمل الطلاق......وهی ثلاثة أقسام،والأحوال ثلاثة حالة مطلقة وحالة مذاکرة الطلاق......وحالة الغضب......وفی حالة الغضب یقع الطلاق بثلاثة من هذه الثمانیة،واذاقال لم أنو الطلاق،لایصدق قضاء......وفی الخمسة الباقیة من الثمانیة عند أبی حنیفةؒ اذاقال لم أنو الطلاق لایقع ویصدق قضاء لأنها تصلح للشتم فتحمل علی الشتم فی الغضب والخصومة...... وعن أبی یوسف فی الاملاء:أنه ألحق بهذه الخمسة أربعة أخری لاملک لی علیک،لاسبیل لی علیک،خلیت سبیلک،ألحقی بأهلک،ولوقال ذلک فی حال مذاکرة الطلاق أوفی الغضب وقال لم أنو به الطلاق یصدق قضاء فی قول أبی حنیفة.

الجواب صحیح:عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب:سید مزمل شاہ لکی مروت

۴ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ — فتوی نمبر:۲۲۵۲

﴿دو بیویوں والے کا اندھیرے میں کسی ایک کو طلاق دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ ایک شخص کی دو بیویاں ہیں اس نے اندھیرے میں رات کو لاعلی التعیین ایک سے پانی مانگا، ایک پانی لیکر آئی مگر چونکہ اس سے پانی لانے میں دیر ہوگئی تھی اس وجہ سے شوہر نے غصہ ہو کر یہ کہدیا کہ تجھ پر تین طلاق ہیں، اب صبح کو کوئی اقرار نہیں کرتی کہ میں پانی لیکر گئی تھی اور نہ شوہر پہچان سکتا ہے کہ کون تھی تو صورت مذکورہ میں طلاق کس پر واقع ہوگی؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں پانی لیکر آنے والی واقعی اسکی دو بیویوں میں سے کوئی ایک اگر تھی تو اسی پر طلاق واقع ہوگئی ہے، اب وہ اگر انکار کرتی ہے اور شوہر کو معلوم نہیں ہے کہ کونسی تھی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اس سے وہ بیوی سخت گنہگار ہو رہی ہے، اس پر لازم ہے کہ شوہر کو شبہ میں نہ ڈالے اور اس بیوی کیلئے شوہر کیساتھ از دواجی تعلق قائم رکھنا بہر صورت حرام ہے۔

اور جو بیوی پانی لیکر جانے والی نہیں تھی، اس پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی وہ خود چونکہ یقینی طور پر جانتی ہے، اس لئے شوہر سے ملنا اس کیلئے جائز ہے، البتہ شوہر کو شبہ ہے کہ کونسی تھی اس لئے جب تک مطلقہ معلوم نہ ہو دونوں سے گریز کرے، یہ اس صورت میں کہ اس کو یقین ہو کہ دونوں بیویوں میں سے یقینا کوئی ایک تھی اور اگر اس میں شبہ ہو مثلاً گھر میں دونوں بیویوں کے علاوہ بھی افراد موجود ہوں اور ممکن ہو کہ انکی بیویوں کے علاوہ کوئی تیسرا فرد پانی لیکر آیا ہو تو اس صورت میں طلاق واقع ہونے میں شک ہے اور شک سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لمافی الدر المختار: (۲۸۳/۳ طبع سعید)

علم انه حلف ولم يدر بطلاق او غيره لغا كمالو شك اطلق ام لا.

ولمافی الفقه الاسلامی وادلته: (۶۹۸۲/۹ طبع رشيديه)

فمن شك فى طلاقه هل طلق اولا لم تطلق امرأته لان النكاح كان ثابتا بيقين ووقع الشك فى زواله بالطلاق فلا يحكم بزواله بالشك..... والحاصل ان النكاح ثابت بيقين فلا يزول بشك

ولمافی مختصر الطحاوی: (ص ۱۹۹ طبع)

ومن دخل عليه الشك فلم يدر اطلق زوجته اولم يطلقها لم يجب عليه الطلاق ولا اجتناب زوجته وكان على يقينه حتى يعلم وقوع الطلاق يقينا.

ولمافی الهندية: (۳۶۲/۱ طبع رشيديه)

ولو طلق احدى نسائه الاربع ثلاثاثم اشتبهت وانكرت كل واحدة ان تكون هى المطلقة لايقرب واحدة منهن لانه حرمت عليه احداهن ويجوزان تكون كل واحدة وقد قال اصحابنا رحمهم الله كل مالا يباح عند الضرورة لا يجوز التحرى فيه والفروج من هذا الباب.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: حبیب الرحمٰن سواتی

۲۵ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ — فتویٰ نمبر: ۱۷۸۶

﴿ کب تک رجعت کا حکم رہتا ہے؟ ﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ سے متعلق کہ آدمی کو کتنی طلاقوں تک رجعت کا اختیار ہوتا ہے، اور شرعاً رجعت کا مستحب طریقہ کیا ہے وضاحت فرمائیں۔ مستفتی: جمیل احمد

﴿جواب﴾ دو طلاقوں کی حد تک رجوع کا حق رہتا ہے بشرطیکہ طلاقیں رجعی ہوں طلاق

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بائن یا مغلظہ دینے کی صورت میں رجوع کا حق باقی نہیں رہتا، اسی طرح رجوع کا حق عدت کے دوران رہتا ہے عدت گزرنے کے بعد یہ حق ختم ہو جاتا ہے۔ رجوع میاں بیوی والا تعلق قائم کرنے سے ہو جاتا ہے اور زبانی بیوی یا کسی اور سے کہہ دے کہ میں نے رجوع کرلیا یا میں نے بیوی کو بسانے کا فیصلہ کرلیا تو اس سے بھی رجوع ہو جاتا ہے لیکن مستحب طریقہ یہ ہے کہ کم از کم دو گواہوں کے سامنے یہ بات کہے تا کہ کل کو ضرورت پیش آنے کی صورت میں قاضی کے ہاں رجوع ثابت کر سکے۔

(لما فی قوله تعالیٰ پ۲ سورة البقرة) ﴿الطلاق مرتان فامساك بمعروف أو تسريح باحسان﴾

(ولما فی التنویر والدر ۳/۳۹۷ طبع سعید)

(هی استدامة الملک القائم) بلا عوض ما دامت (فی العدة) أی عدة الدخول حقیقة اذ لا رجعة فی عدة الخلوة وفی البزازیة یدعی الوطء بعد الدخول وانکرت فله الرجعة لا فی عکسه وتصح مع اکراه وهزل ولعب وخطا (بنحو) متعلق باستدامة (راجعتک) ورددتک ومسکتک بلا نیة لانه صریح (و) بالفعل مع الکراهة (بکل ما هو یوجب حرمة المصاهرة) کمس ولو منها اختلاسا أو نائما أو مکرها أو مجنونا أو معتوها ان صدقها هو أو ورثته بعد موته

(ولما فی الرد المحتار ۳/۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹ طبع سعید)

(قوله هی استدامة الملک) عبر بالاستدامة بدل الرد الذی هو معنی الرجعة لان المتبادر منه ما یکون بعد الزوال فینافی قوله القائم، ولان المراد به هنا الابقاء، قال تعالیٰ. وبعولتهن احق بردهن (قوله وتصح مع اکراه) قال فی البحر، ومن احکامها انها لا تصح اضافتها الی وقت فی المستقبل ولا تعلیقاً بالشرط (قوله وخطا) کان اراد ان یقول اسقنی الماء فقال راجعت زوجتی (قوله بکل ما یوجب حرمة المصاهرة) بدل من الفعل، بدل بعض من کل ح أی لان من الفعل ما لا یوجب حرمة المصاهرة کالتزوج والوطء فی الدبر

(ولما فی البحر الرائق ۴/۴۹ طبع سعید)

(قوله هی استدامة الملک القائم فی العدة) الرجعة ابقاء النکاح علی ما کان ما دامت فی العدة لقوله تعالی فامسکوهن بمعروف لان الامساك استدامة الملک القائم لا اعادة الزائل (قوله وتصح فی العدة ان لم یطلق ثلاثاً ولو لم ترض براجعتک أو راجعت امرأتی وبما لا یوجب حرمة المصاهرة بیان لشرطها ورکنها فشرطها ان لا یکون الطلاق ثلاثا کما ذکره، ومراده ان لا یکون بائنا سواء کان واحدة أو ثنتین وقدمنا الرجعی (قوله والاشهاد مندوب علیها، أی علی الرجعة وفاقا لمالک والشافعی علی الاظهر

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفی اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: ضیاء الحق ابکی

۲۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر: ۳۲۷۰

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿ایک طلاق رجعی کے بعد شوہر کے پاس دو طلاقوں کا اختیار ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ (۱) اگر ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دیدی اور دوران عدت رجوع نہیں کیا ایسی صورت میں نکاح ختم ہوگیا یا باقی رہا؟ (۲) کیا شوہر کو اب دو طلاقیں دینے کا حق باقی ہے یا نہیں؟ (۳) نکاح ختم ہوجانے کی صورت میں بعد عدت عورت دوسرا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ مستفتی: نجم الدین کورنگی نمبرا

﴿جواب﴾ طلاق رجعی کے بعد عدت میں رجوع نہ کرنے سے نکاح اگرچہ ختم ہوگیا ہے لیکن میاں بیوی چاہیں تو باہمی رضامندی سے نئے حق مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں، حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، نکاح کے بعد شوہر کے پاس صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہے گا اور عورت تجدید نکاح کے لئے اگر راضی نہیں ہے تو دوسری جگہ شادی کرنے کا اب اسے اختیار حاصل ہے، عدت گزرنے کے بعد دو طلاقیں اگرچہ باقی ہیں لیکن عدت کے اندر رجوع نہ کرنے کی صورت میں باقی ماندہ طلاقوں کی وجہ سے بیوی کو دوسری جگہ شادی سے روکنے کا شوہر کے پاس کوئی حق باقی نہ رہا۔

ولما فی البحر الرائق:(۲/۲۲۵-۲۲۶ طبع سعید)

وان کان رجعیا وقف علی انقضاء العدۃ ای لم یزل الملک مالا بعد انقضائها...
واذا طلقها ثم راجعها بقی الطلاق وان کان لا یزیل القید والحل للحال لانه یزیلهما فی المال اذا انضم الیه ثنتان.

ولما فی الهدایۃ:(۱/۳۲۳ طبع حقانیه)

(ولانه) ای ولان ایقاع الواحدۃ (ابعد من الندامة) حیث ابقی لنفسه التدارک بان یراجعها فی العدۃ وبعد ها بتجدید النکاح من غیر تزوج اخر.

ولما فی البدائع:(۲/۱۸۰ طبع سعید)

فان طلقها ولم یراجعها بل ترکها حتی انقضت عدتها بانت وهذا عندنا.

ولما فی البدائع:(۲/۱۸۳ طبع سعید)

ولو طهرت عن الحیضة الثالثة ثم راجعها فهذا علی وجهین ان کانت ایامها فی الحیض عشرا لا تصح الرجعة وتحل للازواج بمجرد انقطاع الدم لان انقضائها بانقضاء الحیضة الثالثة وقد انقضت.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ | فتویٰ نمبر: ۱۹۹۳

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿صرف پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں معروف طریقہ طلاق کا یہ ہے کہ آدمی تین کنکریاں لیکر یہ کہتے ہوئے عورت کی طرف پھینک دیتے ہیں کہ تم مجھ پر طلاق ہو، پوچھنا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر کچھ بولے صرف کنکریاں عورت کی طرف پھینک دے تو طلاق واقع ہو جائیگی یا نہیں؟ جواب دیکر ممنون فرمائیں: مستفتی: مجاہد اقبال کوہاٹی

﴿جواب﴾ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق کے الفاظ بولنا یا لکھنا ضروری ہے، الفاظ بولے بغیر صرف پتھر پھینکنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

لما فی الدر المختار:(۲۲۶/۳،طبع سعید)

وشرعا(رفع قید النکاح فی الحال)بالبائن(او المآل)بالرجعی(بلفظ مخصوص)هو ما اشتمل علی الطلاق بخرج الفسوخ کخیار عتق وبلوغ وردة فانه فسخ لا طلاق.

ولما فی بدائع الصنائع:(۱۸/۳،طبع سعید)

(واما بیان رکن الطلاق هو اللفظ الذی جعل دلالة علی معنی الطلاق لغة وهو التخلیة والارسال ورفع القید فی الصریح وقطع الوصلة ونحوه فی الکنایة اوشرعا وهو ازالة حل المحلیة فی النوعین أو مایقوم مقام اللفظ.

ولما فی الهندیة:(۳۴۸/۱،طبع رشیدیه)

(اما تفسیره)شرعا فهو رفع قید النکاح حالا او مآلا بلفظ مخصوص کذا فی البحر الرائق (واما رکنه)فقوله انت طالق ونحوه کذا فی الکافی.

ولما فی الهندیة:(۳۵۷/۱،طبع رشیدیه)

ولو قالت لزوجها طلقنی فأشار بثلاث أصابع وأراد بذلک ثلاث تطلیقات لا یقع مالم یقل بلسانه هکذا کذا فی الظهیریة.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: نثار محمود کوہاٹی

۳۰ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ — فتویٰ نمبر: ۲۲۱۱

﴿صرف سوچ وفکر میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص دل، دل میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے یعنی یہ سوچے کہ میری بیوی کو ایک، دو یا تین طلاق ہیں، زبان سے کچھ بھی نہ کہے تو کیا صرف اس سوچ وفکر سے طلاق واقع ہوگی؟ مستفتی: سجاد حسین کوہاٹی

﴿جواب﴾ طلاق واقع ہونے کے لئے طلاق کے الفاظ بولنا یا لکھنا ضروری ہے، الفاظ

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

بولے بغیر صرف دل میں سوچنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لمافی بدائع الصنائع:(۱۸/۲،طبع سعید)

(واما بیان رکن الطلاق هو اللفظ الذی جعل دلالة علی معنی الطلاق لغة وهو التخلیة والارسال ورفع القید فی الصریح وقطع الوصلة ونحوه فی الکنایة اوشرعا وهوازالة حل المحلیة فی النوعین اومایقوم مقام اللفظ.

ولمافی الهندیة:(۳۴۸/۱،طبع رشیدیه)

(واما تفسیره)شرعافهورفع قید النکاح حالااومآلا بلفظ مخصوص کذافی البحر(واما رکنه)فقوله انت طالق ونحوه کذا فی الکافی.

ولمافیه ایضا:(۳۵۷/۱،طبع رشیدیه)

ولوقالت لزوجها طلقنی فاشار بثلاث اصابع واراد بذلک ثلاث تطلیقات لایقع مالم یقل بلسانه هکذا کذافی الظهیریة.

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفااللہ عنہ واللہ اعلم بالصواب:نثارمحمودکوہاٹی

۱۳جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ فتوی نمبر:۲۲۷۷

﴿مطلقہ کے ساتھ دوبارہ شادی کرنے کی صورت میں کتنی طلاقوں کا اختیار ہوگا؟﴾

﴿سوال﴾ کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو ایک یا دو یا تین طلاقیں دیدے،عورت عدت گزرنے کے بعد دوسری جگہ شادی کرلے،چند مہینے بعد عورت کا دوسرا خاوند مرجائے پھر عدت الوفات گزرنے کے بعد دوبارہ پہلے خاوند سے نکاح کرے تو شوہر کو کتنی طلاقوں کا اختیار ہوگا؟ مستفتی:ناصرصاحب

﴿جواب﴾ تین طلاق دینے کی صورت میں حلالہ کے بعد اگر دوبارہ نکاح کرلیا اس صورت میں تو بالاتفاق شوہر کو تین طلاقوں کا اختیار ہوگا جبکہ ایک یا دو طلاق دینے کی صورت میں بھی دوسری جگہ شادی کرنے کے بعد یہ آدمی اگر دوبارہ اس عورت سے نکاح کرے تو مفتی بہ قول کے مطابق پہلے خاوند کو تین طلاقوں کا اختیار ہوگا۔

لمافی الهندیة:(۴۷۵/۱،طبع رشیدیه)

واذاطلق امرأته طلقة أوطلقتین وانقضت عدتهاوتزوجت بزوج آخرودخل بهاثم طلقهاوانقضت عدتهاثم تزوجهاالاول عادت الیه بثلاث تطلیقات ویهدم الزوج الثانی الطلقة والطلقتین کمایهدم الثلاث کذافی الاختیارشرح المختاروهوالصحیح.

ولمافی الشامی:(۴۱۸/۳،طبع امدادیه)

(والزوج الثانی یهدم بالدخول)فلولم یدخل لم یهدم اتفاقاً(مادون الثلاث أیضا) أی

كما يهدم الثلاث اجماعاً لأنه اذاهدم الثلاث فمادونها أولى خلافاً لمحمد فمن طلقت دونها وعادت اليه بعد آخر عادت بثلاث لو حرة وثنتين لو أمة وعند محمد وباقي الأئمة بمابقي وهوالحق فتح وأقره المصنف كغيره، وفي ردالمحتار تحته:(قوله وأقره المصنف كغيره)أي كصاحب البحر والنهر والمقدسي والشرنبلالي والرملي والحموي وكذا شارح التحرير المحقق ابن أمير حاج لكن المتون على قول الامام، وأشار في متن الملتقى الى ترجيحه، ونقل ترجيحه العلامة قاسم من جماعة من أصحاب الترجيح ولم يعرج على ماقاله شيخه في الفتح وكذالم يعرج عليه في مواهب الرحمن مع انه كثيراما يتبع صاحب الفتح في ترجيحه.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عبداللہ عفااللہ عنہ

۲رجب ۱۴۲۸ھ — فتویٰ نمبر:۱۰۲۹

﴿غیر مدخول بہا کو تین طلاق دینے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ خالد کی شادی زینب سے ہوئی خالد ابھی تک اپنی بیوی سے ملا نہیں ہے، اس سے پہلے ہی کسی بات پر ناراض ہو کر اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں، کیا ایسی صورت میں تین طلاقیں دینے سے مغلّظ ہو جاتی ہے یا نہیں؟ مستفتی: فرحت اللہ

﴿جواب﴾ غیر مدخول بہا (جس سے خلوت صحیحہ بھی نہ ہوئی ہو) کو تین طلاقیں اگر الگ الگ تین لفظوں سے دی ہیں تو مغلّظ نہیں ہوئی، صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور اگر بیک لفظ تین طلاقیں دی ہیں (مثلاً کہا تجھے تین طلاق) تو مغلّظ ہو جائیگی اور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ آپس میں نکاح نہ ہو سکے گا۔

لمافي الهداية:(۳۸۸/۲ طبع رحمانيه)

فصل في الطلاق قبل الدخول،واذاطلق الرجل امرأته ثلاثاًقبل الدخول بهاوقعن عليهالان الواقع مصدرمحذوف لان معناه طلاقاًثلثاًعلىٰ مابيّناه فلم يكن قوله انت طالق ايقاعاً على حدة فيقعن جملة فان فرّق الطلاق بانت بالأولىٰ ولم تقع الثانية والثالثة وذلك مثل ان يقول انت طالق طالق طالق لان كل واحدة ايقاع على حدة اذالم يذكر في آخر كلامه مايغير صدره حتّىٰ يتوقف عليه فتقع الأولىٰ في الحال فتصادفها الثانية وهي مبانة.

ولما في التنوير مع الدر:(۵۰۹/۲ باب طلاق غير المدخول بها طبع امداديه)

(قال لزوجته غير المدخول بهاانت طالق ثلثاًوقعن وان فرق بانت بالاولى ولم تقع الثانيه)بخلاف الموطوءة حيث يقع الكل.كذافي الهندية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم: صلاح الدین ڈیروی

۲۲ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ — فتویٰ نمبر:۱۶۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿طلاق بالکتابۃ﴾

﴿تحریری طلاق کا بیان﴾

﴿کاغذ پر طلاق لکھنے کا حکم﴾

﴿سوال﴾ گزارش یہ ہے کہ میں نے اپنی بیوی کو کچھ ناپسندیدہ باتوں کی وجہ سے دو طلاقیں دی ہیں، پہلی طلاق اپریل 2005ء میں اور دوسری طلاق مئی 2005ء کو دی، اب میرے رشتہ دار مجھ سے کہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو لے آؤ، تمہاری ابھی طلاق نہیں ہوئی ہے۔

میں نے ابھی تک تیسری طلاق نہیں دی ہے، میری طلاق کو 9 ماہ کا عرصہ ہوگیا ہے اور یہ میرے سگے ماموں کی بیٹی ہے اور یہ دو طلاقیں میں نے کاغذ پر تحریر کردی ہیں، اپنی بیوی کے سامنے میں نے اسے طلاق نہیں دی ہے، اب آپ مجھے قرآن پاک کی روشنی میں مشورہ دیں کہ میں کیا کروں؟ میری ایک بیٹی بھی ہے وہ میری بیوی کے پاس ہے اور مجھے اپنی بیٹی سے ملنے نہیں دیتے ہیں۔

﴿جواب﴾ صورت مسئلہ میں دو طلاق واقع ہو گئیں اور غالباً عدت بھی پوری ہوگئی، اب اگر دونوں باہمی رضامندی سے رجوع کرنا چاہتے ہیں تو نیا مہر رکھ کر نکاح جدید کرلیں بشرطیکہ شوہر نے تین طلاق نہ لکھی ہوں۔

لما فی الهداية:(۲/۵۸۹ طبع رحمانيه) ولو قال للكاتب أكتب طلاق امرأتی كان اقرارا بالطلاق۔

لڑکی کے بالغ ہونے تک پرورش کا حق ماں کو ہے، البتہ ماں بچی کے والد کو بچی سے ملنے سے نہیں روک سکتی، یہ بھی واضح رہے کہ تجدید نکاح کی صورت میں آئندہ کے لئے شوہر کے پاس صرف ایک طلاق کا حق رہے گا کسی مرحلہ میں بھی ایک طلاق مزید دے دی تو طلاق مغلظ واقع ہوگی اور حلالہ شرعیہ کے بغیر نکاح نہیں ہو سکے گا، لہٰذا احتیاط رہے۔

واللہ اعلم: رئیس احمد غفرلہ الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

فتویٰ نمبر: ۱۴۲۷ھ

﴿میں اپنی بیوی کو زوجیت سے علیحدہ کرنے کا اعلان کرتا ہوں﴾

﴿سوال﴾ جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش یہ ہے کہ میں نے اس منسلکہ اشٹام پیپر پر اپنی رضامندی سے دستخط کیا ہے، لیکن

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

اس تحریر کو جو کہ پہلے سے تیار شدہ میرے سامنے دستخط کیلئے پیش کی گئی، پوری توجہ سے پڑھا نہیں اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ طلاق نامہ ہے میں نے دستخط کر لیے، بعد میں غور سے پڑھنے کے بعد پتہ چلا کہ اس تحریر میں خلاف حقیقت کچھ باتیں لکھی گئی ہیں مثلاً لکھا گیا ہے کہ "میں نے گواہوں کے روبرو زبانی طلاق دے دیا ہے" حالانکہ اس طرح بالکل نہیں ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کرتا کہ میں نے پوری تحریر سے بالکل بے خبر ہو کر دستخط کیے ہیں۔ بلکہ تین مرتبہ یہ جملہ: کہ میں اپنی بیوی کو زوجیت سے علیحدہ کرنے کا اعلان کرتا ہوں" یہ بات بھی میں نے سمجھ لی تھی اور دستخط کی ہیں۔ برائے کرم اس صورت میں میری بیوی کو کتنی طلاقیں ہوئی ہیں۔ مستفتی: ذاکر خالد

﴿جواب﴾ ذاکر خالد صاحب کی بات اگر صحیح اور سچ ہو کہ اس نے زبانی کوئی طلاق نہیں دی ہے اور تحریر میں جو لکھا گیا ہے اس جملہ کا بھی اس نے اقرار نہیں کیا ہے، تو صرف مذکورہ جملہ "میں ذاکر خالد ولد خالد عبد الغفار گودل مندرجہ بالا تحریر تسلیم کرتے ہوئے اپنی منکوحہ زوجہ وجیہہ بنت محمد شعیب عبد القادر کیگانی کو اپنی زوجیت سے الگ کرنے کا اعلان کرتا ہوں" اگرچہ تین بار لکھا گیا ہے لیکن اس سے صرف ایک طلاق بائن واقع ہوگئی ہے جس کا حکم یہ ہے کہ ذاکر خالد صاحب اور وجیہہ باہمی رضامندی سے نئے حق مہر کیساتھ دوران عدت اور عدت گذرنے کے بعد بھی دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، البتہ بیوی راضی نہ ہو تو نکاح نہیں ہو سکتا،

دوبارہ نکاح کی صورت میں شوہر کے پاس آئندہ کیلئے صرف دو طلاقوں کا حق باقی رہے گا کسی بھی موقع پر زید نے دو طلاقیں دیدی تو حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہو سکے گا لہذا احتیاط کرے۔

لما فی الدر ۳۰۶/۳ سعید

(الصریح یلحق الصریح و) یلحق (البائن) بشرط العدة والبائن یلحق الصریح (لا) لا یلحق البائن (البائن) اذا امکن جعله اخبارا عن الاول.

ولما فی الهندية (۱/ ۴۷۳) رشیدیه

اذا کان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان یتزوجها فی العدة و بعد انقضاء العدة.

الجواب صحیح: عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: سیف اللہ

۲۱ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ — فتوی نمبر:

﴿خط اور ٹیلیفون کے ذریعے طلاق واقع ہو جاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا ٹیلیفون اور خط کے ذریعے طلاق دی جائے تو واقع ہو جائے گی؟ نیز یہ بھی

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

وضاحت ہو کہ اگر وہ خط ضائع ہو جائے یعنی بیوی تک پہنچ ہی نہ پائے تب بھی طلاق واقع ہو جائیگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾ بذریعہ ٹیلی فون طلاق واقع ہو جاتی ہے، اسی طرح خط (جو طلاق کی نیت سے تحریر کیا گیا ہو) کے ذریعے سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اگر چہ وہ خط بیوی تک پہنچنے سے پہلے پہلے ضائع ہو جائے۔

لما فی الشامی: (۲۵۶/۲ طبع امدادیہ)

وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی اولم ینو — ولا یحتاج الی النیة فی المستبین المرسوم — ولو قال للکاتب اکتب طلاق امراتی، کان اقرارا بالطلاق وان لم یکتب.

الجواب صحیح: عبد الرحمن عفا اللہ عنہ   واللہ اعلم: محمد شریف حسین چترالی عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ   فتویٰ نمبر: ۳۲۳

﴿خلوت صحیحہ کے بعد میسج پر تین طلاق کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کا نکاح ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی، البتہ شوہر نے بعض موقعوں پر بوسہ لیا ہے جماع نہیں کیا ہے اور ایک کمرے میں کئی مرتبہ بیٹھنے کا اتفاق بھی ہوا ہے، دروازہ بند تھا لیکن کنڈی نہیں لگی تھی، کسی بات پر شوہر نے فون میسج کیا اور تین بار طلاق، طلاق، طلاق لکھ کر بھیج دیا، تو ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں، واقع ہوئیں تو کتنی؟

﴿جواب﴾ مذکورہ صورت میں باقاعدہ جماع اگر چہ نہیں ہوا ہے اور مستقل رخصتی نہیں ہوئی ہے، لیکن ایک کمرے میں علیحدگی میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا ہے تو اس سے خلوت صحیحہ ثابت ہوگئی جس کو شریعت مطہرہ نے باقاعدہ جماع کے حکم میں قرار دیا ہے، تینوں طلاقیں ہوئی ہیں، لہذا اب رجوع نہیں ہو سکتا پورا حق مہر شوہر پر واجب ہے اور عورت کے ذمہ عدت گزارنا لازم ہے، مکمل عدت گزارنے کے بعد یہ خاتون چاہے تو دوسری جگہ شادی کر سکتی ہے، اس شوہر کے ساتھ اب حلالہ شرعیہ کے بغیر تجدید نکاح بھی نہیں کر سکتی۔

فی الدر المختار: (۱۱۴/۳ طبع سعید کراچی)

والخلوة بلا مانع حسی وطبعی وشرعی — وبقی منه عدم صلاحیة الامکان

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

كمسجد وطريق وحمام وصحراء وسطح وبيت بابه مفتوح.

ولما في الكفاية :(۳/۵۵، طبع رشيديه)

وماذكرنا اولى تايده بالنص وبقوله عليه السلام : من كشف خمار امرأته ثم طلقها وجب عليه المهر كاملا وقد حكى الطحاوى اجماع الصحابة فى هذه المسئلة وعن الخلفاء الراشدين ان من اغلق باباعلى امرأته اوارخى سترا ثم طلقها وجب لها الصداق كاملا.

ولما في التاتارخانية :(۳/۱۸ طبع قديمى)

وان كانا فى طريق غير مسلوك الافى الاحيان تكون خلوة صحيحة ـــــ ولوخلابها فى بيت غير مسقف فهو خلوة وكذالك الكرم وهو محمول على ماإذاكان لكرم حيطان وفى الحجه ان كان بينه وبين من يكون فى البيت من الناس سترا تكون خلوة.

الجواب صحيح: مفتی عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محمد فاروق چارسدوی

۵ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ — فتویٰ نمبر: ۳۶۱۵

﴿صرف لکھنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تحریراً طلاق دے اور وہ تحریر اس کی بیوی تک نہ پہنچے تو کیا اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی یا نہیں؟ اگر طلاق ہوجائے گی تو وہ عورت کب سے عدت شمار کرے گی؟ تحریر کے وقت سے یا اس وقت سے جب سے اسے طلاق کا علم ہوا؟

مستفتی: خالدکوٹ غلام محمد

﴿جواب﴾ جس طرح زبان سے طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، اسی طرح لکھنے سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا ہوش وحواس کیساتھ بغیر جبر واکراہ کے کوئی تحریراً طلاق دیدے تو اسی وقت واقع ہوجاتی ہے اور ساتھ ساتھ عدت بھی شروع ہوجاتی ہے، نیز طلاق کا مدار بیوی کے علم پر بھی نہیں ہے، بیوی تک وہ تحریر بالکل نہ پہنچے نہ اسکو اسکی خبر ہو تب بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

لما فى الشامى:(۳/۲۴۶ طبع ايچ ايم سعيد)

وان كانت مرسومة يقع الطلاق نوى اولم ينوثم المرسومة لاتخلواماان ارسل الطلاق بان كتب:امابعدفانت طالق فكماكتب هذايقع الطلاق وتلزمهاالعدة من وقت الكتابة

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفااللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: عدنان خدابخش

۳ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ — فتویٰ نمبر: ۲۳۷۴

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

﴿طلاق کے الفاظ کہے بغیر جبراً طلاق نامہ پر دستخط کرنے سے طلاق کا حکم﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے متعلق کہ اگر کچھ لوگ جمع ہو کر ایک شخص کو اپنی زوجہ کو طلاق دینے پر مجبور کریں اور طلاق نامہ لکھ کر جبراً اس سے دستخط لیں اور وہ شخص زبان سے الفاظ نہ کہے تو اس صورت میں اسکی بیوی پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ مستفتی: راحت علی سواتی

﴿جواب﴾ شوہر نے واقعی مجبور ہو کر طلاق نامہ پر صرف دستخط کئے ہوں طلاق کے الفاظ زبان سے نہ بولے ہوں تو ایسے دستخط سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔

لما فی الشامی:(۲/۲۳۶،طبع سعید)

وفی البحران المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لاتطلق لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا کذافی الخانية.

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ واللہ اعلم: حبیب الوہاب سواتی عفا اللہ عنہ

۲۴ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ فتوی نمبر: ۱۶۱۴

﴿میسج کے ذریعے بھی طلاق واقع ہوتی ہے﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین سال پہلے ایک طلاق دی تھی اور دوسری طلاق میسج (sms) کے ذریعے دی ہے آیا اس سے شوہر پر بیوی مکمل حرام ہوگئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو شوہر کے پاس کتنی طلاقوں کا اختیار باقی ہے؟ براہ کرم شریعت کی روشنی میں راہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ مستفتی: محمد لیاقت

﴿جواب﴾ اس آدمی نے تین سال پہلے ایک طلاق دی تھی پھر عدت گذرنے سے پہلے اس نے رجوع بھی اگر کر لیا تھا تو دوسری طلاق میسج کے ذریعے واقع ہوگئی ہے، تیسری کوئی طلاق اس نے اگر نہیں دی ہے تو اب بھی عدت گذرنے سے پہلے پہلے رجوع کا حق حاصل ہے رجوع اگر کر لیا تو بیوی کو رکھ سکتا ہے حرام نہیں ہوئی البتہ آئندہ کے لئے صرف ایک طلاق باقی ہے کسی بھی موقع پر اگر ایک طلاق دیدی تو حلالہ شرعیہ کے بغیر نیا نکاح بھی نہ ہو سکے گا۔ اور ابھی دو طلاقیں واقع ہوئیں ہیں اگر دوران عدت رجوع نہیں کیا تو عدت گذرنے کے بعد یہ خاتون دوسری جگہ شادی کر سکے گی۔ البتہ باہمی رضامندی سے اس شوہر سے بھی نکاح ہو سکے گا اور آئندہ کے لئے ایک ہی طلاق باقی رہیگی۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لما فی البدائع الصنائع:(۱۸۰/۳طبع سعید کراچی)

فان طلقها ولم یراجعها بل ترکها حتی انقضت عدتها بانت وهذا عندنا.

ولما فی الجوهرة النیرة:(۱۲/۲طبع میر محمد کتب خانه)

(قوله رحمه الله تعالی واذا طلق الرجل امرأته تطلیقة رجعیة او تطلیقتین فله ان یراجعها فی عدتها رضیت بذلک او لم ترض)انما شرط بقائها فی العدة لانها اذا انقضت زال الملک وحقوقه فلا تصح الرجعة بعد ذالک .

ولما فی البحر الرائق :(۲۳۵/۳-۲۳۶طبع سعید کراچی)

وان کان رجعیا وقف علی انقضاء العدة ای لم یزل الملک الا بعد انقضائها ـــ واذا طلقها ثم راجعها بقی الطلاق وان کان لا یزیل القید والحل للحال لانه یزیلهما فی المآل اذا انضم الیه ثنتان.

ولما فی الشامی:(۲۴۶/۳طبع سعید کراچی)

وان کانت مرسومة یقع الطلاق نوی اولم ینو ثم المرسومة لا تخلو اما ان ارسل الطلاق بان کتب :اما بعد فانت طالق فکما کتب هذا یقع الطلاق وتلزمها العدة من وقت الکتابة.

الجواب صحیح :عبد الرحمٰن عفا اللہ عنہ والله اعلم بالصواب :نصرت اللہ بنوی غفرلہ ولوالدیہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ فتوی نمبر :۳۶۹۹

﴿خط کے ذریعے تین طلاقیں دینے سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں﴾

﴿سوال﴾ شوہر نے بیوی کو یہ خط بھیجا کہ تمہارے بار بار چار چار مہینے میکے جا کر بیٹھ جانے پر اور بار بار طلاق کا مطالبہ کرنے پر میں نے بہت بہت معذرت کیساتھ تمہیں تین طلاقیں دیں۔

یہ خط عورت کو اس وقت ملا جب وہ بغیر اجازت کے میکے گئی ہوئی تھی اور ڈھائی مہینے سے حاملہ بھی تھی، جب کہ اس کا شوہر اس کو پہلے بھی ایک طلاق رجعی دے چکا ہے اس تحریر کی رو سے اگر طلاق مغلظہ واقع ہو گئی ہے تو آپ مندرجہ ذیل نکات میں میری رہنمائی فرمائیں۔

(۱)اس خاتون کا مہر جو اس کے شوہر نے آج تک ادا نہیں کیا ادا کرنے کا پابند ہے یا نہیں؟

(۲)وہ تمام سامان جو خاتون کو شادی کے موقع پر یا شادی کے بعد اس کے والدین نے دیا یا جو تحائف ملے یا شوہر نے جو سامان دیا مثلاً کپڑے زیورات وغیرہ ،اس خاتون کو ملیں گے یا نہیں؟ جب کہ وہ آج تک اس کے سسرال میں ہیں۔

(۳)اس خاتون کا دوران عدت کا نان نفقہ یعنی کھانا جیب خرچ وغیرہ اسکے شوہر کے ذمے

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہوگا یا نہیں؟ (۴) اسکی مدت عدت کب ختم ہوگی؟

(۵) ہونے والے بچے کی ولادت کے اخراجات کس کے ذمہ ہونگے؟ (۶) کیا مدت عدت کے دوران اگر انتہائی ضرورت کے وقت اپنے علاج کے سلسلہ میں ہسپتال یا ڈاکٹر کے پاس دن یا رات کے وقت جانا ہو تو کن شرائط کے ساتھ جاسکتی ہے؟ مستفتی: معراج الدین کراچی

﴿جواب﴾ صورت مذکورہ میں تینوں طلاقیں واقع ہوگئی ہیں اور حرمت مغلظہ ثابت ہوچکی ہے، اب رجوع نہیں ہوسکتا اور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا، مطلقہ خاتون عدت گذارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنا چاہیں تو کرسکتی ہیں۔

لما فی الدر المختار: (۲۲۶/۳ طبع سعید)

کتب الطلاق ان مستبینا علی نحو لوح وقع.

اس کا مہر شوہر کے ذمے ہے اور وہ مہر ادا کرنے کا پابند ہے۔

لما فی الشامی: (۲۳۳/۲ طبع امدادیہ)

وأفاد أن المهر وجب بنفس العقد الخ ولذا بتأكد لزوم تمامه بالوطء ونحوه.

سامان جو شادی کے موقع پر یا شادی کے بعد اس خاتون کو ملا ہے اس میں تفصیل ہے:

چنانچہ لڑکی کے والدین یا اس کے خاندان والوں کی طرف سے لڑکی کو جو ملا ہو تو وہ اس کی مالک ہے، شوہر کے ذمے واجب ہے کہ ایسا سامان لڑکی کے حوالے کردے اور جو سامان شوہر یا شوہر کے خاندان والوں کی طرف سے ملا ہے وہ لڑکے کا تصور ہوگا، البتہ لڑکی کو دیتے وقت صراحت کی ہو کہ یہ آپ کا ذاتی ہے تو وہ بھی لڑکی کو واپس ملنا چاہیے۔

دوران عدت کا نان نفقہ شوہر کے ذمے ہوتا ہے لیکن چونکہ یہ خاتون شوہر کی اجازت کے بغیر میکے گئی ہے، لہٰذا شریعت کی رو سے وہ ناشزہ ہوگئی اور ناشزہ کا نان ونفقہ شوہر کے ذمے سے ساقط ہوجاتا ہے۔

لما فی الهداية: (۴۱۶/۲ طبع رحمانیہ) وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزله.

خاتون چونکہ حمل سے ہے اس کی عدت وضع حمل ہے یعنی بچہ کی ولادت پر عدت مکمل ہوجائیگی۔

لما فی قوله تعالى: (سورة الطلاق، آیت ۴) ﴿واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن ۔الآية﴾

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

عام حالات میں بچے کی ولادت کے سلسلے میں ضروری اور مناسب خرچے شوہر کے ذمے ہوتے ہیں، اختلاف کی صورت میں دونوں خاندان کے کم از کم دو منصف مزاج اور نیک آدمی اس کا اندازہ لگائیں گے۔

لما فی الدر المختار:(۵۷۱/۲،طبع سعید)

وفیه اجرة القابلة علی من استاجرها من زوجة وزوج ولوجاء ت بلا استئجار قیل علیه وقیل علیها.

ولما فی الشامی:(۵۸۰/۲،طبع سعید)

(قوله قیل علیه الخ)عبارة البحر عن الخلاصة فلقائل أن یقول علیه لأنه مؤنة الجماع ولقائل أن یقول علیها کأجرة الطبیب.۔۔ویظهر لی ترجیح الاول لان نفع القابلة معظمه یعود الی الولد فیکون علی ابیه تأمل.

ولما فی الهدایة:(۴۲۰/۲،طبع رحمانیه)

ونفقة الاولاد الصغار علی الاب لایشارکه فیها احد کما لایشارکه فی نفقة الزوج.

دوران عدت اگر خاتون بیمار ہو تو چاہیے کہ طبیبہ کو گھر پر بلایا جائے، البتہ مجبوری کی صورت میں ہسپتال لے جانے کی بھی گنجائش ہے۔

لما فی التنویر مع الدر:(۵۳۶/۲،طبع سعید)

وتعتدان ای معتدة الطلاق وموت فی بیت وجبت فیه ولایخرجان منه الاان تخرج او ینهدم المنزل او تخاف انهدامه او تلف مالها اولاتجد کراء البیت ونحو ذلک من الضرورات.

الجواب صحیح:عبدالرحمن عفا اللہ عنہ | واللہ اعلم:محمد ضیاء الدین

۲۶ربیع الاول ۱۴۲۸ھ | فتوی نمبر:۷۰۶

﴿نیت ایک طلاق کی ہو اور دستخط تین طلاق کی تحریر پر کردے؟﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا اپنی بیوی کے ساتھ کافی عرصہ سے نبھاؤ نہیں ہو رہا میں نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا اور طلاق کے بارے میں علماء سے پوچھا کہ کتنی طلاقیں دینا مناسب ہے تو علماء نے کہا کہ ایک طلاق دو کیونکہ اس میں تم کو رجوع کا حق حاصل ہوگا اس کے بعد میں اپنے کزن کو لے کر وکیل کے پاس تحریر لکھوانے کے لئے گیا میں نے کزن کو بتایا کہ مجھے ایک طلاق دینی ہے تو کزن نے وکیل سے علیحدگی میں ہی بات چیت کر کے طلاق نامہ لکھوایا جب وہ تحریر میرے پاس آئی تو میں نے پڑھتے ہی فوراً کہا کہ میں نے ایک طلاق کا کہا تھا اور تم نے تین لکھوا دیں ہیں تو کزن نے مجھ سے کہا اس

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

کا مطلب ایک ہی ہے اور بعد میں تحریر کرنے والے (وکیل کے منشی) اور وکیل نے بھی کہا کہ آپ کے پاس نوے دن کا وقت ہے آپ رجوع کر سکتے ہیں تو میں ان کی بات پر مطمئن ہوگیا کہ منشی نے اگر چہ تین لکھیں ہیں لیکن مراد ایک ہی ہے اس لئے کزن کی بات پر یقین کرتے ہوئے دستخط کر دیئے۔ کیا اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی یا ایک؟ واضح رہے کہ میرا ارادہ تین کا ہر گز نہیں تھا صرف ایک کا تھا۔

مستفتی: اعجاز احمد گجرات

﴿جواب﴾ تمام اعمال کا مدار قصد و نیت پر ہے، بغیر قصد و نیت کے دیانۃً کوئی عمل معتبر نہیں ہے البتہ قاضی ظاہر کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کا پابند ہوتا ہے، قصد و ارادہ مخفی چیز ہے اللہ ہی جانتا ہے قاضی یقینی طور پر نہیں جانتا اس لئے وہ ظاہر کا پابند ہے، لھذا آپ اپنے اس دعوی میں اگر سچے ہیں کہ تین کا کوئی ارادہ نہ پہلے تھا اور نہ دستخط کرتے ہوئے، بلکہ اخیر تک ایک ہی طلاق کا ارادہ تھا اور ایک ہی طلاق کے ارادہ سے آپ نے دوسرے کی تحریر پر دستخط کئے ہیں تو دیانۃً ایک ہی طلاق واقع ہوگئی ہے تین نہیں، اب طلاق کا معاملہ اگر قاضی کے پاس گیا نہیں ہے اور آپ کی بیوی کو بھی آپ کی بات پر یقین ہے تو اس صورت میں آپ کو رجوع کا حق حاصل ہے بشرطیکہ عدت باقی ہو اور عدت اگر گذر گئی ہے تو بغیر حلالہ کے نئے حق مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ اور ایسی صورت میں پھر دو طلاقیں باقی ہونگیں آپ کی خاص صورت کے لئے کوئی جزئیہ ہماری نظروں سے نہیں گذرا اس لئے قواعد سے جواب دے دیا ہے بہتر ہے آپ کسی اور مفتی صاحب کے سامنے بھی یہ صورت بیان کرلیں۔

لما فی الشامی :(۴/۲۴۶ طبع سعید)

ولو استكتب من آخر كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه الزوج وختمه و عنونه وبعث به اليها فأتاها وقع ان اقر الزوج انه كتابه وان كانت مرسومة يقع الطلاق نوى او لم ينو ولا يحتاج الى النية فى المستبين المرسوم كتب الطلاق ان مستبينا على نحو لوح وقع ان نوى، وقيل مطلقا (قوله مطلقا) المراد به فى الموضعين نوى او لم ينو.

ولما فى الفتاوى التاتارخانيه :(۴/۴۷۲ طبع قديمى)

رجل استكتب من رجل آخر الى امرأته كتابا بطلاقها وقرأه على الزوج فأخذه الزوج وطواه وختم وكتب فى عنوانه وبعث به الى امرأته فأتاها الكتاب واقر الزوج انه كتابه فان الطلاق يقع عليها.
وفى الظهيريه لو قال للكاتب (اكتب طلاق امرأتى) كان هذا اقرارا بالطلاق كتب او لم يكتب.
وهكذا فى الفتاوى العالمكيريه :الفصل السادس فى الطلاق بالكتابة ۱/۳۷۹

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ولما فی الدر المختار:(۲۳٦/۳ طبع سعید)

وفی البحر ان المراد الاکراہ علی التلفظ بالطلاق فلو اکرہ علی ان یکتب طلاق امرأته فکتب لاتطلق،لان الکتابة اقیمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا کذا فی الخانیه

ولما فی الشامی:(۲۲۱/۳ طبع:سعید)

(قوله بان اراد التکلم بغیر الطلاق) بان اراد ان یقول سبحان الله فجری علی لسانه انت طالق تطلق لانه صریح لا یحتاج الی النیة لکن فی القضاء.وفی فتح القدیر عن الحاوی معزیا الی الجامع الاصغر ان اسدا سأل عمن اراد ان یقول زینب طالق فجری علی لسانه عمرة علی ایهما یقع الطلاق ؟ فقال فی القضاء تطلق التی سمی وفیما بینه وبین الله تعالی لا تطلق واحدة منهما .

ولما فی الاشباہ و النظائر:(۳۳۵، طبع قدیمی)

واختلفوا فیما لو امر الزوج بکتابة الصک بطلاقها ا فقیل : یقع وهو اقرار به وقیل : هو توکیل فلا یقع حتی یکتب وبه یفتی وهو الصحیح فی زماننا کذا فی القنیه وفیها بعده : وقیل لا یقع وان کتب الا اذا نوی الطلاق .

ولما فی فتاوی عالمگیریه :(۴۰۸/۱ طبع رشیدیه)

وکله بان یطلق امرأته تطلیقة فطلقها ثنتین لا یجوز عنده وعندهما تقع واحدة کذا فی الفتاوی الصغری رجل وکل غیره بالطلاق فطلقها الوکیل ثلاثا ان کان الزوج نوی بالتوکیل التوکیل بالثلاث طلقت ثلاثاوان لم ینو الثلاث لا یقع شیء فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالی رجل قال لغیره طلق امرأتی رجعیة فقال لها الوکیل طلقتک بائنا تقع واحدة رجعیة .

الجواب صحیح: عبدالرحمٰن عفا اللہ | واللہ اعلم بالصواب: عمر فاروق لاہوری

عز ۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ | فتویٰ نمبر: ۳۵۵۳

﴿شوہر نے خلع نامہ لکھنے کا کہا وثیقہ نویس نے طلاق نامہ لکھ دیا﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بہن الماس محبوب کی شادی محبوب اللہ سے ہوئی ہے جنکے تین بچے بھی ہیں کسی بات پر دونوں کا آپس میں جھگڑا ہوا تھا تو میری بہن نے اپنے شوہر سے علیحدگی کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ وثیقہ نویس کے پاس گئے اور طلاق نامہ لکھوا کر لائے تھے لیکن اس پر دستخط نہیں کئے۔ کاپی منسلک ہے جس میں تینوں طلاق وضاحت کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

اس تحریر کو ہم دو جگہ دارالافتاء کے پاس لئے گئے دونوں مفتیان کرام نے طلاق کا فتویٰ دیدیا

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

ہے۔ لیکن محبوب اللہ کہتا ہے کہ میں نے کوئی طلاق نہیں دی ہے، البتہ اسکے کہنے پر خلع نامہ لکھوانے گیا۔ وثیقہ نویس نے اپنی طرف سے پیپر تیار کیا البتہ میں نے اپنا اور بیوی کا نام بتایا اور یہ کہ میرے تین بچے ہیں خلع کی صورت میں بچے ان کو نہیں لے جانے دونگا۔ اس نے پیپر تیار کر کے دیدیئے اور کہا کہ دونوں کو منظور ہو تو دستخط کر لینا۔ پھر یہ تحریر میں نے پڑھی نہیں۔ یہاں تک کہ اس پر تاریخ بھی پرانی لکھی ہوئی ہے۔ میں پرچہ گھر لے آیا اور اپنی الماری میں رکھدیا۔ پھر کسی طرح یہ تحریر بیوی کے ہاتھ بھی آئی۔ اور اس نے والدین کو فون کیا۔ نمبر شوہر نے ملایا بیوی کے کہنے پر وہ بات ریکارڈ ہوئی جو آپکو سنادیا۔ مذکورہ صورت میں طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور ہوئی تو کتنی ہوئی۔؟ مستفتی: وقاص خادم

﴿تنقیح﴾ شوہر یعنی محبوب اللہ اس بات کی وضاحت کریں کہ مسلک اسٹام پیپر کی تحریر کیا اس کے سامنے نہیں ہوئی؟ اور جب تحریر تیار ہوئی تو آپنے اس کو پڑھا یا نہیں؟ لکھنے والے نے از خود مضمون تیار کیا تو آپنے کوئی اعتراض تو نہیں کیا؟

﴿جواب تنقیح﴾ تحریر میرے سامنے نہیں ہوئی، میں اس وقت اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھا تھا۔ تیار ہونے کے بعد میں نے پڑھا نہیں۔ میں نے سمجھا کہ خلعہ کا لکھا ہے اور ویسے ہی اٹھا کہ گھر لے آیا۔ منجانب: محبوب اللہ (شوہر)

﴿جواب﴾ واضح رہے کہ مفتی کوئی غیب نہیں جانتا۔ مستفتی کے بیان اور ظاہری صورت حال کا جائزہ لیکر فتوی دیتا ہے۔ سوال کرنے والا غلط بیانی سے کام لے اور صحیح صورت حال ظاہر نہ ہونے دے تو جواب بھی ویسی ہی آئے گا۔ اس کی ساری ذمہ داری سوال کرنے والے پر ہوتی ہے۔

سوال میں جس طرح واقعہ بیان ہوا ہے، اس کے بعد شوہر یعنی محبوب اللہ نے تنقیح کے جواب میں جو بیان دیا ہے، ہم نے مزید تحقیق کیلئے اور شوہر کے بیان کی تصدیق کیلئے الماس (بیوی) کے دونوں بھائی اور محبوب اللہ کے چچا رانا مسعود کو وثیقہ نویس کے پاس بھی بھیج دیا تاکہ اس کا بیان بھی لیا جائے تو اس نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ میں نے محبوب اللہ کے کہنے پر نہیں بلکہ اپنی ترتیب سے مضمون تیار کر کے اس کو دیدیا۔ وثیقہ نویس سے بیان لینے کے بعد محبوب اللہ کی بیوی الماس کو بھی بلا کر اس سے بھی بیان لیا گیا۔

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

لہذا سوال میں ذکر کردہ صورت حال اور فریقین سے معلومات حاصل کرنے کے بعد شرعی حکم واضح ہو جاتا ہے کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ وثیقہ نویس کو شوہر نے خلعہ نامہ لکھوانے کا کہا تھا اور اس نے موکل یعنی شوہر سے اجازت لئے بغیر اس کی غیر موجودگی میں طلاق نامہ لکھ کر کے دیدیا ہے جس کو بعد میں شوہر نے پڑھا نہیں اور کاغذ گھر لے آکر رکھدیا تو ایسی صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی اور خلع پر بھی دونوں کا چونکہ کوئی اتفاق نہیں ہوا، اس لئے خلعہ بھی نہیں ہوا اور اب بھی شوہر اور بیوی دونوں کا یہی بیان ہے کہ ہم بچوں کی خاطر ایک دوسرے سے ناراضگی اور ناچاقی کو بھول جاتے ہیں۔ البتہ یہ بات یاد رہے کہ اگر شوہر نے طلاق نامہ تیار ہونے کے بعد پڑھا تھا اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا تھا یا اس تحریر کا مضمون معلوم ہونے کے بعد بیوی کو دیدیا تھا کہ یہ فیصلہ ہے تو ایسی صورت میں تینوں طلاق ہو گئی ہیں اور نکاح مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے لیکن شوہر اس بات کا انکاری ہے جس کا علم صرف اللہ تعالی اور اس کو ہے۔ یعنی شوہر کو ہے۔

باقی جن مفتیان کرام نے طلاق کا فتوی دیدیا ہے تو ظاہر بات ہے انہوں نے محض اس تحریر کی بنیاد پر فتوی دیدیا ہے اگر فریقین سے اس طرح تحقیق کرتے تو وہ بھی طلاق واقع نہ ہونے کا فتوی صادر فرماتے۔ لھذا ان کے فتاوی کو بھی غلط نہیں کہا جا سکتا۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ — واللہ اعلم بالصواب: محتشم خان غفرلہ ولوالدیہ

۱۳ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ — فتوی نمبر: ۴۲۶۵

﴿پہلے فون پر طلاق دی تو عدت اسی وقت سے شمار ہوگی تحریری طلاق سے نہیں﴾

﴿سوال﴾ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عرصہ ایک سال سے شوہر سے الگ رہ رہی ہوں وہ کوئی خرچہ وغیرہ برداشت نہیں کرتا۔ گھر کے تمام خرچے میں خود ہی برداشت کرتی ہوں۔ اس وجہ سے بار بار تلخی ہوتی تھی۔ ایک روز اس نے پشاور سے فون پر بات کرتے ہوئے کہا، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی، میں نے تجھے طلاق دی۔ ان الفاظ کو میں نے ریکارڈ کر لیا ہے پھر وہ کراچی آیا تھا میں نے اس سے تحریری طلاق کا مطالبہ کیا تو اسنے لکھ کر بھی تین مرتبہ طلاق دی اور پھر زبان سے بھی کہدیا، ایسی صورت میں مجھے طلاق ہوئی ہے یا نہیں؟ اور اگر ہوئی ہے تو کتنی طلاق ہوئی ہے؟ اسکو کسی نے فتوی دیدیا ہے کہ صرف

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

دوطلاق ہوئی ہیں۔ براہ کرم آپ قرآن وسنت کی روشنی میں مجھے فتویٰ دیں۔ مستفتیہ: مہر النساء

﴿جواب﴾ صورت مسئولہ میں اگر آپکو واقعی آپکے شوہر نے اسطرح کہا ہو جس طرح سوال میں مذکور ہے تو ایسی صورت میں آپکو تین طلاق ہو گئی ہیں اور حرمت مغلظہ ثابت ہو گئی ہے۔ اب رجوع نہیں ہوسکتا اور حلالہ شرعیہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی اسی شوہر سے نہیں ہوسکتا۔ شروع میں جس تاریخ کو اس نے فون پر آپکو تینوں طلاقیں دیں اسی تاریخ سے آپکی عدت شروع ہو گئی تھی، اس کے بعد تین ماہواریاں مکمل گزرنے پر عدت پوری ہو جاتی ہے، اگر عدت پوری ہو گئی ہے تو آپ دوسری جگہ شادی کرسکتی ہے۔

لما فی قوله تعالیٰ: (پارہ نمبر ۲/سورۃ بقرۃ)

الطلاق مرتان۔۔ فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره۔۔

ولما فی الهدایه (۲/۳۷۳/رحمانیه)

وطلاق البدعة ان يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة او ثلاثا فی طهر واحد فاذا فعل ذلك وقع الطلاق وكان عاصيا۔

ولما فيه ايضا: (۲/۴۰۹/رحمانيه)

وان كان الطلاق ثلاثا فی الحرة وثنتين فی الامة لم تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره نكاحا صحيحا، ويدخل بها ثم يطلقها او يموت عنها والاصل فيه قوله تعالیٰ: فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره۔ والمراد الطلقة الثالثة۔

ولما فی عمدۃ القاری: (كتاب الطلاق/باب من اجاز الطلاق الثلاث)

وذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم منهم الاوزاعی والنخعی والثوری وابوحنيفة واصحابه والشافعی واصحابه واحمد واصحابه واخرون كثيرون علی من طلق امراته ثلاثا وقعن ذلك ولكنه ياثم۔

ولما فی جامع الترمذی: (۲/۲۲۵/)

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ثلاث جدهن جد وهزلهن جد۔ النكاح والطلاق والرجعة۔

الجواب صحیح: مفتی عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ

۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ

واللہ اعلم بالصواب: منتظم خان غفرلہ ولوالدیہ

فتویٰ نمبر: ۴۲۶۶

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1

TELEGRAM CHANNEL ::: https://t.me/pasbanehaq1